



قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلّل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام اور اُنکی قوموں کے احوال

جلد سوم

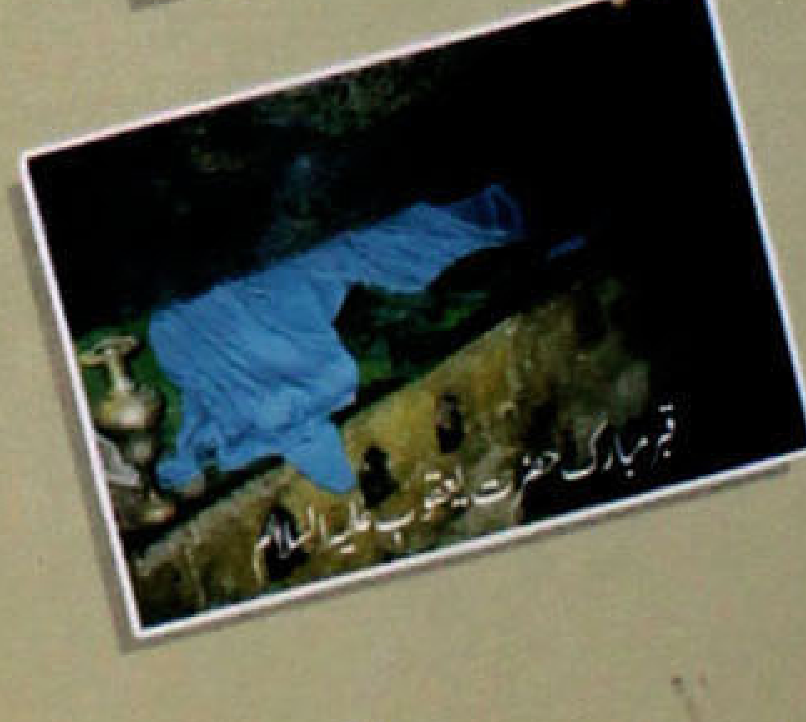












مؤلف:
مولانا عبدالمصطفٰی محمد مجاهد العطاری القادری
شاہ جمال آستانۂ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلّل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام
اور
اُنکی قوموں کے احوال

جلد سوم

مؤلف:
مولانا عبد المصطفٰی محمد مجاهد العطاری القادری
شاہ جمال آستانۂ عالیہ جھلاد شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال (جلد سوم)

مصنف .... مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

صفحات ۹۶۰

تعداد ۶۰۰

کمپوزنگ .... زاہد اقبال

تاریخ اشاعت .... اگست ۲۰۱۴ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... 850 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان — صفحہ

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو استاد محترم و استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ایاز العطاری القادری المدنی دامت برکاتہم العالیہ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کے علم سے کئی طلباء کرام علم دین سیکھنے کی پیاس کو بجھا رہے ہیں اور انشاء اللہ عزوجل بجھاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے تمام اساتذہ کرام کو درازی عمر بالخیر عطا فرمائے اور تادائم و قائم مجھ سیہ کار گناہ گار پر سایۂ شفقت قائم فرمائے اور ہم تمام امت مسلمہ کی بے حساب بخشش و مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ و زیارت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم و بروز حشر شفاعت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرما کر جنت الفردوس میں بے چین دلوں کے چین نانائے حسنین کریمین کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت و مدفن جنت البقیع
عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری المدنی عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

اظہارِ تشکر

اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر پر اپنا بہت زیادہ کرم اور فضل فرمایا کہ مجھے مسلمان بنا کر اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سا امتی بنایا پھر ان مقدس فقہاء کرام اور علماء کرام کی جوتیوں کی خاک اٹھانے اور ان کو سر پر رکھنے کا شرف بخشا کہ جن کا سونا بھی عبادت ہے، جن کا کلام فرمانا بھی عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ میں ان اساتذہ کرام و علماء کرام کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنے پیارے شاگردوں میں سے مجھ حقیر کو بھی اپنے حلقہ درس میں بیٹھنے کا شرف بخشا اور وہ علم دین سکھایا جن کی گہرائی میں اگر ڈوبا جائے تو کنارہ ہی نہیں ملتا اور نہ ہی اس کے بناء سکون میسر ہوتا ہے۔

الحمدللہ عزوجل! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوموں کے احوال سے موسوم دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج تیسری جلد شروع کرنے کا شرف نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اپنی اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت و محبت عطا فرمائے اور میرے اساتذہ کرام، پیر و مرشد اور والدین کریمین کا سایہ مجھ پر تا دائم و قائم فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی بخشش و مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت و جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

خراب حال کیا دل کو پرملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لا کے نفس میں شکستہ بال کیا

وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گور شہیداں کو پائمال کیا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگ در پاک سرو بال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دوران سے وہ جمال کیا

مصور ان کے خیال وطن مٹانا تھا
ہم آپ مٹ گئے اچھا فراغ بال کیا

نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

جو دل نے مر کے جلایا تھا منتوں کا چراغ
ستم کہ عرض رہ صر صر زوال کیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آراء نے کیا نہال کیا

الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگان کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

﴿کلامِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ﴾

ہائے دکھ مجاہد تیری زندگی کا
تو نے یہاں رہ کے خود کو سر و بال کیا

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوموں کے احوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درود شریف کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ شخص وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 488)

قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ ہر نبی ارشاد فرمائے گا **اذهبوا الی غیری، اذهبوا الی غیری، اذهبوا الی غیری** مگر میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والے کے لئے بشارت ہو کہ بے چین دلوں کے چین نانائے حسنین کریمین وشفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے میں ہی اسی لیے ہوں حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرما کر اپنے امتی کو قرب خاص عطا فرمائیں گے۔ سبحان اللہ عزوجل! درود شریف پڑھنے کے کس قدر فضائل و برکات ہیں لہٰذا امتی کو چاہئے کہ اپنے نبی محترم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے تا کہ دنیا و آخرت بہتر ہو۔

الحمد للہ عزوجل! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوموں کے احوال کی دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد اب تیسری شروع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی ہیں۔آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر آپ علیہ السلام کی قوم پر احسان عظیم فرمایا مگر افسوس کہ قوم نے بجائے ایمان لانے کے لواطت میں دلچسپی لی حتیٰ کہ ان کو نیست و نابود کر دیا گیا اور آنے والے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شجرۂ نسب

حضرت لوط علیہ السلام کا شجرۂ نسب یوں ہے:

امام ابوالقاسم علی ابن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: آپ علیہ السلام کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

لوط بن ہاران (ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے) بن تارخ بن ناحود بن ساروع بن ارعو بن نافع بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوسلخ بن خنوخ (یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں) بن مہلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔(مختصر تاریخ دمشق: جز:21،ص:236 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔(مختصر تاریخ دمشق: ج:2،ص:236 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام رسول

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم کی طرف مبعوث فرمایا تا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و کرم فرمائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الصافات:133)

اور بے شک لوط ضرور رسولوں میں سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان لانا

حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر آپ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی تصدیق فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ (العنکبوت:26)

سو لوط ان پر ایمان لائے۔

ایمان لانے سے مراد

حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام باتوں کی تصدیق فرمائی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کی بھی تصدیق فرمائی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی۔

(جامع البیان: ج:20، ص:164 دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید روایت نقل فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی۔

(جامع البیان: ج:20، ص:166 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایمان کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنیٰ ہے نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا۔ امن امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں۔ امان انسان کی حالت کو امن کہتے ہیں۔ انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لئے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ (الانفال:27)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (الاحزاب:72)

ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَ مَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (آل عمران:97)
اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔
یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا۔
اس کا معنیٰ ہے کہ
حرم میں اس سے قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔
ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لئے کیا جاتا ہے جس کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لے کر آئے اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:
اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیۡنَ (البقرہ:62)
بے شک اسلام قبول کرنے والے، یہودی، عیسائی اور ستارہ پرست۔
ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو درآں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔
اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا تحقق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ ؕ (الحدید:19)
تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں ہے:
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِیۡمَانَ (المجادلہ:22)
وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت فرما دیا۔
دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت سے مراد صرف تصدیق ہے قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے۔
وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا وَلَوۡ كُنَّا صٰدِقِیۡنَ ۝ (یوسف:17)
اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔
اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں ہے:
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَكُمۡ ؕ (البقرہ:143)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔
جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا ایمان ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں چھ چیزوں کے ماننے پر اطلاق کیا گیا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث مبارکہ کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے:

(المفردات:ص:26،25 مطبوعہ المکتبہ المرتضویہ ایران)

علامہ زبیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: ایمان تصدیق ہے۔
علامہ زمخشری نے ''اساس'' میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے۔
علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
ایمان کا حقیقی معنیٰ تصدیق ہے۔
اور کشاف میں لکھا ہے کہ
کسی شخص پر ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے۔
بعض محققین نے کہا ہے کہ
ایمان کا معنیٰ تصدیق ہو تو یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنیٰ ازعان (ماننا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنیٰ اعتراف ہو تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔
ازہری نے کہا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر امین بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے۔ اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہو گا یا جاہل۔
میں کہتا ہوں۔
کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
جیسا کہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (المنافقون:3)

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (النساء:137)

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے پھر (زبان سے) ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

زجاج نے کہا ہے کہ

کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے فرمایا ہے کہ

ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو بھی کہتے ہیں۔ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا معنیٰ ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا۔

منذری نے ابو العباس سے روایت کیا ہے کہ

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کریں گے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تصدیق فرمائے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام مومن ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے۔

یہ علامہ ابن اثیر کا قول ہے۔ (تاج العروس: ج:9، ص:125 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

علامہ بدرالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ایمان کے شرعی معنیٰ میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ
ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں۔
محققین، امام اشعری، قاضی عبدالجبار، استاذ ابواسحٰق اسفرائنی، حسین بن فضل اور دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بداہۃً علم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔
دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لئے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو خواہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی کامل مومن ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ
ایمان زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے اس میں بھی دو نظریے ہیں۔
غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ
ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے۔
اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ
لفظ زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔
ان کا زعم یہ ہے کہ
منافق بہ ظاہر مومن ہے اور بہ باطن کافر ہے۔ دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ
ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس میں بھی متعدد نظریات ہیں۔
1- امام ابوحنیفہ، عامۃ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفۃ بالقلب کا مجموعہ ہے۔
2- بشر المریسی اور ابوالحسن اشعری کا نظریہ یہ ہے کہ
ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔
3- زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنیٰ ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں۔
1- معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد جازم ہے عام ازیں کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

2-معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دلیل سے حاصل ہو۔اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ،امام ابومنصور ماتری کا مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کا قول یہ ہے کہ

اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوگا خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ

اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جز نہیں ہے،زائد جز ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ

ایمان تصدیق،اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔یہ امام مالک،امام اشعری،امام احمد،امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اور محدثین کا قول ہے۔معتزلہ،خوارج اور زیدیہ کا بھی یہی قول ہے۔

محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں۔

1-عبداللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ

معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے پھر ہر اطاعت الگ الگ ایمان ہے اور جحود اور دل سے انکار کرنا کفر ہے۔پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی اطاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

2-فرائض اور نوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

3-ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ نوافل کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

1-واصل بن عطاء،ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا مسلک یہ ہے کہ

ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

2-ابوعلی جبائی اور ابوہاشم کا مسلک یہ ہے کہ

ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

3-نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ

ہر وہ کام جس پر عید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی معرفت،اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام معاصی سے اجتناب خواہ صغائر ہوں یا کبائر اس کے مجموعہ کا

نام ایمان ہے۔ ان کا مذہب معتزلہ اور سلف وصالحین کے قریب ہے مگر ان کے مذاہب میں فرق یہ ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے۔ جس کی تصدیق میں خلل ہو وہ منافق ہے۔ جس کے اقرار میں خلل ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہو وہ فاسق ہے وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس مسلک پر قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کی جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ

شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنیٰ میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے فرمایا۔

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت خمس ادا کرنا۔

پہلی حدیث مبارکہ میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنیٰ میں ہے اور اس دوسری حدیث مبارکہ میں ایمان، ایمان کامل کے معنیٰ میں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث مبارکہ میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔

اس کی مثال یہ ہے۔

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔
اس حدیث مبارکہ میں ایمان کامل کی نفی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
جس شخص نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔
میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔
اس حدیث مبارکہ میں نفس ایمان مراد ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ
اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع کی تغیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنیٰ شرعی ہے اور کون سا معنیٰ مجاز ہے اس میں اختلاف ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے اس میں اہل سنت کا اتفاق اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔
حاصل بحث یہ ہے کہ
سلف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اعمال کو ایمان کی جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے اور جب وہ کسی بے عمل یا بدعمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل۔
وہ کہتے ہیں کہ
اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے مگر وہ نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔
ایمان کی تعریف میں جو تصدیق بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے کیونکہ بعض کفار بھی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے۔
قرآن مجید میں ہے: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (بقرہ:146)
جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے انہوں نے فرعون سے فرمایا۔
قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ

مَثْبُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:102)

موسیٰ نے فرمایا یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (چمکتی ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں اور اے فرعون میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے۔ نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لئے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے یعنی اپنے قصد اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔

(عمدۃ القاری: ج:1 ص102 تا105 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

نیز اسلام اور ایمان کے متحد یا متغائر ہونے کی بحث میں رقمطراز ہیں کہ

ایک بحث یہ ہے کہ اسلام اور ایمان متغائر ہیں یا متحد ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنیٰ ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا اور تصحیح کرنا) اور اسلام کا شرعی معنیٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا۔

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اسلام کا اطلاق دین محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ دین یہودیت، دین نصرانیت۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ (آل عمران:19)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو رب عزوجل مان لیا اور اسلام کو دین مان لیا اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں اختلاف ہے۔

محققین کا مذہب یہ ہے کہ

ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے۔

اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ
ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں۔
علامہ خطابی نے کہا: ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا (یعنی بعض اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہٰذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔
ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا۔
میں کہتا ہوں کہ
اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے۔
اور تحقیق یہ ہے کہ
ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے۔ اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اچانک مر جائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین عظام رضی اللہ عنہم اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں لہٰذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔
(عمدۃ القاری: ج: 1، ص: 109 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)
علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں: ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا اور یہی ایمان کی حقیقت ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔
فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (ذاریات: 35 تا 36)
اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال لیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا (اور گھر) نہ پایا۔
اگر اسلام ایمان کا غیر ہوتو اس آیت مبارکہ میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔
خلاصہ یہ ہے کہ
شریعت میں کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے۔ ایمان اور اسلام کے

اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے اور مشائخ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ سے مغائر مانتے ہیں جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں اس کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع (اطاعت) کا نام اسلام ہے اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا انقیاد متحقق نہیں ہوگا اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (حجرات:14)

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقیق کی تصریح ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ

شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو؟ باطنی اطاعت نہیں کر رہے جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا۔

تو آپ نے فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ

اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد سے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا کیا معنیٰ ہے۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں۔

اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

(شرح عقائد نسفی: ص94 تا96)

مزید راقم ہیں۔

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ

ایمان اور اسلام میں تغائر ہے کیونکہ ایمان کا معنیٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنیٰ ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا اور تصدیق کا متعلق ہے خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا۔ ان کی ایک دلیل تو سورۂ حجرات کی آیت نمبر 14 ہے جس کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (احزاب:35)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں۔

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

عطف کے لئے تغائر بالمفہوم کافی ہے۔ اور ہم یہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔

اور تحقیق یہ ہے کہ

اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔

علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ

(حجرات:17)

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (نمل:81)

آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔
اور مقام پر ارشاد فرمایا:
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ (آل عمران:102)
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو صرف حالت اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات کریمہ میں اسلام کی جگہ ایمان کا اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں۔

(شرح مقاصد: ج:2، ص:261 مطبوعہ دار المعارف العثمانیہ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے۔ (مسایرہ مع المسامرہ: ج:2، ص:310 مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان)

اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف متوفی 905ھ لکھتے ہیں:
یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

(مسامرہ: ج:2، ص:311 مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:
اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے والے کا ایمان مقبول نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

(شرح مواقف: ص:720 مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ)

مومن اور مسلمان کی تعریف درج ذیل ہے۔
علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں: شریعت میں ایمان کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں) لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے یعنی جن چیزوں کے متعلق بداہت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو دل سے مان لینا مومن ہونے کے لئے کافی ہے۔ (شرح عقائد: ص:90 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر ایمان کے مدارج اور مراتب ہیں۔
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: توحید کے چار مراتب ہیں۔
1- زبان سے توحید کا اقرار کرنا۔
2- دل میں توحید کا اعتقاد رکھنا۔

3- دلائل سے اس اعتقاد کی تائید کرنا۔
4- بندہ بحر توحید میں اس طرح غرق ہو جائے کہ اس کے دل میں ماسوا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اور کوئی خیال نہ آئے۔
اگر کوئی شخص زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے اور اس کا دل اس کے اعتقاد سے خالی ہو تو وہ منافق ہے اور اگر اس کے دل میں توحید کا اعتقاد ہو اور اس نے زبان سے توحید کا اقرار نہ کیا ہو تو اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔
پہلی صورت یہ ہے کہ
ایک شخص نے دلائل میں غور و فکر کیا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت ہوگئی مگر اس سے پہلے کہ وہ توحید کا اقرار کرتا اس کو موت آگئی۔
ایک قوم نے یہ کہا۔
اس کا ایمان مکمل نہیں ہوا اور حق یہ ہے کہ اس کا ایمان مکمل ہو گیا کیونکہ جس چیز کا وہ مکلف تھا اس کو اس نے ادا کر لیا اور وقت کی مہلت نہ ملنے کی وجہ سے وہ کلمہ پڑھنے سے عاجز رہا۔
اور میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ
ملک الموت کی پیشانی پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا ہے تا کہ جب مومن ملک الموت کی طرف دیکھے تو اس کو کلمہ پڑھنا یاد آ جائے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ
ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اور اس پر اتنا وقت گزر گیا جس میں وہ کلمہ پڑھ سکتا تھا لیکن اس نے کوتاہی کی اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ
زبان دل کی ترجمان ہے جب اس کے دل میں ایمان آچکا اور پھر اس نے زبان سے اقرار کرنے میں تقصیر کی تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو وہ کیسے اہل دوزخ میں سے ہوگا۔
جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ
جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔
اور اس شخص کا دل تو ایمان سے بھرا ہوا ہے۔
اور بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ
ایمان اور کفر امور شرعیہ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جو شخص کلمہ نہ پڑھے وہ کافر ہے۔
تیسری صورت یہ ہے کہ
جس نے دلائل میں غور و فکر کیے بغیر زبان سے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا اقرار کیا اور دل میں اس کا اعتقاد رکھا تو یہ مقلد کا ایمان ہے اور اس کے صحیح ہونے میں اختلاف مشہور ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: 8، ص: 12 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

میں کہتا ہوں کہ

اس ایمان کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے عہد صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک نوے فیصد سے زیادہ مسلمان اس لیے مسلمان ہیں کہ ان کے ماں باپ مسلمان تھے ان کے ماں باپ نے انہیں کلمہ پڑھایا اور اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دی اور اسلام کے احکام پر عمل کرایا۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں پڑھ لکھ کر ان میں سے بعض کو توحید ورسالت کے دلائل پر اطلاع ہوگئی لیکن ان میں بہ کثرت ایسے مسلمان ہیں کہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کے واحد شریک ہونے پر کیا دلیل ہے تو وہ کوئی دلیل نہیں بتا سکیں گے یا آپ ان سے پوچھیں کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر کیا دلیل ہے تو وہ آپ کو کوئی دلیل بتا سکیں گے اس لیے یہ کہنا کہ مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے دراصل بے شمار مسلمانوں کے ایمان کی نفی کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو شخص اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا اعتراف کرتا یا آپ کی نبوت کا اقرار کرتا آپ اس سے یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ تم کس دلیل سے اللہ تعالیٰ کو واحد مانتے ہو یا کس دلیل سے مجھ کو نبی مانتے ہو۔

حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

اور میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک باندی تھی جو میری بکریاں چراتی تھی ایک دن میں اس کے پاس گیا اور میری بکریوں میں سے ایک بکری نہیں تھی۔ میں نے اس سے اس بکری کے متعلق سوال کیا اس نے بتایا کہ اس کو ایک بھیڑیا کھا گیا اور میں بھی بنو آدم سے ہوں۔ میں نے اس کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا اور میرے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ کیا میں اس باندی کو آزاد کردوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

اس نے عرض کیا: آسمان میں!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

میں کون ہوں؟

اس نے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو آزاد کردو۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 1534)

حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
انصار میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ فام باندی لے کر آیا۔
اور عرض کیا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ذمہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ باندی مومنہ ہو تو میں اس کو آزاد کردوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں ہے؟
اس نے عرض کیا: ہاں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتی ہو کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔
اس نے عرض کیا: ہاں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم مرنے کے بعد اٹھنے پر یقین رکھتی ہو؟
اس نے عرض کیا: ہاں!
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو آزاد کردو۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 1535)

ان دونوں احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باندیوں سے صرف کلمہ سن کر ان کو مومنہ قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس دلیل سے اللہ تعالیٰ کو واحد اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دلائل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو مانے۔
حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: عطاء بن ابی رباح نے کہا: ہر وہ غلام جو اسلام میں پیدا ہوا اس کو کفارہ میں آزاد کرنا درست ہے۔
اوزاعی نے کہا ہے کہ
میں نے زہری سے پوچھا آیا دودھ پیتے بچے کو کفارہ قتل میں آزاد کرنا درست ہے۔
انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے اور یہی اوزاعی کا قول ہے۔
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب کسی غلام کے ماں باپ میں سے ایک مومن ہو تو اس کو کفارہ قتل میں آزاد کرنا جائز ہے۔

یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے مگر ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ
وہ امام کی تصریح کرے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ
اس صورت میں اس کے باپ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہوا اور وہ اختیار اور تمیز کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وہ وراثت میں مسلمان اور مومن کے حکم میں ہے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (الاستذکار: ج:23، ص:173 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ

جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی وہ مومن ہے جبکہ وہ اس کی دل سے تصدیق کرتا ہو اور زبان سے اس کا اظہار کرتا ہو خواہ وہ روزہ رکھتا ہو نہ نماز پڑھتا اور اسی طرح وہ بچہ جو مسلمان ماں باپ کے درمیان رہتا ہو۔ کیونکہ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باندی سے اس شہادت کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کیا۔

(التمہید: ج:4، ص:119 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (فتح المالک: ج:8، ص:442 مطبوعہ بیروت)

علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ

کافر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بغیر مومن نہیں ہوتا اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس شخص نے ان دونوں شہادتوں کا اقرار کیا اور اس پر مضبوط یقین رکھا وہ اس کے ایمان کی صحت کے لئے کافی ہے اور اس کے اہل قبلہ اور اہل جنت سے ہونے کے لئے بھی کافی ہے اور اس کو مکلف نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس اعتقاد کو دلیل اور برہان سے بھی ثابت کرے اور نہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی دلیل کو جانے اور یہی صحیح مذہب ہے جس پر جمہور ہیں۔

(شرح للنواوی: ج:13، ص:1810 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

ایمان کی کتنی شاخیں ہیں اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اسانید سے ساٹھ اور کچھ شاخوں کی حدیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ اور اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت راجح ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ستر شاخوں والی روایت صحیح ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ترجیح دی ہے اور بعض علماء کرام نے ساٹھ شاخوں والی روایت کو ترجیح دی ہے پھر ان ساٹھ شاخوں کی تعیین میں بھی تفصیل ہے۔

امام ابوعبداللہ حلیمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اور اسی کی طرز کی ایک کتاب امام بیہقی رحمۃ اللہ

علیہ نے لکھی ہے جس کا نام انہوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔

(شرح للنواوی: ج:1،ص:47 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ان کی تفصیل اور تعیین میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں۔

1-تصدیق بالقلب 2-اقرار باللسان 3-اور عمل بالارکان

تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں۔اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھہتر شاخیں ہیں۔

تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں یہ ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور واحدانیت پر ایمان لانا بایں طور کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

2-اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا۔

3-فرشتوں پر ایمان لانا۔

4-اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا۔

5-اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا۔

6-ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔

7-قیامت پر ایمان لانا۔

اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، حساب میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے۔

8-جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا۔

9-دوزخ کی وعید اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔

10-اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔

11-اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا۔

12-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کرنا۔

13-اخلاص، اس میں ریاء اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔

14-توبہ کرنا اور نادم ہونا۔
15-اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔
16-اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا۔
17-ناامیدی کو ترک کرنا۔
18-شکر کرنا۔
19-عہد پورا کرنا۔
20-صبر کرنا۔
21-تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔
22-رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا۔
23-قضاء وقدر پر راضی رہنا۔
24-توکل کرنا۔
25-تکبر کو ترک کرنا، اس میں خودسرائی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے۔
26-حسد کو ترک کرنا۔
27-کینہ اور بغض کو ترک کرنا۔
28-غیظ وغضب کو ترک کرنا۔
29-دھوکہ دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکروفریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے۔
30-دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا۔
31-حیاء کرنا یعنی خوف خدا عزوجل سے گناہوں اور بری باتوں کو ترک کرنا۔

اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

1-توحید ورسالت کا اقرار کرنا۔
2-قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔
3-علم دین حاصل کرنا۔
4-علم دین پڑھانا۔
5-دعا کرنا۔
6-ذکر کرنا، اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے۔
7-فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔

عمل بالارکان یعنی بدن کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں

1- پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، کپڑے اور جگہ کو پاک کرنا اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔

2- نماز پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے۔

3- زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں صدقہ فطر اور دیگر صدقات داخل ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا بھی اس میں داخل ہے۔

4- روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نفل۔

5- حج و عمرہ کرنا۔

6- اعتکاف کرنا اور لیلۃ القدر کو تلاش کرنا۔

7- دین کو بچانے کے لئے جنگل کی طرف بھاگنا اور دارالفکر سے ہجرت کرنا۔

8- نذر پوری کرنا۔

9- قسم پوری کرنا۔

10- کفارہ ادا کرنا۔

11- شرم گاہ کی حفاظت کرنا، خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر حالت نماز۔

12- قربانی کرنا۔

13- نماز جنازہ پڑھنا۔

14- قرض ادا کرنا۔

15- معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریاء سے احتراز کرنا۔

16- سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا۔

17- نکاح کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرنا۔

18- اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا۔

19- ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا۔

20- اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا۔

21- رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا۔

22- مالک کی اطاعت کرنا۔

23- لوگوں کے درمیان صلح کرانا اور خارجیوں اور باغیوں سے جنگ کرنا۔

24-عدل سے حکومت کرنا۔
25-جماعت کی پیروی کرنا۔
26-حکام کی اطاعت کرنا۔
27-نیکی میں تعاون کرنا۔
28-نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔
29-حدود قائم کرنا۔
30-جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا۔
31-قرض کو وقت پر ادا کرنا۔
32-پڑوسی کے حقوق ادا کرنا۔
33-حسن معاشرت سے کام لینا۔
34-مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بخل اور اسراف سے اجتناب کرنا۔
35-سلام کا جواب دینا۔
36-چھینک کا جواب دینا۔
37-لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا۔
38-لہو ولعب سے اجتناب کرنا۔
39-راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا۔
ایمان کی یہ اٹھہتر شاخیں ہیں۔

(عمدۃ القاری: ج: 1 ص 128 تا 129 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

تمام اہل ملل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی یا عیسائی پھر وہ شخص اس حال میں مرے کہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص دوزخی ہی ہوگا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 153)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ تمام دین داروں پر فرض و واجب ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر

ایمان لائیں یہود و نصاریٰ کا خصوصیت سے اس حدیث مبارکہ میں اس لیے ذکر ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور جب اہل کتاب پر یہ واجب ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو دوسروں پر بطریق اولیٰ واجب ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کی یہ دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے دور دراز علاقوں میں رہتا ہو یا سمندر کے جزیروں میں رہتا ہو جو آباد دنیا سے منقطع ہوں اور اس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر نہ پہنچی ہو تو اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو اس سے گرفت نہیں ہوگی۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

جس نے میری نبوت کی خبر سنی اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مر گیا تو وہ دوزخی ہوگا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس پر موقوف ہے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا مشاہدہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کو جانے اور جس نے مشاہدہ نہیں کیا اس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی ہو اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی توحید کو ماننا ہر اس شخص پر ضروری ہے خواہ متمدن دنیا میں نہ ہو اور غیر آباد علاقوں میں رہتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل عطا کی ہے اور غور و فکر کر کے ہر شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:1 ص:468 مطبوعہ دار الوفاء)

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان نبی زادہ تھا مگر چونکہ وہ ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے محروم تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے اس کا رشتہ کاٹ دیا اور ارشاد فرمایا وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ علم اور تقویٰ کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی فضیلت ذاتی ہے یہ درست نہیں ہے اگر معاذ اللہ کوئی سید مرتد ہو جائے یا کسی گمراہ فرقے سے متعلق ہو جائے تو کیا اس کی فضیلت زائل ہو جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ نسب کی فضیلت اور برتری ایمان اور تقویٰ کے ساتھ مربوط ہے اصل چیز ایمان اور تقویٰ ہے نسب کی فضیلت ثانوی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات:13)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری شناخت کے لئے الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔
لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔
مومن، متقی، کریم اور فاجر، درشت خو اور ذلیل۔
سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔
(شعب الایمان: ج:4، ص:284)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا:
اے لوگو تمہارا رب عزوجل ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے سو کسی عربی کی کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
کیوں نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پھر حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔
(شعب الایمان: ج:4، ص:289 دار الکتب العلمیہ بیروت)
ایمان لانے یا نہ لانے میں انسان کا اپنا نفع اور نقصان ہے کسی کے ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا نہ اس کے ایمان لانے سے اس کو کوئی نقصان ہوگا۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل:7)
اگر تم نے اچھے کام کیے تو خود اپنے فائدہ کے لئے اور اگر برے کام کیے تو وہ بھی اپنے لیے۔
اور حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
اے میرے بندو! تم سب گمراہ ماسوا ان کے جن کو میں نے ہدایت دی۔ مجھ سے ہدایت کا سوال کرو میں تم کو ہدایت دوں

گا۔تم سب محتاج ہو ماسوا ان کے جن کو میں غنی کروں تم مجھ سے سوال کرو میں تم کو رزق دوں گا۔تم سب گناہ گار ہو ماسوا ان کے جن کو میں عافیت سے رکھوں۔پس تم میں سے جس شخص کو یہ علم ہو کہ میں مغفرت پر قادر ہوں اور اس نے مجھ سے مغفرت طلب کی تو اس کو میں بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تمہارے تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے متقی بندے کی طرح ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے اول اور آخر اور زندہ اور مردہ اور تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے برے بندے کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں ہو گی اور اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے زندہ اور مردہ اور تر اور خشک سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر تم میں سے ہر شخص اپنی خواہشوں کا سوال کرے اور میں تم میں سے ہر سوال کرنے والے کا سوال پورا کر دوں تو میرے ملک میں صرف اتنی کم ہو گی جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں سوئی ڈبو کر اپنی طرف نکال لے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

میں جواد، واجد ماجد (بہت فیاض اور بہت بزرگ) ہوں۔میں جو چاہوں وہ کرتا ہوں۔میری عطا (بھی) میرا کلام ہے اور میرا عذاب (بھی) میرا کلام ہے۔میں جب کسی چیز کا ارادہ کروں تو میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔

(سنن ترمذی:رقم الحدیث:2495)

معجزہ کی دلالت بھی ایمان لانے کا سبب ہے اور دنیا کی تبلیغ بھی لوگوں کے ایمان لانے کا سبب ہے مگر اصل اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے نہ تھے وہ آپ علیہ السلام کے مخالف تھے اور آپ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے صرف ایک معجزہ دیکھا اور ایمان لے آئے انہیں اس ایمان کی خاطر دنیا میں بہت سخت سزا برداشت کرنی پڑی جانب مخالف سے ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ان کو سولی پر لٹکایا گیا لیکن کوئی چیز ان کو ایمان سے متزلزل نہ کر سکی۔اس کے برعکس یہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھے انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن گیا اور جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا پھر دوبارہ اسی طرح عصا بن گیا اور انہوں نے دیکھا کہ جادوگروں نے اعتراف کیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہے پھر ایک بڑے عرصہ میں انہوں نے مزید نشانیاں دیکھیں۔قبطیوں کے گھروں پر خون کی، مینڈکوں کی اور ٹڈیوں کی بارش ہوئی اور بنی اسرائیل کے گھر محفوظ رہے۔اسی طرح کی انہوں نے نو نشانیاں دیکھیں پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کے لئے سمندر میں بارہ خشک راستے بنا دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق سے محفوظ رکھا اور ان کے دشمن کو غرق کر دیا انہوں نے اتنے کثیر معجزات دیکھے تھے پھر جیسے ہی وہ سمندر سے نکلے تو انہوں نے ساحل پر کچھ لوگوں کو بتوں کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ابھی ان کے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہمارے لیے بھی ایسا خدا بنا دیں جیسا ان کا خدا ہے پھر جیسے ہی انہوں نے سونے کے مجسمہ سے بیل کی سی آواز سنی تو اس کی پوجا کے لئے آسن جما کر بیٹھ گئے۔اس سے معلوم ہوا

کہ ہدایت دلائل اور معجزات سے حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے اور ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو سن کر اس پر ایمان لاتے مگر ان کا ایمان لانا بھی اس قدر باعث تحسین اور موجب حیرت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے قرآن مجید کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات کا مشاہدہ کیا کمال تو ان کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بن دیکھے ایمان لائے جنہوں نے نبوت کو چلتے پھرتے نہیں دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید نہیں سنا اس کے باوجود قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر ایمان لے آئے۔ اس معنیٰ پر حسب ذیل احادیث مبارکہ میں دلیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے ایک شخص یہ چاہے گا کہ کاش! اس کا سارا مال اور اس کے سارے اہل جاتے رہیں اور وہ مجھے ایک نظر دیکھ لے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2832)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے کوئی از خود نہیں جانتا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا اس کے آخر میں خیر ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2869)

ایک اور روایت میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے پوچھا۔

تمہارے نزدیک مخلوق میں سب سے عمدہ ایمان لانے والے کون ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

فرشتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ ایمان کیوں کر نہیں لائیں گے حالانکہ وہ اپنے رب عزوجل کے پاس ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

پھر انبیاء کرام علیہم السلام۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ ایمان کیوں نہیں لائیں گے حالانکہ ان کے اوپر وحی نازل ہوتی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
پھر ہم ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم ایمان کیوں نہیں لاؤ گے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے عمدہ ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے وہ ان صحیفوں کو پائیں گے جن میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہوگی اور وہ اس پوری کتاب پر ایمان لائیں گے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:538)

ایک اور روایت میں ہے:
عبدالرحمٰن بن العلاء الحضرمی سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کرنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا۔
اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جن کو پہلوں کی طرح اجر ملے گا وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور فتنہ باز لوگوں سے قتال کریں گے۔

(دلائل النبوۃ: ج:6، ص:513)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اس شخص کے لئے ایک خوشی ہو جس نے مجھ کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لئے سات خوشیاں ہوں جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔
ابو محیریز سے روایت ہے کہ
انہوں نے ایک صحابی رسول ابی جمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔
ہمیں ایسی حدیث مبارکہ سنائیں جس کو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔
انہوں نے کہا: ہاں! میں تم کو ایک جید حدیث مبارکہ سناتا ہوں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناشتہ کیا اور ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے افضل بھی کوئی ہے۔ ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ جہاد کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! جو لوگ تمہارے بعد آئیں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھ کو دیکھا نہیں ہوگا۔

(سنن داری: رقم الحدیث: 2744)

ہم نے ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ

ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (المجادلہ: 22)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت فرمادیا۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ (المائدہ: 41)

انہوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ

(الحجرات: 14)

درمیان کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو۔ ہم نے اطاعت کی ہے اور ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ان آیات کریمہ میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیات دلیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ (البقرہ: 8)

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن قرار نہیں دیا گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۟ (المنافقون:1)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں اس پر قرآن مجید کی درج ذیل آیات کریمہ دلیل ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۟ (الکہف:107)

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

اس آیت کریمہ میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تغائر ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں۔اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (النحل:97)

جس نے نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو شرط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے۔اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں اور اسی نہج پر یہ آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ (النساء:124)

اور جس نے نیک کام کئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۟ (طٰہٰ:112)

اور جس نے نیک کام کئے بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۟ (الانفال:1)

اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو بہ شرطیکہ تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اگر نیک اعمال ایمان کا جز ہوتے تو معصیت کبیرہ کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

قرآن مجید میں ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ (البقرہ:178)

اے ایمان والو! تم پران کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت کریمہ میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:9)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہوگی اور اس آیت کریمہ میں دونوں جماعتوں پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور:31)

اے مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے اس آیت کریمہ میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے۔

اور اسی نہج پر یہ آیت کریمہ ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ (التحریم:8)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لانے کا معنیٰ

امام ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر آپ علیہ السلام کی قوم میں سے صرف آپ علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط بن ہاران بن آزر اور آپ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام پر ایمان لائے لیکن اس آیت اور اس حدیث مبارکہ میں تطبیق کس طرح ہوگی جس میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ظالم بادشاہ کے علاقہ سے گزرے تو اس نے اس سے پوچھا کہ سارہ (رضی اللہ عنہا) تمہارا کیا رشتہ ہے؟

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

یہ میری (دینی) بہن ہے۔
پھر آپ علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:
میں نے تمہاری بابت بادشاہ سے کہا ہے کہ تم میری بہن ہو۔اب بادشاہ کے سامنے مجھے مت جھٹلانا اور یہی رشتہ بتانا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی ایسا جوڑا نہیں جو اسلام پر کار بند ہو۔آپ علیہ السلام کی قوم میں سے صرف حضرت لوط علیہ السلام آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی پھر آپ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہی رسول بنا کر اہل سدوم کی طرف بھیجا گیا۔(تفسیر ابن کثیر:ج:3،ص:691)
حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے یہ معجزہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی۔آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ایمان سے تصدیق رسالت ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید کا اعتقاد تو ان کو ہمیشہ سے حاصل ہے اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کفران سے کسی حال میں متصور نہیں۔

(کنز الایمان:ص:718 مطبوعہ اتفاق پبلشرز لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ثابت ہے حضرت لوط علیہ السلام پیدائشی مومن تھے اور ان کو نبوت عطا فرمائی گئی تھی کہ وہ پیدائشی نبی اور مومن تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے متعلق بھی قرآن مجید میں ہے کہ ان کو بچپن میں نبوت ملی اور مومن تھے اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدائشی نبی تھے۔

کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(جامع ترمذی:ص:519 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

بعض مفسرین کرام نے نبوت عطا کرنے کی چالیس سال کی عمر کی قید لگائی ہے۔جس کی تحقیق یہ ہے۔
علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

(الکشاف:ج:3،ص:402 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:روایت ہے کہ
ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے۔
اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لیے اس عمر کو اختیار فرمایا۔(تفسیر کبیر:ج:8،ص:583 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی جاتی ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الکازرونی: ج:4،ص:286 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے لکھا ہے۔

مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: ج:3،ص:397)

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّاۙ (مریم:62)

اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال (40) کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اس لیے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثریہ ہے) (عنایۃ القاضی: ج:7،ص:285 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (18) سال کی عمر میں (جب ان کو کنویں میں گرایا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی۔

جمہور علماء کرام کے نزدیک آدھی نبوت تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6،ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الحنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کی ہے سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت حاصل ہوئی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی لیکن یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ نے الفتوحات المکیہ کے باب 298 میں کہا ہے کہ

جس نے یہ کہا ہے کہ
نبوت کسب ہوتی ہے اس نے خطا کی۔ نبوت صرف اللہ تعالیٰ کی عطاء کے ساتھ مختص ہے۔

(الیواقیت والجواہر: ص: 353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں:

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اس کو عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کی لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ط (الانعام: 124)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الجمعہ: 4)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور جو اس کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 8 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نیز مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معلوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد معلوم ہیں۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 8 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے بھی پہلے نبی بنا دیا گیا تھا۔ ممکنہ حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان تھے۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(المستدرک: ج: 2، ص: 609)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں عنقریب تم کو اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا، (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے لئے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2365)
علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:
اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث مبارکہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا۔ باقی انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی رسالت کے ایام مخصوصہ میں ہی نبی تھے۔
اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔
نیز علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ
تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل عظام علیہم السلام کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قطب الاقطاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین و آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔
اگر تم یہ کہو کہ
ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔
اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہو گی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ

ان دونوں احادیث مبارکہ کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔

(الیواقیت والجواہر: ص:339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا ہے اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے اس وقت بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج ظاہر نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اسی کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔

(روح المعانی: ج:9، ص:162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: زید بن اسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا حتیٰ کہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ (النکت والعیون: ج:5، ص:277 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن احمد واحدی متوفی 468ھ نے کہا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا دیا گیا۔

(الوسیط: ج:4، ص:107)

امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کو پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:4، ص:195 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے کہ

جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا ہے تو اس کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی عمر کے اول میں ہی نبی بنا دیا

مگراس کا جواب یہ ہے کہ

اغلب یہ ہے کہ ان پر وحی آنے کا سلسلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوا ہو اور ہمارے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی معاملہ اسی طرح ہوا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:18 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:16،ص:181 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی 725ھ لکھتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا اکرام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے ساتھ خاص کرلیا۔

(تفسیر خازن: ج:4،ص:125 مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی 885ھ لکھتے ہیں: اسی وجہ سے چالیس سال کی عمر مبارک انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا وقت ہے۔ (نظم الدرر: ج:7،ص:128 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد الحنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں: کہا گیا کہ

کسی نبی کو چالیس سال سے قبل مبعوث نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:6،ص:73 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا گیا اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اعتراض ہوتا ہے کیونکہ ان کو چالیس سال سے پہلے مبعوث کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غالب اور اکثری قاعدہ ہے کلیہ نہیں ہے۔

(روح البیان: ج:8،ص:639 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ

اعم اور اغلب یہ ہے کہ نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واقع ہوا۔ (روح المعانی: جز:26،ص:30 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

(خزائن العرفان علی ہامش کنزالایمان: ص:801 تاج کمپنی لاہور)

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی جیسے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر مبارک میں نبوت عطا فرمائی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّاۙ (مریم:12)۔

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرمادی۔

امام ابو منصور ماتریدی سمرقندی متوفی 333ھ لکھتے ہیں: معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا فرمائی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا ان کا استحقاق نہ تھا۔ (تاویلات اہل السنۃ: ج:3، ص:260 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام ابو الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر مبارک تین سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:227 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

1- حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ۔ 2- عقل

3- اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کر دیا اور ان کی طرف وحی کی اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو بچپن میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا۔

اور اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں۔

1- اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔

2- حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جا سکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہو سکتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں؟ اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ مستبعد نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:7، ص:517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی: جز:16،ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز یہی سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے تو وہ اس کو متبعد نہیں قرار دے گا۔

(روح المعانی: جز:25،ص:92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر بچپن میں ہونا نبوت کی نشانی ہے جیسا کہ حسب ذیل روایات سے ثابت ہے۔

عتبہ بن عبد السلمی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا میں اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے۔ ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔

میں نے کہا: اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ۔ چنانچہ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے ساتھ رہا پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟

اس نے کہا: ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے۔ ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا۔ پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا: برف کا پانی لاؤ۔ پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔

پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ۔

پھر کہا: چھری لاؤ۔ پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا: اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا جو میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا حتیٰ میری والدہ (رضی اللہ عنہا) تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا میری والدہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوئیں۔

اور فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 17648)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں شق صدر کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شق صدر کے اس واقعہ کو اپنی نبوت کی نشانی قرار دیا اور اس واقعہ سے اپنی نبوت کو پہچانا اور اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور اس میں نبوت کا ثبوت ہے اور نبوت کے احکام اس وقت جاری ئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا اس کی وضاحت اس حدیث مبارکہ میں ہے: امام ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت زیادہ حریص تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحراء میں جا رہا تھا۔ میں اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

کیا یہ وہی ہے؟

دوسرے نے کہا: ہاں!

ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرادیا پھر میرا پیٹ شق کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔

ایک روایت میں ہے: نہ میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 13843)

پھر کہا: ان کا دل چیرو پھر میرا دل چیرا گیا۔

پھر کہا: اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو۔ پھر جمے ہوئے خون کے مشابہ کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی۔
پھر کہا: ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو۔ پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا۔
پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔
اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جائیں۔ پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 166)

ان دونوں صحیح احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا یقین کیسے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس مذکور الصدر واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا فرما دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہوگا اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور ارشاد فرمایا:
اے میرے پیارے! تم کب آئے؟
انہوں نے عرض کیا: ایک ساعت ہوئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟
انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی کہ!
اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا فرما اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔
(المستدرک: رقم الحدیث: 6287)

حاکم نے کہا: یہ حدیث مبارکہ صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ نے اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ: ص: 91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملاحظہ فرمائیے کہ!

اگر ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مطہرہ چیرا گیا تو نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چیرا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام امور ملاحظہ فرما رہے تھے جبکہ عام بشر اور انسان کے لئے یہ امور متصور نہیں ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک تبلیغ نہیں کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گار ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش کے بعد چالیس سال تک نبی نہ تھے بلکہ ولی تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک تبلیغ اس لیے نہیں کی کہ اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنے کا سب سے پہلا حکم ان آیات میں دیا گیا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (المدثر: 1، 2)

اے کپڑا لپیٹنے والے اٹھیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ہے اور اس حدیث مبارکہ کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ پہلے نازل ہوئی ہے اور اکثر امت کا یہی مختار ہے۔

(روح المعانی: جز: 29، ص: 199 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی گئی تھی مگر ملا علی قاری کی ایک عبارت اس کلام کے خلاف ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: سید نے الازہار سے نقل کر کے یہ کہا ہے کہ
علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اعلان) نبوت سے قبل آیا کس شریعت کے موافق عبادت کرتے تھے؟
کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ شریعت عیسیٰ علیہ السلام پر تھے۔
اور صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کے موافق عبادت نہیں کرتے تھے کیونکہ تمام شرائع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے منسوخ ہو چکی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت محرف اور مبدل ہو چکی تھی۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: آپ از خود نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ شرائع اور احکام کو نہیں جانتے تھے۔
اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے اس لیے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شریعت کے لئے ناسخ نہیں تھے۔
علماء کرام نے فرمایا ہے کہ
ہمارے نبی اعلان نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بت کی عبادت نہیں کی اور ہمیں معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کس طرح عبادت کرتے تھے۔
ابن برہان نے کہا: شاید اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی رکھا ہے اور اس کو چھپانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔
میں کہتا ہوں۔ اس میں بحث ہے۔
پھر سید نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے کچھ ایسی چیزیں ظاہر ہوتی تھیں جو معجزات کے مشابہ ہوتی تھیں جن کو ارہاص کہا جاتا ہے۔
اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے پہلے نبی ہوں۔
اور اس پر اجماع ہے کہ اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کے علاوہ اور کسی شریعت پر نہ تھے۔
اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے پہلے ولی تھے پھر اس کے بعد نبی ہوئے۔
پھر اس کے بعد رسول ہوئے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج:3: ص:308 مطبوعہ پشاور)
ملا علی قاری کی مذکور الصدر عبارت میں حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں۔
1 - ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال پہلے نبی ہوں رسول نہ ہوں۔ اور ملا علی قاری نے کسی دلیل سے اس احتمال کو رد نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ملا علی قاری کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اعلان نبوت سے چالیس سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوں۔

2- ملا علی قاری نے یہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لازماً اعلان نبوت سے چالیس سال پہلے ولی تھے بلکہ یہ لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے پہلے ولی تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے البتہ یہ زیادہ ظاہر نہیں ہے۔

3- ملا علی قاری نے اس عبارت کے آخر میں لکھا ہے کہ

اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے پھر اس کے بعد رسول ہوئے۔ ملا علی قاری نے بغیر کسی دلیل کے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی پھر رسالت ملی۔ اس لیے ان کا یہ قول مردود ہے۔ علماء امت میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نزول قرآن کے بعد نبوت اور رسالت کے فصل کا قائل نہیں ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کتاب ہو گئے اور رسول وہی ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو اور ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے۔ نیز نبی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے تھے نزول قرآن مجید کے بعد رسول بھی ہو گئے اور جب سورہ المدثر کی آیت کریمہ نمبر 2 نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا اور اعلان نبوت اور رسالت کا حکم دیا گیا۔

4- ہم متعدد احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی اور ملا علی قاری کے قول میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ ان احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے۔

علماء کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بچپن میں ثابت کیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نبی محترم و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور اس وقت بھی نبی تھے جب اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کا وعدہ لیا اور مدد کا وعدہ لیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث: 5758)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔
اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سعد نے ابن ابی الجدعا سے روایت کیا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں میسرۃ الفخر سے روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:7، ص:122 مطبوعہ دار الکتب العربی)
اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الکبیر میں اس حدیث مبارکہ کو ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
میں اس حالت میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:833)
اسی طرح جامع الاصول میں ہے:
(جامع الاصول: رقم الحدیث:6350)
ابن ربیع نے کہا: اس حدیث مبارکہ کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:20596)
اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ (التاریخ الکبیر: رقم الحدیث:10944)
اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک: رقم الحدیث:4209)
اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ میں تخلیق میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب کے آخر ہوں۔
(دلائل النبوۃ: رقم الحدیث:3)(مرقاۃ المفاتیح: ج:10، ص:28 مکتبہ حقانیہ پشاور)
امام محمد بن سعد متوفی 230ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
لوگوں نے کہا: چپ کر، چپ کر۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ و، میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
ابوالجد بیان کرتے ہیں کہ
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔
مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔
عامر بیان کرتے ہیں کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1 ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی وجوہ سے نبوت کو واجب فرمایا۔

1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں جیسا کہ ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم سے واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت واجب ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔

اور اس سے ارشاد فرمایا: لکھ! تو اس نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو لکھا۔ سو اس میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کریمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریفہ کے ساتھ ذکر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر زمین پر رکھا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وجوب کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قول میں تھی فعل میں نہیں تھی اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل ہوگئی کیونکہ اصل کی تخلیق فرع کی تخلیق ہے۔ خصوصاً جب حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو وہ سب زندہ موجود تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی ربوبیت پر شاہد بنایا۔

(عارضۃ الاحوذی: ج:7، ص:87 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ (صحیح ابن عباس: رقم الحدیث: 2093)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے کیا مراد ہے؟
اگر اس سے مراد یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے۔

اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں میں اظہار ہے۔
جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک عرش پر، آسمانوں پر، جنت کے محلات اور بالا خانوں پر، حوران بہشت کے سینوں، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا تھا۔
اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ
اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم عنصری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص:475 مطبع تیج کار لکھنؤ)
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لتومنن بہ ولتنصرنہ کی تقریر میں لکھا ہے کہ
اسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے اور اس کے ساتھ آیت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانے میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "بعثت الی الناس کافۃ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مقدسہ کی بھی وضاحت ہوگئی۔

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد

اور جس شخص نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی میں نبی تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے۔ اس کی اس معنیٰ تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی۔
یہی وجہ ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

محمد رسول اللہ

لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ "میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے" اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تا کہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔

پس اگر تم کہو کہ

ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (آیئے ہم بتلاتے ہیں) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جا سکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔

لہٰذا "کنت نبیاً" کے الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں نور الٰہی جن کی مدد کرتا ہے پھر ان حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارکہ کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے وہ اس کو پہچان لیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔ فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت سے بارگاہ الٰہیہ عزوجل سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہو۔ اسی طرح بارگاہ الٰہی عزوجل سے پہنچنے والی ہر چیز مؤخر رکھی گئی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب وحکمت کے عطا ہونے سے بھی کوئی تاخر نہیں ہے تاخر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ: ج:1، ص8 تا 11 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ

کیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو اس وقت نبوت عطا کی گئی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ایام رسالت محسوسہ میں نبی بنائے گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا۔ میں اس وقت نبی تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا۔ میں اس وقت انسان تھا یا موجود تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت متحقق ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر کی ہوئی شریعت کی معرفت ہو جائے۔ (الیواقیت والجواہر: ص:338 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن! بے شک (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کے سردار نبی ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔ (تجلی الیقین: ص:81 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اب ایک بحث یہ رہتی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا یعنی اعلان نبوت کا حکم دیا گیا تو اس سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے یا نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا علم تھا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا علم تھا۔

چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں مکہ مکرمہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2277)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل بھی اپنے نبی بنائے جانے کا علم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے ابوطالب کے ساتھ شام کو جو سفر کیا تھا اس میں بھی یہ تصریح ہے کہ راہب نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔
یہ سید العلمین ہیں۔
یہ رسول رب العلمین ہیں۔
ان کو اللہ تعالیٰ رحمۃ للعلمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3620)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پتھروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم کیوں نہیں ہوگا؟

طویل کلام کا ثمرہ

اس طویل کلام کا ثمرہ یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے گلزار ہونے کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے کہ اس سے پہلے وہ کافر تھے یہ مراد نہیں بلکہ جو بھی نبی بنایا جاتا ہے وہ پیدائشی مومن ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہوتا ہے اور ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے نبی کو تبلیغ کا حکم ارشاد فرماتا ہے اور وہ مقدس نبی اپنی قوم کو احکام الٰہیہ عزوجل کی تبلیغ فرماتا ہے لہٰذا حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزہ کی تصدیق کرنا ہے نہ کہ کفر کے بعد ایمان لانا مراد ہے۔

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس وقت ایمان لے آئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا تو یہ عقل و نقل کے صریح مخالف اور ضعیف قول ہے کیونکہ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کا پہلے ایمان نہیں تھا اور یہ نبی کی شان کے لائق نہیں۔

(تفسیر آلوسی: باب: 26، ج: 15، ص: 263)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: "فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ"، یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے اس کی (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی تصدیق فرمائی۔

(جامع البیان: ج: 20، ص: 164 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مزید روایت نقل فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

(جامع البیان: ج: 20، ص: 166 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

("فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ") یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے یہ معجزہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ ایمان سے تصدیق رسالت ہی

مراد ہے کیونکہ اصل توحید کا اعتقاد تو ان کو ہمیشہ سے حاصل ہے اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کفران سے کسی حال میں متصور نہیں۔ (کنز الایمان: ص: 718 مطبوعہ اتفاق پبلشرز لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی سب سے پہلے ہجرت

حضرت لوط علیہ السلام وہ مقدس نبی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر میں سے پہلے ہجرت فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی خبر پہنچنے میں دیر ہوگئی۔

پس قریش کی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا۔

یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کو ایک خاتون کے ساتھ دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کس حال میں دیکھا؟

اس نے عرض کیا: میں نے ان کو ایک دراز گوش پر دیکھا جو سست روی سے جا رہا تھا۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی رفاقت کو قائم رکھے بے شک حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 143)

ہجرت کے معانی

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد بن اثیر الجزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہجرت کا بہت زیادہ ذکر ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے: فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3079)

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 226)

ہجر کا لغوی معنیٰ وصل کی ضد ہے یعنی فراق پھر اس کا غالب اطلاق ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے اور دوسری زمین کی خاطر پہلی زمین کو ترک کرنے پر کیا جائے گا۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ایک ہجرت وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبۃ: 111)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ خرید لیا۔“

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اہل وعیال اور مال چھوڑ کر آ جاتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہ کرتا اور جس جگہ ہجرت کی تا حیات وہیں رہتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس جگہ مر جائے جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی۔ اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ میں موت پر افسوس کیا وہ حج کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1295)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! ہمیں مکہ مکرمہ میں موت نہ دینا۔

(مسند احمد: ج:2، 25)

اور جب مکہ مکرمہ دارالاسلام بن گیا تو وہ مدینہ منورہ کی طرح ہو گیا اور ہجرت منقطع ہو گئی۔

ہجرت کی دوسری قسم وہ ہے جو دیہاتیوں نے ہجرت کی اور مسلمانوں کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے مگر انہوں نے اس طرح کے افعال نہیں کیے جس طرح پہلی ہجرت کرنے والوں نے کیے تھے پس وہ مہاجر تو ہیں لیکن مہاجرین اولین کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ

ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو اس سے یہی ہجرت مراد ہے۔

ان ہی احادیث مبارکہ میں ایک یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

ہجرت کرو اور تکلف اور تصنع سے مہاجر نہ بنو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص سے ہجرت کرو اور بغیر صحیح ہجرت کے مہاجرین کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔

ان احادیث مبارکہ میں سے یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ہجرت کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6412)

اس ہجرت سے اصل کی ضد مراد ہے یعنی ایک مسلمان دوسرے کسی مسلمان کی کسی دنیاوی کوتاہی کی بناء پر اس سے ترک تعلق نہ کرے البتہ دین میں کسی بدعقیدگی کی بناء پر یا کسی غیر شرعی کام کی بناء پر ترک تعلق جائز ہے کیونکہ اہل اہواء اور اہل بدعت سے دائمی ہجرت (ترک تعلق) رکھنا ضروری ہے اسی طرح جب کوئی شخص اعلانیہ معصیت سے توبہ نہ کرے اس سے ہجرت ضروری ہے کیونکہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر اصحاب نے بلا عذر غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان سے ہجرت کر لیں یعنی ترک تعلق کریں حتیٰ کہ ازواج کو بھی ان سے ترک تعلق کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ان سے پچاس دن تک ان کے ترک تعلق رکھا اور ان کی ازواج نے ان سے ایک ماہ تک اور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ماہ تک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ترک تعلق رکھا۔
اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں ہے: بعض لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف اس حال میں کرتے ہیں کہ وہ مہاجر ہوتے ہیں یعنی ان کے قلب نے زبان سے ہجرت کی ہوئی ہوتی ہے زبان ذکر کرتی ہے اور دل غافل ہوتا ہے یعنی وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔(النہایہ: ج:5،ص 211 تا 213 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: ہجر اور ہجران کا معنیٰ ہے انسان اپنے غیر سے الگ ہو جائے خواہ اجتماعی طور پر الگ ہو یا زبان سے یا قلب سے۔
علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ہجرت کی تعریف ہے دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف جانا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:97)

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی) جب فرشتوں نے ان کی روحوں کو قبض کرتے وقت پوچھا۔تم کیا کرتے رہے؟ انہوں نے کہا ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے۔فرشتوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ برا ٹھکانہ ہے۔''
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ
میں اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے ان دونوں کی آگ (ایک جگہ) دکھائی نہ دے۔
یعنی مسلمان ایسی جگہ نہ رہیں جہاں سے ان کی آگ مشرکوں کو دکھائی دے اور مشرکوں کی آگ مسلمانوں کو دکھائی دے۔
اس موضوع کے متعلق بکثرت احادیث مبارکہ ہیں۔جمہور فقہاء کے نزدیک قیامت تک ہجرت کا حکم باقی ہے۔
اور بعض فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ
اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جہاد اور نیت باقی ہے۔
روایت ہے کہ
جب صفوان بن امیہ اسلام لائے تو ان سے کہا گیا کہ
جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا دین نہیں ہے سو وہ مدینہ منورہ آئے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔
اے ابو وہب تم یہاں کیوں آئے ہو؟

انہوں نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو وہب! مکہ مکرمہ کی وادیوں میں لوٹ جاؤ اور اپنے گھروں میں رہو کیونکہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے تاہم جہاد اور نیت باقی ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب تک جہاد سے ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ ہجرت کے عموم اور اطلاق پر دلالت کرتی ہیں۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہجرت ہر زمانہ میں مشروع ہے اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔
اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شہر فتح ہو گیا اس سے منتقل ہونا ہجرت نہیں ہے اور صفوان کی جس روایت میں ہے ہجرت منقطع ہو گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت منقطع ہو گئی کیونکہ ہجرت کا معنیٰ ہے کفار کے شہر سے نکلنا اور جب کوئی شہر فتح ہو گیا تو پھر وہ کافروں کا شہر نہیں رہا۔ اس لیے اب اس شہر سے ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا۔ ہر شہر کا یہی حکم ہے اس لیے ہجرت کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔
1- جو لوگ کفار کے شہر میں ہوں اور اس شہر سے ہجرت پر قادر ہوں اور ان کے لئے ان کافروں کے ساتھ رہتے ہوئے دین کا اظہار کرنا اور فرائض و واجبات کو ادا کرنا ممکن نہ ہو ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے۔
کیونکہ قرآن مجید میں ہے:
اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:97)
کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ برا ٹھکانہ ہے اور یہ بہت شدید وعید ہے جو وجوب پر دلالت کرتی ہے نیز اس لیے کہ واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے اور واجبات کی ادائیگی ہجرت پر موقوف ہو تو ہجرت واجب ہو جائے گی۔
2- جو شخص کفار کے ملک میں فرائض وغیرہ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسی عذر کی بناء پر ہجرت نہ کر سکتا ہو مثلاً اس کو جبراً ٹھہرایا گیا ہو یا عورتوں اور بچوں کا ضعف ہو اس پر ہجرت واجب نہیں ہے۔
کیونکہ قرآن مجید میں ہے:
اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء:98،99)

ہاں! جو مرد، عورتیں اور بے واقعی بے بس ہوں اور (کفار کے شہروں سے) نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے ان سے شاید اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بہت درگزر کرنے والا ہے۔

3- جو لوگ دارالکفر میں رہتے ہیں اور اس شہر سے ہجرت کرنے پر قادر ہوں مگر وہ دارلکفر میں دین کے اظہار و واجبات کی ادائیگی بھی بخوبی کر سکتے ہوں ان کے لئے ہجرت کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور یہ استحباب اس وجہ سے ہے کہ وہ دارالاسلام میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہوسکیں گے اور مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ کا سبب بنیں گے اور دیگر معاملات میں ان کے معاون ہوں گے اور کفار کے ساتھ اختلاط، ان کی عددی قوت میں اضافہ اور ان کے فواحش اور منکرات کو دیکھنے سے بچے رہیں گے اور ان پر ہجرت کرنا واجب اس لیے نہیں ہے کہ وہ ہجرت کے بغیر بھی فرائض اور واجبات کو ادا کر سکتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے باوجود مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔

اور روایت ہے کہ حضرت نعیم نحام نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم (بنو عدی) ان کے پاس گئی۔

اور کہا: تم اپنے دین پر قائم رہو اور ہمارے پاس ٹھہرو اور جو شخص تمہیں اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے گا ہم تم کو اس سے محفوظ رکھیں گے اور تم جو ہماری کفالت کیا کرتے تھے وہ کرتے رہنا (حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے تھے) سو ایک مدت تک انہوں نے ہجرت نہیں کی اور کافی عرصہ کے بعد انہوں نے ہجرت کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہاری قوم میری قوم سے بہتر ہے۔ میری قوم نے مجھے وطن سے نکال دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی اور تمہیں جانے نہیں دیا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دشمن کے خلاف جہاد کرنے کی طرف نکالا اور میری قوم نے مجھے ہجرت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک لیا۔ (المغنی: ج:9، ص236 تا 237 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ہجرت کی اقسام

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہجرت کی درج ذیل اقسام ہیں۔

1- دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

جیسا کہ فتح مکہ مکرمہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی یا اب بھارت سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا۔ اسی طرح جو شخص دارالکفر میں اظہار دین پر قادر نہ ہو اس کا دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

2- دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت کرنا۔

جیسا کہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی یا اب ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آ کر انگلینڈ، امریکہ یا مغربی جرمنی کی طرف ہجرت کر جائیں۔

3-قرب قیامت میں فتنوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں کا شام کی طرف ہجرت کرنا چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی سو روئے زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ (شام) میں چلے جائیں گے اور باقی زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے۔
4-برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرنا۔ (عمدۃ القاری: ج: 1 ص: 35 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)
قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:
1-دارالحرب سے دارالسلام کی طرف ہجرت کرنا۔
ہجرت کی یہ قسم قیامت تک کے لئے ہے سو جو شخص دارالحرب میں اسلام قبول کرے اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اگر وہ دارالحرب میں ہی مقیم رہا تو گناہ گار ہوگا۔
2-جس علاقہ میں اہل بدعت کا غلبہ ہو اور سلف صالحین پر وہاں تبرا کیا جاتا ہو اور صالح مسلمان اپنی قوت سے اس بدعت کو مٹانے پر قادر نہ ہوں اس علاقہ سے ان مسلمانوں کا ہجرت کرنا واجب ہے اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے۔
وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الانعام: 68)
اور (اے مخاطب) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے اعراض کرو حتیٰ کہ وہ کسی اور موضوع پر بحث کرنے لگیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔
3-جس سرزمین پر حرام کاموں کا غلبہ ہو اس سرزمین سے نکل جائے کیونکہ حلال کو طلب کرنا اور حرام سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
4-جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے جسم کے نقصان کا خطرہ ہو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی محفوظ علاقہ میں چلا جائے۔
جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ (العنکبوت: 26)
میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (القصص: 21)
سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے وہ انتظار کرتے تھے (کہ اب کیا ہوگا) انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچا لے۔
5-جس شہر میں کوئی متعدی مرض پھیلا ہوا ہو اس شہر سے ایسی جگہ چلا جائے جہاں وہ وبا نہ ہو۔ اس قاعدہ سے صرف مستثنیٰ ہے۔

6- جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے مال کے ضائع ہونے والی یا مالی نقصان کا یقینی خطرہ ہو اس جگہ سے انسان کسی پر امن علاقہ میں چلا جائے۔

7- اسی طرح جس جگہ انسان کی عزت اور ناموس کو یقینی خطرہ ہو اس علاقہ سے بھی نکلنا واجب ہے کیونکہ مسلمان پر اپنی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنا فرض ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1739)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں تقیہ جائز نہیں ہے ورنہ ہجرت فرض نہ ہوتی کیونکہ انسان تقیہ کر کے کافروں اور فاسقوں سے ظاہری موافقت کر کے ایسی جگہ رہ سکتا ہے۔ یہ ہجرت کی وہ اقسام ہیں جن میں کسی ضرر سے بچنے کے لئے ہجرت کی جاتی ہے اور ہجرت کی بعض اقسام وہ ہیں جن میں کسی نفع کے حصول کے لئے ہجرت کی جاتی ہے۔

ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1- کسی علاقہ کے آثار عذاب سے عبرت حاصل کرنے کے لئے اپنے ملک سے دوسرے ملک جانا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ (یوسف:109)

کیا یہ لوگ زمین میں سفر نہیں کرتے تا کہ یہ دیکھیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔

اس نوع کی قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں۔

اور کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین نے زمین میں اس لیے سفر کیا تھا کہ زمین کے عجائبات دیکھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس نے باطل کو مٹانے اور حق کو نافذ کرنے کے لئے زمین میں سفر کیا تھا۔

2- حج کرنے کے لئے سفر کرنا۔

یہ سفر زندگی میں ایک بار بشرط استطاعت فرض ہے اور بار بار مستحب ہے۔

3- جہاد کے لئے سفر کرنا۔

اگر دشمن اسلامی ملک کی سرحد پر حملہ آور ہو تو سربراہ ملک جن لوگوں کو جہاد کے لئے بلائے ان کا جانا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لئے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے مگر یہ بھی امام یا امیر کی دعوت پر موقوف ہے۔

4- اگر اپنے شہر میں رزق حلال اور معاش کا حصول متعذر اور مشکل ہو اور کسی دوسرے شہر میں رزق حلال کے ذرائع حاصل ہوں تو اس شہر میں جانا اس پر فرض ہے کیونکہ رزق حلال کو طلب کرنا فرض ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (المزمل:20)

اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اس کا فضل تلاش کرتے ہوئے۔

5-تجارت کے لئے سفر کرنا اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں تجارت کے لئے جانا۔

اللہ تعالیٰ نے سفر حج میں بھی تجارت کی اجازت دی ہے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ (البقرہ:198)

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو۔

6-علم دین اور علم نافع کی طلب کے لئے سفر کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

تو (مسلمانوں کے) ہر گروہ سے کیوں نہ ایک جماعت دین سیکھنے کے لئے روانہ ہوئی تا کہ وہ واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں شاید وہ گناہ سے بچتے رہیں۔

7-متبرک مقامات کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین مساجد کے سوا سامان سفر نہ باندھنا میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1189)

8-اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے سفر کرنا اور دشمن سے مقابلوں کے لئے مجاہدوں کا جمع ہونا۔

9-ماں باپ کی زیارت کے لئے سفر کرنا، رشتہ داروں اور بیوی، بچوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے سفر کرنا۔

10-ملک کے نظم ونسق چلانے اور انتظامی امور کے لئے سفر کرنا۔

(احکام القرآن: ج:1، ص 611 تا 612 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور انہیں جمعیت کی ضرورت تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر دیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت منسوخ ہوگئی اور تبلیغ اسلام اور دشمن سے مدافعت کے لئے جہاد کی فرضیت باقی رہی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابتداء میں مدینہ منورہ ہجرت کرنا اس لیے بھی فرض تھا کہ جو شخص اسلام قبول کرتا تھا اس کو کفار ایذاء دیتے تھے اور اس وقت تک اس پر ظلم کرتے رہتے تھے جب تک کہ وہ (العیاذ باللہ) دین اسلام کو چھوڑ نہیں دیتا

اور انہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ○ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ○ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ (النساء:97تا99)

''بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں بے بس تھے۔فرشتے کہتے ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے! ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے البتہ مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو بے بس ہیں جو کسی تدبیر کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے اور اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا اور بے حد بخشنے والا ہے۔''

جو شخص دارالکفر میں اسلام لائے اور اس سے نکلنے پر قادر ہو اس کے حق میں ہجرت اب بھی باقی ہے۔

کیونکہ سنن نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مشرک کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے کسی عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ مشرکین سے علیحدہ نہ ہو جائے۔

اور سنن ابوداؤد میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔یہ حدیث مبارکہ ان لوگوں پر محمول ہے جن کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ دارالکفر میں رہے تو ان کا دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔

(فتح الباری: ج:6،ص:190 مطبوعہ لاہور)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ مطلقاً فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے خواہ مکہ مکرمہ فتح ہو یا کوئی اور شہر، لہٰذا اب اگر مسلمان کسی شہر کو فتح کر لیں تو ان پر ہجرت واجب نہیں ہے لیکن اگر کسی شہر کو مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے متعلق تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ جو شخص دارالکفر میں دین کا اظہار نہ کرسکتا ہو اور فرائض اور واجبات کو ادا نہ کرسکتا ہو اور وہ دارالکفر سے نکلنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر ہجرت کرنا واجب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان دارالکفر میں فرائض اور واجبات کو آزادی سے ادا کر سکتے ہوں اور ہجرت کرنے کی بھی استطاعت رکھتے ہوں پھر بھی ان کے لئے دارالکفر سے ہجرت کرنا مستحب ہے تاکہ دارالاسلام میں مسلمانوں کی کثرت اور جمعیت ہو اور وہ بوقت ضرورت مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہوسکیں اور دارالکفر میں کفار کی بدعہدی اور فتنہ سے محفوظ

رہیں اور کافروں کی تہذیب اور ثقافت اور ان کے معاشرے کی بے راہ روی، بدچلنی اور فحاشی کے برے اثرات سے مامون رہیں اور کفار اپنے دین کی اشاعت اور مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی جو کوششیں کرتے ہیں ان کے خطرات سے مسلمان محفوظ رہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جو مسلمان قید، مرض یا کسی اور عذر کی بناء پر دار الکفر سے ہجرت نہ کرسکتا ہو اس کے لئے دار الکفر میں رہنا جائز ہے اس کے باوجود اگر وہ تکلیف اور مشقت اٹھا کر ہجرت کرے تو ماجور ہوگا۔ (فتح الباری: ج:6، ص:38 مطبوعہ لاہور)

ان ہجرت کی اقسام میں سے اس قسم کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

ماسوا اللہ تعالیٰ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ

انسان اپنے آپ کو رضائے الٰہی عزوجل میں اس طرح ڈھال لے کہ اس کے دل میں ہر کام کا محرک اور داعی اللہ کا حکم ہو اور طبعی تقاضے شرعی تقاضوں کے مظہر ہو جائیں حتیٰ کہ وہ اس منزل پر آجائے کہ اس کا کھانا پینا بھی اسی نیت سے ہو کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کا حکم دیا ہے اس لیے وہ کھاتا پیتا ہے ورنہ اس کو لاکھ بھوک اور پیاس لگتی ہو وہ کھانے پینے کی طرف التفات نہ کرتا۔

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

بندے کے ہر کام کی نیت اور جذبہ یہ ہو کہ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے وہ اس کام کو کر رہا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو خواہ کچھ ہوتا وہ اس کام کو نہ کرتا۔ اسی مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے صبغۃ اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام کی طرف اس حدیث مبارکہ میں ہدایات دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ۔

اقبال نے اسی منزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

یعنی انسان کے لئے ملکوتی صفات اپنانا حتیٰ کہ مظہر جبرائیل علیہ السلام ہونا بھی کمال نہیں ہے۔ اس کا مقام تو یہ ہے وہ الٰہی صفات اپنا کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ لے اور مظہر رب جبرائیل ہو جائے۔ چنانچہ بندہ اگر کسی پر رحم کرے اس لیے کہ اس کا رب رحیم ہے اور اگر کسی پر غضب ناک ہو تو اس لیے کہ اس کا رب قہار ہے اور انہیں پر رحم کرے جن پر اس کا رب عزوجل رحم کرنا چاہتا ہے اور انہیں پر غضب ناک ہو جن پر اس کا رب عزوجل اس سے غضب ناک ہونے کا تقاضا کرتا

اسی طرح ہجرت الی الرسول کا مطلب بھی یہ ہے کہ
اپنی سیرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع کرے اور چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور حکم الگ الگ اور مغائر نہیں ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔

قرآن مجید سے ہجرت کا ثبوت

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ○

(النساء:97تا98)

"بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے مگر جو کمزور ہوں مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں۔"

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو فرض فرمایا ہے اور مکہ مکرمہ کے جن مسلمانوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی ان پر سخت وعید فرمائی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں: عبدالرحمان بن اسود بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ سے جنگ کے لئے ایک لشکر تیار کیا گیا۔ میرا نام بھی اس میں لکھا گیا تھا اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے اس جنگ میں شامل ہونے سے سختی سے منع کیا۔ اور کہا۔

ت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ (مکہ کے) کچھ مسلمان (جنگ بدر میں) مشرکین (کی تعداد بڑھا۔۔ کے لئے ان) کے ساتھ تھے یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے آیا تھا۔ آپ کے لشکر کی طرف سے کوئی تیر آ کر ان مسلمانوں کے لگتا اور وہ ہلاک ہو جاتا یا لڑائی میں مارا جاتا۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5496)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

میری ماں ان کمزور لوگوں میں سے تھی جن کا اللہ تعالیٰ نے کفر کی سرزمین سے ہجرت کرنے کے حکم سے استثناء فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4597)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ
یہ آیت کریمہ مکہ مکرمہ کے ان مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی جو ان میں سے مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے وہ ہلاک ہو گئے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے (فرشتے کہتے ہیں کہ) تم کس حال میں تھے۔
وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے ۔ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے۔ سو یہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
میں اور میری والدہ ان کمزور لوگوں میں سے ۔
عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کمزور لوگوں میں سے تھے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اہل مکہ مکرمہ میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے جنگ بدر کے دن مشرکین ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ان میں سے بعض مسلمان جنگ میں مارے گئے۔
مسلمانوں نے کہا: ہمارے یہ اصحاب مسلمان تھے ان کو زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا۔ انہوں نے ان کے لئے استغفار کیا اس موقع پر سورہ نساء کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ تب مکہ مکرمہ میں باقی ماندہ مسلمانوں کو یہ آیت لکھ کر بھیجی گئی۔
اور ان سے یہ کہا گیا کہ
اب ان کے لئے ہجرت میں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے وہ مکہ مکرمہ سے نکلے تو مشرکین ان کے مقابلہ میں آئے اور وہ فتنہ میں پڑ گئے۔
اس وقت ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ (العنکبوت:10)
اور کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پھر جب انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جائے تو وہ لوگوں کے فتنہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کر دیتے ہیں۔
(جامع البیان: جز:5، ص316 تا 317 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

احادیث مبارکہ سے ہجرت کا ثبوت

ہجرت کا ثبوت کثیر احادیث مبارکہ سے ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2479)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن واقد السعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم اپنی کوئی حاجت طلب کر رہے تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے آخر میں پیش ہوا۔
میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو چھوڑا ہوا ہے اور ان کا یہ گمان ہے کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تک کفار سے قتال کیا جاتا رہے گا ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔
(سنن النسائی: رقم الحدیث: 4183)
ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہجرت قیامت تک باقی ہے۔
اور ان احادیث مبارکہ سے ہجرت منقطع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لئے روانہ ہو جاؤ۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2783)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نڈر اور بے باک اعرابی آیا۔

اور عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کس جگہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی ہوں یا کسی خاص سرزمین کی طرف یا کسی خاص قوم کی طرف یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما جائیں گے تو ہجرت منقطع ہو جائے گی؟
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ ہجرت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں گیا؟
اس نے عرض کیا:
میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہجرت یہ ہے کہ تم بے حیائی کے کاموں کو ترک کر دو خواہ وہ کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم حضر موت میں فوت ہو۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 7095)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہجرت تو اصحاب ہجرت کے لئے گزر چکی مگر تم اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2962)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبید بن عمر لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
آج کل ہجرت نہیں ہے۔ پہلے مومنین اپنے دین کی حفاظت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر آتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ دین کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے آج وہ جہاں چاہے اپنے رب عزوجل کی عبادت کرے مگر جہاد اور اس کی نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3900)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں فتح مکہ کے دن اپنے والد محترم کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد محترم کو ہجرت پر بیعت کر لیجئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اس کو جہاد پر بیعت کروں گا ہجرت تو منقطع ہو چکی ہے۔
(سنن نسائی: رقم الحدیث: 4179)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی آیا جو بہت نڈر اور بے باک تھا۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی کون سی جگہ ہے؟ وہ کوئی خاص جگہ ہے یا کسی خاص قوم کا علاقہ یا آپ کی وفات کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہجرت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟
اس نے عرض کیا:
میں یہاں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم حضر موت میں فوت ہو یعنی یمامہ کی سر زمین میں۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 6890)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر افسوس ہے ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے۔
کیا تمہارے اونٹ ہیں؟
اس نے عرض کیا:
جی ہاں! (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس دن تم اونٹیوں کو پانی پلانے لے جاتے ہو اس دن تم ان کا دودھ دوہ کر لوگوں کو پلاتے ہو؟
اس نے عرض کیا:
جی ہاں! (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سمندروں کے پار عمل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو (قبول کیے بغیر) ترک نہیں کرے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3923)
ایک اور روایت میں ہے: نعیم بن دجاجہ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہجرت نہیں ہے۔
(سنن النسائی: رقم الحدیث: 4179)
بہ ظاہر ان دونوں قسم کی احادیث مبارکہ میں یہ تعارض ہے کہ پہلی قسم کی احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے اور دوسری قسم کی احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی تو ان میں تطبیق کس طرح ہوئی۔

علامہ محمد بن محمد خطابی متوفی 388ھ ان میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ابتداء اسلام میں ہجرت مستحب تھی فرض نہیں تھی۔
جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔
وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (النساء: 100)
جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔
پھر جب مشرکوں کی ایذاء رسانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں اور جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں تو اس وقت ہجرت فرض کر دی گئی تا کہ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھیں اور شریعت کا علم حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں ہجرت کا حکم مؤکد فرمایا ہے حتیٰ جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی ان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ حمایت، نصرت اور ولایت کو منقطع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا (الانفال:72)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی حمایت جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کرلیں۔''

اس زمانہ میں سب سے زیادہ خطرہ قریش مکہ مکرمہ سے تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا اور اہل مکہ مکرمہ نے اطاعت کرلی تو ہجرت کے فرض ہونے کی علت زائل ہوگئی اور ہجرت کا حکم پھر ندب اور استحباب کی طرف لوٹ آیا پس یہاں دو ہجرتیں ہیں جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے یہ وہ ہجرت ہے جو فرض تھی اور جو ہجرت باقی ہے یہ وہ ہجرت ہے جو مستحب ہے۔

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ علامہ خطابی کا مذکورہ جواب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان دونوں احادیث مبارکہ کو ایک اور طریقے سے بھی جمع کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ اس سے مراد خاص ہجرت ہے یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونا اب ہجرت نہیں ہے کیونکہ مکہ مکرمہ بھی دارالاسلام ہے۔

اور جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی دارالکفر میں مسلمان ہوا اس پر واجب ہے کہ وہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف منتقل ہو جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مشرک کے ساتھ جمع ہیں اور اس نے ان کے ساتھ سکونت کی وہ اس کی مثل ہے۔ (شرح السنۃ: ج:10، ص373 تا 374 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ علامہ خطابی اور امام بغوی کے جوابوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ

جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور آپ کی اجازت کے بغیر اس کا اپنے وطن کی طرف جانا جائز نہ ہوا ایسی ہجرت فتح مکہ مکرمہ کے بعد نہیں ہے۔

اور جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ

ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس سے مراد وہ ہجرت ہے جو اس طرح نہ ہو جیسا کہ مختلف علاقوں سے ہجرت کرکے اعرابی آتے تھے اور اس کی تائید ان احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ

اسماعیل نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: فتح مکہ مکرمہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت منقطع ہوگئی اور جب تک کفار کے ساتھ جہاد کیا جاتا رہے گا۔ ہجرت منقطع نہیں ہوگی یعنی جب تک دنیا میں کفر ہے تو ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے جو دارالکفر میں مسلمان ہوئے اور ان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ دارالکفر میں بغیر فتنہ کے رہ سکیں تو ان پر وہاں سے ہجرت کرنا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری: ج: 7، ص: 230 مطبوعہ لاہور)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی پھر فتح مکہ مکرمہ کے بعد ہجرت کرنا مستحب ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں:

ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ ایک مسلمان اپنے اہل، مال اور گھر بار کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا تھا فتح مکہ مکرمہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہوگئی۔

اور دوسری ہجرت وہ ہے جیسے اعراب ہجرت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور اول الذکر کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے۔ یہ ہجرت قیامت تک باقی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہجرت کی اور قسم بھی ہے وہ ہے گناہوں سے ہجرت کرنا۔

امام احمد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم یہ ہے کہ

تم برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرو۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ

تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرو اور جب تک توبہ منقطع نہ ہو یہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری: ج: 1، ص 29 تا 30 مطبوعہ مصر)

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اب ہجرت نہیں ہے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے حالانکہ سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک توبہ منقطع نہ ہو اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ

علامہ خطابی اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی مستحب ہوگئی۔ پس جو ہجرت منقطع ہوگئی وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے۔

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہجرت کی دو اقسام ہیں:

1- ایک قسم وہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور اسے اپنے مال میں سے کچھ واپس نہیں ملتا تھا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت منقطع ہوگئی۔

2- دوسری ہجرت وہ ہے جو اعرابی کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے جنہوں نے اپنے مال اور اہل وعیال کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور یہی وہ ہجرت ہے جو توبہ منقطع ہونے تک منقطع نہیں ہوگی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دوسری حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہجرت انقطاع توبہ تک باقی رہے گی یہ ہجرت برے اعمال کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے کیونکہ حضرت معاویہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مسند احمد میں روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہجرت کی دو اقسام ہیں۔

1- ایک ہجرت برائیوں کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے۔

2- دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی جائے اور ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو جس شخص کے دل میں جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ اسی پر مہر لگا دے گا اور لوگوں کا عمل کافی ہوگا۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مسند احمد میں روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کس جگہ کرنی ہے؟ آیا کسی معروف اور معین جگہ ہجرت ہے یا جس جگہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں وہاں ہجرت کرنی ہے؟ کیا کسی خاص قوم کے لئے ہجرت ہے یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے تو ہجرت نہیں رہے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص کہاں ہے جو ہجرت کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔

اس نے عرض کیا: میں یہاں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک تم نماز پڑھتے ہو اور زکوٰۃ ادا کرتے ہو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے تم ظاہری اور باطنی برائیوں سے ہجرت کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو جاؤ۔ (عمدۃ القاری: ج: 1 ص: 30 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے اور اس حدیث مبارکہ کی تاویل میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب مکہ مکرمہ سے آنا ہجرت نہیں رہا کیونکہ اب مکہ مکرمہ دار الاسلام ہو گیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کی وہ فضیلت نہیں رہی جو فتح مکہ مکرمہ سے پہلے تھی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے فتح مکہ مکرمہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا تم میں سے کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (شرح مسلم: ج: 1 ص: 437 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی بایں طور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مقدس کو سنا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی مجلس میں رہا خواہ یہ صحبت ایک لحہ کی بھی ہو اور وہ شخص ایمان پر ہی تا دم مرگ حتیٰ کہ حالت ایمان میں اس کو موت آئی تو وہ شخص صحابی ہے۔ ان میں سے مہاجرین وہ ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور انصار وہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جگہ عطا کی۔ ان مہاجرین و انصار کے فضائل کثیر ہیں اور میں چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کرے تو وہ ان کے دیئے ہوئے ایک مد یا نصف (ایک کلوگرام یا نصف) کے برابر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3673)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3866)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی

تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی عنقریب وہ اس کو پکڑ لے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7256)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم میں ایک جماعت انصار کی تھی۔ ایک جماعت مہاجرین کی اور ایک جماعت بنو ہاشم کی۔ ہم میں یہ بحث ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون زیادہ قریب ہے اور کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوت ہے۔

ہم نے عرض کیا: ہمارا انصار کا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لڑے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔

اور ہمارے بھائیوں مہاجرین نے کہا: ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور ہم نے اپنے خاندان، اہل وعیال اور اموال کو چھوڑ دیا اور جن معرکوں میں تم حاضر رہے ان میں ہم بھی حاضر تھے تو ہم اور لوگوں کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔

اور ہمارے بھائیوں بنو ہاشم نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں اور جن مواقع پر تم حاضر تھے ان میں ہم بھی حاضر تھے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ محبوب ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔

اور ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم کیا کہہ رہے تھے۔

ہم (گروہ انصار) نے اپنی بات دہرائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے سچ کہا، تمہاری بات کو کون مسترد کر سکتا ہے۔ پھر ہمارے مہاجر بھائیوں نے اپنی بات کو دہرایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔ ان کی بات کو کون مسترد کر سکتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہارے درمیان فیصلہ نہ کروں؟

ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انصار کے گروہ! میں صرف تمہارا بھائی ہوں۔

تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! ہم بازی لے گئے۔

اور رہے تم اے گروہ مہاجرین! تو میں صرف تم میں سے ہوں۔

تو ہم سب خوش ہو گئے اور ہم سب راضی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحسین کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 16372)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت رکھتا ہے اور ان سے صرف منافق بغض رکھتا ہے پس جوان سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3783)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 74)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہاجرین عام لوگوں سے چالیس سال پہلے (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور لوگ حساب میں گرفتار ہوں گے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 16372)

ان مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین ایمان لانے والوں کے متعلق چند اقوال ہیں جو حصول رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے عرض کرتا ہوں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 316ھ متعدد اسانید کے ساتھ عامر اور شعبی سے روایت کیا ہے کہ

یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بیعت رضوان کے موقع پر حاضر تھے۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری، سعید بن مسیب، ابن سیرین اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی سو وہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔

(جامع البیان: ج: 11 ص: 10، 11 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

1- حضرت ابوموسیٰ اشعری، سعید بن مسیب، ابن سیرین اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے کہ اس (آیت توبہ: 100) سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز

2- شعبی نے کہا: یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تھی اور یہ حدیبیہ ہے۔

3 - عطاء بن ابی رباح نے کہا: ان سے مراد اہل بدر ہیں۔

4 - محمد بن کعب القرطبی نے کہا: ان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب ہیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سبقت حاصل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفرت کر دی ہے اور ان کے لئے جنت کو واجب کر دیا ہے خواہ وہ نیکوکار ہوں یا خطا کار۔

5 - علامہ ماوردی نے کہا: ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے موت اور شہادت میں سبقت کی اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طرف سبقت کی۔

6 - قاضی ابویعلیٰ نے کہا: ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لے آئے۔

(زاد المسیر: ج 3، ص 490، 491 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت کریمہ کا مصداق وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں سب سے سابق اور سب سے اولیٰ ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور ہر مقام اور ہر جگہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ بلند ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر چہ مہاجرین اولین میں سے ہیں مگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمات کو انجام دینے کے لئے مکہ مکرمہ میں رہے مگر ہجرت میں سبقت کرنے کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں بھی سبقت کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

(تفسیر کبیر: ج 6، ص 137 تا 138 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا جبکہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔

بعض علماء کرام نے کہا: سب سے پہلے جو ایمان لائے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اور امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

اور بعض نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور شعبی کا قول ہے۔

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور یہ زہری اور عروہ بن الزبیر کا قول ہے اور اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے ان اقوال کو جمع کیا ہے۔

انہوں نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش میں عمدہ نسب کے تھے۔ نرم مزاج تھے، تاجر تھے اور ان کی خوش اخلاقی بہت مشہور تھی۔ لوگ ان کے پاس آتے تھے اور متعدد معاملات میں ان سے الفت رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کے حسن معاملہ کو جانتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جس شخص پر اعتماد ہوتا وہ اس کو اسلام کی دعوت دیتے۔ لہٰذا حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور نماز پڑھ لی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے۔ یہ وہ آٹھ شخص تھے جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی۔ پھر لوگ پے در پے اسلام میں داخل ہونے لگے اور رہے انصار میں سے سبقت کرنے والے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ العقبۃ میں بیعت کی تھی۔ العقبۃ الاولیٰ (مکہ مکرمہ کے قریب ایک گھاٹی تھی مدینہ منورہ کے لوگ حج کے لئے آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی میں تبلیغ فرماتے۔ پہلی بار چھ شخص مسلمان ہوئے تھے ان کو اصحاب العقبۃ الاولیٰ کہا جاتا ہے) میں چھ شخص مسلمان ہوئے تھے اور دوسرے سال چھ اور آ کر مسلمان ہوئے یہ بھی اصحاب العقبۃ ہیں۔ ان کے بعد (70) ستر شخص مسلمان ہوئے تھے۔ یہ اصحاب العقبۃ الثانیۃ ہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے پھر ان کے ساتھ انصار کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد اسلام لے آئی۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص: 271 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مہاجرین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی قوم، اپنے قبیلہ اور اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے چھ شخص ملے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم یہود کے حلیف ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی سو وہ مسلمان ہو گئے اور یہ بنو النجار میں سے اسعد بن زرارہ اور عوف بن الحارث اور بنو زریق میں رافع بن مالک اور بنو سلمہ سے قطبہ بن عامر بن جریدہ اور بنو حرام سے عقبہ بن عامر بن نابی اور بنو عبید بن عدی بن سلمہ سے جابر بن عبداللہ بن رئاب تھے اور ان سے پہلے مدینہ منورہ آ کر کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ان پر سب کا اجماع ہے پھر یہ چھ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ پس جس نے اسلام لانا تھا وہ اسلام لے آیا۔ ان دونوں انصار کے ہر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو رہا تھا اس کے دوسرے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس گھاٹی میں ان چھ کے ساتھ چھ اور نفر آئے ان میں بنی عوف بن الخزرج میں سے عبادہ بن الصامت اور یزید بن ثعلبہ اور بنو عامر سے عباس بن عبادہ بن نصلہ تھے اور بنو زریق میں سے ذکوان بن عبد قیس تھے یہ دس افراد خزرج میں سے تھے اور اوس میں سے دو شخص تھے۔ ابو الہیثم ابن التیہان یہ بنو عبد الاشہل کے حلیف تھے اور بنو عمرو بن عوف میں سے عویم بن ساعدہ تھے یہ سب مسلمان ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور نہ چوری کریں گے نہ زنا کریں گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ کسی پر بہتان لگائیں گے اور نیک کام میں کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا: اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور جس نے ان ممنوع کاموں میں سے کوئی کام کر لیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا وہ مدینہ منورہ چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور حضرت اسعد بن زرارہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اور یہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز تھی۔ یہ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصحاب عقبہ اولیٰ ہیں اور انصار میں سے سابقین اولین ہیں ان کے بعد ستر نفر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسلمان کیا یہ اصحاب عقبہ ثانیہ ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص170 تا 171 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

تاہم اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ ان تمام اقسام کو اس آیت کریمہ کا مصداق قرار دیا جائے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل خلفاء اربعہ ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ میں باقی چھ (حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔ پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب احد، پھر حدیبیہ میں اہل بیعت رضوان۔ (فتح القدیر: ج:2، ص:563 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت فرمائی اسی طرح صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی ہجرت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنے اہل و عیال اور مال کو ترک کر دیا۔ صلح حدیبیہ کے تقاضے سے صرف مہاجر مسلمانوں کا کفار کی طرف واپسی کرنا واجب تھا نہ کہ مہاجر خواتین کا بھی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی اور ان کے گھر والے آئے کہ واپس کر دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس نہ کیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

امام ابو الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مروان اور مسور بن مخرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ

سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھوائی تھی کہ جو شخص بھی مشرکین میں

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف واپس کرنا ہوگا۔ اسی شرط کے مطابق اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا تھا اور اس مدت میں مردوں میں سے جو بھی مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا اور مؤمنات بھی ہجرت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بھی ان خواتین میں سے تھیں جو ہجرت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ تب ان کے گھر والے آپ کے پاس گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی طرف واپس کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی طرف واپس نہیں فرمایا کیونکہ یہ آیت کریمہ نازل ہو چکی تھی کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2712)

اس جگہ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ معاہدہ میں یہ مذکور نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ مکرمہ سے جو بھی آئے گا خواہ مرد ہو یا عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے واپس کرنا بلکہ معاہدہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی، عورتوں کی واپسی کی شرط نہیں تھی۔

معاہدہ کے الفاظ یہ تھے: سہیل نے کہا: اور شرط یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2732)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے جا رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ مکرمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر صلح کر لی کہ اہل مکہ مکرمہ میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو ان کے پاس آئے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے۔ اس پر صلح نامہ لکھا جا چکا تھا۔ لکھنے کے بعد حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ پھر ان کے خاوند مسافر بن مخزوم آئے اور ان کو طلب کیا۔

اور کہا کہ اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! میری بیوی واپس کر دو کیونکہ تم یہ شرط مان چکے ہو کہ ہمارے پاس سے جو بھی تمہارے پاس آئے گا تم اس کو واپس کر دو گے اور ابھی تو اس صلح نامہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (الممتحنۃ:10) نازل فرمائی یعنی یہ شرط مردوں کے متعلق تھی خواتین اس میں داخل نہیں ہیں لہٰذا پوری مدت معاہدہ میں مسلمان ہو کر آنے والے مردوں کو تو مشرکین کی طرف واپس کیا گیا مگر جو خواتین مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس نہیں فرمایا۔

زہری نے کہا: اس آیت کریمہ الممتحنۃ:10 کا شان نزول یہ ہے کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ میں دو ازواج مطہرات تھیں اور وہ دونوں مشرکہ تھیں۔ سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد ان کا ان مشرکہ بیویوں سے نکاح منقطع ہو گیا پھر بعد میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ان مشرکہ عورتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کر لیا اور دوسری ام کلثوم بنت عمرو تھی اس سے ابوجہم بن حذافہ نے نکاح کر لیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2733)
مدینہ منورہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں یہ تھیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
چھ مسلمان اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں۔
1- ام الحکم بنت ابی سفیان، یہ حضرت عیاض بن شداد فہری رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔
2- فاطمہ بنت ابی امیہ، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔
3- بروع بنت عقبہ، یہ حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔
4- عزہ بنت عبدالعزیز، یہ حضرت عمرو بن عبدود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔
5- ہند بنت ابی جہل، یہ حضرت ہشام بن العاص بن وائل رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔
6- ام کلثوم بنت جرول، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔
یہ سب عورتیں اسلام سے مرتد ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان شوہروں کو مال غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کے سابق شوہروں کو ان کے مہر کی رقم واپس کرنا اب بھی واجب ہے یا نہیں۔
بعض علماء کرام نے کہا: اب یہ حکم واجب نہیں ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔
اور بعض علماء کرام نے کہا: یہ حکم غیر منسوخ ہے اور اب بھی واجب العمل ہے۔
امام ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ
ہمارے نزدیک یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس حکم کی ناسخ یہ آیت ہے۔
وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ:188)
اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق ذریعہ سے نہ کھاؤ۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کے لئے ناسخ ہے۔
کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ (احکام القرآن: ج:3، ص:441 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)
ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

شوافع کا مذہب یہ ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: اگر بیوی بت پرست ہو یا بیوی مسلمان ہو جائے اور ...ر اہل کتاب میں سے ہو یا بت پرست ہو تو ہر صورت میں ان میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح میں جمع رہنا ...م ہے اور ان میں سے کسی ایک کے اسلام کو دیکھا جائے تو اگر مباشرت سے پہلے ان میں سے کوئی ایک اسلام لایا ہو تو نکاح ...ل ہو جائے گا اور مباشرت کے بعد کوئی ایک اسلام لایا ہو تو پھر نکاح عدت پوری ہونے پر موقوف رہے گا۔ اگر عدت ختم ...نے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرک کو ترک کر کے اسلام لے آیا ہو تو وہ دونوں نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر عدت ...ری ہونے تک ان میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا تو نکاح باطل ہو جائے گا خواہ شوہر پہلے اسلام لایا ہو یا بیوی پہلے اسلام لائی ...ور خواہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دار الحرب میں اسلام لایا ہو یا دار الاسلام میں اسلام لایا ہو۔

(الحاوی الکبیر: ج: 11 ص: 354 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شوافع کا مذہب یہ ہے: امام سحنون بن سعید تنوفی مالکی متوفی 256ھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔

راوی نے کہا: اگر شوہر اور بیوی دونوں مجوسی ہوں یا دونوں نصرانی ہوں یا دونوں یہودی ہوں؟

علامہ سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سب کا حکم ایک ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر خاوند اس عورت کی عدت میں اسلام لے آئے تو وہ اس عورت کا مالک ہے اور اگر اس کی ...ت پوری ہو چکی ہو تو پھر خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے خواہ وہ اس کے بعد اسلام لے آئے۔

میں نے پوچھا: جب ان میں تفریق ہوگئی تو آیا یہ تفریق نکاح کا فسخ ہوگی یا طلاق۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ

ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں اپنی سرزمین میں اسلام لے آتی اور ہجرت نہیں کرتی تھیں اور ان کے شوہر اس وقت کافر ہوتے تھے جیسے ولید بن مغیرہ کی بیٹی، صفوان بن امیہ کے نکاح میں ...وہ فتح مکہ مکرمہ کے دن مسلمان ہوگئیں اور صفوان اسلام سے بھاگ کر سمندر میں سوار ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ...نے ان کے عم زاد وہب بن عمیر کو ان کے پیچھے امان کے پیغام کے ساتھ بھیجا اور نشانی کے طور پر اپنی چادر دی۔

اور ارشاد فرمایا: تم اسلام لے آؤ اور تم کو غور و فکر کے لئے دو ماہ کی مہلت ہے پھر جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...کو چار ماہ کی مہلت دے دی اور وہ حالت کفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ہوازن میں رہے اور غزوہ ...ں رہے اور اس دوران ان کی بیوی مسلمان رہیں۔

...ن شہاب نے کہا: صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے کے درمیان ایک ماہ کا عرصہ تھا۔

(...ا امام مالک: رقم الحدیث: 1178)

نیز ابن شہاب سے روایت ہے کہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لے آئیں اور ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے پھر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ یمن گئیں اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور عکرمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے پھر وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ان کو گلے لگایا اور ان کو بیعت کر لیا۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 1180)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق کی ہو اور وہ اسی نکاح کے ساتھ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو العاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آگئیں اور ان کے خاوند نے اسلام کو ناپسند کیا اور تجارت کے لئے شام چلے گئے وہاں چند انصاریوں نے ان کو قید کر لیا۔

پس سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: جس کو زینب (رضی اللہ عنہا) نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی پھر ابو العاص مسلمان ہو گئے اور ابھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا عدت میں تھیں اور وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ کسی عورت کا خاوند عدت کے اندر ہجرت کر کے آگیا ہو پھر بھی اس کا نکاح فسخ کر دیا گیا ہو۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج:2،ص:298 تا 306 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حنابلہ کا مذہب یہ ہے: علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اگر شوہر اور بیوی معاً اسلام لائے ہوں تو وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے خواہ وہ مباشرت سے پہلے اسلام لائے ہوں یا مباشرت کے بعد اسلام لائے ہوں کیونکہ اس پر اجماع ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک پہلے اسلام لایا ہو اور وہ اہل کتاب بیوی کا شوہر ہو تب بھی ان کا نکاح برقرار رہے گا کیونکہ ابتداءً ان کا نکاح بھی جائز ہے اور اگر عورت پہلے اسلام لائی ہو یا شوہر اور بیوی دونوں بت پرست ہوں اور مباشرت سے پہلے بیوی اسلام لائی ہو تو ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط (الممتحنہ:10)

نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ (الممتحنہ:10)

اور (اے مسلمانو) تم بھی کافر عورتوں کو روکے نہ رکھو۔

اور ان دونوں میں سے جو بھی پہلے اسلام لے آئے گا تو نکاح منقطع ہو جائے گا کیونکہ اس سے دونوں کے دین میں اختلاف ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک مباشرت کے بعد اسلام لایا ہے تو اس میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی فی الفور نکاح منقطع ہو جائے گا۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح عدت گزرنے پر موقوف ہے اگر عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد تک دوسرا فریق مسلمان نہیں ہوا تو پھر ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اس عورت سے پہلے مسلمان ہو جاتا تھا اور عورت مرد سے پہلے مسلمان ہو جاتی تھی اور جو بھی عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو اس کا نکاح برقرار رہتا تھا اور اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اسلام لاتا تھا تو اس کا نکاح منقطع ہو جاتا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ جب شوہر اور بیوی ایک ساتھ اسلام لائے ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کی ہو جب کہ مردوں کی ایک جماعت اپنی بیویوں سے پہلے اسلام لائی۔ جیسے ابوسفیان بن حرب اور مردوں کی دوسری جماعت سے پہلے ان کی بیویاں اسلام لے آئی تھیں جیسے صفوان بن امیہ، عکرمہ اور ابوالعاص بن الربیع اور جو تفریق ان کے درمیان واقع ہوئی وہ نکاح کا فسخ ہونا تھا۔ (الکافی: ج:3، ص:50، 51 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں:
صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کا جواب یہ ہے کہ
وہ مکہ مکرمہ کی حدود سے باہر نہیں نکلے تھے اس لیے آپ نے ان کا نکاح ان کی بیویوں سے برقرار رکھا۔ ابوسفیان اور ہند کا بھی یہی جواب ہے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ملک شام چلے گئے تھے اس لیے ان کا نکاح برقرار نہیں رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے دوبارہ پڑھایا تھا جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (فتح القدیر: ج:3، ص:400 مطبوعہ بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن الربیع کی طرف نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹایا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1142)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: جب زوجین میں سے کوئی ایک دار الحرب چھوڑ کر مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ جائے اور دوسرا فریق دار الحرب میں بہ دستور کافر ہو تو ہمارے نزدیک ان دونوں میں فی الفور تفریق ہو جائے گی اگر دار الاسلام میں آنے والا فریق شوہر ہو تو اس کی بیوی پر بالاتفاق عدت نہیں ہے اور اگر دار الاسلام میں آنے والی فریق عورت ہو تو صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ (المحیط البرہانی: ج:4، ص:194 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

تعارض

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت کریمہ 76 سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نہیں نکال سکتے تھے

اور یہ تعارض ہے۔

جواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے نکالنے کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے نہیں نکلے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل میں مکہ مکرمہ سے باہر آئے اور سورہ محمد میں جو یہ فرمایا ہے اس بستی نے یا اس بستی والوں نے آپ کو نکال دیا یہ اسناد ظاہری اور صوری اعتبار سے ہے کیونکہ بظاہر مکہ مکرمہ کے مشرکین نے آپ کو نکالا تھا اور حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے باہر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہی سنت رہی ہے کہ نبی کے وطن میں اس کے مخالفین اس کو وطن سے ہجرت پر مجبور کر دیتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد نبی فاتحانہ شان سے وطن لوٹتا ہے اور اس کے مخالفین کو شکست فاش ہو جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر مصر واپس آئے اور آپ کے دشمن فرعون اور قبطیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور پھر فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور قیامت تک کے لئے مشرکین کا مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا ممنوع ہو گیا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ جس قوم نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل یا جلا وطن کیا پھر وہ قوم اپنے وطن میں زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکی پھر یا تو وہ عذاب الٰہی میں ہلاک کر دی گئی جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم یا اس کی دشمن قوم کو اس پر مسلط کر دیا گیا جیسے بنی اسرائیل یا اس قوم کو خود اس نبی یا اس کے پیروکاروں نے مغلوب کر دیا جیسے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ مکرمہ کو مغلوب کر دیا۔

اعتراض

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مامون کر دیا تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ کیوں ہوئے اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کیوں گئے اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً خوف زدہ رہے؟

جواب

امام فخر الدین متوفی 606ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامیابی اور نصرت کا وعدہ مطلقاً کیا تھا کسی خاص وقت کو کامیابی اور نصرت کے لئے معین نہیں فرمایا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں اس وقت میں شکست کا سامنا نہ ہو جائے۔ (تفسیر کبیر: ج:6، ص:279 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہماری رائے میں یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خوف سے ہجرت نہیں کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوف زدہ کیسے ہو سکتے تھے وہ برہنہ تلواریں لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق تھا کیونکہ ہر نبی ایک بار کفار کے علاقہ سے ہجرت کرتا ہے اور پھر دوبارہ فاتح کی حیثیت سے

وہیں لوٹنا ہے۔ تین دن غار میں چھپنا بھی کفار کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ظاہری اسباب اختیار کرنے کی وجہ سے تھا۔ اسی غار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی طرح جنگ بدر میں فتح کے لئے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اظہار عبودیت کے لئے تھا کفار کے خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ فتح مکہ مکرمہ کے دن کفار اس خوف میں تھے کہ ہمیں قتل کر دیا جائے گا اور ہماری نسلیں ختم ہو جائیں گی مگر رحمۃ للعٰلمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف فرمادیا اور دنیا میں معاف کرنے کی ایک اعلیٰ مثال قائم فرمائی لہٰذا معلوم ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خوف کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہجرت کرنا

حضرت لوط علیہ السلام وہ پہلے مقدس نبی ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہجرت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جس طرح حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہجرت کی۔

(معجم الکبیر: ج:5، ص:154 مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم بغداد)

حضرت عثمان و رقیہ رضی اللہ عنہما اور حضرت لوط علیہ السلام کے درمیان کوئی مہاجر نہیں تھا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان، رقیہ رضی اللہ عنہما اور حضرت لوط علیہ السلام کے درمیان کوئی مہاجر نہیں تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عثمان اور رقیہ (رضی اللہ عنہما) اور حضرت لوط علیہ السلام کے درمیان کوئی مہاجر نہیں تھا۔ یعنی حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما حبشہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کرنے والے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 4881)

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے والے

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جس نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے ساتھ جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کی صبح بخیر کرے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:417)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے وقت حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ ہونا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو اس ہجرت کے وقت حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھے۔

امام ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ہجرت فرمائی تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے اور آپ علیہ السلام کی عم زاد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جس کے بعد انہوں نے نکاح کر لیا تھا وہ پہلے جران میں گئے پھر وہاں سے ہجرت کر کے مصر میں پہنچے وہاں فراعنہ مصر میں سے ایک فرعون تھا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی حکم عدولی نہیں کرتی تھیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت عطا فرمائی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 17251)

اشکال

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے سارہ رضی اللہ عنہا اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے۔ اس بات کی تائید اس حدیث مبارکہ میں ہے اور اسی میں اشکال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے دو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے لئے تھے۔

ایک ان کا یہ قول ہے: اِنِّیْ سَقِیْمٌ ٥ (الصافات.89)

میں بیمار ہوں۔

دوسرا ان کا یہ قول ہے: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (الانبیاء:63)

بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔

ایک دن وہ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سفر کر رہے تھے وہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے اس کی بیوی تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے۔ اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا۔

یہ عورت کون ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے ارشاد فرمایا: اے سارہ رضی اللہ عنہا اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق سوال کیا تھا تو میں نے اس کو بتا دیا تھا کہ

تم میری بہن ہو سو تم میرے بیان کی تکذیب نہ کرنا۔

بہ ظاہر یہ حدیث مبارکہ ایسی ہے جو کہ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور دیگر احادیث مبارکہ میں ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ سفر کر رہے تھے؟

جواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا شوہر اور بیوی کا اور کوئی جوڑا مومن نہیں ہے اس لیے اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کا بھی مومن ہونا اس حدیث مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس خاص علاقہ میں ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام نہیں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اس علاقہ میں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا بقیہ حصہ اس طرح ہے۔

اس بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔

تم اللہ تعالیٰ سے میرے واسطے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا اس نے دوسری بار بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے کہا: تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا پھر اس نے اپنے بعض پہرے داروں کو بلایا۔

اور ان سے کہا کہ

تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ جنیہ عورت کو لے آئے ہو۔ پھر اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ہاجرہ بہ طور خادمہ دے دی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز ادا فرما رہے تھے۔

انہوں نے اشارہ سے کہا۔

کیا ہوا؟

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو خود اس پر الٹ دیا اور اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہ طور خادمہ ہدیہ کر دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زمزم کے بیٹو وہ تمہاری ماں ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3358)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں جن

اقوال پر جھوٹ کا اطلاق فرمایا ہے وہ محض صوری اور ظاہری ہے۔ حقیقت میں ان میں سے کوئی قول جھوٹ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا تھا میں بیمار ہوں۔

اس کا محمل یہ ہے کہ

میں عنقریب بیمار ہوں گا کیونکہ ہر انسان پر کبھی نہ کبھی بیماری آتی ہے اور انہوں نے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کی تھی تو یہ سبب کی طرف نسبت ہے کیونکہ انہوں نے اس کی خدائی کو باطل کرنے کے سبب سے چھوٹے بتوں کو توڑا تھا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اس کے سامنے ان تمام بتوں کو توڑ دیا گیا اور یہ ان کا دفاع نہیں کر سکا اور انہوں نے اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جو فرمایا تھا یہ میری بہن ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے۔

اور فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ

اگر ظلم سے بچنا جھوٹ بولنے پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ مثلاً کسی شخص کے پاس کسی شخص کی امانت رکھی ہو اور ظالم اس امانت کو غصب کرنے کے لئے اس سے طلب کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ جھوٹ بول کر کہے مجھے پتہ نہیں وہ کہاں رکھی ہے بلکہ وہ اس پر حلف بھی اٹھالے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ

بیوی کو بہن کہنے سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا اور طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن بلاضرورت بیوی کو بہن یا بلا تاویل اس کو بہن کہنا جھوٹ ہے اور گناہ ہے۔

یہ ظالم بادشاہ مصر کے فراعنہ میں سے پہلا فرعون تھا اور بہت عرصہ تک زندہ رہا۔

بعض احادیث مبارکہ میں ہے کہ

جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ زمین میں دھنس گیا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ

اس کا پورا ہاتھ سینہ تک سوکھ گیا تھا۔

ہاجر سریانی لفظ ہے یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے والد محترم قبط کے بادشاہوں میں سے تھے ان کا وطن مصر کا ایک علاقہ تھا جس کو حضن کہا جاتا ہے۔ اس ظالم نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہ طور خادمہ دی اور انہوں نے قبول کیا اس سے معلوم ہوا کہ مشرک سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

بعض احادیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اس کے خلاف دعا کرنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی امتوں

میں بھی وضو کرنا مشروع تھا اور یہ کہ جب انسان پر کوئی ناگہانی آفت یا مصیبت آئے تو وہ نماز کی پناہ میں آئے اور یہ کہ جب انسان اخلاص کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ظالم سے نجات دیتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت کا ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 15، ص 342 تا 345 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے: وَلُوطًا اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا (الانبیاء: 74)

اور ہم نے لوط کو نبوت اور علم عطا فرمایا۔

نبی کون؟

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو۔

علامہ ابن ہمام 861ھ لکھتے ہیں: نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو۔ رسول کی بھی یہی تعریف ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ رسول وہ انسان ہے جس کے پاس شریعت ہو اور اس پر کتاب نازل کی گئی ہو یا اس کے لئے پہلی شریعت کا کچھ حصہ منسوخ کیا گیا ہو۔ (مسائرہ مع المسامرہ: ص: 207 مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران)

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تعریفیں لکھی ہیں پھر دوسری تعریف کے اعتبار سے رسول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: رسول نبی سے خاص ہے۔ رسول وہ ہے جس کی اپنی شریعت ہو اور اس کے پاس کتاب ہو۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ

حدیث مبارکہ میں رسولوں کی تعداد کتابوں سے زیادہ بیان کی گئی ہے اس لیے کہ رسول کی تعریف میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس کے پاس کتاب ہو یا شریعت سابقہ میں سے کچھ احکام اس کے لئے مخصوص کئے گئے ہوں جیسے حضرت یوشع علیہ السلام۔ (شرح المقاصد: ج: 5، ص: 6 مطبوعہ منشورات الرضی ایران)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ 1376ھ لکھتے ہیں:

نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں رسول ہیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 9 مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور)

حصول نبوت کا معیار

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں: حصول نبوت کے مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ

نفس حقیقت کے لحاظ سے تمام انسان حصول نبوت میں مساوی ہیں اور بعض انسانوں کا رسالت کے ساتھ مخصوص ہونا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

نفوس انسانیہ اپنی ذات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض روح پاکیزہ ہوتی ہیں۔ تعلیقات جسمانیہ سے منزہ اور انوار الٰہیہ سے منور ہوتی ہیں۔ اور بعض روحیں خسیس اور مکدر ہوتی ہیں اور جسمانی تعلقات میں جکڑی ہوئی ہوتی ہیں پس اس قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور پہلی قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت رکھتی ہیں پھر ان میں بھی مراتب اور درجات ہیں اس لیے نبیوں اور رسولوں کے درجات بھی متفاوت ہیں۔ بعض کی عمر اور معجزات زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار کم ہوتے ہیں اور بعض کی عمر اور معجزات کم ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص136 تا 137 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

رسولوں کو بھیجنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ جو لوگ عبادات میں سخت ریاضات کریں اور خلوت میں مجاہدے کریں اور دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جن کے جوہر ذات میں گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے تجرد اور تنزہ ہو اور ان کی فطرت باوقار اور روشن ہو اور وہ غایت درجہ کے ذکی ہوں۔ ان کو اللہ تعالیٰ رسول بنالیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے لہٰذا نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عطا ہے جو اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے گا؟ (الانعام: 124) اور یہی اہل حق کا مذہب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے اور جو پسند کرتا ہے وہی کرتا ہے۔

اس کے برخلاف فلاسفہ نے یہ کہا کہ نبی وہ شخص ہے جس میں تین خواص مجتمع ہو جائیں۔

1- اس کو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مغیبات پر اطلاع ہو۔

2- اس کا مجردات عالیہ اور نفوس سماویہ کے ساتھ ارتباط اور تعلق ہو اور اس کے کانوں میں کلام منظم سنائی دے جس کو یاد کیا جائے اور جس کی تلاوت کی جائے اور یہی وحی ہے۔

3- اس پر فرشتہ اور کتاب کا نزول ہو جس میں نظام معاش، نجات، آخرت اور بندوں کی اصلاح اور فلاح کے احکام بیان ہو۔

ان کے نزدیک جو شخص اوصاف ثلاثہ کا حامل ہو اس کا نبی ہونا واجب ہے لیکن سورہ انعام: 124 کی روشنی میں ان کا یہ قول باطل ہے نیز اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کو بھی بعض مغیبات کا علم ہوتا ہے اور تمام اوصاف بعض انبیاء کرام علیہم السلام میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً ہر نبی پر کتاب نزول نہیں ہوتا۔ (شرح مقاصد: ج:5، ص19 تا 25 مطبوعہ ایران)

اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا منشاء کچھ یوں ہے: علامہ محمد اسفارینی حنبلی متوفی 1188ھ لکھتے ہیں:
رسولوں کو بھیجنا، کتاب کو نازل کرنا اور شریعتوں کو مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے یہ اس پر واجب نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے جس قدر نبی اور رسول بھیجے یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور کرم ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی اور وعد اور وعید کو بیان کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے معاش اور معاد میں کن احکام کے محتاج ہیں۔
بندے تین اصولوں کی معرفت میں رسولوں کے محتاج ہیں۔
1- اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی صفات، تقدیر، ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اعداء کے انجام کا بیان۔
2- احکام شرعیہ کی تفصیل کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو کیا پسند اور کیا ناپسند ہے۔
3- قیامت، جنت اور دوزخ، حساب و کتاب اور ثواب اور عذاب۔
نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس قوم کی طرف مبعوث ہو وہ اس میں سب سے اشرف اور مکرم ہو اور وہ آزاد ہو کیونکہ غلامی ایک نقص ہے جو مقام نبوت کے لائق نہیں ہے اور مرد ہو۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ (یوسف:109)
اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔
اس آیت کی بناء پر جمہور اہل سنت کے نزدیک عورت کا نبی ہونا جائز نہیں ہے۔
امام ابوالحسن اور علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہما کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ حضرات حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت سارہ، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہن اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ نیز نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ دانا ہو، فہیم اور عالم ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں تا کہ لوگ سہولت کے ساتھ اس سے استفادہ کر سکیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام بخل، بزدلی، لغو اور بے فائدہ کاموں اور تمام رذائل سے مجتنب ہوتے ہیں اسی طرح وہ دنیا کی حرص سے بھی منزہ ہوتے ہیں اور اپنی قوم میں ان کا نسب سب سے عمدہ اور اشرف ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ عقل، ذکاوت اور شجاعت کے لحاظ سے وہ نوع انسان کے کامل ترین فرد ہوتے ہیں اور ہر ایسی صفت و عادت سے منزہ ہوتے ہیں جس سے طبیعت سلیمہ متنفر ہو۔ مثلاً ان کے آباء میں کوئی رذالت نہیں ہوتی نہ ان کی ماؤں کی طرف بدکاری کی نسبت ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی ایسی بیماری آتی ہے جس سے لوگ متنفر ہوں۔ مثلاً برص اور جذام وغیرہ۔ اور نہ وہ ایسے کام کرتے ہیں۔ مثلاً بازاروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے نہیں اور نہ کوئی ایسا کسب کرتے ہیں جو لوگوں میں معیوب سمجھا جائے۔ بدن کو گناہوں کی کدورت سے پاک کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے اور سخت عبادت اور ریاضت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل نہیں ہوتی یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے

نبوت عطا فرماتا ہے لیکن استقراء تام اور تتبع سے اور قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی نبوت عطا فرمائی وہ مذکور الصدر صفات کا حامل تھا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ نبی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی نبوت کو رکھے گا۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔

اولوالعزم پانچ ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(لوامع الانوار البہیہ: ج:2، ص256 تا 269 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

نبوت کب عطا فرمائی جاتی ہے؟

نبی کو نبوت عطا فرمانے میں چند اقوال ہیں جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں: ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

(الکشاف: ج:3، ص:402 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لئے اس عمر کو اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی جاتی ہے۔ (تفسیر البیضاوی مع الکازرانی: ج:4، ص:286)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں یا پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر کی ہے سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت حاصل ہوئی وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی مگر یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ نے الفتوحات المکیہ کے باب 298 میں کہا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ نبوت کسب سے حاصل ہوتی ہے اس نے خطا کی۔ نبوت صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ مختص ہے۔

(الیواقیت والجواہر: ص:353 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں:

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی عزوجل ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہ زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کی لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ط (الانعام:124)

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (الجمعہ:4)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے دے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور جو اس کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے کافر ہے۔

(بہار شریعت: ج:1، ص:8 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا o (مریم:12)

اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال (33) کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اور چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثر یہ ہے)

(نسیم الریاض علیۃ القاضی: ج:7، ص:285 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (33) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (18) سال کی عمر میں (جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَاَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ۝ (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ عنقریب تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6، ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے قبل نبی بنا دیا گیا تھا جب حضر
آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:3609)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ
السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں عنقریب تم کو ابتداء کے متعلق بتاؤں گا (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں ا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے
لئے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:2365)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے
مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعا
کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل
تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نب
کا فرشتوں اور روحوں میں اظہار ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف عرش پر، آسما
پر، جنت کے محلات اور بالا خانوں پر، حوران بہشت کے سینوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتو
بھوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تر

اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص474 تا475 مطبع تیج کمار لکھنو)

عتبہ بن عبد السلمی نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا میں اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔

میں نے کہا: اے بھائی! جاؤ ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟

اس نے کہا: ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرادیا پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا: برف کا پانی لاؤ۔ پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔

پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ۔

پھر کہا: چھری لاؤ، پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا: اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگادو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔ پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر کوئی افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا حتیٰ کہ ہم میری والدہ تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا میری والدہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوئیں۔

اور ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث:13)

امام ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔
انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جارہا تھا۔ میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔
ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔
کیا یہ وہی ہے؟
دوسرے نے کہا: ہاں!
ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرادیا۔ پھر میرا پیٹ شق کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لارہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھورہے تھے۔
پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔
ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔
پھر کہا: ان کا دل چیرو۔ پھر میرا دل چیرا گیا۔
پھر کہا: اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو۔ پھر جمے ہوئے خون کے مشابہ کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی۔
پھر کہا: ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کردو۔ پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا۔
پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔
اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 166)

ان دونوں صحیح احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس مذکور الصدر واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں نبوت عطا کردی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا۔

اور ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟

انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟

انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا کر اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے بنا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6287)

علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ نے اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ

جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

(الفتاوی الحدیثیہ: ص: 91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد مقدسہ کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چیرا گیا تو نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چیرا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام امور ملاحظہ فرما رہے تھے جبکہ عالم بشر اور انسان کے لئے یہ امور متصور نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر سے اپنی نبوت پر استدلال فرمانا اور بچپن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نابینا نہ ہونا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ اس وقت نبی تھے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے یہ کہنا درست نہیں اور نہ ہی قاعدہ کلیہ ہے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی ہے جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۝ (مریم:12)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرمادی۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ
نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے۔ اس آیت میں ان کا رد ہے کیونکہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا ان کا استحقاق نہ تھا۔

(تاویلات اہل السنۃ: ج:3، ص:260 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:227 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں: اس آیت میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔
1- حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ 2- عقل
3- اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کر دیا اور ان کی طرف وحی کی اور حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بچپن میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں۔
1- اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کو ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے لہٰذا اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔
2- حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جا سکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہو سکتا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔
اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ متبعد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:7، ص:516 تا 517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حکم سے مراد نبوت ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔

(روح المعانی: ج:16، ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے تو وہ اس کو متبعد نہیں قرار دے گا۔

(روح المعانی: ج:25، ص:92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں نبی ہونا ثابت ہے جس کی تحقیق یوں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مشکوۃ: رقم الحدیث: 5758)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن سعد نے ابن ابی الجدعا سے روایت کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اس حال میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 833)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: 81) کی تقریر میں لکھا ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے اس کے ساتھ آیت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانے میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بعثت الی الناس کافة (مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور جس شخص نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی عزوجل میں نبی تھے یعنی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے۔اس کی اس معنیٰ تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی۔یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''محمد رسول اللہ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔

پس اگر تم کہو کہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (آیئے ہم بتلاتے ہیں کہ) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جاسکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے لہٰذا میں نبی تھا کے الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا۔یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں۔نور الٰہی جن کی مدد کرتا ہے پھر ان حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرمادیا۔پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے وہ اس کو پہچان لیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت سے بارگاہ الٰہیہ سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو نہیں پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہوا اسی طرح بارگاہ الٰہی سے پہنچنے والی ہر وہ چیز مؤخر رکھی گئی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہوسکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معجّل ہے اس میں کوئی تاخر نہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب حکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تاخر

میں ہے تا آخر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ: ج: 1 ص 8 تا 11 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ نے اس حدیث مبارکہ کو حسب ذیل متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟

لوگوں نے کہا: چپ کر، چپ کر۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑو میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ابو الجد عا بیان کرتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔

عامر بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 1 ص: 118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا باقی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے۔

اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کی مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قطب الاقطاب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین و آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد

کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور ایک حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں احادیث کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔

(الیواقیت والجواہر:ص:339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے اس وقت بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج ظاہر نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اس کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔ (روح المعانی:جز:15،ص:183 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا۔ (روح المعانی:جز:9،ص:162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوالحسن! بے شک (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے سردار نبی ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔ (تجلی الیقین:ص:8 حامد اینڈ کمپنی لاہور)

جن کو نبوت عطا فرمائی گئی

نبی وہ ہے جن کو نبوت عطا فرمائی گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار!

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں۔

میں نے کہا: بہت اچھے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلا نبی کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! چار نبی سریانی ہیں۔

1-حضرت آدم علیہ السلام 2-حضرت شیث علیہ السلام 3-حضرت خنوخ علیہ السلام

4-حضرت ادریس رضی اللہ عنہ جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح علیہ السلام۔

اور چار نبی عرب ہیں۔

1-حضرت ہود علیہ السلام 2-حضرت صالح علیہ السلام 3-حضرت شعیب علیہ السلام

4-اور تمہارے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم)! اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کئے گئے۔ خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کیے گئے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:1، ص:167 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حافظ سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: امام عبد بن حمید، امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں امام حاکم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نبی تھے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے رسول کتنے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین سو تیرہ کا جم غفیر تھا۔

(درمنثور: ج:2، ص:691 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت دو جگہ ذکر کی ہے اس میں ذکر ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور تین سو پندرہ رسول ہیں۔

(جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث:10232)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج:6، ص:361 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں: ایک روایت میں ہے: دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

(شرح عقائد: ص:97 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث کیے چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی لوگوں کی طرف۔ (مسند ابو یعلیٰ: ج:4، ص:157 مطبوعہ دار المامون تراث بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کی کتنی تعداد ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں سے جم غفیر رسول ہیں تین سو پندرہ۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:16944 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

بہر حال محدثین کا اعتماد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی اور رسول بنایا وہ سب صادق اور برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پیغام دے کر بھیجا وہ صحیح اور صادق ہے۔

قرآن مجید میں اٹھائیس (28) انبیاء کرام علیہم السلام کے نام مذکور ہیں۔

1-حضرت آدم علیہ السلام 2-حضرت نوح علیہ السلام 3-حضرت ادریس علیہ السلام
4-حضرت صالح علیہ السلام 5-حضرت ہود علیہ السلام 6-حضرت ابراہیم علیہ السلام
7-حضرت اسماعیل علیہ السلام 8-حضرت اسحاق علیہ السلام 9-حضرت یعقوب علیہ السلام
10-حضرت یوسف علیہ السلام 11-حضرت لوط علیہ السلام 12-حضرت موسیٰ علیہ السلام
13-حضرت ہارون علیہ السلام 14-حضرت شعیب علیہ السلام 15-حضرت زکریا علیہ السلام
16-حضرت یحییٰ علیہ السلام 17-حضرت عیسیٰ علیہ السلام 18-حضرت داؤد علیہ السلام
19-حضرت سلیمان علیہ السلام 20-حضرت الیاس علیہ السلام 21-حضرت الیسع علیہ السلام
22-حضرت ذوالکفل علیہ السلام 23-حضرت ایوب علیہ السلام 24-حضرت یونس علیہ السلام
25-حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے علاوہ تین اسماء مقدسہ کا ذکر ہے۔

1-حضرت ذوالقرنین 2-حضرت عزیر 3-حضرت لقمان (علیہم السلام)

مگر ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔ بعض نبیوں کا قرآن مجید میں اشارۃً ذکر ہے۔

ارشاد فرمایا: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (البقرہ:247)

اس میں حضرت اشمویل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ (البقرہ:259)

اس میں حضرت ارمیاہ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ (الکہف:60)

اس میں حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ (الکہف:65)

اس میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

ی خصوصیات وامتیازات

نبی کی خصوصیات وامتیازات کثیر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ حلیمی نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خواص ذکر کیے ہیں یہ وہ خواص ہیں جن کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں ان خواص کی درج ذیل ہے:

1- نبی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کرتا ہے۔
2- بغیر کلام کے نبی پر الہام ہوتا ہے بلکہ نبی اپنے نفس میں بغیر تقدم اور تاخر کے ایک معنیٰ پاتا ہے جس کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔
3- فرشتہ کو دیکھ کر اس سے وحی سنتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے۔
4- فرشتہ نبی کے قلب پر وحی القاء کرتا ہے اور یہ القاء احکام، وعد اور وعید پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے قلب پر جو واردات ہوتی ہیں وہ حوادث اور واقعات کی اطلاعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔
5- نبی کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کی عقل کو کبھی کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔
6- نبی کی قوت حافظہ غیر معمولی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ طویل ترین سورت کو صرف ایک بار سن کر حفظ کر لیتا ہے اور اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولتا۔
7- نبی اپنے اجتہاد میں خطاء سے محفوظ رہتا ہے۔
8- نبی کی ذکاوت غیر معمولی ہوتی ہے اور اس کا استنباط بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔
9- نبی کی بصر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی چیز دیکھ لیتا ہے۔
10- نبی کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصے کی آواز سن لیتا ہے جس کو دوسرا نہیں سن سکتا۔
11- نبی کی قوت شامہ غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو سونگھ لینا۔
12- نبی کا جسم بہت قوی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے۔
13- نبی کا آسمان پر جانا۔
14- گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کو پالینا۔
15- بکریوں سے کلام کرنا۔
16- نباتات سے کلام کرنا۔
17- درخت کے تنا (شہتیر) سے کلام کرنا (جیسے استن حنانہ)
18- پتھروں سے کلام کرنا۔
19- بھیڑیے کی آواز سے اس کا مطلب سمجھ لینا۔
20- اونٹ کی بلبلاہٹ کو سمجھ لینا۔
21- متکلم کو دیکھے بغیر اس کی آواز سننا۔

22-جنات کا مشاہدہ کرنا۔

23-اشیاء غائبہ کی مثالوں کا نبی پر پیش کیا جانا جیسا کہ معراج کے موقع پر آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال پیش کی گئی۔

24-کسی حادثہ سے اس کی عاقبت کو جان لینا جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو فرمایا اس کو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔

25-کسی نام سے فال نکالنا کیونکہ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا اب اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ سہل کر دیا ہے۔

26-کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ فرمایا یہ بادل بنو کعب کی مدد کا اعلان کر رہا ہے۔

27-پس پشت دیکھنا۔

28-کسی شخص کی موت سے پہلے اس کے حال پر مطلع ہونا جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا میں نے دیکھا فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اور وہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔

29-مستقبل کی فتح کا آپ پر اظہار کر دینا جیسا کہ غزوۂ خندق میں ہوا۔

30-دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھ لینا۔

31-فراست۔

32-درخت کا آپ کے حکم کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ کے بلانے پر درخت جڑوں اور ٹہنیوں سمیت آیا اور آپ کے حکم سے واپس چلا گیا۔

33-ہرنی کا آپ سے شکایت کرنا۔

34-بغیر خطاء کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔

35-کھجور کے درخت کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا کہ اس میں اتنے وسق کھجوریں ہوں گی۔

36-احکام کی ہدایت دینا۔

37-دین اور دنیا کے انتظام اور سیاست کی ہدایت دینا۔

38-عالم کی ہیئت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔

39-بدن انسان سے متعلق طبی امور کی ہدایت دینا۔

40-عبادات کی ہدایت دینا۔

41-صنعتوں کی ہدایت دینا۔

42-ماسیکون پر مطلع ہونا۔

43-ماکان پر مطلع ہونا۔

44-لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور بھیدوں پر مطلع ہونا۔
45-استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔
46-حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔
علامہ حلیمی نے لکھا ہے کہ
یہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں ہر چند کہ ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی کو بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ اوصاف نبوت کے خصائص اس وجہ سے ہیں کہ ان میں نبی کو اصلاً خطا نہیں ہوتی جب کہ غیر نبی کو ان میں خطاء لاحق ہو جاتی ہے۔
(فتح الباری: ج:12، ص366 تا367 مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)
امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں۔
نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو اس طرح جانتا ہے جس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی کو ان کی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے اور جتنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے۔
اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں بینا اور نابینا کا فرق ہے۔
اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔ (احیاء علوم الدین: ج:4، ص189 تا190 مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)
نبوت کا ایک عظیم مرتبہ ہے جو عقل سے ماوراء ہے۔
امام غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جیسے قوت، تمیز، معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت تمیز کے مدرکات کو نہیں پا سکتے (اسی طرح عقل، قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے سامنے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور یہ خالص جہالت ہے۔ (المنقذ من الضلال: ص:54 مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور)
امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔
(تفسیر کبیر:ج:2،ص:433 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ
قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں:
1-مدرکہ 2-اور محرکہ
اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں:
1-حواس ظاہرہ 2-حواس باطنہ
اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں (جو کہ یہ ہیں)

1-(قوت باصرہ)

قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا:
میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔
نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔
اس کی قوت کی نظیر یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا:
وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔
اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ "میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔ (مسند احمد: ج:1 ص:368)

(قوت سامعہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ نے فرمایا:
آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے۔ آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔
قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ

ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنی پر مطلع کیا اور یہ قوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیئے اور اونٹ سے کلام فرمایا۔ اونٹ سے کلام کرنے کی مثال یہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر مجھے اپنے ساتھ بٹھایا پھر مجھے چپکے سے ایک بات بتائی جو میں کبھی بھی کسی کو نہیں بتاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے کسی ٹیلہ یا گنجان اور گھنے کھجور کے درختوں کی اوٹ میں جانا پسند کرتے تھے۔ آپ انصار کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں ایک اونٹ آیا اور اس نے بڑبڑ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کان کی ہڈی کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اونٹ کس کا ہے؟
انصار کا ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ میرا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان جانوروں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالک بنا دیا ہے اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ اس کو تم بھوکا رکھتے ہو اور کام لے لے کر اس کو تھکا دیتے ہو۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 1745)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت یعلیٰ بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں۔ ایک دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ ہمارا ایک اونٹ کے پاس سے گزر ہوا جب اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بڑبڑ کرنے لگا اور اپنی گردن آگے بڑھائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے۔
اور ارشاد فرمایا: اس کا مالک کون ہے؟ وہ شخص آ گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اونٹ کو بیچ دو۔
اس نے کہا: نہیں میں اس کو ہبہ کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں مجھ کو فروخت کردو۔
اس نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کرتا ہوں۔ ہمارے گھر والوں کی گزر اوقات کے لئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نے یہ کہا ہے تو سنو! اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اس کو چارہ کم ڈالتے ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 17570)
اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنی سے بھی کلام فرمایا جس طرح کہ روایت میں ہے:
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو ایک خیمہ میں بندھی ہوئی تھی۔
اس ہرنی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھول دیجئے تا کہ میں اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلا آؤں پھر میں واپس آ جاؤں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے باندھ دیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک قوم کا شکار ہے اور اس کی باندھی ہوئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد لیا کہ وہ ضرور واپس آئے گی پھر اس کو کھول دیا۔ وہ تھوڑی دیر میں واپس آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا پھر خیمہ والے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان سے مانگ لیا۔ انہوں نے وہ ہرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:34)
امام بیہقی کی ایک روایت میں ہے: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے دیکھا وہ ہرنی جنگل میں چلاتی ہوئی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:6، ص:35)
اسی طرح درخت کے تنے نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔
چنانچہ روایت میں ہے: حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے ستون سے ارشاد فرمایا! تو پرسکون ہو جا اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں اگا دوں تیرا پھل نیک لوگ کھائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دنیا میں پہلے کی طرح تر و تازہ درخت اگا دوں تو اس درخت نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 36 (عطاری غفرلہ)

قوت شامہ

نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ

حکم دیا کہ میری قمیض لے جاؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیض لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

انی لا جدریح یوسف　　　　مجھے حضرت یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلہ سے سونگھ لی۔

4-قوت ذائقہ

نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا۔ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

5-قوت لامسہ

نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہوگئی۔

(دوسری قسم: حواس باطنہ)

2- اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سنقرئك فلا تنسى

ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے۔

اور قوت ذکاوت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کیے اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا اور حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیہما السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت اور حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگی کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جوہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل، مشرف اور صاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:2، ص433 تا 434 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام ضرور رسولوں میں سے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصافات:133)

اور بے شک لوط ضرور رسولوں میں سے ہیں۔

قوم لوط شرم گاہ ننگی رکھتی تھی

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شرم گاہ کو ننگی رکھتی تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تین خصلتوں کے سوا قوم لوط کی تمام خصلتیں مٹ چکی ہیں۔

1-تلواروں کے غلاف کو گھسیٹنا

2-ناخنوں کو رنگنا

3-اور شرم گاہ ننگی کرنا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:11723)

قوم لوط ناخنوں کو رنگتی تھی

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ناخنوں کو رنگتی تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تین خصلتوں کے سوا قوم لوط کی تمام خصلتیں مٹ چکی ہیں۔

1-تلواروں کے غلاف کو گھسیٹنا

2-ناخنوں کو رنگنا اور شرم گاہ ننگی کرنا۔(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:11723)

قوم لوط کا کبوتروں سے کھیلنا

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کبوتروں سے کھیلتی تھی اور کبوتر بازی کرتی تھی۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا۔

(بقیہ حصہ حدیث مبارکہ کا آگے بیان کیا گیا ہے)۔(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

حدیث مبارکہ سے کبوتر بازی کی مذمت

کبوتر بازی کی مذمت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا جس سے وہ کھیل رہا تھا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شیطان، شیطان کا پیچھا کررہا ہے۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4940)

کبوتر بازی کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

جو شخص کبوتروں سے کھیلتا ہو اور کبوتر اڑاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شدت غفلت ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ

وہ شخص عام طور پر کبوتر بازی میں مشغول رہتا ہو اور دوسرے امور کی طرف کم توجہ دیتا ہو پھر وہ شخص لہو ولعب پر اصرار کرنے والا ہو۔

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

میں کھیلنے کودنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ کھیل کود میرا شغل ہے۔(مسند البزار: رقم الحدیث: 2402)

اور کبوتر باز کا غالب حال یہ ہے کہ وہ چھتوں پر گھومتا پھرتا رہتا ہے اور لوگوں کی خواتین کو تاڑتا ہے اور یہ فسق ہے اور جو شخص اپنے گھر میں کابک میں کبوتروں کو رکھے تاکہ ان سے انس اور محبت کرے اور ان کو عادتاً اڑاتا نہ ہو تو وہ شخص نیک ہے اور اس کی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ گھروں میں کبوتروں کو رکھنا مباح ہے۔لوگ کبوتروں کے لئے برج بناتے ہیں اور اس کو کسی نے منع نہیں کیا اور جو شخص گانے گاتا ہو اور اس پر مجمع لگاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے اسی طرح نوحہ کرنے والی عورت کی بھی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کے فسق پر اصرار کرتے ہیں اور نیک لوگوں کے نزدیک ان کی عزت اور وقار نہیں ہے اور ان سے ساز بجانا اور جھوٹ بولنا بعید نہیں ہے اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

(المبسوط: ج:16، ص:155 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں: جو شخص کبوتروں کے ساتھ کھیلتا ہو اور ان کو اڑاتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیوں کہ ان کے ساتھ اس کی مشغولیت زیادہ ہوگی اور اس کی غفلت شدید ہوگی اور اس سے یہ خطرہ ہے کہ اس کی نظر مسلمانوں کی خواتین پر پڑے گی لیکن اگر وہ کبوتر کو انس کے لئے اپنے گھر میں بند رکھے اور اس کو اڑائے نہیں تو پھر اس

کی گواہی کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ جس کے پاس کبوتروں کا برج (چھتہ) ہو تو وہ فاسق نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ج:2،ص:460 مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر)

کیا کبوتر بازی لہو ولعب ہے؟

اس بارے میں علماء کرام کی تحقیق یہ ہے

چنانچہ علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن اثیر الجزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جس کام میں انسان اس قدر مشغول ہو جائے کہ اس کام کے علاوہ دوسرے کاموں سے غافل ہو جائے تو اس کام کو لہو و لعب کہتے ہیں۔(النہایہ: ج:4،ص:242 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کام میں اشتغال اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل نہ کرے تو وہ لہو نہیں ہے۔(عمدۃ القاری: ج:22،ص:274 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ لہو باطل ہے جس کی مشغولیت انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

مطلقاً کسی فعل میں مشغول ہونا اس فعل کی اجازت ہو یا وہ فعل ممنوع ہو لہو ہے مثلاً کوئی شخص نفل نماز میں مشغول ہو یا تلاوت میں مشغول ہو یا ذکر میں یا قرآن کے معانی کے اندر غور وفکر کرنے میں حتیٰ کہ فرض نماز کا وقت عمداً نکل جائے تو وہ بھی لہو ہے اور جب مرغوب اشیاء میں اشتغال کا یہ حکم ہے تو اس سے کم درجہ کی چیزوں میں اشتغال کا کیا حال ہوگا۔

(فتح الباری: ج:12،ص:367 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور کثیر احادیث مبارکہ لہو ولعب کے متعلق ہیں جو کہ یہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔

1- تیر کا بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر اور ثواب کی نیت رکھتا ہو۔

2- تیر پھینکنے والا۔

3- اور اس کی امداد کرنے والا۔

تم تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تیر اندازی کرنا سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہر وہ چیز جس سے مسلمان لہو کرتا ہے وہ باطل ہے ماسوا اس کا کمان سے تیر پھینکنا اور اپنے گھوڑے کو تربیت دینا اور بیوی سے دل لگی کرنا کیونکہ یہ برحق کام ہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورج غروب ہونے کے بعد تم اپنے مویشیوں اور بچوں کو باہر نہ نکالو حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی غائب ہو جائے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد شیاطین کھیلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی غائب ہو جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2013)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت یزید بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز مذاق سے نہ لے اور نہ سنجیدگی سے یا دل لگی اور کھیل کود کے طور پر لے نہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اپنے بھائی کی لاٹھی لی ہے وہ اس کو واپس کر دے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3003)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس نے کسی چڑیا کو بے فائدہ قتل کیا وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی کہ فلاں شخص نے مجھے عبث قتل کیا اور مجھے کسی فائدہ کے لئے قتل نہیں کیا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 4360)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاویہ بن بہز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہو پھر اس کے لئے ہلاکت ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2315)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دو میں سے ہوں نہ دو مجھ سے ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2402)
علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دو کا معنیٰ ہے لہو و لعب یعنی میں کھیلنے کودنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ کھیل کود میرا شغل ہے۔ (النہایہ: ج:2، ص:103)
ابو محمد یحییٰ بن محمد نے کہا: دو کا معنیٰ ہے باطل۔ (مجمع الزوائد: ج:8، ص:225)
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص کسی کھیل کے مہروں (مثلاً لوڈو کی گوٹیوں) کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4938)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نردشیر (چوسر یا شطرنج کے مہروں) کے ساتھ کھیلا پس گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ لیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2260)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: 1709)

ملا علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: جس طرح تیراندازی اور گھوڑے کو تربیت دینے میں اشتغال لہو باطل نہیں ہے بلکہ برحق امور میں سے ہے اسی طرح ہر وہ کام جو حق میں معاونت کرتا ہو خواہ علم ہو یا عمل جبکہ وہ امور مباحہ میں سے ہو تو اس میں اشتغال لہو باطل نہیں ہے اور برحق امور میں سے جیسا کہ کسی شخص کا گھوڑوں اور اونٹوں میں بغیر شرط باندھے مقابلہ کرانا یا کسی شخص کا بدن کی قوت بحال رکھنے یا قوت حاصل کرنے کے لئے دوڑنا، بھاگنا یا دماغ کی تازگی کے لئے آلات موسیقی کے بغیر حمد، نعت اور حکیمانہ اشعار سننا۔ (مرقات: ج: 7، ص: 318 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اوران کاموں کی وجہ سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں: جو شخص کبوتروں کے ساتھ کھیلتا ہو اور ان کو اڑاتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ان کے ساتھ اس کی مشغولیت زیادہ ہوگی اور اس کی غفلت شدید ہوگی اور اس سے یہ خطرہ ہے کہ اس کی نظر مسلمانوں کی خواتین پر پڑے گی لیکن اگر وہ کبوتر کو انس کے لئے اپنے گھر میں بند رکھے اور اس کو اڑائے نہیں تو پھر اس کی گواہی کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ جس کے پاس کبوتروں کا برج (چھتہ) ہو تو وہ فاسق نہیں ہوتا اور جو شخص شرط لگا کر شطرنج کھیلے (یعنی اگر وہ ہار گیا تو وہ اتنی رقم دے گا نہ ہارا تو اتنی رقم لے گا) یا کسی اور چیز کے ساتھ جوا کھیلے تو اس کی گواہی قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جوا کھیلنا کبیرہ ہے اور اگر بغیر شرط اور جوئے کے شطرنج کھیلے تو اگر وہ دائماً شطرنج کھیلتا ہو حتیٰ کہ وہ کھیل اس کو نمازوں سے غافل کر دے یا وہ کھیل کے دوران جھوٹی قسمیں کھائے تو اس کی گواہی کو قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تھوڑی مقدار میں کوئی کھیل کھیلے جو اس کو فرائض سے غافل نہ کرے تو اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی اور بیوی اور تیر کمان اور گھوڑے کے ساتھ کھیلنے سے اس وقت تک عدالت ساقط نہیں ہوگی جب تک کہ یہ مشغولیت اس کو فرائض سے غافل نہ کر دے اور اگر آلات لہو سے کھیلنا اس کے فرائض سے مانع نہ ہو لیکن لوگوں کے نزدیک وہ کھیل مذموم ہو جیسے مزامیر اور بانسریاں اور اگر لوگوں کے نزدیک مذموم نہ ہوں جیسے گا گا کر اونٹوں کو ہانکنے والے جیسے سرکنڈے کی بانسری بجانا اس سے اس کی عدالت باطل نہیں ہوگی ماسوا اس کے کہ وہ بہت زیادہ گائے بجائے اور لوگ اس کی دھن پر رقص کریں اور اصل (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط) میں مذکور ہے کہ جو شخص گا گا کر مجمع لگاتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ وہ معصیت کا اظہار کر رہا ہے اس طرح جو شخص شرابیوں کی مجلس میں بیٹھے خواہ وہ شراب نہ پئے اور اس کو نشہ نہ آئے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور نوحہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ان لوگوں کی جو سود خوری میں مشہور اور معروف ہوں اور جو نیک شخص فحش اشعار پڑھے اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی کیونکہ وہ دوسروں کے اشعار نقل کرتا ہے اور جو شخص ترنم سے اشعار پڑھے اس کی عدالت بھی ساقط نہیں ہوگی اور جو شخص فرائض واجب ہونے کے بعد ان کو تاخیر سے ادا کرے تو اگر ان فرائض کا وقت معین ہے

جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی۔

اور امام محمد بن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

اور بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

اگر اس نے زکوٰۃ اور حج کو بغیر عذر کے مؤخر کر دیا تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور فقیہ ابو اللیث نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں لکھا ہے کہ

حج فوراً واجب ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے اس کی عدالت باطل نہیں ہوگی اور جس شخص نے جمعہ سے اعراض کرتے ہوئے بغیر عذر کے تین مسلسل جمعہ نہیں پڑھے تو وہ فاسق ہے اور اس کی عدالت ساقط ہوگئی۔

یہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ

جس شخص نے ایک جمعہ بھی بلا عذر ترک کر دیا اس کا یہی حکم ہے اور شمس الائمہ حلوانی کا اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اس نے کسی عذر یا مرض یا بعد مسافت کی وجہ سے یا کسی تاویل سے جمعہ کو ترک کیا مثلاً اس کے نزدیک امام فاسق ہے یا گمراہ ہے تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے اور اگر کسی نماز کی جماعت کو ترک کیا اور اس کو گناہ نہیں جانا جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اگر اس نے کسی تاویل سے باجماعت نماز نہیں پڑھی مثلاً اس کے نزدیک امام فاسق ہے یا گمراہ ہے تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور جو شخص اپنی اولاد کو اپنی بیوی کو اور پڑوسیوں کو گالیاں دیتا ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ

اگر عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کی عدالت ساقط ہوگی اور اگر کبھی کبھی ایسا کرتا ہو تو عدالت ساقط نہیں ہوگی اور جو شخص صرف شلوار پہن کر بازار میں چلتا ہو یا راستہ میں کھاتا ہو تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ افعال حیا اور آداب کے خلاف ہیں اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالیاں دیتا ہو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔ فاسق جب توبہ کر لے تو اس کی شہادت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک کہ اتنا عرصہ نہ گزر جائے جس میں اس کی توبہ کا اثر ظاہر ہو جائے۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ج:2، ص:460 مطبوعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: مخنث کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ نوحہ کرنے والی کی اور نہ گانے والی کی کیونکہ یہ دونوں حرام کی مرتکب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی آوازوں سے منع فرمایا ہے اور نہ اس کی شہادت قبول ہوگی جو دائماً سرور حاصل کرنے کے لئے شراب پیتا ہو اور نہ اس شخص کی جو پرندے اڑاتا ہو کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور نہ اس شخص کی جو مجمع لگا کر گاتا ہو کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور نہ اس شخص کی

اہی قبول ہوگی جو کسی ایسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے جس پر حد واجب ہو اور نہ اس شخص کی جو شطرنج میں اشتغال کی وجہ سے زترک کردے اور نہ اس کی جو سود کھانے میں مشہور ہو اور نہ اس شخص کی جو راستہ میں پیشاب کرتا ہو یا کھاتا پیتا ہو اور نہ اس ص کی جو اصحاب رسول کو سب وشتم کرے اور نہ رافضیوں کی۔ (ہدایہ اخیرین: ص162 تا 163 مطبوعہ شرکت علمیہ بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ہر لہو یعنی عبث اور لعب (فضول کام) مکروہ ہے اس عبارت کا اطلاق نفس فعل کو بھی شامل ہے اور اس کے سننے کو بھی۔ مثلاً ص کرنا، مذاق اڑانا، تالی بجانا، ستار، سارنگی اور وائلن کے تار بجانا، ہارمونیم اور بانسری بجانا، جھانجھنی بجانا اور بگل اور نرسنگھا انا (گٹار بھی اسی حکم میں ہے) یہ تمام افعال مکروہ ہیں کیونکہ یہ افعال کفار کے مشابہ ہیں اور ڈھول اور بانسری وغیرہ کی آواز ننا حرام ہے اور اگر کسی نے اچانک سن لیا تو وہ معذور ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ وہ نہ سننے کی کوشش کرے۔

(ردالمحتار: ج:9، ص:482 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آلات لہو بداہتاً حرام نہیں ہیں بلکہ لہو ولعب کے قصد سے ناجائز ہیں خواہ ان کو سننے الا ہو یا ان کو بجانے والا ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اختلاف نیت اور اختلاف مقاصد سے یہ آلات موسیقی کبھی حلال ہوتے ہیں اور ی حرام اور اس قول میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل ہے جو سماع سے ان ہی امور کا قصد کرتے تھے جن کا ان ہی کو علم تھا لہٰذا رض ان پر انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ ان کی برکتوں سے محروم نہ ہو کیونکہ وہ ہمارے بہترین سردار ہیں اللہ تعالیٰ ان امداد سے ہماری مدد فرمائے اور ان کی نیک دعاؤں اور برکتوں کو ہم تک پہنچائے۔ اس تمام بحث کو میں نے ملتقی کے حواشی میں کھا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

شادی کے مواقع پر دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ

رمضان میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگانے کے لئے طبل بجانا بھی حمام کے بگل بجانے کی طرح جائز ہے۔

(ردالمحتار: ج:9، ص:427 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

التمیز میں مذکور ہے: شیخ الائمہ الحلوانی سے پوچھا گیا کہ

جو لوگ اپنے آپ کو صوفیہ کہتے ہیں وہ مخصوص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور لہو اور رقص میں مشغول رہتے ہیں اور اپنے لیے نت کے ایک مرتبہ کے مدعی ہوتے ہیں۔

تو علامہ حلوانی نے کہا: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور بہتان باندھا۔

ان سے پوچھا گیا: اگر وہ غیر شرعی کام کریں تو ان کو شہر بدر کیا جائے گا؟ تاکہ عام لوگوں پر ان کے فتنہ کا اثر نہ ہو۔

انھوں نے کہا: تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا اور خبیث کو طیب سے الگ کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔

سماع اور اشعار کا تکرار اور رقص جس کو ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی کرتے ہیں حرام ہے اس کا قصد کرنا اور اس کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے وہ اور غنا اور مزامیر برابر ہیں۔ ان کو بناوٹی صوفیوں نے جائز کیا ہے اور متقدمین مشائخ کے افعال سے استدلال کرتے ہیں۔

الحلوانی نے کہا: میرے نزدیک متقدمین مشائخ کے افعال ایسے نہیں تھے کیونکہ ان کے زمانہ میں ایسا شعر پڑھا جاتا تھا جو ان کے حال کے موافق تھا جس کا دل نرم ہوتا تھا اس کے دل پر غشی طاری ہو جاتی تھی وہ غیر اختیاری طور پر کھڑا ہو جاتا تھا اور اس سے اس کے ارادہ اور اختیار کے بغیر کچھ حرکات صادر ہوتی تھیں۔ ان کے جواز کے متعلق کچھ استبعاد نہیں ہے اور ان افعال پر گرفت نہیں ہوگی اور ان مشائخ کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس قسم کے افعال کرتے تھے جس قسم کے افعال ہمارے زمانے کے فاسقین کرتے ہیں اور جن لوگوں کو احکام شرع کا کوئی علم نہیں ہے۔ استدلال صرف دین دار لوگوں کے افعال سے کیا جاتا ہے۔

اسی طرح جواہر الفتاوی میں مذکور ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ

شادی کے علاوہ دیگر مواقع پر فسق کے بغیر عورتیں ڈھول بجائیں تو کیا آپ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔

انہوں نے کہا: میں اس کو مکروہ نہیں کہتا لیکن جس گانے میں لعب فاحش ہوں میں اس کو مکروہ کہتا ہوں۔

عید کے دن دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:5، ص:352 مطبوعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ

آپ نے قرآن مجید پڑھتے وقت، جنازہ میں، وعظ میں اور جہاد میں آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے تو تمہارا اس غنا (گانے) کے متعلق کیا گمان ہے جس کو یہ لوگ وجد کہتے ہیں۔ (ملتقی الابحر: ج:4، ص:219 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کی شرح میں علامہ محمد بن محمد الحصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جس غنا کو یہ لوگ وجد اور محبت کہتے ہیں یہ مکروہ ہے اس کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے۔

الجوہر میں مذکور ہے کہ ہمارے زمانہ میں بناوٹی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے اس کا قصد کرنا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے اور ان سے پہلے لوگوں نے یہ کام نہیں کیے۔

اسی طرح جو منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے ہیں وہ غنا کی اباحت پر دلالت نہیں کرتا وہ اشعار حکمت اور وعظ و نصیحت پر مبنی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تواجد کی حدیث مبارکہ صحیح نہیں ہے۔ اور نصر اباذلی سماع کرتے تھے ان کو ملامت کی گئی۔

تو انہوں نے کہا: سماع غیبت کرنے سے بہتر ہے۔

ان سے کہا گیا: ہیہات! بلکہ سماع کی لغزش غیبت سے بر تر ہے۔

سری سقطی نے کہا: وجد کرنے کی شرط یہ ہے کہ وجد کرنے والا حالت وجد میں اس حد پر ہو کہ اگر اس کے چہرے پر تلوار ماری جائے تو اس کو درد کا احساس نہ ہو البتہ تنہائی میں بیٹھ کر گنگنانا اور شادی اور دعوت کے موقع پر اشعار پڑھنا جائز ہے۔

(الدر المنتقی: ج:4،ص:219 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم لوط کا غلیل بازی کرنا

قوم لوط کی بری خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ غلیل بازی کرتی تھی۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:11724)

قوم لوط کا سیٹیاں بجانا

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ سیٹیاں بجاتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:11724)

قوم لوط کا مجلس میں کنکر پھینکنا

قوم لوط جہاں مجلس لگی ہوتی تھی تو وہاں پر کنکر پھینکتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتر سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا 4-مجلس میں کنکر پھینکنا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:11724)

قوم لوط کا سر کے بال سیدھے سنوارنا

قوم لوط اپنے سر کے بالوں کو سیدھے سنوارتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا 4-مجلس میں کنکر پھینکنا
5-سر کے بال سیدھے سنوارنا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا دنداسہ لگانا

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ دنداسہ لگاتے تھے۔
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔
1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا 4-مجلس میں کنکر پھینکنا
5-سر کے بال سیدھے سنوارنا 6-دنداسہ لگانا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

قوم لوط چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتی تھی جو کہ تکبر کی علامت ہے۔
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔
1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا 4-مجلس میں کنکر پھینکنا
5-سر کے بال سیدھے سنوارنا 6-دنداسہ لگانا 7-چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے میں مذمت

کپڑوں کو نیچے لٹکانا منع ہے جس کی تائید میں ہے کثیر احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کی آراء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔
(صحیح بخاری: ج:2، ص: 861 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے تہبند کو آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو اور اگر ایسا نہ کرو تو ٹخنوں تک اونچا رکھو اور تہبند لٹکانے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔
(سنن ابوداؤد: ج:2، ص: 208 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک شخص اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلتا تھا اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔
(صحیح بخاری: ج:2،ص: 861 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے تہبند کی حد پنڈلیوں کے نصف تک ہے اگر ٹخنوں تک ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے۔ (المصنف: ج:8،ص:203 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے پٹھوں کو پکڑ کر فرمایا: یہ تہبند کی جگہ ہے اگر تم ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا نیچے اور اگر ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا اور نیچے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو ٹخنوں پر تہبند کا کوئی حق نہیں ہے۔
(المصنف: ج:8،ص:202 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا جا کر وضو کرو۔ اس نے جا کر وضو کیا اور پھر آیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ وضو کرو۔
ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔ (المصنف: ج:8،ص: 201 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
جس شخص کا تہبند ٹخنوں کو چھوئے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (المصنف: ج:8،ص: 201 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5783)

حنابلہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

قیصوں، تہبندوں اور شلواروں کو تکبر سے لٹکانا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے اپنے کپڑوں کو تکبر سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز میں تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال میں ہے نہ حرام میں۔ (المغنی: ج:1،ص:341 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تہبند، قمیض اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ ہے چونکہ احادیث مبارکہ میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تحریم تکبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرق کی تصریح کی ہے اور عورتوں کے لئے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے اس کے جواز کی احادیث مبارکہ میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

مومن کا تہبند پنڈلیوں کے نصف سے لے کر ٹخنوں تک نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک لٹکانا مستحب ہے اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور صغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور جن احادیث مبارکہ میں مطلقاً آیا ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو کیونکہ یہ احادیث مبارکہ مطلق ہیں اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔ (شرح مسلم: ج:2،ص:195 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے تہبند لٹکانا گناہ کبیرہ ہے اور بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا بھی بظاہر احادیث مبارکہ سے حرام ہی معلوم ہوتا ہے مگر احادیث مبارکہ میں جو تکبر کی قید لگائی گئی ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن احادیث مبارکہ میں تہبند لٹکانے سے مطلقاً منع کیا ہے وہ بھی تکبر سے لٹکانے پر محمول ہیں لہٰذا بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا حرام نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبرّ (مالکی) نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے تہبند لٹکانے پر وعید نہیں ہے البتہ قمیص اور دیگر کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہر حال میں مذموم ہے۔

(فتح الباری: ج:10،ص:263 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: تہبند گھسیٹ کر چلنا اس وقت حرام ہے جب تکبر کی وجہ سے ہو اور جب تکبر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ
قمیض اور تہبند کی لمبائی میں مستحب یہ ہے کہ پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے اور اگر ٹخنوں سے نیچے ہو تو یہ تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے۔
(تحقیق الکوکب الدراری شرح بخاری: ج: 21، ص: 53 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
یہ احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے سو جو شخص جلدی کی وجہ سے کپڑا گھسیٹ کر چلا یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آجاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح میدان جنگ میں کفار کے سامنے تکبر سے تہبند لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔
(اکمال اکمال المعلم: ج: 5، ص: 385 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شخص کے لباس کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا بہ شرطیکہ وہ تکبر کی بناء پر ہو کیونکہ حدیث مبارکہ مطلق ہے اس لیے کہ اس کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور اگر تکبر کی بناء پر لباس نہ لٹکایا گیا ہو تو پھر وہ مکروہ تنزیہی) ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال: ج: 5، ص: 385 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: (موطا امام مالک کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ) یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا اور نہ اس میں کوئی حرج تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔ (التمہید: ج: 3، ص: 244 مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)
نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنیٰ ہے تکبر کرنا، اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔
(الاستذکار: ج: 26، ص: 187 مطبوعہ موسسۃ الرسالہ)

احناف کا موقف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے باندھا تو کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا جائز ہے مثلاً

اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص یا لمبا تہبند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لئے میسر نہ ہو۔ (عمدۃ القاری: ج: 21، ص: 295 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

مزید راقم ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب پھسل جانے کا ذکر کیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہبند بلاقصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے۔

اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تشدیدات میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو خود اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 21، ص: 296 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

مزید راقم ہیں: نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 21، ص: 296 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

بخاری کی حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(المرقات: ج: 8، ص: 238 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تکبر، اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لطف و عنایت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج: 3، ص: 537 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

مزید راقم ہیں: حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا لٹکائے۔

(اشعۃ اللمعات: ج: 3، ص: 555 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

مزید راقم ہیں: طعام اور لباس میں توسیع، اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو مباح ہے۔

(اشعۃ اللمعات: ج: 3، ص: 558 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: مرد کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:5،ص:333 مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

پائینچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے۔

اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ ان میں سے نہیں ہیں جو ایسا براہ تکبر کرتے ہوں۔

احادیث مبارکہ میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء کرام درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے تو حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام ومستحق وعید اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پنچہ جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنچہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور ان کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا: آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے؟

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ

اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔

عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائینچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار

یہیں تک ہوتی تھیں۔ (فتاویٰ رضویہ:ج:10،ص:110، 295 مطبوعہ ادارۃ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

دیوبندیوں کا مؤقف اوران کا رد

علماء دیوبندی کا مؤقف اس طرح ہے: (سوال 114) زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جبکہ براہ تکبر وخیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبرانہ ہو محض خوبصورتی اور زینت کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے چنانچہ احادیث مبارکہ میں اکثر یہ قید مذکور ہے کہ جس نے اپنے تہبند کو تکبر سے گھسیٹا وغیرہ میں نے خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو احادیث مبارکہ مطلق ہیں جیسے جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق ومقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں جیسے کفارہ قتل وکفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارہ قسم کا۔ قرأت ابن مسعود میں متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا۔ نیز اس کی مؤیدوہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین کی وعید بیان کی۔

اور فرمایا: جس نے تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ازار لٹک پڑتی ہے مگر یہ کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔

تو حضرت نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

پس اگر مطلقاً جر ازار (تہبند گھسیٹنا) ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلا (تکبر) ہی کی صورت ہے اور بلا اس کے جائز ہے اس شبہ کا حل مطلوب ہے؟

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی 1364ھ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: نور الانوار میں ایک حکم میں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی بحث میں ہے۔

صدقہ فطر کے سبب میں دو نصیں وارد ہیں اور اسباب میں کوئی مزاحمت نہیں ہے پس ان کے درمیان جمع کرنا واجب ہے یعنی ہم نے جو کہا ہے کہ حادثہ واحدہ اور حکم واحد میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یہ اس وقت ہے جب مطلق اور مقید دونوں حکم میں وارد ہوں تضاد کی وجہ سے لیکن جب مطلق اور مقید اسباب یا شروط میں وارد ہوں تو پھر کوئی مضائقہ اور تضاد نہیں ہے پس یہ ممکن ہے کہ مطلق اپنے اطلاق کے ساتھ سبب ہو اور مقید اپنی تقیید کے ساتھ سبب ہو اور مانحن فیہ (زیر بحث صورت) میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔

(مطلق تہبند گھسیٹنا بھی حرام ہے اور تکبر کی وجہ سے گھسیٹنا بھی حرام ہے)

(امداد الفتاویٰ: ج:4،ص 121 تا 122 مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

تبلیغ

شیخ تھانوی کا مذکورہ جواب درست نہیں ہے۔اس جواب کا رد کرنے سے پہلے ہم پسند کرتے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول کرنے اور نہ کرنے کے قواعد کی وضاحت کر دیں تاکہ عام قارئین بھی اس مسئلہ کو آسانی سے سمجھ لیں۔فقہاء احناف کے نزدیک جب کسی واقعہ میں ایک حکم ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ حکم میں تضاد ہوگا۔ایک جگہ مطلق ہے اور ایک جگہ مقید ہے۔

اس کی یہ مثال ہے: اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے۔

پھر اس کے بعد فرمایا: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ (المائدہ:89)

اور جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اس آیت کریمہ میں تین دن کے روزے مطلق ہیں مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے۔

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ متتابعات

تین دن کے روزے مسلسل ہیں۔

پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید تھا۔اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے روزے پے در پے رکھنا قسم کفارہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے مگر جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں کیونکہ ایک حکم کے کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

جیسے ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔

اور دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔

پہلی حدیث مبارکہ میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں مقید ہے یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے۔اب مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (شخص) ہے۔پہلی حدیث میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں مقید سر (شخص) یعنی مسلمان غلام اس کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں ان میں تضاد نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے

گا۔ (نورالانوار: ص 159 تا 160، کشف الاسرار: ج: 2، ص 535 تا 536)

اس تمہید کے بعد ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ شیخ تھانوی کا جواب صحیح نہیں ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ

زیر بحث صورت میں حکم معصیت (نافرمانی) ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ: ص: 122)

جر ثوب اور جر ثوب للخیلاء (کپڑا گھسیٹنا یا تکبر کی وجہ سے کپڑا گھسیٹنا) یہی تو بعینہ معصیت اور نافرمانی ہے۔ تھانوی صاحب اسی کو حکم بھی قرار دے رہے ہیں اور اسی کو حکم کے اسباب بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ صریح کون الشیء سبباً لنفسه (کسی چیز کا خود اپنا سبب ہونا) ہے اور یہ بداہۃً باطل ہے۔ سبب مقدم ہوتا ہے اور اس کا حکم مؤخر ہوتا ہے اور جب ایک چیز خود اپنا سبب ہوگی تو وہ اپنے آپ پر مقدم ہوگی اور یہ علمی اصطلاح میں دور لازم آرہا ہے جو عقلاً محال اور باطل ہے۔

نیز تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ اس بحث میں حکم معصیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ص: 122)

واضح رہے کہ حکم کے دو معنیٰ ہیں ایک حکم منطقی یا نحوی ہے۔ اس کی تعریف ہے ایک امر کا دوسرے امر کی طرف ایجاباً یا سلباً، اسناد اور دوسرا حکم شرعی ہے اس کی تعریف ہے اللہ تعالیٰ کا حکم جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو۔ (التعریفات: ص: 66 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

اور مطلق اور مقید کی اس بحث میں حکم سے مراد حکم شرعی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم۔ پہلے حکم کی مثال ہے کفارہ قسم میں تین دن کے یا مسلسل تین دن کے روزے رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسرے حکم کی مثال ہے ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو یا ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ ادا کرو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مثال ہے۔

اس جواب میں دوسری غلطی یہ ہے کہ اس جواب میں معصیت کو حکم کہا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم معصیت کا حکم نہیں دیتے بلکہ معصیت نہ کرنے کا حکم دیتے تھے اس حدیث مبارکہ میں سرے سے کوئی حکم ہی نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص فعل پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت نہ کرنے کی وعید سنائی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ اس مخصوص فعل (تکبر سے کپڑا گھسیٹنے) کی ممانعت یا اس سے اجتناب کے حکم کو متضمن ہے۔

ہم اس حدیث مبارکہ کو بیان کر کے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تکبر کے سبب اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے سوا اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ تکبر سے کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5784)

اس حدیث مبارکہ میں تہبند گھسیٹنے پر وعید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوداً اور عدماً خیلاء (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔
وجوداً کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص تکبر سے تہبند گھسیٹے اس پر آپ نے وعید سنائی ہے۔
عدماً کی دلیل یہ ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔
شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے تعمد کا اس لیے سبب بول کر سبب مراد لیا گیا۔

(امداد الفتاوی: ج:4، ص:123)

یعنی آپ نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے اس کا معنیٰ ہے تم عمداً ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمد ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنیٰ مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنیٰ بلا وجہ پہنانا باطل ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی دیکھئے ربا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جنس کا اتحاد اور بیع کا ادھار ہونا ہے اور جب یہ علت نہیں ہوگی تو ربا بالفضل حرام نہیں ہوگا یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی۔

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث مبارکہ احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند نہ باندھیں ان کا تہ بند پھسل جاتا تھا البتہ عدم تکبر کو آپ نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مقید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مسئلہ کا پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو تہبند گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے مگر یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔
اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے گھسیٹنا اس شخص کے لئے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔
شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ
شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا تو عرب میں بہر حال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک باندھو اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔
اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث مبارکہ احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔

(فیض الباری مع الحاشیہ: ج: 4، ص 373 تا 374 مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند)

شیخ بدر عالم میرٹھی نے لکھا ہے کہ جس طرح نیند حدث کا سبب ہے اور مباشرت فاحشہ حدث اکبر کا سبب ہے اور سفر مشقت کا سبب ہے اسی طرح ہم جر ثواب (کپڑا گھسیٹنے) کو تکبر کا سبب قرار دیتے ہیں ان کی اتباع میں جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ نیند کا حدث کے لئے سبب ہونا اور مباشرت فاحشہ کا حدث اکبر کے لئے سبب ہونا خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد میں بند رہتا ہے اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے نیز ان چیزوں کو شارع علیہ السلام نے سبب قرار دیا ہے اس لیے وہ ثابت ہیں۔ اور ہماری اور آپ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم از خود کسی چیز کو کسی چیز کا سبب قرار دیں

اور وہ حجت شرعیہ ہو جائے۔ نیز شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کا کلام جر ثوب میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ ہمارے نزدیک وہ لباس جائز ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو اور پہننے والے کے قد سے متجاوز نہ ہو اور اس کے جواز میں مذاہب اربعہ کے فقہاء متفق ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام کیا ہے جس کو جسٹس محمد تقی عثمانی نے بتمامہ نقل کیا ہے اس کے بعد انہوں نے شیخ بدر عالم میرٹھی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے اور آخر میں بہ طور حاصل بحث یہ لکھا ہے کہ اگر انسان قصداً اسبال کرے تو وہ مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے اور اگر اس کا تہبند بلا قصد ٹخنوں سے نیچا رہا تو یہ وہ صورت ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے جائز فرمایا تھا۔

(تکملہ فتح الملہم: ج:4، ص:123 مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

جو کام بلا قصد ہو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ ارادتاً کسی کام پر مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور اسبال ثوب اگر انسان کی قامت سے متجاوز نہ ہو اور بغیر تکبر کے ہو تو وہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کرام کے نزدیک جائز ہے اور جر ثوب مطلقاً ممنوع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اس لیے جسٹس صاحب کا اسبال ثوب کو مطلقاً ممنوع کہنا غیر مسموع ہے۔ البتہ مشہور دیوبندی محدث شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی 1394ھ نے فقہاء مذاہب اربعہ کے مطابق لکھا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے۔

(التعلیق الصبیح: ج:4، ص:395 مطبوعہ لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس کے ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہوگی خصوصاً جبکہ بلا قصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند یا شلوار پیٹ سے پھسل کر ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو) جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح واقع ہوا اور اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے کیونکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے اور اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں اور امام نسائی رحمۃ اللہ نے سنن کبریٰ میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا۔

ناگاہ ایک شخص نے کہا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقا ہے میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔

میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟

میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑا گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

احمد بن منیع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند کو گھسیٹنا تکبر سے ہے۔ (فتح الباری: ج:10، ص263 تا264 مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

قوم لوط کا اچکنوں کو بند کرنا

قوم لوط اچکنوں کو بند کرتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا 4-مجلس میں کنکر پھینکنا

5-سر کے بال سیدھے سنوارنا 6-دنداسہ لگانا 7-چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

8-اچکنوں کو بند کرنا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا مردوں سے خواہش پوری کرنا

قوم لوط کی سب سے بڑی گندی خصلت یہ تھی کہ وہ مردوں سے اپنی خواہش کو پوری کرتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا

4-مجلس میں کنکر پھینکنا 5-سر کے بال سیدھے سنوارنا 6-دنداسہ لگانا

7-چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا 8-اچکنوں کو بند کرنا 9-مردوں سے خواہش پوری کرنا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا دائماً شراب پینا

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ دائماً شراب پیتے تھے۔
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔

1- کبوتروں سے کھیلنا 2- غلیل بازی کرنا 3- سیٹیاں بجانا
4- مجلس میں کنکر پھینکنا 5- سر کے بال سیدھے سنوارنا 6- دنداسہ لگانا
7- چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا 8- اچکنوں کو بند کرنا 9- مردوں سے خواہش پوری کرنا
10- اور دائماً شراب پینا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی روشنی میں شراب کی حرمت

شراب ایک حرام فعل ہے اور اس کی حرمت پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (المائدہ: 90، 91)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے چڑھاووں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، شیطان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے سبب سے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ (البقرہ: 219)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: 43)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔
ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ شراب پینا حرام فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں شراب پی وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
زنا کرتے وقت زانی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور شراب پیتے وقت شرابی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور چوری کرتے وقت چور میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری: ج:2،ص:836 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی بن کعب کو ادھ پکی کھجوروں اور چھواروں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے کہا: شراب کو حرام کر دیا گیا۔
تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے انس (رضی اللہ عنہ)! اٹھو اور اس تمام شراب کو انڈیل دو۔
حضرت ابو مالک یا حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال کہیں گے اور عنقریب کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا۔
تو کہیں گے: کل آنا۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں کو مسخ کر کے قیامت کے دن بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(صحیح بخاری: ج:2،ص:837 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے پھر دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! شراب کے متعلق شافی حکم بیان فرما تو سورہ بقرہ کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ (البقرہ:219)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء:43)

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے نداء کی کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی کہ
اے اللہ عزوجل! شراب کے متعلق شافی حکم نازل فرما تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ٥ (المائدہ:91)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم باز آگئے۔ (سنن ابوداؤد: ج:2،ص:161 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب پر لعنت فرمائی ہے اور خمر پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، شراب کو نچوڑنے والے پر، اس کو بنانے والے پر، شراب کو لادنے والے پر اور جس کے پاس لاد کر لائی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ج:2،ص:161 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس نے کسی نشہ آور چیز کو پیا اس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے۔
پوچھا گیا: طینۃ الخبال کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں کی پیپ۔
(سنن ابوداؤد: ج:2،ص:162 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شراب پیئے اس کو کوڑے مارو اگر وہ چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کردو۔
(جامع ترمذی: ص:228 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شراب پیئے اس کو اسی کوڑے مارو۔
(شرح معانی الآثار: ج:3،ص:91 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
شراب پینے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کوڑے مارے۔ (المصنف: ج:7،ص:379 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں:

1-ایک (لقمان:15) ہے۔ 2-دوسری (انفال:1) ہے۔

میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا۔

انہوں نے کہا: چلو ہم تمہیں کچھ کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے میں ان کے ساتھ باغ میں گیا وہاں ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنا ہوا سر تھا اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں سے کھایا اور شراب پی پھر ان کے درمیان مہاجرین اور انصار کا ذکر چھڑ گیا۔

میں نے کہا: مہاجرین انصار سے زیادہ اچھے ہیں۔ ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی میری ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی۔ میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1748)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے مسلمانوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے (وقتی) فائدے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔ (البقرہ: 219)

تو لوگوں نے کہا: اس میں ہمارے لیے رخصت ہے ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے حتیٰ کہ ایک شخص نے سورۂ کافرون کی پہلی آیت اس طرح پڑھی۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○

آپ فرما دیجئے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ان کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو۔ (النساء: 43)

پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہو کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی۔

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں...... کیا تم باز آنے والے ہو۔

تو مسلمانوں نے کہا: اے رب عزوجل! ہم باز آ گئے۔

(جامع البیان: جز: 7، ص: 45 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مزید روایت فرماتے ہیں کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے۔ اس وقت شراب حلال تھی اچانک میں اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا۔ اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ (المائدہ: 90)

اور اس کے آخر میں تھا۔

کیا تم باز آنے والے ہو؟

میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا جس سے انہوں نے شراب پی لی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی۔ انہوں نے گلاس سے شراب انڈیل دی اور برتن کی شراب بہادی۔

اور کہنے لگے کہ

اے ہمارے رب عزوجل! ہم باز آ گئے!

اے ہمارے رب عزوجل! ہم باز آ گئے!

(جامع البیان: جز: 7، ص: 47 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

شراب کب حرام ہوئی؟

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: سورہ مائدہ کی آیت نمبر 90 تا 91 نازل ہونے سے پہلے شراب حرام نہیں تھی اس کی تحریم تین ہجری میں غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی اور غزوہ احد تین ہجری، شوال کے مہینہ میں ہوا تھا شراب کی حرمت تدریجاً کئی حادثات کے بعد نازل ہوئی کیونکہ عرب کے لوگ شراب پینے کے خوگر اور رسیا تھے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (البقرہ: 219)

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کے فائدے سے ان کا گناہ زیادہ بڑا ہے۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا۔

اور کہنے لگے کہ

ہمیں اس کام کو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس میں بڑا گناہ ہو۔

اور بعض لوگوں نے شراب کو ترک نہیں کیا اور کہا۔

ہم اس کے گناہ کو ترک کریں گے اور اس کی منفعت کو حاصل کریں گے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ (نساء:43)

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

پھر بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا اور کہا۔

جس چیز کی وجہ سے ہم کو نماز ترک کرنی پڑے ہمیں اس کو پینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور بعض دوسرے لوگ اوقات نماز کے علاوہ شراب پیتے رہے حتیٰ کہ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (مائدہ:90)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد شراب کلیۃً حرام ہوگئی۔

ابو میسرہ نے کہا: شراب کی تحریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سبب سے نازل ہوئی ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کی خرابیاں بیان کیں اور یہ بیان کیا کہ شراب پینے سے لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شراب کی تحریم نازل کرنے کی دعا کی۔

اور کہا: اللهم بين لنافي الخمر بيانا شافيا

اے اللہ عزوجل! ہمارے لیے شراب کے متعلق واضح حکم نازل فرما تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:6،ص285 تا286 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

خمر کا بعینہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور ان کا پینا حلال ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ان احادیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

خمر کو بعینہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث:5702)

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا

ب نبیذ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بناء پر نشہ آور ہو اس نبیذ میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس حدت کو توڑ کر پینا جائز ہے اور یہ عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ کثرت صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے

ت ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189 ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نشہ میں مدہوش اعرابی لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے عذر طلب کیا وہ اپنی مدہوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو باندھ دو جب اس کو ہوش آ جائے تو اس کو کوڑے لگا دینا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرابی کے مشکیزہ میں بچے ہوئے مشروب کو منگوایا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو چکھا تو وہ بہت تیز اور سخت تلخ نبیذ تھا۔ آپ اللہ عنہ نے پانی منگوا کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آ جائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارا اس پر عمل ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

(کتاب الآثار، ص:184)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سبیل پر آئے اور ارشاد فرمایا: مجھے اس سے پانی پلاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں مجھ کو وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چکھا پھر ماتھے پر شکن ڈال کر یا پانی لاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پانی ملایا۔

دو یا تین بار ارشاد فرمایا: اور زیادہ ملاؤ۔

ارشاد فرمایا: جب تم کو (نبیذ) تیز لگے تو اسی طرح کیا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:8، ص:140)

اور روایت میں ہے: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے گرد طواف کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت پیاس لگی اور آپ صلی اللہ نے پانی مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن سے نبیذ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سونگھا اور پھر ڈال کر ارشاد فرمایا۔ میرے پاس زمزم کا ڈول لاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پانی ملا کر اس کو پی لیا۔

نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حرام ہے؟

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ (سنن النسائی، رقم الحدیث:5719)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
خمر کو بعینہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔
اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ
کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہوا اور خمر بعینہ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔
(المبسوط: ج:24، ص:8 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ خمر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے اور نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہم ظاہر آیت کا لحاظ کریں تو قلیل مقدار میں بھی خمر حرام نہیں ہونی چاہئے لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتی ہے نہ نماز سے اور نہ بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔ (البنایہ: ج:11، ص:443 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: خمر کے علاوہ دیگر مشروبات جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوں اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہ ہوں تو اگر ان کی قلیل مقدار پینے سے کھانے کو ہضم کرنے کا ارادہ کیا جائے اور قیام لیل پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے یا دن میں روزہ رکھنے پر قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا اعداء اسلام سے قتال کی صورت حصول کا ارادہ کیا جائے یا مرض کو دور کرنے اور دوا کے قصد سے ان کو پیا جائے تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر اور چونکہ اب فساد عام گیا ہے اور لوگ عیش و طرب اور لہو و لعب کے لئے ہی ان مشروبات کو پیتے ہیں اس لیے متاخرین نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (رد المحتار: ج:5، ص:293 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: خمر بعینہ حرام ہے اس کا حرام ہونا نشہ پر موقوف نہیں۔ بعض لوگوں نے خمر کے بعینہ حرام ہونے کا انکار کیا اور یہ کہا کہ جو خمر نشہ آور ہو وہ حرام ہے کیونکہ اسی خمر کے پینے سے فساد ہوتا اور وہی اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکتی ہے اور یہ قول کفر ہے کیونکہ یہ کتاب اللہ کا انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو رجس قرار دیا رجس بعینہ حرام ہوتا ہے اور سنت متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کو حرام قرار دیا اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ (ہدایہ اخیرین: ص:493 مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان)

کیا گزشتہ امتوں میں شراب حلال تھی؟

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نشہ آور مشروبات کی تحریم کی حرمت بالکل واضح ہے یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے جس سے خطاب الٰہی متعلق ہوتا ہے اور جس پر احکام کا مکلف ہونا موقوف ہے۔

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر شرائع سابقہ میں شراب کو کیوں حلال قرار دیا گیا تھا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کی عمریں بہت لمبی تھیں اور ان کے اجسام بہت مضبوط تھے ان کے جسموں میں ایسی قوت مدافعت رکھی گئی تھی جو شراب کی خرابیوں کا توڑ کر لیتی تھی۔ اس کے برخلاف اس امت کی عمریں کم ہیں اور اجسام کمزور ہیں جس وجہ سے وہ شراب کی فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے ان کی بھلائی اسی میں تھی کہ ان پر شراب کلیۃً حرام کر دی گئے اور ابتداء اسلام میں شراب کو حرام نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ شراب کی خرابیوں کا خود مشاہدہ کر لیں۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے احکام تدریجاً نازل کیے تاکہ لوگوں پر ان کا عمل کرنا دشوار نہ ہو۔
(عمدۃ القاری: ج:4، ص:322 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

عورتوں کا عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرنا

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی۔
1-کبوتروں سے کھیلنا 2-غلیل بازی کرنا 3-سیٹیاں بجانا
4-مجلس میں کنکر پھینکنا 5-سر کے بال سیدھے سنوارنا 6-دنداسہ لگانا
7-چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا 8-اچکنوں کو بند کرنا 9-مردوں سے خواہش پوری کرنا
10-اور دائماً شراب پینا
اور یہ امت ایک اور برائی کا اضافہ کرے گی، عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا دف بجانا

قوم لوط دف بجاتی تھی۔
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔
1-مرد، مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے 2-غلیل سے نشانہ لگاتے تھے
3-مجلس میں کنکر پھینکتے تھے 4-کبوتر بازی کرتے تھے
5-دف بجاتے تھے 6-شراب پیتے تھے۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط کا داڑھی کاٹنا

قوم لوط کی بری خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ داڑھی کاٹتے تھے۔
حضرت حسن سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔
1-مرد، مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے 2-غلیل سے نشانہ لگاتے تھے
3-مجلس میں کنکر پھینکتے تھے 4-کبوتر بازی کرتے تھے
5-دف بجاتے تھے 6-شراب پیتے تھے
7-داڑھی کاٹتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

داڑھی رکھنے کا حکم

داڑھی رکھنے کا حکم احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جس کی حد ایک مٹھی تک ہے اور اس سے زائد کاٹنا واجب ہے اور داڑھی کاٹنا حرام ہے جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔
پہلے احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو (یعنی نہ کاٹو)
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو (یعنی بڑھاؤ)
(صحیح بخاری: ج:2، ص:875 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں بہت زیادہ کترواتے ہیں سو تم ان کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں بہت زیادہ کم کراؤ۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:166 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو بہت کم کرنے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: عبید اللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجوسی آیا درآں حالیکہ اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟
اس نے عرض کیا: یہ ہمارے دین میں ہے!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کرائیں اور داڑھی بڑھائیں۔
(المصنف: ج:8،ص:379 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجوسی کی مخالفت کرو مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔
(مجمع الزوائد: ج:5،ص:166 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں تراشو اور داڑھی کو دراز کرو اور مجوس کی مخالفت کرو۔
(صحیح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور اس کی قیمت لینے کو حرام کردیا۔
اور ارشاد فرمایا: مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور بغیر تہبند پہنے بازاروں میں مت چلو کیونکہ جو شخص ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:5،ص:169 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں۔

1-مونچھیں کاٹنا	2-داڑھی دراز کرنا	3-مسواک کرنا
4-ناک میں پانی ڈالنا	5-ناخن کاٹنا	6-جوڑوں کو دھونا
7-بغلوں کے بال نوچنا	8-زیرناف بال مونڈنا	9-اور پانی سے استنجاء کرنا

مصعب نے کہا ہے کہ
دسویں چیز میں بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
وہ لمبی مونچھیں رکھتے تھے اور داڑھیاں منڈواتے ہیں سوتم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح ابن حبان: ج:8،ص:408 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں باریک کرو اور داڑھی بڑھاؤ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مقدار فاضل ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

(صحیح بخاری: ج:2،ص:875 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نافع فرماتے ہیں کہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لوہا گرم کر کے جسم پر داغ لگاتے تھے اور زہر کی وجہ سے دم کراتے تھے اور داڑھی سے کچھ کم کرتے۔

(کتاب الآثار: ص:235 مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلا ہل)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے۔

(المصنف: ج:8،ص:374 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

داڑھی کی مقدار میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں آئمہ اربعہ کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
داڑھی منڈوانا اور کٹوانا مکروہ ہے حدیث مبارکہ میں اس کی مذمت ہے اور لمبی داڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح داڑھی کٹوانا مکروہ ہے اور داڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے۔ بعض متقدمین نے داڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔
اور یہ کہا ہے کہ داڑھی کو حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء کرام نے قبضہ کو حد مقرر کیا۔
اور بعض علماء کرام نے کہا: حج اور عمرہ کے سوا داڑھی کو کم نہ کیا جائے۔
علامہ ابی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو داڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب داڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً اور عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹ دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ

زائد داڑھی کو کاٹ دیا تھا یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی داڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی داڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ مقدار کے بعد داڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹ دے جس سے داڑھی میں حسن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ داڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ داڑھی چھوڑ دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ داڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ داڑھی منڈاتے تھے اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو داڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لئے تھوڑی سی کاٹ لی جائے۔ اسی لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:39 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 464ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور داڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے اس لیے داڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح داڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے اور اگر داڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوب صورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی داڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔

(المنتقیٰ: ج:3، ص:32 مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فقہاء حنابلہ اور مالکیہ نے داڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بال کاٹے تھے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:1، ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: لمبی داڑھی میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

قبضہ (ایک مشت) سے زائد داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا ہے اور شعبی اور ابن سیرین نے اس کو مستحسن کہا ہے حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

داڑھی کو چھوڑ دینا (نہ کاٹنا) مستحب ہے۔
کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ
داڑھی بڑھاؤ۔
اور اقرب بالحق داڑھی کو کم کرنا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ نہ کاٹا جائے کیونکہ بہت لمبی داڑھی سے شکل بدنما ہو جاتی ہے اور لوگوں کو غیبت کرنے کا موقع ملتا ہے لہٰذا اس نیت سے اس کے طول سے احتراز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
نخعی فرماتے ہیں کہ
جو شخص عقل مند ہو اور لمبی داڑھی رکھتا ہو مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے وہ اپنی داڑھی کم کر کے اس کو دو جڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی مستحسن ہے اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ جب کسی شخص کی داڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین: ج:2،ص419 تا420 مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)
علامہ یحیٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ظاہر احادیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ
داڑھی کو چھوڑ دیا جائے اور کاٹا نہ جائے۔
قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
داڑھی منڈانا، کاٹنا اور جلانا مکروہ ہے اور اس کو عرضاً اور طولاً کاٹنا مستحسن ہے۔ داڑھی کو زیادہ لمبا کر کے حد تمسخر تک رکھنا کاٹنے کی طرح مکروہ ہے۔
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ
متقدمین کا اس میں اختلاف تھا کہ داڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض علماء کرام نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ البتہ انہوں نے کہا ہے کہ داڑھی اتنی دراز نہ کرے جس سے تمسخر کی حد کو پہنچے اور اس حد سے داڑھی کم رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کی حد قبضہ ہے اور قبضہ کے بعد داڑھی کاٹ دی جائے۔
اور بعض علماء کرام نے کہا کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا داڑھی کاٹنا مکروہ ہے۔
(شرح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کاکی نے کہا ہے کہ
ہمارے نزدیک داڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔
ابو موسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مبارکہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں۔
امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد داڑھی کاٹتے تھے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد داڑھی کاٹتے تھے۔
البتہ یہ آثار اس حدیث مبارکہ کے معارض ہیں جس میں ہے کہ مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔
اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ داڑھی بڑھانے سے یہ مراد ہے کہ ساری داڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں۔
اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
مونچھیں ترشواؤ، داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو کیونکہ مجوس داڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے۔
محیط میں ہے: داڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا کہ داڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ داڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو داڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ (بنایہ: ج:1، ص:1344 مطبوعہ مطبعہ منشی لکھنؤ لکشور)
مزید راقم ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ
اعفوا اللحی کا کیا معنی ہے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعفاء اکثار ہے اور جب داڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ داڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب داڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی داڑھی کو چھوڑا ہوا تھا آپ نے اس کی داڑھی کھینچا۔
اور کہا۔
میرے پاس قینچی لاؤ۔

پھر ایک شخص سے کہا۔
اس کے ہاتھ کے نیچے جو داڑھی ہو اس کو کاٹ دو۔
پھر ارشاد فرمایا: جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد داڑھی کاٹ دیتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 22، ص 46 تا 47 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک داڑھی کا طول بہ قدر قبضہ ہے اور ایک قبضہ کے بعد داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹتے تھے۔

(مرقات: ج: 8، ص: 298 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نہایہ میں مذکور ہے کہ
قبضہ سے زائد داڑھی کاٹنا واجب ہے۔
امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹتے تھے۔
اگر یہ اعتراض ہو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔
اور داڑھی کاٹنا داڑھی بڑھانے کے حکم کے خلاف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹتے تھے اس حدیث مبارکہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں اور امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اور امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی قبضہ سے زائد داڑھی کاٹ دیتے تھے۔

یہاں راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہے سو اگر اس کو نسخ پر محمول نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارا قاعدہ ہے تو اعفوا اللحی، کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ پوری داھی منڈانے یا داڑھی کا غالب حصہ یا کل داڑھی کاٹنے کے بجائے اس کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے کہ وہ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور ہندوؤں اور فرنگیوں میں بھی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اب عام مسلمانوں نے بھی یہ روش اختیار کر لی ہے کہ وہ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور بعض حضور کے فرمان کے بالکل برعکس مونچھیں لمبی رکھتے ہیں اور داڑھیاں منڈاتے ہیں۔ (فتح القدیر: ج: 2، ص: 270 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970 ھ لکھتے ہیں: نہایہ میں جو لکھا ہے کہ
قبضہ کے بعد داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔
اس کا تقاضہ یہ ہے کہ
اگر کسی نے داڑھی کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کاٹا) تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (البحرالرائق: ج:2،ص:280 مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر)

داڑھی مونڈنا حرام

داڑھی مونڈنا حرام ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1252 ھ لکھتے ہیں: داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ فرنگیوں، ہندوؤں اور جھولا شاہیوں جو قلندریہ کہلاتے ہیں کا طریقہ اور روش ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:1،ص:212 مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)
اور فتح المعین بشرح قرۃ العین میں ہے۔
داڑھی مونڈنا حرام ہے۔ (فتح المعین شرح قرۃ العین: ص:219 مطبوعہ مطبعۃ عامرالاسلام پور بہرس)
علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:
داڑھی مونڈنا منع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔ (نسیم الریاض: ج:1،ص:44 مطبوعہ دارالفکر بیروت)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1252 ھ لکھتے ہیں: داڑھی مونڈنے کی وجہ حرمت یہی ہے۔
(اشعۃ اللمعات: ج:3،ص:572 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)
امام ملک العلماء ابوبکر کاسانی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:
داڑھی مونڈنا از قسم مثلہ کے ہے۔ (بدائع الصنائع: ج:2،ص:141 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
تبیین الحقائق میں ہے: کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا۔
(تبیین الحقائق: ج:2،ص:39 مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر)
بحرالرائق میں ہے: کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لیے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے۔
(بحرالرائق: ج:2،ص:355 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
شرح نقایہ میں ہے: عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔
(شرح نقایہ: ج:1،ص:243 مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)
اور المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری میں ہے۔
عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے۔
(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری: ص:151 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

ہدایہ میں ہے: عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا۔

(ہدایہ: ج:1،ص:235 مطبوعہ مکتبۃ العربیہ کراچی)

قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں ہے۔

داڑھی (حد ضرورت سے) کم کرنا مثلہ ہے۔ (قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب: ج:2،ص:143 مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔

(صحیح البخاری: ج:2،ص:829)

طبرانی نے بسند حسن ان سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ وملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔

(کنز العمال: ج:15،ص:38 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:22،ص:657 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

داڑھی منڈانا حرام ہے اور اس پر یہ جواب کہ میری طبیعت کا اختیار ہے گناہ پر اصرار اور سخت سزا کا سزاوار ہے مگر اسے حرام کو حلال نہیں سمجھا جاتا اس کہنے میں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کو اختیار ہے بہت فرق ہے دوم بھی تحلیل حرام میں صریح نہیں نہ کہ اول۔

و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:14،ص:709 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اور داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:23،ص:38 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قوم لوط مونچھیں لمبی رکھتے تھے

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ مونچھوں کو لمبی رکھتے تھے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک زیادہ کرے گی۔

1 - مرد، مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے   2- غلیل سے نشانہ لگاتے تھے

3-مجلس میں کنکر پھینکتے تھے
4-کبوتر بازی کرتے تھے
5-دف بجاتے تھے
6-شراب پیتے تھے
7-داڑھی کاٹتے تھے
8-مونچھیں لمبی رکھتے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

مونچھوں کا شرعی حکم

مونچھیں کم کرنا سنت ہے، جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دو (یعنی بڑھاؤ)

(صحیح بخاری: ج:2،ص:875 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں بہت زیادہ کترواتے ہیں سو تم ان کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں بہت زیادہ کم کرو۔ (مجمع الزوائد: ج:5،ص:166 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

دس چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں۔

1-مونچھیں کاٹنا
2-داڑھی دراز کرنا
3-مسواک کرنا
4-ناک میں پانی ڈالنا
5-ناخن کاٹنا
6-جوڑوں کو دھونا
7-بغلوں کے بال نوچنا
8-زیر ناف بال مونڈنا
9-اور پانی سے استنجاء کرنا

مصعب نے کہا ہے کہ

دسویں چیز میں بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ لمبی مونچھیں رکھتے ہیں اور داڑھیاں منڈاتے ہیں سوتم ان کی مخالفت کرو۔
(صحیح ابن حبان: ج:8، ص:408 مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: عبیداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک مجوسی آیا درآں حالیکہ اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟
اس نے کہا: یہ ہمارے دین میں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کرائیں اور داڑھی بڑھائیں۔
(المصنف: ج:8، ص:379 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے اور اس کی قیمت لینے کو حرام کر دیا۔
اور ارشاد فرمایا: مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور بغیر تہبند پہنے بازاروں میں مت چلو کیونکہ جو شخص ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:169 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجوس کی مخالفت کرو مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔
(مجمع الزوائد: ج:5، ص:166 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو بہت کم کرنے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں تراشو اور داڑھی کو دراز کرو اور مجوس کی مخالفت کرو۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: نافع سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو داڑھی اور مونچھوں کو کاٹتے۔
(مؤطا امام مالک: ص:421 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)۔

ایک اور روایت میں ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ سالم بن عبداللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو سوار ہونے اور باندھنے سے پہلے قینچی منگوا کر اپنی مونچھوں کو کم کرتے اور داڑھی کاٹتے۔

(مؤطا امام مالک: ص: 422 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے: افلح سے روایت ہے کہ

قاسم جب اپنا سر منڈاتے تو اپنی داڑھی اور مونچھوں کو کم کرتے۔ (المصنف: ج: 8، ص: 375 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

بعض اہل مدینہ منورہ کے نزدیک مونچھیں ترشوانا احفاء سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت حسن بصری، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی رباح اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مونچھیں منڈوانے کو مکروہ کہتے تھے اور جمہور علماء، مکحول، محمد بن عجلان، نافع اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا احفاء مستحب ہے اور وہ مونچھیں ترشوانے سے افضل ہے۔

حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر بن عبداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔ امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تمام آثار اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں اور مونچھیں منڈانے کو حدیث مبارکہ میں خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: سیماهم

یہاں پر سنت غیر مؤکدہ لغوی معنیٰ میں ہے اس کا مخصوص فقہی اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے کیونکہ اس کو مستحب بھی کہا گیا ہے ان کی علامت مونچھیں منڈانا اور مونچھوں کو جڑ سے صاف کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 22، ص: 44 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنت مشرکین ومجوس ویہود ونصاریٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح مسلم کے الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ مونچھیں کترو اور داڑھیاں چھوڑو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 22، ص: 684 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تالیاں بجاتے تھے

قوم لوط تالیاں بجاتے تھے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔

1-مرد، مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے
2-غلیل سے نشانہ لگاتے تھے
3-مجلس میں کنکر پھینکتے تھے
4-کبوتر بازی کرتے تھے
5-دف بجاتے تھے
6-شراب پیتے تھے
7-داڑھی کاٹتے تھے
8-مونچھیں لمبی رکھتے تھے
9-سیٹی بجاتے تھے
10-تالی بجاتے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

قوم لوط ریشم پہنتی تھی

قوم لوط کی بری خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ ریشم پہنتے تھے حالانکہ ریشم مردوں پر حرام ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قوم لوط دس خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی۔

مرد، مردوں سے جنسی عمل کرتے تھے

غلیل سے نشانہ لگاتے تھے

مجلس میں کنکر پھینکتے تھے

کبوتر بازی کرتے تھے

دف بجاتے تھے

شراب پیتے تھے

داڑھی کاٹتے تھے

مونچھیں لمبی رکھتے تھے

سیٹی بجاتے تھے

تالی بجاتے تھے

ریشم پہنتے تھے

اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی، عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)

مردوں پر ریشم حرام ہے

مردوں پر ریشم حرام ہے۔
حضرت عمر و حضرت انس و حضرت ابن زبیر و حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5834)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں ریشم پہنے گا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5834)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی مگر اتنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں بیچ والی اور کلمہ کی انگلیوں کو ملا کر ارشاد فرمایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2069)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی ہے مگر دو یا تین یا چار انگلیوں کے برابر یعنی کسی کپڑے میں اتنی ریشم کی گوٹ لگائی جاسکتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 15)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔
(سنن النسائی: رقم الحدیث: 5158)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں۔ بدن اور کپڑوں کے درمیان دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ (درمختار: ج: 9، ص: 580)

مؤلف کہتا ہے: راقم ہیں: مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو لمبائی کا شمار نہیں، اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے ایسے ہوتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ورنہ ناجائز۔ (درمختار: ج: 9، ص: 580)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریشمی کپڑا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں۔

بینوا و توجروا

الجواب

نہ بلکہ حرام ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ریشم نہ پہنو کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہنے گا۔

اس کو امام بخاری و مسلم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

نسائی کی ایک روایت میں ہے: فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

جو دنیا میں ریشم پہنے گا جنت میں نہ جائے گا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

ریشم وہ پہنے گا جس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

اس کو شیخین (بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے اور الفاظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ریشم پہنے گا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا۔

امام احمد و طبرانی نے اس کو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو ریشم پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا وہ دن تمہارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن۔

(اس کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے رب عزوجل کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا لیا۔

پھر ارشاد فرمایا: بے شک یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔
امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے اسے روایت کیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:22، ص:157 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قوم لوط راستہ میں جانے والوں کو کنکر مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ راستہ میں جانے والوں کو کنکر مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
غلیل بازی، سیٹی بجانا، کنکر پھینکنا اور دنداسہ چبانا قوم لوط کے برے اخلاق میں سے ہیں۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11724)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔
وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (العنکبوت:29)
تم اپنی عام مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔
میں نے پوچھا: یہ بتائیے وہ کیا برا کام کرتے تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ راستہ میں جانے والوں کو کنکر مارتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11725)

کنکر مارنے سے اجتناب کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم لوط کے لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے اور ہر ایک کے سامنے کنکریوں سے بھرا ہوا ایک پیالہ ہوتا تھا جو شخص راستہ سے گزرتا وہ اس پر کنکر مارتے تھے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنکر مارنے سے اجتناب کرو کیونکہ اس سے دشمن ہلاک ہوتا ہے نہ شکار ہوتا لیکن اس سے آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور دانت ٹوٹ جاتا ہے۔ (مسند احمد: ج:5، ص:54)

قوم لوط اپنی مجلس میں گوز لگاتے تھے

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ اپنی مجالس میں گوز لگاتے تھے۔
علامہ عبد الرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی مالکی متوفی 875ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اپنی مجالس میں گوز لگاتے تھے۔ (الجواہر الحسان للثعالبی: ج:4، ص:294 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے تھے

قوم لوط جب مجالس میں بیٹھتے تو گوز لگاتے اور ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے تھے۔

علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی مالکی متوفی 875ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اپنی مجالس میں گوز لگاتے تھے اور ایک دوسرے کو تھپڑ مارتے تھے۔

(الجواہر الحسان للثعالبی: ج:4، ص:294 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط مجلس میں بدکاری کے دوران ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے

قوم لوط جب مجلس میں بیٹھتے تو مرد مردوں کے ساتھ بدکاری کرتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔

علامہ عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف ثعالبی مالکی متوفی 875ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے مرد مردوں کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بدکاری کرتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ (الجواہر الحسان للثعالبی: ج:4، ص:294 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مکحول نے کہا: قوم لوط کے (برے) اخلاق میں سے یہ چیزیں تھیں وہ دنداسہ چباتے تھے، انگلیوں پر مہندی لگاتے تھے، تہبند کھول دیتے تھے، سیٹیاں بجاتے تھے اور ہم جنس پرستی کرتے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:556 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط ایک دوسرے پر تھوکتی تھی

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:555 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط ایک دوسرے پر ظلم کرتی تھی

قوم لوط کی بری خصلتوں میں سے یہ بھی بری خصلت تھی کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ظلم کی مذمت

ظلم ایک قبیح فعل ہے اور کثیر احادیث مبارکہ میں ظلم کرنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ
اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کردیا سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2577)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم کرنے سے قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل کرنے سے بچو، بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ بخل نے انہیں خونریزی کرنے پر اور حرام کاموں کو حلال کرنے پر ابھارا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2578)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب وہ اس کو اپنی گرفت میں لے گا تو پھر اس کو نہیں چھوڑے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔
وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (ھود: 102)
اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے جب وہ بستیوں پر اس حالت میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہے بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔
حضرت اویس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص ظالم کی مدد کرنے کے لئے اس کے ساتھ گیا جبکہ اس کو علم تھا کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 7596)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی ظالم کے ساتھ گیا اس نے ظلم کیا۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدہ: 22)
بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 23171)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت پر یا اس کی کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو حلال (معاف) کرالے جس دن کوئی نہ دینار ہوگا نہ ہی درہم ہوگا اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کو اس کے ظلم کے برابر وصول کرلیا جائے گا اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2449)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کو اس کے حق سے منع نہیں فرماتا۔

حضرت اویس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو یہ علم ہو کہ فلاں شخص ظالم ہے اور اس کی معاونت کے لئے اس کے ساتھ گیا وہ اسلام سے نکل گیا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 7464)

اور ایک روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 10)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صاحب اسلام سب سے افضل ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کی زبان اور ہاتھ (کے ظلم) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 42)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ظلم قیامت کے اندھیرے ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2447)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم لوگوں کی مثل عمل نہ کرو کہ تم کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے لیکن تم اپنے آپ کو اس کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر وہ تم پر ظلم کریں تو تم ان پر ظلم نہ کرو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2007)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے نفس کو ضرر پہنچاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! حتیٰ کہ سرخاب پرندہ جو اپنے گھونسلے میں بھوک اور کمزوری سے مرجاتا ہے وہ بھی ظالم کے ظلم (کے ضرر) سے ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 7675)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4686)

قوم لوط ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے ایک دوسرے کو گالیاں دیتے

تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

گالی گلوچ کی مذمت

کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو گالی دے کیونکہ وہ جب دوسرے کو گالی دے گا تو وہ بھی پھر اس کو گالی دے گا حتیٰ کہ نزاع پیدا ہو جائے گا اور قتل و غارت تک سلسلہ جا پہنچے گا اس لیے گالی گلوچ کرنا جائز نہیں اور اس کی مذمت و ممانعت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6044)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو شخص گالی گلوچ کرنے والے انہوں نے جو کچھ کہا سب کا وبال اس کے ذمہ ہے جس نے شروع کیا ہے جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 68)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر کوئی کسی کو برا بھلا کہنا ہی چاہتا ہے تو نہ اس پر افترا کرے نہ اس کے والدین کو گالی دے نہ اس کی قوم کو گالی دے ہاں اگر اس میں ایسی بات ہے جو اس کے علم میں ہے تو یوں کہے کہ تو بخیل ہے یا تو بزدل ہے یا تو جھوٹا ہے یا بہت سونے والا ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 703)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فحش جس چیز میں ہوگا اسے عیب دار کر دے گا اور حیا جس میں ہوگی اسے آراستہ کر دے گی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1981)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کی مثل ہے اور جو شخص مومن مرد یا عورت پر کفر کی تہمت لگائے تو یہ اس کے قتل کی مثل ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1330)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص دوسرے کو فسق اور کفر کی تہمت لگائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کہنے والے پر لوٹتا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6045)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس کلمہ کے ساتھ دونوں میں سے ایک لوٹے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6104)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نازیبا کلمہ کہہ کر اذیت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ اذیت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے جب اس نے تین بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہو گئے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب اس شخص نے تم کو برا کہا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کر رہا تھا اور جب تم نے خود بدلہ لیا تو شیطان آپہنچا اور جہاں شیطان آپہنچے تو میں وہاں نہیں بیٹھتا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے تو اس شخص کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیتا ہے۔ (تہذیب الایمان: ج:5، ص:284 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا گناہ ابتداء کرنے والے کو ہوگا بہ شرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6467)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا تمام گناہ گالی دینے کی ابتداء کرنے والے کو ہوگا بہ شرطیکہ دوسرا شخص بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس حدیث مبارکہ میں بدلہ لینے کے جواز کا بیان ہے اس پر کتاب اور سنت میں بہ کثرت دلائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ اگر انسان بدلہ لینے کے بجائے صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور وہ لوگ جب انہیں سرکشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور بے شک جو لوگ اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیں تو ان پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں راہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق سرکشی کرتے ہیں ان کے لئے نہایت دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں میں ہے۔''

مسلمانوں کو گالی دینا حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

جس شخص کو گالی دی جائے وہ جواب میں اتنی ہی گالی دے سکتا ہے بہ شرطیکہ وہ گالی جھوٹ، قذف (زنا کی تہمت) اسلاف کے خلاف بدزبانی نہ ہو۔ ظالم اور احمق اور ان جیسے الفاظ کے ساتھ بدلہ لینا جائز ہے کیونکہ بہت کم لوگ ان اوصاف سے خالی ہوتے ہیں۔ گالی کھانے والا جب جواباً گالی دے چکے تو گالی دینے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے البتہ اس پر ابتداء کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب گالی کھانے والا جواباً گالی دے دے تو اب گالی دینے والے پر کوئی حق اور کوئی گناہ نہیں رہا البتہ ابتداء گالی دینے کی وجہ سے وہ مذمت اور ملامت کا مستحق ہے۔

(شرح مسلم: ج:2،ص:321 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قوم لوط کا چوسر اور شطرنج کھیلنا

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی کام کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

چوسر کی حرمت

چوسر کھیلنا حرام ہے اور اس کی حرمت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے چوسر کو کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:5780)

فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کے نزدیک نردشیر (چوسر) حرام ہے۔ بعض فقہاء شافعیہ کے نزدیک چوسر کھیلنا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور شطرنج کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ

وہ مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے تابعین کی جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے کہ

شطرنج حرام ہے۔ انہوں نے چوسر پر قیاس کیا ہے۔ ہمارے فقہاء کرام اس قیاس کو نہیں مانتے۔

اور فرماتے ہیں کہ

شطرنج چوسر سے کم درجہ کی چیز ہے۔

(شرح مسلم: ج:2،ص:240 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

شرح المہذب میں ہے۔

شطرنج کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک کھیل ہے جس سے دنیا میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس کھیل کی کوئی ضرورت ہے اس لیے اس کا ترک اولیٰ ہے لیکن یہ حرام نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابو ہریرہ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے شطرنج کھیلنا منقول ہے، جو شخص شرط لگائے بغیر کھیلے اور کسی وجہ سے فرض اور اچھے کاموں کو ترک نہ کرے اس کی شہادت مردود نہیں ہوگی اور جو شخص شرط لگا کر کھیلے تو وہ جوا کھیلنے والا ہے اس کی عدالت ساقط ہوگی اور اس کی شہادت مقبول نہیں ہوگی اور چوسر مطلقاً حرام ہے اس کی حرمت کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

(شرح المہذب: ج:20،ص:228 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جانب سے کسی عوض کی شرط نہ ہو ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ حرام تو چوسر ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اکثر شافعیہ کا یہی قول ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے کہا: یہ مکروہ ہے۔ حرام نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے چوسر کھیلا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جس نے چوسر کھیلا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیے۔

اور سعید بن جبیر جب چوسر کھیلنے والوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ان دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نرد شیر (چوسر) کھیلے اس کی گواہی مقبول نہیں، عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا بغیر جوئے سے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر مذہب ہے۔ شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے البتہ چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے

شطرنج کو چوسر پر قیاس کر کے حرام کہا گیا ہے۔
قاضی ابوالحسین نے ذکر کیا ہے کہ
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، قاسم سالم عروہ بن علی بن حسین، وراق اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک شطرنج حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
شطرنج مباح ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔
ان کی دلیل یہ ہے کہ
اصل اشیاء میں اباحت ہے اور شطرنج کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شطرنج اور چوسر میں کوئی علت مشترکہ ہے یہ اپنی اصل پر مباح ہے نیز چوسر سے جنگی چالوں کی مشق ہوتی ہے لہٰذا یہ نیزہ بازی، تیراندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ

ہماری دلیل یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے میسر یعنی جوئے کو حرام کیا ہے۔ (مائدہ:90)
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی شطرنج کو میسر فرمایا اور شطرنج کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کی تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا جوا ہوتا ہے نیز اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔
اسی وجہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
شطرنج کھیلنے والے کی شہادت بھی مردود ہے۔
امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے۔
ابوبکر نے کہا: جو شخص شطرنج کو حرام سمجھتا ہوا گر وہ شطرنج کو کھیلے تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا کھیلے تو اس کی شہادت مسترد نہیں ہوگی مگر یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا راستوں میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقعت حرکت ہو۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے سو شطرنج کا یہی حکم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہوتا ہے۔ (المغنی: ج:10، ص171 تا172 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 464ھ لکھتے ہیں:
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوسر اور شطرنج کھیلنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
شطرنج غافل کرنے والی اور شر ہے اس کو کھیلنے والا زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ نیز یہ جوئے کی ایک قسم ہے اس کی وجہ سے ایک ایسی چیز میں بکثرت وقت صرف کرنا ہے جس میں کوئی دینی اور دنیاوی فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام فرمایا اور اس کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا، اس کی وجہ سے شیطان تمہارے اندر ایک دوسرے کی عداوت اور بغض پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتا ہے۔ کیا تم باز آنے والے ہو۔ یہ تمام خرابیاں شطرنج میں بھی ہیں۔
بعض روایات میں ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مغفل، شعبی اور عکرمہ شطرنج کھیلتے تھے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
ان تک اس کی ممانعت نہیں پہنچی اور ان کے اجتہاد نے خطاء کی۔
جو شخص شرط لگائے بغیر عادۃً شطرنج کھیلتا ہو یعنی دائماً کھیلتا ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ باطل چیز پر دوام ہے نیز ہمیشہ شطرنج کھیلنے والا جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نمازوں سے غافل رہتا ہے اور جو شخص کبھی کبھی شطرنج کھیلتا ہے وہ ہر چند کہ برا کام کرتا ہے اور اس کے لئے شطرنج کو ترک کر دینا مستحب ہے لیکن اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی یعنی اس کی شہادت قبول ہوگی۔ (منتقی: ج: 7، ص: 279 مطبوعہ مطبع السادۃ)

فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
چوسر اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شطرنج کھیلنے کو مباح کہا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہی ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی عادت بنائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بناء پر کسی واجب کو ترک کیا جائے ورنہ شطرنج کھیلنا بالاجماع حرام ہے۔
(درمختار: ج: 5، ص: 347 مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

قوم لوط مرغ لڑاتے تھے

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ مرغ لڑاتے تھے۔
علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 13، ص: 303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قوم لوط مینڈھے لڑاتی تھی

قوم لوط کی بری خصلت مینڈھے لڑانا بھی تھی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر پھینکتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے، مینڈھے لڑاتے تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 13، ص: 303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قوم لوط انگلیاں مہندی سے رنگتی تھی

قوم لوط اپنی انگلیوں کو مہندی سے رنگتی تھی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے، مینڈھے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 13، ص: 303 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قوم لوط میں مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے

قوم لوط میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے، مینڈھے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے، مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے اور عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 13، ص: 304 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں کی وضع قطع بنانا حرام

عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں کی وضع قطع بنانا ناجائز و حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالٰی کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں کی وضع بنائیں اوران مردوں پر کہ عورتوں کی وضع قطع اختیار کریں۔
(مسند احمد بن حنبل: ج:1، ص:339 مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالٰی کی لعنت اس مرد پر کہ عورتوں کے پہننے کی چیز پہنے اوراس عورت پر کہ مردوں کے پہننے کی چیز استعمال کرے۔
(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:210 آفتاب عالم پریس لاہور)
ایک اور روایت میں ہے:
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ
فلاں عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔
تو ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ مردانی وضع لے۔
(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:210 مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)
ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کسی ایک بات پر بھی مرد کو عورت، عورت کو مرد کی وضع لینی حرام وموجب لعنت ہے۔
درمختار میں ہے۔
کسی مرد کا کسی عورت کے بال گوندنے کی طرح اوراس کی ہیئت پر بال گوندنا مکروہ فعل ہے۔
(درمختار: ج:2، ص:253 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)
ردالمحتار میں ہے۔
اس لیے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت کریں اوران عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔
(ردالمحتار: ج:5، ص:374 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)
اشعۃ اللمعات میں ہے۔
عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے اوراس کا لحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔
(اشعۃ اللمعات: ج:3، ص:581 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

درمختار میں ہے:

کسی مرد کا عورتوں کی طرح چرخے پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:253 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

طحطاوی میں ہے۔

اس لیے کہ اس میں تشبہ ہے (اور وہ ممنوع ہے) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (طحطاوی: ج:4، ص:211 مطبوعہ مکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرد کو زنانی وضع کی کوئی بات اختیار کرنا حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:21، ص:600 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لہٰذا ثابت ہوا کہ مردوں کا عورتوں جیسا لباس پہننا اور عورتوں کا مردوں جیسا لباس پہننا حرام و ناجائز ہے۔

قوم لوط راستے سے گزرنے والوں سے ٹیکس لیتے تھے

قوم لوط کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ جب بھی ان کے راستے سے کوئی گزرتا تو ان میں سے ہر ایک سے ٹیکس لیتے تھے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے، مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے تھے، مینڈھے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے، مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے اور عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں، ہر گزرنے والے سے ٹیکس لیتے تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:304 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قوم لوط کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

قوم لوط جس سب سے بڑے گناہ میں مبتلا تھی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے مینڈھے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے، مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے اور عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں، ہر گزرنے والوں سے ٹیکس لیتے تھے ان تمام کاموں کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:304 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

شرک کیا ہے؟

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے۔ خواہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا واجب الوجود مانا جائے جیسا کہ مجوسی مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔

(شرح العقائد: ص:56 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیری حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۝ (النحل:100)

کی تفسیر میں ابو العباس نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شیطان کی عبادت بھی کرتے ہیں اسی وجہ سے یہ مشرک ہو گئے۔ (تاج العروس: ج:7، ص:148 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شرک سب سے بڑا گناہ

شرک تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا:

واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔

میں نے پوچھا۔

اس کے بعد؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:165)

لوط میں ہم جنسی کی سب سے پہلے ابتداء ہوئی

قوم لوط وہ بد بخت قوم تھی جنہوں نے ہم جنسی سب سے پہلے کی تھی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی برے کام کرتی تھی وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے مجلس میں گوز لگاتے تھے، گزرنے والوں پر کنکر مارتے تھے، چوسر اور شطرنج کھیلتے تھے، رنگدار کپڑے پہنتے تھے، مرغ لڑاتے مینڈھے لڑاتے تھے، انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے، مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے اور عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں، ہر (گز)رنے والے سے ٹیکس لیتے تھے۔ ان تمام کاموں کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور ہم جنسی کی ابتداء سب پہلے ان میں ہوئی تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:304 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(جن)س پرستی کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں عورتوں کی بجائے مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرنے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ (ان) کے باغات میں پھل تھے اور ان کے کچھ پھل باغات سے اور ان کے گھروں سے باہر لٹکتے رہتے تھے۔ ایک بار ان کے ہاں (قحط پڑ) گیا اور پھلوں میں کمی ہوگئی انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جو پھل باہر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اگر تم مسافروں کو ان کے (توڑ)نے سے منع کردو تو تمہارے لیے کشادگی ہوجائے گی۔ انہوں نے سوچا کس طرح منع کریں پھر انہوں نے یہ قانون بنایا کہ (جو مس)افر بھی پھل توڑے گا اس کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہوگا اور اس کو چار درہم جرمانہ دینا ہوگا اس طرح تمہارے پھل محفوظ (رہیں) گے اور یوں ان کو ہم جنس پرستی کی لت پڑ گئی اور یہ وہ قبیح فعل تھا جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔

قوم لوط میں اس عمل کی ابتداء کی دوسری وجہ یہ ہے کہ

ایک دن ان کے مردوں کے پاس شیطان انتہائی خوبصورت بچے کی شکل میں آیا اور اس نے ان کو اپنے ساتھ اس عمل کی (دعوت) دی انہوں نے اس کے ساتھ یہ عمل کیا پھر ان کو اس عمل کی لت پڑ گئی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ چیز جس (نے ان)ہیں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل کرنے پر ابھارا وہ یہ تھی کہ ان کے گھروں اور ان کے باغات میں ان (کے پھل) لگے ہوئے تھے اور وہ پھل راستے کی جانب باہر لٹکے ہوئے تھے ایک بار ان پر قحط پڑا اور پھل کی قلت آ گئی۔

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا۔

اگر تم اس ظاہر سامنے والے پھل کو مسافروں سے محفوظ رکھو گے تو اس میں تمہارے لیے عیش و خوش حالی ہوگی۔

انہوں نے کہا: ہم کون سی چیز کے سبب اس پھل کو بچا سکتے ہیں؟

تو انہوں نے کہا: تم یہ اصول بنالو کہ اپنے شہر میں جس اجنبی شخص کو پکڑلو تو اس کے بارے میں یہ طریقہ کرو کہ تم اس کے ساتھ وطی کرو اور اس پر چار درہم جرمانہ لگا دو کیونکہ جب تم اس طرح کرو گے تو تمہارے شہر کی طرف نہیں آئیں گے پس یہی چیز ہے جس نے انہیں اتنی بڑی بے حیائی کے ارتکاب پر ابھارا جس کا ارتکاب اس سے قبل پوری دنیا میں کسی نے نہیں کیا تھا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:50،ص:313 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم لوط کا ابلیس کے ساتھ لواطت کرنا

جب قوم لوط نے پھل توڑنے کی سزا میں لواطت کا فعل مقرر کرلیا تو ابلیس ان کے پاس خوبصورت شکل میں مجلس میں آیا انہوں نے اس ابلیس لعین کو دیکھ کر اپنی جانب بلایا پھر انہوں نے اس سے لواطت کا فعل کیا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قوم لوط کے عمل کا آغاز اس طرح ہوا کہ ابلیس ایک انتہائی خوبصورت بچے کی شکل میں ان کی مخصوص مجلس ذکر میں ان کے پاس آیا۔ جب ان لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے انہیں اپنی جانب بلایا چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ لواطت کی پھر انہوں نے اس عمل کو جاری رکھا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:50،ص:313 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم لوط نے لواطت کا عمل پہلے عورتوں کے ساتھ کیا

قوم لوط نے سب سے پہلے لواطت کا عمل عورتوں کے ساتھ کیا۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو عورت کے ساتھ دبر کے راستے سے ملاپ کرتا ہے؟

تو انہوں نے کہا: اس کا آغاز قوم لوط نے کیا تھا پہلے مردوں نے یہ فعل عورتوں کے ساتھ کیا اور پھر یہی فعل مردوں مردوں کے ساتھ کیا۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:50،ص:320 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم لوط میں عورتوں کی دبر میں لواطت کا عمل چالیس برس تک جاری رہا

قوم لوط نے جب لواطت کا فعل شروع کیا تو ان میں یہ مرض چالیس برس تک جاری رہا۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو صخرہ جامع بن شداد رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ

قوم لوط میں لواطت کا عمل مردوں میں شروع ہونے سے قبل عورتوں میں چالیس برس تک جاری رہا۔

(شعب الایمان: ج:4،ص:375 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوط سے قبل کسی نے لواطت کا فعل نہیں کیا

قوم لوط ہی وہ سب سے پہلی قوم تھی جنہوں نے لواطت کا فعل شروع کیا اس سے قبل کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے کہ "ما سبقکم بھا من احد من العلمین" کی تفسیر میں حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ

کسی مرد نے مرد کے ساتھ اس طرح کی بے حیائی کا فعل نہیں کیا تھا یہاں تک کہ قوم لوط آئی اور انہوں نے اس کا ارتکاب

(شعب الایمان: ج:4، ص:359 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوط میں عورتیں عورتوں سے لطف اندوز ہوتی تھیں

قوم لوط میں جب لواطت کا فعل شروع ہوا تو انہوں نے مردوں کے ساتھ ہی لواطت کا فعل کیا اور عورتوں سے مستغنی ہو اور پھر عورتوں نے عورتوں سے لواطت کا فعل کیا۔

امام ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم کے بارے میں پختہ قول یہ ہے کہ اس وقت عورتیں عورتوں کے سبب اور مرد مردوں کے سبب ایک دوسرے سے مستغنی اور نیاز تھے (یعنی عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے لطف اندوز ہوتے تھے)

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:50، ص:320 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ان مجید سے لواطت کی حرمت

قرآن مجید میں لواطت کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قبیح فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (الاعراف:80 تا 81)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ (النمل:54، 55)

ور لوط کو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کرتے ہو بے شک عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ○ (الشعراء:165تا166)

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو اور اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

احادیث مبارکہ سے لواطت کی حرمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کے متعلق مذمت بیان فرمائی ہے اور اس کو برا فعل بیان فرمایا ہے اور اس کی حرمت میں کئی فرامین ارشاد فرمائے ہیں۔

اس امت پر عمل قوم لوط کا خوف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس چیز کا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1457)

لواطت کرنے اور کروانے والے کو قتل کردو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4462)

قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سات آدمیوں پر سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت کرتا ہے اور ان میں سے ایک شخص پر تین بار لعنت کرتا ہے اور ہر ایک پر ایسی لعنت کرتا ہے جو اس کی کافی ہوگی۔

ارشاد فرمایا:

جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔

جوقوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔
جوقوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔
جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے وہ ملعون ہے۔
جو کسی جانور سے بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔
جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے وہ ملعون ہے۔
جو شخص ایک عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرے وہ ملعون ہے۔
جو شخص زمین کی حدود میں تبدیلی کرے وہ ملعون ہے۔
جو شخص اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب ہو وہ ملعون ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8492)

اللہ تعالیٰ کا لواطت کرنے والوں پر غضب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
چار آدمی اللہ تعالیٰ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں شام کرتے ہیں۔
میں نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
1-وہ مرد جو عورت کی مشابہت کریں۔
2-اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں۔
3-اور جو شخص جانوروں سے بدفعلی کرے۔
4-اور جو مرد، مرد سے بدفعلی کرے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5385)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لواطت کرنے والے کو آگ میں جلانے کا متفقہ فیصلہ

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عرب کے بعض قبائل میں ان کو ایک مرد ملا جس کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع کیا جن میں حضرت علی

رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کو صرف ایک امت نے کیا تھا اور تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسا عذاب بھیجا۔
میری رائے یہ ہے کہ
اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اتفاق کرلیا کہ اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5385)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا دیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی۔
تو انہوں نے فرمایا:
اگر میں وہاں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ سزا دینے سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6992)

اللہ تعالیٰ لواطت کرنے والوں سے دست رحمت اٹھالے گا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمن کی حکومت ہو جائے گی اور جب زنا بہ کثرت ہوگا تو قیدی بہ کثرت ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل کرنے والے زیادہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا دست رحمت مخلوق سے اٹھالے گا پھر وہ کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1755)

اللہ تعالیٰ لواطت کرنے والوں پر نظر رحمت نہیں فرماتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو مرد سے جنسی خواہش پوری کرے یا عورت سے عمل معکوس کرے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1168)

لواطت کرنے والوں کو سنگسار کردو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص قوم لوط کا عمل کرتا ہو اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو سنگسار کردو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2562)

لواطت کرنے والے کو اونچی عمارت سے پھینک کر سنگسار کردیا جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ
لوطی کی حد کیا ہے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اس کو شہر کی سب سے اونچی عمارت سے نیچے پھینکا جائے پھر اس کو سنگسار کردیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:9،ص:529)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوطی کو سنگسار کیا

یزید بن قیس نے بیان کیا کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوطی کو سنگسار کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:9،ص:530)

لوطی شادی شدہ کو سنگسار کرو اور کنوارے کو سو کوڑے مارو

زہری نے روایت کیا ہے کہ
اگر لوطی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر کنوارا ہو تو اس کو کوڑے مارے جائیں۔

(سنن الکبریٰ: ج:8،ص:333)

لواطت گھٹیا فعل ہے

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا:
مجھ سے سوال کرو۔
تو ابن الکواء نے کہا: کیا عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں اختلاط کیا جاسکتا ہے؟
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ گھٹیا (فعل) ہے اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ○

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:3،ص:530 مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

لوطی کی حد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا۔

لوطی کی حد کیا ہے؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اسے گاؤں کی سب سے اونچی عمارت پر کھڑا کر کے دکھایا جائے پھر اسے اوندھا کر کے وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے پھر اس پر پتھر برسائے جائیں۔

(شعب الایمان: ج:4،ص:357 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر کسی کے لئے مناسب ہوتا کہ اسے دوبار رجم کیا جائے تو بالیقین لوطی کو (دوبار) رجم کیا جاتا۔

(شعب الایمان: ج:4،ص:358 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حسن اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما دونوں نے کہا: لوطی کی حد زانی کی حد کی مثل ہے اگر وہ محصن ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا ورنہ حد لگائی جائے گی۔ (شعب الایمان: ج:4،ص:358 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں ایک آدمی قوم لوط کے قبیح عمل کے ساتھ متہم ہوا تو آپ نے قریش کے بعض نوجوانوں کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی مجالست اختیار نہ کریں۔

(شعب الایمان: ج:4،ص:358 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوپائیوں، خنزیر اور گدھے کے علاوہ کوئی بھی لواطت نہیں کرتا

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

چوپائیوں میں خنزیر اور گدھے کے سوا کوئی بھی قوم لوط کا عمل نہیں کرتا۔

(شعب الایمان: ج:4،ص:359 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لواطت کرنے والوں کی تین اقسام

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جنہیں لواطت کرنے والا کہا جائے گا ان کی تین قسمیں ہوں گی۔
1- ایک قسم کے لوگ نظر بازی کریں گے
2- دوسری قسم کے لوگ مصافحہ کریں گے
3- تیسری قسم کے لوگ قوم لوط جیسا عمل کریں گے۔
(شعب الایمان: ج:4، ص:360 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لواطت کرنے والا آسمان سے گرنے والے ہر قطرے اور زمین میں نکلنے والے ہر قطرے کے ساتھ بھی غسل کرے تو وہ پھر بھی ناپاک رہے گا

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ آدمی جو قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے اگر وہ آسمان سے گرنے والے ہر قطرے اور زمین میں نکلنے والے پانی کے ہر قطرے کے ساتھ بھی غسل کرے تو وہ پھر بھی ناپاک ہی رہے گا۔
(شعب الایمان: ج:4، ص:358 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قوم لوط جیسا عمل دیکھ کر غمگین ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمزدہ حالت میں دیکھا۔
تو عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی چیز ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر رہی ہے؟
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اپنی امت کے بارے میں یہ خوف کھا رہا ہوں کہ وہ میرے بعد قوم لوط کے عمل جیسے عمل میں مبتلا ہو جائے گی۔
(مصنف عبد الرزاق: ج:7، ص:365 مطبوعہ مجلس العلمی بیروت)

قوم لوط جیسا عمل کرنے والے کا خون حلال

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو حصین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ
حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے گھر کے محاصرے کے دن اوپر سے لوگوں پر جھانک کر ارشاد فرمایا:
کیا تم نہیں جانتے کہ چار کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔
1- ایک وہ آدمی جس نے قتل کیا تو اسے قتل کیا جائے گا

2- دوسرا وہ آدمی جو محصن ہونے کے بعد زنا کرے
3- تیسرا وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائے
4- اور چوتھا وہ آدمی جو قوم لوط کے عمل کی مثل عمل کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:5،ص:498 مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

دبر کی حرمت فرج کی حرمت سے زیادہ شدید ہے

حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ
دبر کی حرمت فرج کی حرمت سے زیادہ شدید ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:5،ص:497 مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

عمل قوم لوط کی عقلی خرابیاں

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے قوم لوط کے عمل کی حسب ذیل عقلی خرابیاں بیان فرمائی ہیں۔

1- اکثر لوگ اولاد کے حصول سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ اولاد کی وجہ سے انسان پر ان کی پرورش کا بوجھ پڑ جاتا ہے جس کو اٹھانے کے لئے انسان کو زیادہ مشقت کرنی پڑتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماع کو بہت بڑی لذت کے حصول کا سبب بنا دیا ہے۔ انسان اس لذت کے حصول کے لئے جماع کے فعل کا اقدام کرتا ہے اور جماع کے بعد خواہی نخواہی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقاء کے لئے جماع میں یہ لذت رکھی ہے۔ اب اگر انسان اس لذت کو کسی اور طریقہ سے حاصل کرے جس سے بچہ پیدا نہ ہو تو اس سے وہ حکمت مطلوبہ حاصل نہیں ہوگی اور اس سے نسل انسانی منقطع ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اس سے اس عمل کا حرام ہونا ضروری ہوا۔

2- مرد اپنی فطرت اور وضع کے اعتبار سے فاعل ہے اور عورت منفعل ہے اور جب اس عمل کے نتیجہ میں مرد خود منفعل ہوگا تو یہ فطرت اور حکمت کے خلاف ہے۔

3- قضاء شہوت کے لئے مرد کا عورت کے ساتھ یہ عمل کرنا جانوروں کے شہوانی عمل کے مشابہ ہے۔ اس عمل کو صرف اس وجہ سے اچھا قرار دیا گیا ہے کہ یہ حصول اولاد کا سبب ہے اور جب یہ عمل اس طریقہ سے کیا جائے جس میں حصول اولاد ممکن نہ ہو تو یہ نری حیوانیت ہے اور انسانیت کے بلند مقام سے حیوانوں کی پستی مین جا گرنا ہے۔

4- جب مرد، مرد کے ساتھ یہ فعل کرے گا تو مان لیا کہ فاعل کو اس عمل سے لذت حاصل ہوگی مگر اس سے مفعول کو بہت بڑا عار اور عیب لاحق ہوگا جو تمام عمر اس کی ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا اور وہ کبھی فاعل کے ساتھ آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکے گا تو اس چند منٹ کی خسیس اور گھٹیا لذت کے حصول کا کیا فائدہ جس سے دوسرے شخص کو تمام عمر کے لئے عیب لگ جائے۔

5- اس عمل کے بعد فاعل اور مفعول میں دائمی عداوت ہو جاتی ہے اور مفعول کو فاعل کی شکل سے نفرت ہو جاتی ہے اور بعض اوقات مفعول فاعل کو قتل کرنے کا منصوبہ بناتا ہے اس کے برعکس شوہر اپنی بیوی کے ساتھ جب یہ عمل کرتا ہے تو ان

الفت اور محبت اور بڑھتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (الروم:21)

اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان سے سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

6- اللہ تعالیٰ نے رحم میں منی کو جذب کرنے کی بہت زبردست قوت رکھی ہے پس جب مرد عورت کے ساتھ یہ عمل کرتا ہے تو مرد کے عضو کی نالی سے منی کے تمام قطرات منجذب ہو کر عورت کے رحم میں پہنچ جاتے ہیں اس کے برعکس جب مرد مرد کے ساتھ یہ عمل کرے گا تو مفعول کی مقعد میں چونکہ منی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اس عمل کے بعد فاعل کے عضو کی نالی میں کچھ قطرات اور ذرات رہ جاتے ہیں جن میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس سے عضو سوج جاتا ہے اور مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً سوزاک وغیرہ۔

اور فقیر وحقیر کہتا ہے کہ

لواطت ایک ایسا فعل ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور ناراضگی کا سبب ہے اگر اس عمل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو قیامت کے دن کس طرح منہ دکھائیں گے لہٰذا اس قبیح فعل سے بچنا واجب ہے۔ اور بچنا ہی دنیا و آخرت کے لئے بہتری ہے۔

عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب آئمہ اربعہ

عمل قوم لوط کی سزا میں مذاہب آئمہ اربعہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اس فعل کی سزا میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف روایتیں ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ

اس کی سزا یہ ہے کہ وہ کنوارہ یا شادی شدہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن معمر اور زہری رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی مسلک ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جب مرد، مرد سے خواہش پوری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

اس کو جلا دیا جائے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ

دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

تم جن کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔ (المغنی: ج:9،ص:58 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اگر وہ کنوارہ ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فعل زنا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل وطی حرام ہونے میں زنا کے مشابہ ہے۔

(شرح المہذب: ج:20،ص:22 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

عمل قوم لوط سب سے بڑی بے حیائی کا کام ہے اس لیے اس پر سب سے بڑی حد ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

1- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

شادی شدہ ہو یا کنوارہ اس کو پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے۔

(کتاب الام: ج:7،ص:83)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن مسیب، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔

قتل کرنے کے دو طریقے ہیں۔

یا تو رجم کر دیا جائے یہ فقہائے بغداد کا قول ہے

یا تلوار سے قتل کر دیا جائے یہ فقہائے بصرہ کا قول ہے۔

2- شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے اور کنوارے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا جائے اس کی حد میں فاعل اور مفعول بہ برابر ہیں البتہ اگر مفعول نابالغ ہو تو اس پر تعزیر ہے۔

(الحاوی الکبیر: ج:17،ص:62 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی مالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے قوم لوط کا عمل کیا ہو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو رجم کر دیا جائے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ،

اس بات میں تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس نے خوشی سے یہ فعل کیا تھا یا مجبوراً، اگر مفعول کے ساتھ جبراً یہ فعل کیا گیا یا بچہ کے ساتھ اس کی خوشی کے ساتھ کیا گیا ہو تو اس کو رجم نہیں کیا جائے گا اور صرف فاعل کو رجم کیا جائے گا اس کے ثبوت کے لئے بھی چار گواہ ضروری ہیں جس طرح زنا میں چار مرد گواہوں کی شرط ہے۔ (الخرشی علی مختصر سیدی خلیل: ج:8، ص:82 مطبوعہ دار صادر بیروت)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

درر غرر میں مذکور ہے کہ

جو شخص عمل قوم لوط کرے اس کو تعزیر لگائی جائے گی مثلاً اس کو آگ میں جلا دیا جائے گا اور اس پر دیوار گرا دی جائے گی اور اس کو کسی بلند جگہ سے الٹا کر کے گرا دیا جائے گا اور اس پر پتھر مارے جائیں گے۔

اور الحاوی میں مذکور ہے کہ

اس کو کوڑے مارنا زیادہ صحیح ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ

اس پر تعزیر ہے اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے یا توبہ کر لے۔ اور اگر وہ دوبارہ یہ عمل کرے تو اس کو امام سیاسۃً قتل کر دے۔ امام کی قید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح استمناء حرام ہے۔

صحیح مذہب یہ ہے کہ

جنت میں عمل قوم لوط نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کو قبیح اور خبیث فعل قرار دیا ہے اور جنت اس عمل سے پاک ہے۔

- اور الاشباہ والنظائر میں ہے۔

اس فعل کی حرکت عقلی ہے اس لیے جنت میں اس کا وجود نہیں ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس کی حرمت شرعی ہے۔

البحر میں مذکور ہے کہ

اس کی حرمت عقلاً، شرعاً اور طبعاً زنا سے زیادہ شدید ہے اور زنا کی حرمت طبعاً نہیں ہے کیونکہ جس عورت کی طرف طبیعت راغب ہو اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ کنیز ہو تو اس کو خرید کر اس سے شہوت پوری کی جا سکتی ہے اس کے برخلاف اگر لڑکے پر طبیعت راغب ہو تو اس سے قضاء شہوت کا کوئی جائز ذریعہ نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر حد نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ کم درجہ کا جرم ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حد مجرم کو جرم سے پاک کر دیتی ہے (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے) بلکہ حد نہ ہونا اس جرم کی شدت کی وجہ سے ہے اور جو شخص اس عمل کو جائز سمجھے وہ جمہور کے نزدیک کافر

ہے۔ (الدر مختار: ج:3، ص155 تا 156 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

زیادات میں مذکور ہے کہ

اس کے فاعل کی سزا امام کی رائے پر موقوف ہے جبکہ فاعل عادی ہو خواہ اس کو قتل کردے خواہ اس کو مارے اور قید کردے۔

الاشباہ میں مذکور ہے کہ

جب تک وہ بار بار یہ فعل نہ کرے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ بسیری نے کہا ہے کہ

دوبارہ اس فعل کے کرنے پر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

فتح القدیر میں ہے کہ

اس کو بلندی سے گرانے کی سزا اس لیے ہے تاکہ قوم لوط کی سزا سے مشابہت ہو کیونکہ ان کی زمین کو الٹ پلٹ کر دیا گیا تھا۔

ابن الولید معتزلی نے کہا: جنت میں اس فعل کے اندر کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ اس فعل سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس سے نسل منقطع ہو جاتی ہے اور یہ فعل محل نجاست میں ہوتا ہے اور جنت میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں اس لیے جنت میں شراب حلال ہے کیونکہ اس میں نشہ نہ ہوگا اور نہ عقل زائل ہوگی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ

مردوں کی طرف جنسی میلان کرنا ان کے لئے باعث عار ہوتا ہے اور یہ فی نفسہ قبیح ہے کیونکہ ان کو اس عمل کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اسی وجہ سے اس فعل کو کسی شریعت میں جائز نہیں کیا گیا اس کے برعکس شراب بعض شریعتوں میں جائز تھی اور جنت باعث عار اور قابل نفرت کاموں سے پاک رکھا گیا ہے۔

لیکن ابن الولید نہیں مانا اس نے کہا: عار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نجاست کے ساتھ تلویث ہے اور جب جنت میں نجاست نہیں ہوگی تو عار بھی نہیں ہوگا اس کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی ہیں نہ کہ چار اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

(ردالمحتار: ج:3، ص155 تا 156 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

عمل قوم لوط جنت میں ہوگا یا نہیں؟

عمل قوم لوط جنت میں ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں کہ

اگر اس کی حرمت عقلاً اور شرعاً ہے تو یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا اور اگر اس کی حرمت فقط شرعاً ہو تو پھر یہ فعل جنت میں ہو سکتا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ
یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو متبعد وقبیح قرار دیا ہے۔
اور قرآن مجید میں ہے:
اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ٥ (العنکبوت:28)
بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔
اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو خبیث فرمایا۔
كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ (الانبیاء:74)
اس بستی کے لوگ خبیث کام کرتے تھے۔
اور جنت خبیث کاموں سے منزہ ہے۔ (فتح القدیر: ج:5، ص:250 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ حمولی نے اس دلیل پر اعتراض کیا ہے کہ
کسی چیز کا خبیث ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ جنت میں اس کا وجود نہ ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ شراب دنیا میں ام الخبائث ہے اس کے باوجود شراب جنت میں ملے گی۔
اور اس میں بحث ہے کیونکہ شراب کا خبث دنیا میں اس وجہ سے ہے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے اور عقل ہی ہر برے کام سے روکتی ہے اور جنت کی شراب میں یہ وصف نہیں ہوگا اور قوم لوط کا یہ فعل اس طرح نہیں ہے۔
الفتوحات المکیہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ
اہل جنت کی صفت یہ ہے کہ ان کے دبر (سرین) نہیں ہوگی کیونکہ دبر پاخانہ نکلنے کا راستہ ہے اور جنت نجس چیزوں کا محل نہیں ہے اس بناء پر جنت میں اس فعل کا نہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور میرا گمان نہیں ہے کہ کوئی سچا اور غیور شخص جنت میں یہ فعل کرنا یا ظاہراً کروائے گا اور اگر اس فعل کے وقوع کو ممکن مانا جائے تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب کسی شخص کو اس فعل کے کرنے کی خواہش ہو دوسرا شخص خوشی سے یہ کام کروائے یا وہ شخص جبراً اس کے ساتھ یہ کام کرے اور کوئی غیور شخص خوشی سے تو یہ فعل کروائے گا نہیں اور جنت میں کسی پر جبر ہو نہیں سکتا۔ ہر چند کہ یہ جنت میں اس فعل کے عدم وقوع پر قطعی دلیل نہیں ہے مگر اس سے عدم وقوع کا قول مستحکم ہوتا ہے۔

(روح المعانی: ج:20، ص:233 تا 234 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
ابن الولید معتزلی نے کہا: جنت میں اس فعل کے اندر کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں اس فعل سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس سے نسل منقطع ہوتی ہے اور یہ فعل محل نجاست میں ہوتا ہے اور جنت میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں اس لیے جنت میں یہ حلال ہے کیونکہ اس میں نشہ نہیں ہوگا اور نہ عقل زائل ہوگی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ

مردوں کی طرف جنسی میلان کرنا ان کے لئے باعث عار ہوتا ہے اور یہ فی نفسہ قبیح ہے کیونکہ ان کو اس عمل کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اسی وجہ سے اس فعل کو کسی شریعت میں جائز نہیں کیا گیا اس کے برعکس شراب بعض شریعتوں میں جائز تھی اور جنت کو باعث عار اور قابل نفرت کاموں سے پاک رکھا گیا ہے۔

لیکن ابن الولید نہیں مانا اس نے کہا: عار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نجاست کے ساتھ تلویث ہے اور جب جنت میں نجاست نہیں ہوگی تو عار بھی نہیں ہوگا اس کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی ہیں نہ کہ چار اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

(ردالمحتار: ج:3،ص155 تا156 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

میں کہتا ہوں (یعنی مجاہد عفی عنہ)

جنت میں یہ فعل نہیں ہوگا کیونکہ یہ فعل ناجائز وحرام ہے اور تمام ناجائز وحرام کی ترغیب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور جس کی ترغیب شیطان کی طرف سے ہو وہ جنت میں نہیں ہوگی اور شیطان لعین خود دوزخ میں ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس قبیح فعل کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوگی بلکہ خواہش صرف جائز اشیاء پر ہوگی۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

صحیح مذہب یہ ہے کہ جنت میں عمل قوم لوط نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کو قبیح اور خبیث فعل قرار دیا ہے اور جنت اس عمل سے پاک ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ

اس فعل کی حرمت عقلی ہے اس لیے جنت میں اس کا وجود نہیں ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس کی حرمت شرعی ہے۔

(درمختار: ج:3،ص155 تا156 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جنت میں تو خواہش پوری کی جائے گی جیسا کہ

قرآن مجید میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ (حم السجدہ:31)

اور جنت میں تم کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو گے اور جس کو تم طلب کرو گے۔

ب
اس قبیح اور غیر فطری فعل کی خواہش فساق اور فجار کرتے ہیں اور جنت میں فساق اور فجار نہیں ہوں گے بلکہ پاک صاف اور لوگ ہوں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ آیت کریمہ اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کی ہر جائز خواہش اور ہر جائز طلب پوری کی جائے گی اور اس کو عموم پر محمول کیا جائے تو بہت ساری خرابیاں لازم آتی ہیں۔ یعنی عموم پر محمول سے مراد ہر خواہش پوری ہوگی خواہ جائز ہو یا ائز تو یہ خرابیاں لازم آئیں گی کہ اگر کوئی شخص بالفرض یہ خواہش کرے کہ جنت میں اس کا مقام نبی کے مقام سے بڑھ کر ہو یا اہش کرے کہ میں ان تمام کا سردار ہو جاؤں تو کیا اس کی یہ ناپاک حرکات وخواہش پوری کی جائیں گی لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ ت اپنے عموم پر محمول نہیں ہے اسی وجہ سے جنت میں صرف جائز خواہش ہی پوری کی جائے گی ناجائز اور حرام خواہش کا نام و ن بھی نہ ہوگا۔

رت لوط علیہ السلام کو چار شہروں کی طرف مبعوث فرمایا گیا

حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم، اموراء، عاموراء اور صبویراء کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارض مقدسہ کی طرف بھیجا گیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو چار شہروں کی طرف بھیجا گیا۔

1-سدوم
2-اموراء
3-عاموراء
4-صبویراء (مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ں ایک لاکھ جنگ جو چار لاکھ تھے

ضرت لوط علیہ السلام کو جن چار شہروں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ان میں سے ہر شہر میں ایک لاکھ جنگ جو لوگ تھے جن کا ار لاکھ تھا۔
ام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
ضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارض مقدسہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو چار شہروں کی طرف مبعوث

سدوم 2-اموراء 3-عاموراء 4-اور صبویراء

ان میں سے ہر شہر میں ایک لاکھ جنگ جو لوگ تھے ان کا مجموعہ چار لاکھ تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

سب سے بڑا شہر سدوم تھا

حضرت لوط علیہ السلام کو جن شہروں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ان میں سے بڑا شہر سدوم تھا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام سدوم میں قیام پذیر تھے

حضرت لوط علیہ السلام کی رہائش شہر سدوم میں تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا حضرت لوط علیہ السلام اسی میں رہتے تھے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

سدوم شام کا شہر ہے

جس شہر سدوم میں حضرت لوط علیہ السلام قیام پذیر تھے وہ شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا حضرت لوط علیہ السلام اسی میں رہتے تھے یہ شام کے شہروں میں سے ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

سدوم فلسطین سے ایک دن اور رات کی مسافت پر واقع ہے

سدوم وہ شہر ہے جو فلسطین سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا حضرت لوط علیہ السلام اسی میں رہتے تھے یہ شام کے شہروں میں سے ہے اور فلسطین سے ایک دن اور رات کی مسافت پر واقع ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

آج کل سدوم کو شرق اردن کہا جاتا ہے

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس علاقہ میں رہتی تھی اس کو آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس علاقہ میں رہتی تھی اس کو آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 239 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ق اردن عراق اور فلسطین کے درمیان واقع ہے

شرق اردن وہ علاقہ ہے جو عراق اور فلسطین کے درمیان میں واقع ہے۔

حضرت امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس علاقہ میں رہتی تھی اس کو آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ عراق اور فلسطین کے یان میں واقع ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:239 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

رات میں شرق اردن کو سدوم کا نام بتایا گیا

تورات میں شرق اردن کو سدوم کا نام بتایا گیا ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس علاقہ میں رہتی تھی اس کو آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے یہ جگہ عراق اور فلسطین کے یان واقع ہے تورات میں اس علاقہ کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:239 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دوم بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا

سدوم وہ شہر ہے جو بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اب بحیرہ مردار میں غرق ہو چکا ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

تورات میں اس علاقہ کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اب بحیرہ مردار غرق ہو چکا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:239 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

وم کی یاد آج تک بحر لوط سے کی جاتی ہے

سدوم وہ شہر ہے جس کو بحیرہ مردار سے یاد کیا جاتا ہے اور اسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

تورات میں اس علاقہ کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اب بحیرہ مردار رق ہو چکا ہے اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی ہے جس کو آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:239 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

م کا نام بحر مردار اور بحر لوط کیسے ہوا؟

سدوم کی زمین کو الٹ دیا گیا جس سے یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی وجہ سے اس کا دار اور بحر لوط ہو گیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر مردار یا بحر لوط واقع ہے اس کے قریب رہنے والوں کا اعتقاد ہے کہ یہ تمام حصہ جواب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں یہ خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے سدوم اور عامورا وغیرہ یہیں تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس زمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اس سے اس کا نام بحر مردار اور بحر لوط ہو گیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:240 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

محققین کا تیقن

اس زمانہ کے محققین نے بھی بحر مردار کے ساحل پر بعض تباہ شدہ بستیوں کے آثار دیکھ کر یہ یقین کر لیا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جس جگہ کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
اس زمانہ کے محققین نے بھی بحر مردار کے ساحل پر بعض تباہ شدہ بستیوں کے آثار دیکھ کر یہ یقین کر لیا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جس جگہ کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:240 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو ہم جنس پرستی سے روکنا

حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو ہم جنس پرستی سے روکا۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (الاعراف:80 تا 81)
اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس نفسانی خواہش کے لئے آتے ہو بلکہ تم (حیوانوں کی) حد سے (بھی) تجاوز کرنے والے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی قوم لوط کو نصیحت فرمائی

قوم لوط کی بے حیائی دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اس قبیح فعل سے منع فرمایا۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو مہلت دی تھی انہوں نے اسلامی شرم و حیاء کے حجاب چاک کر دیئے اور بہت بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں جاتے اور ان کو نصیحت فرماتے وہ ان کی نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:237 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی کے کاموں سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَ لَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝ (الشعراء:161 تا166)

جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العلمین پر ہے کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو! بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

قوم لوط کا تکذیب کرنا

قوم لوط نے صرف حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کی بلکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان سے پہلے والے رسل عظام علیہم السلام کی بھی تکذیب کی۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (الشعراء:176)

لوط کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت پر قوم لوط کا انکار

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم لوط کو نصیحت فرمائی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہو کر قوم لوط کے پاس گئے اور ان کو نصیحت کی انہوں نے اس نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد وہ سدوم کی طرف جاتے اور اس کو دیکھ کر کہتے! اے سدوم اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرا کون سا دن ہے؟ میں تمہیں ان کاموں سے منع کرتا ہوں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق نہ بنو۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:238 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سدوم کا فرشتے

اہل سدوم کافر تھے اور لواطت کرتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام ان کو کفر اور بے حیائی کے کاموں سے روکتے تھے۔

علامہ عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام اپنے عم محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام (کے معجزے) پر ایمان لائے تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی پھر وہ مصر چلے گئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصف عمر گزر چکی تھی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کی طرف رسول بنا کر بھیج دیا اہل سدوم کافر تھے اور مردم پرستی میں مبتلا تھے اور حضرت لوط علیہ السلام ان کو کفر اور بے حیائی کے کاموں سے روکتے تھے اور منع کرتے تھے۔

(المنتظم: ج:1، ص:170 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم لوط کا عورتوں سے عمل معکوس کرنا

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا تمہارے رب عزوجل نے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ○ (الشعراء:166)

اور تمہارے رب نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں میں جو چیز پیدا کی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

☆ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(اس کا مطلب یہ ہے کہ) تم عورتوں کی اندام نہانی کو چھوڑ کر مردوں اور عورتوں کی پشت میں دخول کرتے ہو۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:20323)

عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی مذمت

احادیث مبارکہ میں عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوصخرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قوم لوط مردوں کے ساتھ یہ عمل کرنے سے چالیس سال پہلے عورتوں کے ساتھ یہ عمل کرتی تھی۔

طاؤس سے سوال کیا گیا کہ

اگر کوئی شخص اپنی عورت کی سرین میں یہ عمل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

انہوں نے کہا: یہ اس کا کفر ہے۔ قوم لوط نے اس عمل کی ابتداء کی تھی پہلے وہ عورتوں کے ساتھ یہ عمل کرتے تھے پھر مردوں کے ساتھ یہ عمل کرنے لگے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:246 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو اپنی بیوی کی پچھلی جانب میں جماع کرتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1923)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا جو کسی مرد یا عورت کی سرین میں دخول کرے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1165)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا تم عورتوں کی پچھلی جانب میں دخول نہ کرو۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1924)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم میں سے کسی شخص کی ریح خارج ہو تو وہ وضو کرے اور تم عورتوں کی پچھلی جانب میں نہ آؤ۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1166)

م لوط کا حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے نکال دینے کا کہنا

حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو مسلسل نصیحت فرماتے رہے حتیٰ کہ ان کی قوم نے کہا اگر تم باز نہ آئے تو آپ ضرور ان ں میں سے ہو جائیں گے جن کو بستی سے نکال دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۝ (الشعراء: 167)

انہوں نے کہا اے لوط! اگر آپ باز نہ آئے تو آپ ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کو بستی سے نکال دیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○

(الاعراف:82)

ان کی قوم کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک یہ بڑے پارسا لوگ ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ (النمل:54 تا 56)

اورلوط نے اپنی قوم سے کہا کیا تم دیکھنے کے باوجود بے حیائی کرتے ہو؟ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے ضرور عورتوں کو چھوڑ کر امردوں کے پاس جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔ سوان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا انہوں نے کہا آل لوط کو شہر سے نکال دو۔ یہ لوگ بہت پاک باز بن رہے ہیں۔

قوم لوط نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی

قوم لوط نے نہ صرف حضرت لوط علیہ السلام کے عذاب سے ڈرانے سے تکذیب کی بلکہ انہوں نے عذاب سے ڈرانے والے دوسرے رسولوں کی بھی تکذیب کی۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ○ (القمر:33)

لوط کی قوم نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قوم لوط سے ناراض ہونا

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ میں تمہارے کام کی وجہ سے تم سے سخت ناراض ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ○ (الشعراء:168)

لوط نے کہا میں تمہارے کام کی وجہ سے تم سے سخت ناراض ہوں۔

نبط کے بادشاہ کا حضرت لوط علیہ السلام اور اہل کو قید کرنا

نبط کے بادشاہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل پر حملہ کر کے ان کو قید کرلیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حسان بن عطیہ نے بیان کیا ہے کہ
نبط (عراقیوں کی ایک قوم) کے بادشاہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل پر حملہ کر کے ان کو قید کر لیا۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:236 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نبط کے بادشاہ سے جنگ کر کے حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑانا

جب نبط کے بادشاہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو قید کر لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ سے جنگ کر کے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو چھڑا لیا۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حسان بن عطیہ نے بیان کیا ہے کہ
نبط (عراقیوں کی ایک قوم) کے بادشاہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل پر حملہ کر کے ان کو قید کر لیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑانے کے لئے اس سے جنگ کی اور حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو چھڑا لیا۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:236 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا بدکاری سے نجات مانگنا

حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے رب عزوجل مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات عطا فرمادے۔
قرآن مجید میں ہے: رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ○ (الشعراء:169)
اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکاریوں سے نجات عطا فرمادے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی دعا مقبول

جب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اور گھر والوں کے لئے قوم کی بدکاریوں سے نجات کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرما کر نجات عطا فرمادی۔
قرآن مجید میں ہے:
فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ○ (الشعراء:170)
سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات عطا فرمادی۔

انبیاء کرام علیہم مستجاب الدعوات

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں مستجاب الدعوات ہوتی ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سب دعائیں مستجاب ہیں۔ مومنین سے حضرات عزت کا وعدہ ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا اور اس کے علاوہ خلاف نہیں ہو سکتے پھر انبیاء کرام علیہم السلام تو انبیاء کرام علیہم السلام۔ بعض اوقات وہ اس اظہار کے لئے کہ یہ امیر خلاف مقدر ہے اسے صورت دعا میں ظاہر کرتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ پر قبول ہوتی ہیں مگر مطلوب ظاہری واقع نہیں ہوتا نظر ظاہر سے عدم قبول سے تعبیر کرتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29،ص:334 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں قانون سے ماوراء

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں قانون سے ماوراء ہوتی ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ شرعی احکام قانون کے مطابق دیتا ہے نماز روزہ وغیرہ تو ہماری دعاؤں کے لئے بھی قید ہے کہ قانون کے مطابق دعا مانگو خلاف قانون کی چیز کی دعا نہ کرو مگر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت خلیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قانون سے ماوراء احکام دیئے بیٹا ذبح کرو خود نمرودی آگ میں جاؤ وغیرہ جن پر آپ علیہ السلام نے بے تامل عمل کیا تو وہ حضرات بھی قانون سے ماوراء دعائیں مانگ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ پوری فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام نے ایک بار دعا کی کہ مجھے دکھا تو مردے کیسے زندہ کرے گا تو وہ دکھا دیا گیا ایک بار دعا کی کہ مولیٰ عزوجل مجھے اپنا سارا ملک دکھا تو وہ دکھا دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھے اپنا دیدار دے اس سے بھی منع نہیں کیا گیا غرض کہ قانون سے ماوراء احکام پر عمل کرتے ہیں تو قانون سے ماوراء دعائیں منظور کرا لیتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:7،ص:556 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

دعا کرنے کا حکم اور اس کی قبولیت

دعا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور اس کی قبولیت کی بھی بشارت دی گئی ہے درج ذیل احادیث مبارکہ دعا کرنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمارا رب عزوجل ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے کہ

کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح البخاری: ج:2،ص:936 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔
(جامع ترمذی: ص: 486 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔
(جامع ترمذی: ص: 361 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔
(جامع ترمذی: ص: 487 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دعا عبادت کا مغز ہے۔
(جامع ترمذی: ص: 486 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا رب عزوجل حیاوالا کریم ہے جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:1، ص:209 مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ بلند کرتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کہ ان کو چہرے پر مل لیتے۔

(جامع ترمذی: ص:488 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ج:1، ص:209 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہو گی۔

(سنن کبریٰ: ج:6، ص:30 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عرض کیا گیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(جامع ترمذی: ص:504 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو۔
اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك .
(عمل الیوم واللیلۃ: ص: 41 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔
(مجمع الزوائد: ج:10، ص:111 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔
(المصنف: ج:10، ص:234 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے۔
پھر پڑھتے۔
اشهد ان لا اله الا الرحمٰن الرحيم
اس کے بعد دعا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:39 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے

ہوئے سنا۔
اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے۔
اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔
اے اللہ عزوجل! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 41 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی۔
اے اللہ عزوجل! میں اس ہر عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنا دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 42 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 42 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے۔
اے اللہ عزوجل! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے۔
اور تین بار یہ دعا فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میری آخرت کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے۔
اور تین بار فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔
اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس

کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(مجمع الزوائد: ج:10، ص:111 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے۔

اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد: ج:10، ص:111 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: زازاق کہتے ہیں کہ

ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سو بار دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما۔

میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

(المصنف: ج:10، ص:235 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له له الملك وله الحمد وھو علی كل شیء قدیر

اللهم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد ۔

(المصنف: ج:10، ص:231 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد فرماتے تھے۔

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت یا ذالجلال والاكرام ۔

(المصنف: ج:10، ص:232 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوالزبیر سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے۔
لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن، لا الٰہ الا اللہ مخلصین له الدین ولو کرہ الکافرون ۔
پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔
(المصنف: ج:10،ص:232 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
ابوبکر بن ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔
(المصنف: ج:10،ص:229 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ
میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔
اے اللہ عزوجل! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔
میرے والد محترم نے پوچھا۔
اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟
میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ سے!
انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔
(سنن نسائی: ج:1،ص:136 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام نسل مبارک سے نہیں ہیں

حضرت لوط علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل مبارک سے نہیں ہیں۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

دس انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

1-سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

2-حضرت اسماعیل علیہ السلام

3-حضرت ابراہیم علیہ السلام

4-حضرت اسحاق علیہ السلام

5-حضرت یعقوب علیہ السلام

6-حضرت لوط علیہ السلام

7-حضرت ہود علیہ السلام

8-حضرت شعیب علیہ السلام

9-حضرت صالح علیہ السلام

10-حضرت نوح علیہ السلام۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:237 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط کا عذاب سے ڈرانے کے باوجود بے حیائی پر ڈٹے رہنا

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی کے کاموں سے منع فرمایا مگر وہ اس قدر لذت میں منہمک ہوئے کہ اس کی لت پر ڈٹے رہے اور جب عذاب سے ڈرایا گیا تو انہوں نے سوائے ہنسی مذاق کے اور کچھ نہ کیا حتیٰ کہ ان کا انجام برا ہوا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا اور تعجب کرتا ہے ان کا انجام بھی برا ہوتا ہے۔

قوم لوط کا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو خود طلب کرنا

جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی کے کام کرنے سے منع فرمایا تو قوم نے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (العنکبوت:29)

تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جلد طلب کرنے کی مذمت

اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جلد طلب کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ جب عذاب آئے گا تو کہیں گے اب ہمیں کچھ مہلت

دے دیں اور جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے کہا آپ کب تک ہم کو عذاب سے ڈراتے رہیں گے اور جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں وہ کب آئے گا تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ۝ (الشعراء:204)

کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں۔

کبھی وہ کفار یوں کہتے تھے۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ (الانفال:32)

اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن واقعی آپ ہی کی طرف سے (منزل) ہے تو پھر تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا تو ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا تھا۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (ھود:32)

انہوں نے کہا اے نوح تم نے ہم سے بحث کی ہے اور بہت زیادہ بحث کی ہے سو اب تم جس عذاب سے ہم کو ڈرا رہے ہو وہ لے ہی آؤ اگر تم سچوں میں سے ہو۔

اور جب ان پر عذاب نازل کیا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا تھا کہ وہ اس سے پناہ مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کو اس دردناک عذاب سے کچھ مہلت دی جائے اور ہم سے اس عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور ان کی ان دونوں باتوں میں کس قدر تنافی اور تضاد ہے وہ بالکل واضح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کی عیادت کی جو کمزور ہو کر بالکل چوزہ ہو چکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا کرتے تھے یا اس سے کوئی سوال کرتے تھے؟

اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا تھا!

اے اللہ عزوجل! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی عذاب دینا چاہتا ہے تو مجھے وہ عذاب دنیا میں ہی دے دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سبحان اللہ! تم آخرت کے عذاب کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم نے یہ دعا کیوں نہیں کی۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے

پھر آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس کو شفا ہو گئی۔

ان آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو طلب کرنا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کوئی نہیں برداشت کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے عافیت عطا فرمائے۔ آمین۔

قوم لوط کا عذاب میں شک کرنا

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو جب وعظ ونصیحت فرمائی اور عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے عذاب میں شک کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ۝ (القمر:36)

اور بے شک لوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا۔

قوم لوط پر عذاب نازل کرنے سے قبل فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنا

جب فرشتے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے آئے تو سب سے پہلے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمانی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۝ (هود:69 تا 70)

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے کہا سلام۔ کہا سلام پھر تھوڑی دیر بعد وہ گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں بے شک ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے فرشتوں کی تعداد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو فرشتے آئے ان کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں۔

امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر نے کہا: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام

حضرت میکائیل علیہ السلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے۔

2۔ مقاتل نے کہا: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام

حضرت میکائیل علیہ السلام
اور حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے۔
3-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ
یہ بارہ فرشتے تھے۔
4-محمد بن کعب نے کہا ہے کہ
یہ آٹھ فرشتے تھے۔
5-ضحاک نے کہا: یہ نو فرشتے تھے۔
6-ماوردی نے کہا: یہ چار فرشتے تھے۔ (زادالمسیر: ج:5،ص:127 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

کس چیز کی بشارت دی؟

فرشتوں نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی اس میں چند اقوال ہیں۔
امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو بشارت لے کر آئے تھے اس بشارت کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔
1-حسن نے کہا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے آئے تھے۔
2-قتادہ نے کہا: وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی خوشخبری دینے آئے تھے۔
3-عکرمہ نے کہا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری دینے آئے تھے۔
4-الماوردی نے کہا: وہ بشارت دینے آئے تھے کہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی پشت سے خروج ہوگا۔
(زادالمسیر: ج:5،ص:127 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کی مہمانی کی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کی مہمانی کے لئے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا جس سے ثابت ہوا کہ مہمان نوازی سنت ابراہیم اور سنت مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی فرمایا ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کی تکریم کرے اور اس کو جائزہ دے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جائزہ کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر مدارات کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6019)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (مختلف مہمات پر) روانہ کرتے ہیں ہمیں (بعض اوقات) ایسے لوگوں کے پاس قیام کرنا پڑتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے (اس صورت میں) آپ کا کیا حکم ہے۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ تمہاری معمول کے مطابق مہمان نوازی کریں تو ٹھیک ورنہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اس قدر وصول کرلو جتنا مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1727)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک رات تو مسلمان پر مہمان کا حق ہے جو شخص کسی مسلمان کے گھر رہے تو وہ اس مسلمان پر قرض ہے اب مہمان چاہے تو اس سے قرض وصول کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3750)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو اور صبح تک وہ مہمان محروم رہے تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر حق ہے حتیٰ کہ اس مہمان کی اس قوم کے مال اور ان کے کھیت سے وصول کرلی جائے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3751)

فرشتوں کا کھانا نہ کھانے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بات کو جان لینا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے تو انہوں نے اس کو نہیں کھایا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ یہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آئے بلکہ دل میں کوئی شر اور برائی کا ارادہ ہے۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا اور وہ ان کے کھانے میں سے کچھ نہ کھاتا تو وہ یہ جان لیتے کہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آیا بے شک یہ اپنے دل میں کوئی شر اور برائی رکھتا ہے پھر جب انہوں نے اس کے بارے گفتگو کی جس کی بشارت کے لئے وہ آئے تھے تو آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہنس پڑیں۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:2،ص:189 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فرشتوں کا ثمن دیئے بغیر نہ کھانے کا قول

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو کھانا پیش کیا تو فرشتوں نے کہا: ہم ثمن دیئے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔

امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے ان کے سامنے بچھڑا رکھا۔

انہوں نے کہا: ہم اسے نہیں کھائیں گے مگر ثمن کے عوض۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کھاؤ اور اس کے ثمن ادا کرو۔

انہوں نے پوچھا۔

اس کے ثمن کیا ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا (یعنی شروع کرنے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) اور جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا (یعنی الحمد للہ کہنا)

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا تا کہ وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کر دیں تو وہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے یہاں تک کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر ٹھہرے اور ان کے مہمان بن گئے جب آپ علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تو آپ علیہ السلام جلدی سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک موٹا سا بچھڑا لا کر اس کو ذبح کر دیا۔ پھر اس کو گرم پتھروں پر بھونا اور یہی حنیذ ہے پھر آپ علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کی خدمت کے لئے کھڑی رہیں۔

پس اس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وامراته قائمة

اور قرأت ابن مسعود میں ہے کہ

آپ علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی اور آپ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے پس جب آپ علیہ السلام نے کھانا ان کے قریب کیا تو کہا کیا تم نہیں کھاؤ گے۔

انہوں نے جواب دیا۔

اے ابراہیم (علیہ السلام) بے شک ہم ثمن ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

بلاشبہ اس کے بھی ثمن ہیں۔

انہوں نے پوچھا۔

اس کے ثمن کیا ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

اس کے شروع میں تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور آخر میں اس کی حمد وثناء بیان کرو۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا۔

ان کا حق ہے کہ ان کا رب عزوجل انہیں خلیل بنائے۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے۔

تو فرمانے لگے۔

وہ نہیں کھائیں گے آپ علیہ السلام ان سے گھبرا گئے اور دل میں دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ علیہ السلام ان کی عزت وتکریم کے لئے بذات خود خدمت میں لگے ہوئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔

اور کہا:

ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی عزت وتکریم کے لئے بذات خود خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔

اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے کہا۔

تجھے بچے کی خوش خبری ہو اس کا نام اسحاق ہے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب ہے۔

تو آپ رضی اللہ عنہا نے تعجب کے ساتھ ہاتھ چہرے پر مارا اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

فصکت وجهها قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے۔

تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اس کو اپنی انگلیوں کے درمیان ٹیڑھا کیا پھر اس کو ہلایا تو وہ سبز ہوگئی۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

تب وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذبح کیا جائے گا۔

(جامع البیان: ج: 12، ص 86 تا 87 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی وقت فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی بشارت دی

جب فرشتے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے آئے تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور وہاں پر ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی بشارت دی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ○ (ھود: 71)

ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے فرمایا:

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا نام یسارہ تھا۔ پھر جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں بلایا اے سارہ (رضی اللہ عنہا)

تو آپ نے فرمایا:

بے شک میرا نام تو یسارہ ہے تو آپ مجھے سارہ کیسے کہہ رہے ہیں؟

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یسارہ اس بانجھ عورت کو کہتے ہیں جو بچے جننے کے قابل نہ ہو اور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو آزاد رحم والی ہو اور بچے

کے قابل ہو۔

پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا۔

بے شک آپ یسارہ تھیں حاملہ ہونے کے قابل نہ تھیں لیکن اب سارہ ہو گئی ہیں اور بچے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اسے جننے کے قابل ہیں۔

اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! تم نے میرا نام کم کر دیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کے نام کے اس حرف کو آنے والے زمانے میں آپ کی اولاد میں سے ایک بچے کے نام میں رکھے گا اور وہ یہ کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے پس اس کا نام یحییٰ رکھا۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:69، ص:181 مطبوعہ بیروت)

امام ابن جریر متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ان کو حیض آنے لگا جبکہ ان کی عمر نوے سال سے زائد تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔

(جامع البیان: ج:12، ص:88 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کے چند احوال

امام ابو جعفر ابن جریر متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کے واقعہ کے بعد وطن سے نکال دیا تو آپ علیہ السلام اپنی رفیقہ حیات حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر نکلے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے یہ دونوں آپ علیہ السلام کے بھائی کی اولاد تھے چنانچہ یہ دونوں سرزمین شام کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر مصر میں پہنچے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حسین ترین لوگوں میں سے تھیں۔ جب وہ مصر میں داخل ہوئیں تو لوگ ان کے حسن و جمال کی باتیں کرنے لگے انہوں نے اس پر انتہائی اظہار تعجب کیا یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ وقت تک پہنچ گئی اس نے آپ کے خاوند کو بلا بھیجا اور ان سے ان کے متعلقہ سوال کیا پس آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو خاوند ہونے کے بارے میں بتایا تو وہ آپ کو قتل کر دے

اس لیے آپ نے کہا: میں اس کا بھائی ہوں۔

تو بادشاہ نے کہا: تو مجھ سے اس کی شادی کر دے۔

پس وہ اسی حال پر تھا حتیٰ کہ وہ رات کے وقت سو گیا اور اسے ایک خواب آیا سو اس نے اس کا گلا گھونٹا اور اس کو خوب

خوفزدہ کیا پس وہ خود اور اس کے اہل خانہ انتہائی خوفزدہ ہو گئے اور ڈر گئے حتیٰ کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے آیا ہے چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا۔

اور کہا۔

تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا ہے کہ تو مجھے دھوکہ دے کہ تو نے یہ کہا کہ یہ تیری بہن ہے۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

بے شک مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ میری بہن ہے تو تیری جانب سے مجھے ایسی صورت حال کا سامنا ہوگا جسے میں پسند نہیں کروں گا تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہاجرہ عطا کی جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہے اس نے انہیں سوار کیا اور انہیں ساز و سامان مہیا کیا حتیٰ کہ جبل ایلیاء پر ان کی سکونت کو مزید پختہ کر دیا پس وہ وہیں رہے حتیٰ کہ ان کے اموال اور ان کے مویشی انتہائی کثیر ہو گئے پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چرواہوں اور حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہوں کے درمیان باہم حق جوار بھی تھا اور لڑائی جھگڑا بھی۔

تو حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

ان چرواہوں کے درمیان فساد برپا ہو گیا ہے اور چراگاہیں ان کے لئے تنگ ہو گئی ہیں اور ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ زمین ہمیں برداشت نہیں کرے گی سو اگر آپ پسند کریں کہ میں آپ کے لئے تخفیف کر دوں تو میں کر دیتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بھی چاہتا ہوں پس اگر آپ پسند کریں تو آپ یہاں سے منتقل ہو جائیں اور اگر آپ چاہیں تو میں یہاں سے کسی اور طرف منتقل ہو جاتا ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: نہیں بلکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے لئے تخفیف اور آسانی پیدا کروں چنانچہ آپ علیہ السلام اپنے اہل و عیال اور مال کو ساتھ لے کر اردن کی سرزمین کی طرف چلے گئے اسی مقام پر تھے کہ فلسطین کے رہنے والوں نے آپ علیہ السلام پر حملہ کر دیا اور آپ علیہ السلام کے اہل و عیال اور مال کو انہوں نے قید کر لیا پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ علیہ السلام نے اپنے اہل اور غلاموں وغیرہ سے مل کر ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تین سو زائد افراد تھے اور آپ علیہ السلام نے فلسطینیوں کی قید سے اہل لوط کو رہائی دلائی حتیٰ کہ ان کو اپنے مسکن کی طرف لوٹا دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس اپنے شہر کی طرف آ گئے۔ اہل سدوم وہ ہیں جن میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے یہ ایک ایسی قوم تھی جو مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی تھے (یعنی یہ لواطت کے عادی تھے) پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو ملائکہ کو بھیجا تا کہ وہ انہیں عذاب دیں چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے جب آپ نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور ان کے جمال نے آپ علیہ السلام کو مضطرب کر دیا انہوں نے آپ علیہ السلام کو سلام پیش کیا اور آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ علیہ السلام اٹھے تا کہ مہمان نوازی کے لئے ان کے قریب ہوں۔

تو انہوں نے کہا: آپ علیہ السلام اپنی جگہ پر رہیے۔
آپ علیہ السلام نے کہا: بلکہ تم مجھے اجازت دو میں تمہاری ضرورت کی چیز (کھانا) لے کر آتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا حق ہے
ے پاس تم سے بڑھ کر عزت و تکریم کا حق دار کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم
ور اسے ان کے لئے بھون دیا گیا اور آپ علیہ السلام نے کھانا ان کے قریب رکھا۔ پس جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ
نے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے اور حضرت سارہ
اللہ عنہا دروازے کے پیچھے سن رہی تھیں۔
فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں بے شک ہم تجھے ایک بردبار بچے کی خوش خبری دیتے ہیں جو سراپا برکت ہوگا تو آپ نے یہ
خبری اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سنائی تو وہ ہنس پڑیں تعجب کا اظہار کیا کہ مجھ سے آپ کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے
نکہ میں بھی بوڑھی ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔
فرشتوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو حالانکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیٹا
یں عطا فرمایا ہے لہٰذا تمہیں اس کی بشارت ہو پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اٹھے
کٹھے چل پڑے۔
آپ نے ان سے پوچھا۔
مجھے یہ تو بتاؤ تم کیوں بھیجے گئے ہو اور تم نے کہاں جانا ہے۔
تو فرشتوں نے جواب دیا۔
ہم اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم انہیں تباہ و برباد کر دیں کیونکہ وہ انتہائی بری قوم ہے ان کی صورت حال یہ ہے
مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی ہو چکے ہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ ان میں صالحین اور نیک کار لوگوں کی جماعت بھی ہے پس انہیں وہ عذاب کیسے
جس میں بدکاری کا عمل کرنے والے مبتلا ہوں گے۔
فرشتوں نے پوچھا۔
ان کی کتنی تعداد ہے؟
آپ نے جواب دیا۔
ہارا کیا خیال ہے اگر اس میں پچاس نیک اور صالح آدمی ہوں؟
رشتوں نے کہا: تب ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔
نے پھر پوچھا۔
ان میں چالیس افراد نیک ہوں؟

توانہوں نے جواب دیا۔
تب بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے پس آپ اسی طرح کم کرتے رہے حتیٰ کہ آپ دس تک پہنچ گئے۔
پھر آپ نے کہا: تو اہل بیت کا کیا ہوگا۔
فرشتوں نے جواباً کہا۔
پس اگر بستی میں کوئی صالح گھر ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:
حضرت لوط علیہ السلام اوران کے گھر والے کیا ہیں؟
انہوں نے جواب دیا۔
بلاشبہ ان کی بیوی کی خواہشات اور پسند قوم کے ساتھ ہے پس ایسی بستی والوں سے (عذاب) کو کیسے پھیرا جا سکتا ہے جس میں صالحین کے اہل بیت بھی کامل نہیں۔

(جامع البیان: ج:12،ص86 تا87 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا مباحثہ

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا مباحثہ کیا۔
قرآن مجید میں ہے:
فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ٥ (ھود:74)
پھر جب ابراہیم کا خوف دور ہوگیا اور ان کے پاس بشارت پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق بحث کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں کے آنے کی وجہ پوچھنا

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم کس کام سے آئے ہو۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا۔
تم کس کام سے آئے ہو؟

(جامع البیان: رقم الحدیث:14162)

فرشتوں کا قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا کہنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے آنے کی وجہ پوچھی تو فرشتوں نے کہا ہم قوم لوط پر عذاب نازل کرنے آئے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا۔
تم کس کام سے آئے ہو؟
انہوں نے کہا: ہمیں قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14162)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بستی میں مسلمان ہونے پر عذاب نازل کرنے پر مباحثہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے بستی میں مسلمان ہونے پر عذاب نازل کرنے پر مباحثہ کیا۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا۔
تم کس کام سے آئے ہو؟
انہوں نے کہا: ہمیں قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ بتاؤ اگر اس بستی میں ایک سو مسلمان ہوئے تو کیا تم اس بستی کو ہلاک کردو گے۔
انہوں نے کہا: نہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر پچاس مسلمان ہوں؟
انہوں نے کہا: نہیں۔
پھر کم کرتے کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:
اگر دس مسلمان ہوں؟
تو انہوں نے کہا: اگر اس بستی میں دس مسلمان ہوں تب بھی ہم ان کو ہلاک نہیں کریں گے۔
پھر فرشتوں نے کہا: اے ابراہیم (علیہ السلام) اس بحث کو چھوڑیں اس بستی میں مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے اور وہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے ہیں۔
پھر کہا: اے ابراہیم (علیہ السلام) اس بات کو چھوڑ دیں ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے اور یہ آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کا حکم ہے۔
امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔
بتاؤ اگر سو مومن ہوں تو تم ان کو ہلاک کردو گے۔
انہوں نے کہا: نہیں۔

پھر کہا: اگر نوے مومن ہوں تو تم ان کو ہلاک کر دو گے؟
انہوں نے کہا: نہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:
اگر اسی ہوں؟
انہوں نے کہا: نہیں۔
کہا: اگر ستر (70) ہوں؟
تو انہوں نے کہا: نہیں۔
کہا: اگر ساٹھ ہوں۔
تو انہوں نے کہا: نہیں۔
کہا: اگر پچاس ہوں تو؟
انہوں نے کہا: نہیں۔
کہا: اگر ان میں صرف ایک مسلمان ہو تو؟
انہوں نے کہا: نہیں۔
جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ان میں صرف ایک مسلمان ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اس بستی میں لوط علیہ السلام ہیں۔
فرشتوں نے کہا: ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور کر دیا جائے گا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَـنُـنَـجِّيَـنَّـهٗ وَ اَهْلَـهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰـبِـرِيْنَ o (العنکبوت:32)
فرشتوں نے کہا ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو ان میں ہیں ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور نجات دیں گے ماسوا ان کی عورت کے وہ باقی رہ جانے والوں میں سے ہے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14162)

تمہارا مدعا کیا ہے؟

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا تمہارا مدعا کیا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّـهَا الْمُرْسَلُوْنَ o قَالُوْٓا اِنَّـآ اُرْسِلْنَـآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ o لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

(الذاریات:31 تا 37)

ابراہیم نے کہا اے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا مدعا کیا ہے انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں جن پر حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے آپ کے رب کے پاس نشان لگے ہوئے ہیں سو ہم نے اس بستی سے تمام ایمان والوں کو نکال لیا تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا اور جو لوگ دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ہم نے ان کے لئے اس بستی میں ایک نشانی باقی رکھی۔

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال پر عذاب نازل نہ کرنے کا وعدہ کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب فرشتوں سے ایمان والوں کے ہونے پر عذاب نازل نہ کرنے پر مباحثہ ہوا تو فرشتوں نے کہا ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو ان میں ہیں ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور نجات دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ (العنکبوت:32)

فرشتوں نے کہا! ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو ان میں ہیں ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور نجات دیں گے ماسوا ان کی عورت کے وہ باقی رہ جانے والوں میں سے ہے۔

عذاب کے فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہو کر عذاب کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ (ھود:77)

اور جب ہمارے فرشتے (خوبصورت لڑکوں کی شکل میں) لوط کے پاس گئے تو وہ ان کی آمد سے غمگین ہوئے اور ان کا دل تنگ ہوا اور انہوں نے کہا آج کا دن بہت بڑا سخت ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (الحجر:61)

پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے۔

حضرت لوط علیہ السلام کا فرشتوں کو نا آشنا لوگ کہنا

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا بے شک تم نا آشنا لوگ ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ ○ (الحجر:62)

لوط نے کہا بے شک تم ناآشنا لوگ ہو۔

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام زمین میں کام کررہے تھے

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام اپنی زمین میں کام کررہے تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ اپنی زمین میں کام کررہے تھے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14167)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں جانا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کا دل اس لیے تنگ ہوا تھا کہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں ان کے پاس آئے اور وہ جانتے تھے کہ ان کی قوم امرد پرست اور اغلام باز ہے تو ان کو پریشانی ہوگئی کہ وہ ان خوبصورت لڑکوں کو اپنی بدکردار قوم سے کیسے بچائیں گے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9،ص:66 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں کا رات گزارنے کا کہنا

حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں نے کہا ہم آج رات آپ علیہ السلام کے گھر بطور مہمان گزارنا چاہتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ

ہم آج رات آپ علیہ السلام کے پاس بطور مہمان رہنا چاہتے ہیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14167)

حضرت لوط علیہ السلام کا فرشتوں کو بستی والوں کے قبیح فعل کی خبر دینا

جب فرشتوں نے کہا ہم آج رات آپ علیہ السلام کے پاس بطور مہمان رہنا چاہتے ہیں۔

تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ اس بستی والے کیسے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمام زمین پر ان سے زیادہ خبیث لوگوں کو نہیں جانتا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ
ہم آج رات آپ علیہ السلام کے پاس بطور مہمان رہنا چاہتے ہیں۔
کچھ دیر بعد حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا۔
کیا تم کو معلوم ہے کہ اس بستی والے کیسے کام کرتے ہیں بخدا میں روئے زمین پر ان سے زیادہ خبیث لوگوں کو نہیں جانتا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14167)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کس مقام پر قیام پذیر تھے

حضرت لوط علیہ السلام شہر سدوم میں رہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چھ میل کے مقام پر مقام الخلیل میں قیام پذیر تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
حضرت لوط علیہ السلام شہر سدوم میں رہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چھ میل ادھر مقام الخلیل میں جو فلسطین کے سرحدی علاقوں میں ہے پہلے اس کا نام کچھ اور تھا اب اس کا نام الخلیل ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:225 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچنے سے قبل کنویں پر جانا

ایک روایت میں یہ ہے کہ فرشتے بغیر راستہ پوچھے سیدھے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب بستی میں داخل ہوئے تو کنویں پر پہنچے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
ایک روایت میں ہے کہ ملائکہ بغیر راستہ پوچھے سیدھے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔
اور دوسری روایت میں ہے۔
آپ جب بستی میں داخل ہوئے تو کنویں پر پہنچے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:225 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا کنویں پر حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں کو پانی بھرتے پانا

جب فرشتے کنویں پر پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اور چند عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
دوسری روایت میں ہے کہ
آپ جب بستی میں داخل ہوئے تو کنویں پر پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اور کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:225 نعیمی کتب خانہ لاہور)

لڑکیوں کو دیکھ کر بھاگ جانے کا کہنا

جب فرشتے کنویں پر پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں اور عورتوں نے کہا تم یہاں کس لیے آئے یہاں سے

جلدی بھاگ جاؤ ورنہ یہاں کے لوگ تمہیں غلام بنالیں گے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

دوسری روایت میں ہے۔

آپ جب بستی میں داخل ہوئے تو کنویں پر پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اور کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں ان اجنبی لڑکوں کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو جلدی بھاگ جاؤ ورنہ یہاں کے لوگ تم کو پکڑ کر غلام بنالیں گے۔ یہ بات انہوں نے بدلا کر بہت شرم سے کی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:225 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا کہنا کہ یہاں کوئی مہمان نواز نہیں ہے؟

جب حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں اور چند عورتوں نے اجنبی لڑکوں کو دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں آئے جلدی بھاگ جاؤ ورنہ یہاں کے لوگ تمہیں غلام بنالیں گے تو انہوں نے کہا کیا یہاں پر کوئی مہمان نواز نہیں ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

دوسری روایت میں ہے کہ

آپ جب بستی میں داخل ہوئے تو کنویں پر پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اور کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں ان اجنبی لڑکوں کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو جلدی بھاگ جاؤ ورنہ یہاں کے لوگ تم کو پکڑ کر غلام بنالیں گے۔ یہ بات اُنہوں نے بدلا کر بہت شرم سے کی۔

ملائکہ بولے۔

کیا یہاں کوئی مہمان نواز نہیں ہے جو کچھ دیر ہمیں ٹھہرائے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:225 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی محترمہ کا اپنے گھر کی طرف مہمان نوازی کا اشارہ کرنا

جب فرشتوں نے کہا یہاں کوئی مہمان نواز نہیں ہے جو کچھ دیر ہمیں ٹھہرائے تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی محترمہ اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں چلے جائیے وہ بزرگ آپ لوگوں کو ٹھہرا سکیں گے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ملائکہ بولے۔

کیا یہاں کوئی مہمان نواز نہیں ہے جو کچھ دیر ہمیں ٹھہرائے تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی محترمہ نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں چلے جائیے وہ بزرگ آپ لوگوں کو ٹھہرا سکیں گے۔ (تفسیر نعیمی: ج:۱۲،ص:۲۲۵ نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جانا اور حضرت لوط علیہ السلام کا خوبصورت لڑکے دیکھ کر گھبرا جانا

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام اپنے گھر کے کھیتوں میں کام کر رہے تھے تو آپ

لام خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ قوم ان کا مطالبہ کرے گی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

وہ سب وہاں گئے تو سلام کیا حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھریلو کھیت میں کچھ کام کر رہے تھے اجنبی مہمانوں کو جو صورت قریب البلوغ لڑکوں کی شکل میں تھے دیکھا گھبرا کر کھڑے ہو گئے پریشان ہوئے، پریشانی اس لیے لاحق ہوئی کہ اس پہلے بھی آپ علیہ السلام اجنبی ان مہمانوں کو اپنی پناہ میں لے لیتے تھے جو بدمعاشوں سے گھبرا کر بھاگتے پناہ ڈھونڈتے تھے علیہ السلام کی قوم آپ علیہ السلام سے لڑتی تھی کہ تم ان کو کیوں چھپاتے ہو ہمارے حوالے کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو کتے لعنت ملامت کرتے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو کفار نے لالچ دے کر کافر بنا لیا تھا وہ چھپے ہوؤں کی مخبری جا کر تی تھی تو قوم آ کر جھگڑتی تھی اس سے چند دن پیشتر ایسا ہی واقعہ ہو چکا تھا اور قوم نے کہہ دیا تھا کہ اب اگر آپ نے کسی مہمان ر میں رکھا یا پناہ دی تو ہم جبراً آپ علیہ السلام کی پناہ توڑ کر ان کو اٹھا کر لے جائیں گے اس لیے اب ان بھولے بھالے صورت بچوں کو دیکھ کر ان کی معصوم شکلوں کو دیکھ کر ترس کھاتے ہوئے غم زدہ ہوئے کہ ابھی قوم کو پتہ لگ جائے گا اور وہ ت سرکش لوگ ان کی بھی بے عزتی کریں گے اور میری بھی توہین ہو جائے گی۔

(تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 225 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

رت لوط علیہ السلام کا فرشتوں کو گھر لے جانا

حضرت لوط علیہ السلام اپنی زمین سے فرشتوں کو گھر لے گئے اور وہاں جا کر ان کو اپنی قوم کے بارے میں خبر دی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے کہا۔

کیا تم کو معلوم ہے کہ اس بستی والے کیسے کام کرتے ہیں؟ بخدا روئے زمین پر ان سے زیادہ خبیث لوگوں کو نہیں جانتا پھر لے کر گھر کی طرف چلے پھر دوبارہ ان سے یہی کہا اور ان کو لے کر چل پڑے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14167)

ت لوط علیہ السلام پریشان کیوں ہوئے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں گئے اور ان دونوں بستیوں کے ں چار فرسخ (بارہ شرعی میل) کا فاصلہ تھا وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انتہائی خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں

ت لوط علیہ السلام یہ نہیں پہچان سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

ت لوط علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ

انہیں اپنی قوم کی خباثت کی وجہ سے ان لڑکوں کی عزت کا خطرہ تھا اور وہ تن تنہا ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ
اس رات آپ علیہ السلام کے پاس لڑکوں کی ضیافت کے لئے کوئی سامان نہیں تھا۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
ان کی قوم نے ان سے کہا ہوا تھا کہ آپ علیہ السلام اپنے ہاں کسی مہمان کو نہ ٹھہرائیں۔
(تفسیر کبیر: ج:6،ص 377 تا378 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی بیوی کو گھر بیٹھے رہنے کا فرمانا

جب حضرت لوط علیہ السلام فرشتوں کو جو انتہائی خوبصورت تھے لے کر گھر تشریف لائے تو اپنی بیوی کو دیکھ کر کہا اپنے گھر بیٹھی رہو اور گھر میں چھپ جاؤ کسی کو نہ بتانا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(حضرت لوط علیہ السلام نے) پھر اپنی بیوی کو دیکھا اور کہا۔
تجھ کو ہلاکت ہو اندر چھپ جا کسی کو نہ بتانا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:226 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا گھر گھر جا کر خوبصورت مہمان لڑکوں کی خبر دینا

حضرت لوط علیہ السلام کے اپنی بیوی کو منع فرمانے کے باوجود بیوی نے گھر گھر جا کر یہ خبر دی کہ ہمارے گھر میں خوبصورت لڑکے مہمان ہوئے ہیں۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کو دیکھا تو وہاں کے لوگوں کو جا کر بتایا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14167)
تفسیر نعیمی میں ہے:
پھر اپنی بیوی کو دیکھا اور کہا کہ
تجھ کو ہلاکت ہو اندر چھپ جا کسی کو نہ بتانا کفار سے اس کو (بیوی کو) لالچ تھی تھوڑی دیر تو جہ سے پاس بیٹھی رہی پھر پیشاب یا کسی ضرورت کا بہانہ کر کے باہر نکلی تو گھر گھر خبر دیتی آئی اور بتاتی آئی کہ ایسے خوبصورت چہرے، جسم، اچھے لباس والے خوشبودار مہمان لڑکے ہمارے گھر آئے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:226 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی کو منع فرمایا کہ گھر بیٹھی رہو اور کسی کو نہ بتانا مگر اس نے گھر گھر جا کر مہمانوں کی

اور یوں اس نے امانت میں خیانت کی۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جب ان کے پاس فرشتے بہ صورت مہمان آئے تو اس نے لوگوں کو جا کر بتادیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آئے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:241 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

خیانت کی مذمت

خیانت کی مذمت قرآن مجید واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (البقرہ:283)
پس اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:58)
بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے تم امانت والوں کو ان کی امانت ادا کرو۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا o (الاحزاب:72)
ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت کو پیش کیا انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور ڈرے اور انسان نے اس میں خیانت کی بے شک وہ ظالم اور جاہل ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ o (المومنون:8)
اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔
خیانت کی مذمت کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ وآثار ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1-جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
2-جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔
3-اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:35)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت مت کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1271)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بہت بڑی خیانت یہ ہے کہ تمہارا بھائی تم سے کوئی بات کہے اور وہ اس میں سچا ہو اور تم اس کو جھوٹا کہو۔
(مسند احمد: ج:4،ص:183)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔
1-جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو تم اس کو ادا کرو۔
2-جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو۔
3-جب تم بات کرو تو سچ بولو۔
4-تم اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔
5-اپنی نظروں کو نیچا رکھو۔
6-اور اپنے ہاتھوں کو کسی کے آگے نہ پھیلاؤ۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث:5255)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سب سے پہلے لوگوں سے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ امانت ہے اور آخر میں جو چیز باقی رہ جائے گی وہ نماز ہے اور بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ ان کی نماز میں کوئی خیر نہیں ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5274)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارے دین میں سے جو چیز سب سے پہلے گم ہوگی وہ امانت ہے اور آخر میں نماز گم ہوگی۔
ثابت بنائی نے کہا: ایک شخص روزے رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے لیکن جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ امانت ادا نہیں کرتا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8699)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان اور مال میں امین سمجھیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3934)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جبار داخل ہوگا نہ بخیل نہ خائن اور نہ بد خلق۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1953)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب لوگوں کے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں سچے کو جھوٹا کہا جائے گا جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 167)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا:
سنو جو امانت ادا نہ کرے وہ ایمان دار نہیں اور جو عہد پورا نہ کرے وہ دین دار نہیں۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 147)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور سچ بولنے کی

اور عہد پورا کرنے کی اور امانت ادا کرنے کی اور خیانت ترک کرنے اور پڑوسی کی حفاظت کرنے کی اور یتیم پر رحم کرنے کی اور ملائمت سے بات کرنے کی اور ہر (مسلمان کو) سلام کرنے کی اور تواضع اور عاجزی کی۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:1،ص:241)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے سے دھوکہ نہ کھانا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نماز پڑھے لیکن جو امانت دار نہیں وہ دین دار نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20192)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو احادیث مبارکہ بیان فرمائی تھیں۔ ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن مجید اور احادیث کا علم حاصل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھ جانے کی پیش گوئی بیان فرمائی۔

اور ارشاد فرمایا: ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی اور چھالے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح پیر کے نیچے انگارہ آنے سے آبلہ پڑ جاتا ہے اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا پھر آپ نے کنکری لے کر اس کو اپنے پیر پر لڑھکا دیا۔

اور ارشاد فرمایا: پھر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی بھی امانت داری اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا حتیٰ کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار مغز، خوش مزاج اور زیرک ہے لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے بغیر کسی خدشہ اور کھٹکے کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو خیانت سے روکے گا اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو حاکم کے خوف سے خیانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6497)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا جب وہ آیا تو اس نے کہا یہ چیزیں تمہارے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کی گئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو اپنے بعض مناصب پر عامل بناتے ہیں پھر وہ ہمارے پاس آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ چیز تمہار

ہے اور یہ چیز مجھے ہدیہ کی گئی ہے وہ اپنی ماں کے گھر میں یا اپنے باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گیا پھر یہ دیکھا جاتا کہ اس کو کی چیز ہدیہ کی گئی ہے یا نہیں۔

اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز لے گا وہ قیامت کے دن اس گردن پر سوار ہوگی اگر وہ اونٹ ہے تو بڑبڑا رہا ہوگا اگر وہ گائے ہے تو وہ ڈکرا رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہے تو وہ ممیا رہی ہوگی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بلند کر کے تین بار ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2597)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کسی شخص کی نماز کو نہ دیکھو نہ اس کے روزے کو یہ دیکھو کہ وہ اپنی بات میں کس قدر سچا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ کس قدر امانت دار ہے اور جب اس پر دنیا پیش کی جائے تو وہ کس قدر متقی ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 8436)

ایک اور روایت میں ہے:

عطاء خراسانی بیان کرتے ہیں کہ

ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

انہوں نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے کسی شخص کی امانت ادا نہیں کی ہوگی اللہ عزوجل اس کی نیکیوں کو لے لے گا جبکہ وہاں دینار ہوگا نہ درہم۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 148)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب کسی گھر میں خیانت نہ ہو تو اس سے برکت چلی جاتی ہے۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 151)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: دھوکہ اور خیانت دوزخ میں ہیں اور مکر اور خیانت مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہیں۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 158)

ایک اور روایت میں ہے: میمون بن مہران نے کہا: تین چیزیں ہر نیک اور بد کو ادا کی جائیں گی۔

1- صلہ رحمی کرو خواہ نیک ہو یا بد۔

2- عہد جس سے بھی کیا ہے پورا کرو خواہ نیک ہو یا بد۔

3- ہر ایک کی امانت ادا کرو خواہ نیک ہو یا بد۔ (مکارم الاخلاق: رقم الحدیث: 159)

اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت کی ممانعت

اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت ممنوع ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (الانفال: 27)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تمہیں علم ہو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ

ابو سفیان مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اور بتایا کہ

ابو سفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ

ابو سفیان فلاں فلاں جگہ میں ہے تم اس کی طرف روانہ ہو اور اس خبر کو چھپا کر رکھنا۔ ایک شخص نے ابو سفیان کو یہ پیغام بھیج دیا کہ

(سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں سو تم اپنے دفاع اور اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 12358)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو مرثد کو اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے۔

آپ نے فرمایا:

یہاں سے روانہ ہو اور روضہ خاخ پر پہنچ جاؤ وہاں مشرکین کی ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کی طرف لکھا ہوا ایک خط ہوگا ہم نے اس عورت کا پیچھا کیا جس جگہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی کی تھی وہاں وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی۔

ہم نے اس سے کہا۔

وہ خط لاؤ۔

اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھالیا اور اس کی تلاشی لی ہمیں اس کے پاس سے خط نہیں ملا۔

ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا تھا تم وہ خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سنجیدہ ہیں تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر ہمیں دیا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں تا کہ میں اس کی گردن ماردوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

تم نے کس وجہ سے یہ کام کیا؟

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے دل میں یہ نہیں تھا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا نہ رہوں۔ میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا ان مشرکین پر کوئی احسان ہو جائے اس احسان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال سے ان کے شر کو دور رکھے اور آپ کے اصحاب میں سے ہر شخص کا وہاں کوئی قبیلہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے اہل اور ان کے مال سے کافروں کے شر کو دور رکھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس نے سچ کہا ہے اور اس کے حق میں سوائے خیر کے اور کوئی کلمہ نہ کہنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا یہ اہل بدر سے نہیں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا۔

اور ارشاد فرمایا:

تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے۔

یا ارشاد فرمایا:

میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3983)

ایک اور روایت میں ہے:

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ روایت کرتے ہیں۔

بنوقریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجیں ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا اور یہ اوس کے حلیف تھے تا کہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنوقریظہ کی طرف بھیجا جب بنوقریظہ نے ان کو دیکھا تو ان کے مردان کے پاس کھڑے ہو گئے اور ان کی عورتیں فریاد کرنے لگیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے یہ دیکھ کر ان کے لئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل نرم ہو گیا۔

بنوقریظہ نے ان سے کہا۔

اے ابولبابہ آپ کا کیا مشورہ ہے کیا ہم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پر قلعہ سے نکل آئیں؟

انہوں نے کہا: ہاں! اور ہاتھ سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی میں نے وہاں سے قدم نہیں اٹھائے تھے کہ میں نے یہ جان لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سیدھے واپس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا۔

اور کہا۔

میں اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک کہ میری اس خیانت پر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی بنوقریظہ کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ کبھی اس شہر میں جاؤں گا جس میں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی تھی۔

عبداللہ بن ابی قتادہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی!

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت نہ کرو۔

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔

تو آپ نے فرمایا:

اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور جب انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے تو میں ان کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں فرما لیتا۔

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے اس دن سحری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے سحری کے وقت دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس سے ہنس رہے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابولبابہ (رضی اللہ عنہ) کی توبہ قبول کر لی گئی۔

میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان کو یہ خوش خبری نہ دوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! اگر تم چاہو تو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ یہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابولبابہ (رضی اللہ عنہ)! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرما

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مسلمان انہیں کھولنے کے لئے جھپٹے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آکر اپنے مقدس ہاتھوں سے مجھے کھولیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھول دیا۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ستون کے ساتھ چھ راتیں بندھے رہے ان کی بیوی ہر نماز کے وقت آکر ان کو کھول دیتی تھیں نماز پڑھتے اور پھر ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کے متعلق جو آیت کریمہ نازل ہوئی وہ یہ

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ:102)

اور دوسرے مسلمان جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا انہوں نے کچھ نیک کاموں کو کچھ برے کاموں کے ساتھ ملا لیا عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام: ج:3، ص360 تا 362 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی۔
تو انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اس قوم کے اس علاقہ کو چھوڑ دوں جس میں میں نے گناہ کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہوں اور اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صدقہ کر دوں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے صرف تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 16397)

حافظ ابوعمر فرماتے ہیں کہ
یہ بھی کہا گیا ہے کہ
حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا گناہ یہ تھا کہ وہ بنوقریظہ کے حلیفوں میں سے تھے اور انہوں نے بنوقریظہ کو یہ اشارہ کیا تھا کہ اگر تم سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے نکل آئے تو تم کو ذبح کر دیا جائے گا اور انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کیا تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔ (الاستیعاب: ج: 4، ص: 305 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویوں نے خیانت کی تھی

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویوں نے خیانت کی تھی۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں نے خیانت کی تھی۔ ان کی یہ خیانت زنا نہیں تھی۔
حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے یہ خیانت کی تھی کہ
اس نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لوگوں سے یہ کہا تھا کہ یہ مجنون ہیں۔
اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ
جب ان کے پاس فرشتے بہ صورت مہمان آئے تو اس نے لوگوں کو جا کر بتا دیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آئے ہوئے ہیں۔
ضحاک نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی خیانت چغلی کرنا تھی۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 241 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

پھر آن مجید میں ہے:
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ (التحریم: 10)
اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جو ہمارے دو نیک بندوں کے

نکاح میں تھیں انہوں نے ان سے خیانت کی تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے اور ان سے کہا گیا تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں ہے کہ
ان دونوں نے خیانت کی۔
حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ
وہ لوگوں سے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق یہ کہتی تھی کہ یہ مجنون ہیں۔
اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ
ان کے گھر جو مہمان آتے تھے وہ لوگوں کو ان کی خبر پہنچا دیتی تھی۔
خیانت سے مراد یہ نہیں ہے کہ
وہ بے حیائی کے کام کرتی تھیں کیونکہ کبھی کسی نبی کی بیوی نے بے حیائی کا کام نہیں کیا۔
(تفسیر کبیر: ج: 10، ص: 574 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
کسی نبی کی بیوی نے کبھی بھی بے حیائی کا کام نہیں کیا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 26710)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
اشرف خراسانی سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔
(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11722)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
ان کی خیانت یہ تھی کہ
وہ ان دونوں مقدس ہستیوں کے دین پر نہ تھیں۔
حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی لوگوں سے یہ کہتی تھی کہ
مجنون ہیں۔ جب کوئی حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لاتا تو وہ قوم کے سرداروں کو بتا دیتی۔
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ)
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے لوگوں کو [illegible]

(معالم التنزیل: ج:5،ص:417 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اگر دن کو مہمان آتا تو دھواں ڈال دیتی

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مہمانوں کی قوم کو خبر دینے کے لئے اگر دن کو کوئی مہمان آتا تو دھواں ڈال دیتی۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب دن کے وقت کوئی مہمان آتا تو وہ دھواں ڈال دیتی تاکہ قوم کو پتہ چل جائے کہ کوئی مہمان آیا ہے۔
(معالم التنزیل: ج:5،ص:417 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب رات کو مہمان آتا تو آگ روشن کر دیتی

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کو مہمانوں کی خبر دینے کے لئے اگر رات کو کوئی مہمان آ بھی جاتا تو آگ روشن کر دیتی جس سے قوم کو ان مہمانوں کی خبر ہو جاتی۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے لوگوں کو مہمانوں کے بارے میں بتاتی جب بھی کوئی رات کے وقت مہمان آتا تو آگ کو روشن کر دیتی...... تاکہ پتہ چل جائے کہ ان کے ہاں کوئی مہمان آیا ہے۔ (معالم التنزیل: ج:5،ص:417 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

دونوں کی خیانت

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام دونوں کی بیویوں نے خیانت کی۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ان دونوں نے زنا نہیں کیا تھا۔
البتہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ
وہ لوگوں کو کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہے۔
اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ
وہ مہمانوں پر جرأت کرتی تھی اور مخالفت کرتی تھی پس یہی ان دونوں کی خیانت تھی۔
(جامع البیان: ج:28،ص:190 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والہہ تھا۔
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والہہ تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:574 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کنزالایمان میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عورت والہہ اپنی قوم سے حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں۔

(کنزالایمان: ص:1010 مطبوعہ اتفاق پبلشرز لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلہ تھا

ایک قول کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلہ تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ والعہ تھا۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والعہ تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:574 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کنزالایمان میں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی عورت واہلہ اپنا نفاق چھپاتی تھی اور جو مہمان آپ کے یہاں آتے تھے آگ جلا کر اپنی قوم کو ان کے آنے سے خبردار کرتی تھی۔

(کنزالایمان: ص:1010 مطبوعہ اتفاق پبلشرز لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا چھت پر چڑھ کر حسین وجمیل مہمانوں کی قوم کو خبر دینا

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی چھت پر چڑھی اور قوم کو حسین وجمیل مہمانوں کی خبر دی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے گھر کی چھت پر چڑھی اس نے اپنے کپڑے سے اشارہ کیا تو فاسق لوگ اس کے پاس بھاگتے ہوئے آئے۔

اور اس سے پوچھا۔

تمہارے پاس کوئی خبر ہے؟

اس نے کہا: ہاں! بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمارے پاس ایسے حسین وجمیل مہمان آئے ہیں اور ان سے ایسی اچھی خوشبو آتی ہے میں نے ایسے لوگ ساری زندگی نہیں دیکھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 11722)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا اپنی قوم کو گھر کے دروازے پر لے آنا

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کے لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر لے آئی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جب وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے تو وہ کافرہ بوڑھی اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر لے آئی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس دوڑتے ہوئے آنا

جب قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کی اطلاع مل گئی تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود:78)

اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی برے کام کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس قوم کا اظہار خوشی سے آنا

جب قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کی خبر ہوئی تو وہ اظہار خوشی سے دوڑتے ہوئے آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ (الحجر:67)

دریں اثناء شہر کے لوگ اظہار خوشی کرتے ہوئے آ گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کی قوم کو یہ خبر ملی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین و جمیل بے ریش لڑکے آئے ہیں ان کو یہ خبر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے پہنچائی تھی۔

اس نے ان سے کہا۔

میں نے اس سے پہلے اتنے حسین اور جمیل لڑکے نہیں دیکھے اور وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے اور ان سے پہلے کسی نے یہ خلاف فطرت کام نہیں کیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے

(جامع البیان: رقم الحدیث:14190)

قوم لوط کا عجیب انداز میں بھاگ کر آنا

قوم لوط کو جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کی خبر ملی تو ان کے آنے کا انداز یوں تھا کہ کوئی ان

ت کرلا رہا ہے یا ایک دوسرے کو اکسا کرلا رہے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اور اس حال میں کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے مہمانوں کے سامنے اس قسم کی قوم کے متعلق باتیں کررہے تھے اور چاہتے کہ یہ لوگ چلے جائیں آپ علیہ السلام کی کافر قوم سب کی سب اس طرح دندناتی بھاگتی آئی گویا ان کو ہانکا جارہا ہے یا ایک رے کو اکساتے دھکیلتے لئے چلے آئے یا ان کی شہوت ان کو دھکیلتی لائی یا خود ہی گرتے پڑتے بے حیائی دکھاتے ہوئے چلے ئے کچھ تو بھاگنے کی وجہ سے اور کچھ جوش شہوت سے جسموں پر کپکپی طاری تھی سیدھے حضرت لوط علیہ السلام کی طرف چلتے ئے یہ خبر ان کو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دی ان پیسوں کے لالچ میں جو کفار نے لالچ دے رکھا تھا یا کسی اور نے راہ دیکھ کر۔ آج اس بے غیرتی، بے حیائی سے اس لیے آگئے کہ ان کی شرم وحیا پہلے سے اتری ہوئی تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 232 نعیمی کتب خانہ لاہور)

رت لوط علیہ السلام کی بیوی کا قوم کو اپنے گھر کے دروازے پر لے آنا اور فرشتے کا دروازہ بند کردینا

جب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کو گھر کے دروازے پر لے آئی تو فرشتے نے اپنی قوت سے دروازہ بند کردیا۔

امام ابوالقاسم علی ابن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

جب وہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے تو وہ کافرہ بوڑھی اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو حضرت لوط علیہ ام کے گھر کے دروازے پر لے آئی ایک فرشتہ اٹھا اور اس نے پوری قوت کے ساتھ دروازہ بند کردیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 53، ص: 244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

رت لوط علیہ السلام کا قوم کو مہمانوں کے متعلق شرمندہ نہ کرنے کا فرمانا

حضرت لوط علیہ السلام نے دیوار کے اوپر سے جھانک کر قوم کو فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں تم ان کے معاملہ میں مجھے دہ نہ کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُوْنِ ٥ (الحجر: 68)

لوط نے کہا بے شک یہ میرے مہمان ہیں تم (ان کے معاملہ میں) مجھے شرمندہ نہ کرو۔

ت لوط علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا فرمانا

قوم جب بے حیائی پر آ ہی گئی تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ

آن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ o (الحجر:69)

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو۔

قوم کا کہنا کہ کیا ہم نے دنیا کے مہمانوں کو ٹھہرانے سے منع نہیں کیا تھا

جب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے مہمانوں کے متعلق شرمندہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو تو انہوں نے کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا کے لوگوں کو ٹھہرانے سے منع نہیں کیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ o (الحجر:70)

ان لوگوں نے کہا: کیا ہم نے آپ کو دنیا کے لوگوں (کو ٹھہرانے) سے منع نہیں کیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کی بیٹیاں نکاح کے لئے پیش کرنا

جب قوم بے حیائی پر آہی گئی تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کرلو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ o (الحجر:71)

لوط نے کہا یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کرلو) اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ o (ھود:78)

لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی نیک شخص نہیں ہے۔

کیا حضرت لوط علیہ السلام نے نکاح کے لئے اپنی بیٹیاں پیش کی تھیں؟

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو نکاح کے لئے اپنی بیٹیاں پیش نہیں کی تھیں بلکہ وہ قوم کی ہی لڑکیاں تھیں جن کو حضرت لوط علیہ السلام نے نکاح کے لئے پیش کیا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ حضرت لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں وہ ان کی امت کی بیٹیاں تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:14183)

مزید راقم ہیں۔
سعید بن جبیر نے فرمایا:
یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرلو جوان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے نبی ہیں کیونکہ نبی امت کا بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:6)
اور نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔
(جامع البیان: رقم الحدیث:14188)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر اپنی بیٹیاں پیش نہیں کیں نہ زنا کے لئے اور نہ ہی نکاح کے لئے۔
بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا کہ
یہ تمہاری عورتوں کی بیٹیاں ہیں کیونکہ نبی جب اپنی قوم کے درمیان موجود ہوتو وہ ان کا باپ ہوتا ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:6)
اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے۔
نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور نبی خود ان کا باپ ہے۔
حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
آپ علیہ السلام نے ان پر اپنی امت کی عورتیں پیش کیں اور ہر نبی سو اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔
(تاریخ ابن عساکر: ج:50،ص:317 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے:
بولے اے میری قوم یہ سب پاس کھڑی قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں ان لوگوں کی اس بے تحاشہ بھاگ دوڑ کا تماشہ دیکھنے کے لئے بچے، بوڑھے اور عورتیں سب جمع ہو گئے تھے۔
اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:
ان میں سے بعض تمہاری بیویاں ہیں تم ان کے خاوند ہو بعض غیر شادی شدہ ہیں تو تم میں کنوارے لوگ عام شریفانہ رواج کے مطابق ان سے نکاح کرو۔ یہ میری قومی بیٹیاں ہیں تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں۔
تفسیر روح البیان نے کہا کہ
بیٹیوں سے مراد نسبی بیٹیاں ہیں مگر یہ عقلاً نقلاً غلط ہے۔

اولاً اس لیے کہ
حضرت لوط علیہ السلام کی صرف دو بیٹیاں تھیں اور اس وقت نابالغہ تھیں ان کا نام
1-زنتا
2-زعوراء تھا۔
دوم اس لیے کہ
اگر اپنی بیٹیوں سے نکاح کرانا ہوتا تو پہلے کیوں نہ کر دیا ہوتا۔
سوم اس لیے کہ
قوم کے سینکڑوں آدمی آئے تھے بلکہ سارے ہی جیسا کہ قومہ کے اطلاق بلاحرف بعضیت سے ظاہر ہے تو دو بیٹیوں والا ساری قوم کو دعوت کس طرح دے سکتا ہے۔
چہارم اس لیے کہ
قوم کے کفر کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ اس شریعت میں کفار سے مومنہ کا نکاح جائز تھا جیسا کہ ابتداءِ اسلام میں بھی جائز تھا۔ مگر عام شریف آدمی بھی گوارہ نہیں کرتا کہ میری بیٹی کا نکاح گندے بے غیرت بدمعاش سے ہو تو اللہ تعالیٰ کا مکرم (نبی) اس نکاح کا خیال تک کیسے کر سکتا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص232 تا 233 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی بیٹیاں بطور نکاح مہمانوں کی عزت بچانے کے لئے پیش کی تھیں

حضرت لوط علیہ السلام نے جو قوم کو ان کی بیٹیاں بطور نکاح پیش کیں وہ صرف مہمانوں کی عزت بچانے کے لئے پیش کی تھیں۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:
ان عورتوں سے نکاح کر لو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے نبی کی یہ تھی کہ ان قومی بیٹیوں سے نکاح کے ذریعہ اپنے مہمانوں کی عزت بچائیں۔
(جامع البیان: رقم الحدیث:14186)
مزید راقم ہیں۔
امام محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ
حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:
اے میری قوم! یہ میری قومی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں میں ان سے نکاح کرنے کو اپنے مہمانوں کا فد

دیتا ہوں اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ حرام کام کو ترک کر کے حلال نکاح کر لیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14190)

نکاح کا معنیٰ اور اس کے فضائل

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

لغت میں نکاح کا معنیٰ جمع کرنا اور ملانا ہے اور شریعت میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی عورت کے جسم سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا جاتا ہے اگر کسی انسان کی شہوت معتدل ہو تو نکاح کرنا سنت ہے اور اگر کسی انسان پر شہوت بہت غالب ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور جب اس کو اپنے نفس پر ظلم کا خدشہ ہو تو پھر اس کا نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر وہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا نکاح کرنا حرام ہے۔ جو نکاح بغیر تشہیر کے خفیہ کیا جائے اس کو نکاح السر کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے یہ دس روپے لو میں اس کے عوض دس دن تم سے جماع کروں گا تو اس کو نکاح المتعۃ یا النکاح الموقت کہتے ہیں یہ نکاح باطل اور حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی بہن سے نکاح کرے اور مہر کے بجائے یہ مقرر کرے کہ وہ دوسرا شخص اس کی بہن سے نکاح کرلے تو اس کو نکاح اشغار کہتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ

یہ نکاح صحیح ہے اور فریقین کو مہر مثل دینا لازم ہوگا اور اگر کوئی شخص فریقین میں سے کسی ایک سے یا دونوں سے اجازت لیے بغیر کسی مرد اور عورت کا معروف طریقہ سے نکاح کردے تو یہ نکاح الفضول کہا جاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ

جب فریقین اس نکاح کو برقرار رکھیں تو یہ نکاح صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے۔

(دستور العلماء: ج:3، ص:289 تا 290 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن علی بن محمد الحصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایمان اور نکاح کے سوا کوئی اور ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لے کر اب تک مشروع رہی

اور فقہاء کے نزدیک اس عقد کو کہتے ہیں جس سے مرد کا عورت کے جسم سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہو جائے جبکہ کوئی شرعی مانع نہ ہو عورت کی قید سے مرد، خنثیٰ، مشکل اور جنیہ خارج ہو گئے اور مانع شرعی کی قید سے محارم خارج ہو گئے البتہ حسن نے جنیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ نکاح کا لفظ جماع کرنے میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز ہے نکاح فریقین میں سے کسی ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول کرنے سے منعقد ہو جاتا ہے اور اس میں دو آزاد مسلمان مکلف گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے جو ایجاب و قبول کرنے والوں کا کلام معاً سن رہے ہوں خواہ وہ فاسق ہوں یا مردود الشہادۃ ہوں یا نابینا ہوں۔

(درمختار: ج:4، ص:76 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نکاح کی ترغیب اور اس کے فضائل میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے شہوت کو کم کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5066)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب بندہ نے نکاح کرلیا تو اس کا نصف ایمان کامل ہوگیا اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5486)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہئے کہ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرلے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1862)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابن آدم کی سعادت (نیک بختی) سے تین چیزیں ہیں۔
1- نیک بیوی
2- آرام دہ مکان
3- آرام دہ سواری۔
اور ابن آدم کی شقاوت (بدبختی) سے تین چیزیں ہیں۔
1- بری بیوی
2- بے آرام مکان

3- اور بری سواری۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 9021)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں چند مسلمان آئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا۔

اور انہوں نے کہا: کہاں ہم کہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام بخش دیئے ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: رہا میں تو میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا۔

اور دوسرے نے کہا: میں ساری عمر مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی روزہ ترک نہیں کروں گا۔

اور تیسرے نے کہا: میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:

تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح اس طرح کہا تھا اور میں بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ (نفلی) رکھتا ہوں اور (نفلی) روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور (رات) نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5063)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔

1- ختنہ کرنا

2- عطر لگانا

3- مسواک کرنا

4- اور نکاح کرنا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1080)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم تین اشخاص کی مدد اپنے ذمہ لے لی ہے۔
1-اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔
2-وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔
3-اور وہ شخص جو پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:2518)
ایک اور روایت میں ہے:حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔
(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1467)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد مومن کی سب سے بڑی خیر یہ ہے کہ اس کی بیوی نیک ہو اگر وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے اور اگر وہ اس کے اوپر کوئی قسم کھائے تو وہ اس کو پورا کرے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1857)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے گا اس شخص کی ذلت میں اللہ تعالیٰ اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے فقر میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کے منصب کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پستی میں اضافہ کرے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس وجہ سے نکاح کرے گا کہ اس کی نظر نیچی رہے یا اس کی شرم گاہ گناہ سے بچتی رہے یا رشتہ جوڑنے کے لیے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس نکاح میں برکت دے گا اور اس عورت کو بھی اس نکاح میں برکت دے گا۔

(معجم الاوسط:رقم الحدیث:2527)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:عورت سے اس کے جمال،اس کے مال،اس کے اخلاق اور اس کی دین داری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے تم اس کی دین داری اور اس کے اخلاق کے سبب کو لازم کرلو۔

(مسند ابویعلی:رقم الحدیث:1012)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!مجھے ایک عزت والی مال دار اور منصب والی عورت مل رہی ہے لیکن اس کے ہاں اولاد نہیں

تی کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا وہ پھر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھر منع فرمایا پھر وہ تیسری بار آیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: محبت کرنے والی اور بچے دینے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2050)

ایک اور روایت میں ہے: ابونجیح سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص خوش حال ہو اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5482)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے نکاح کرو کیونکہ تمہاری وجہ سے میری امت دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی جس کے پاس طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جس کے پاس طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1846)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کی (یہ چیزیں) میرے نزدیک محبوب کی گئی ہیں۔

1-عورتیں

2-خوشبو

3-اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 3949)

ایک اور روایت میں ہے: عبید بن سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری فطرت سے محبت رکھتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے اور میری سنت نکاح

(مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 2740)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قریش کے نوجوانو! زنا نہ کرو جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے (لہذا نکاح کرلو)۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6846)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔

1-صدقہ جاریہ
2-یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے
3-یا نیک بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1631)

ان تمام احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا کثیر فضائل سے خالی نہیں۔ انسان زنا سے بچ جاتا ہے اولاد کی اچھی تربیت کر کے ملک کی تعمیر او استحکام کے لئے افراد مہیا کرتا ہے۔ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔ بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ نیک اولاد کی وجہ سے ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ انسان کو بیوی کے ذریعہ سے سکون ملتا ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا (الاعراف: 189)
اللہ وہ ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 43478)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بال بچوں کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(مسند احمد: ج:6، ص:157)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا اپنی دو رشتہ دار لڑکیوں پر خرچ کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا یا ان سے کفایت کر دی تو وہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب ہو جائیں گی۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 392)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عورت تین نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرے گی وہ اس لئے دوزخ سے حجاب بن جائیں گے۔

ایک عورت نے پوچھا: اور دو پر؟

ارشاد فرمایا: دو پر بھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1605)

اس سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یتیم لڑکی سے نکاح کرنے اور حق مہر ادا کرنے کے متعلق یہ حدیث مبارکہ ہے۔

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت (النساء: 3) کے متعلق سوال کیا۔

انہوں نے کہا: اے بھتیجے ایک سرپرست کے زیر پرورش ایک یتیم لڑکی ہوتی جو اس کے مال میں شریک ہوتی اس شخص کو اس کا مال اور اس کا حسن و جمال پسند آتا وہ اس کے مہر میں عدل و انصاف کئے بغیر اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا اور اس لڑکی کو مہر دوسرے لوگ دیتے اس سے کم مہر دینا چاہتا تو ایسے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کے مہر میں عدل و انصاف کریں اور رواج کے مطابق ان جیسی لڑکیوں کو جتنا مہر ملتا ہے اتنا مہر ان کو ادا کریں تو ان یتیم لڑکیوں وا اور لڑکیاں جو ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کر لیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2494)

اور جہاں بہتری ماں باپ دیکھیں وہاں جس قدر جلدی ہو سکے تو ان کا نکاح کر دیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اس کے خلق پر تم راضی ہو تو اس سے تم نکاح کر دو اگر تم نے ایسا نہیں مین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1967)

یک اور روایت میں ہے: یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ

سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو اس کے ح کر دو خواہ وہ کوئی شخص ہو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

(مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 10325)

حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق دے دی درآں حالیکہ وہ غائب تھے ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جو بھیجے وہ ناراض ہوگئیں۔

وکیل نے کہا: بہ خدا! تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا: تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے۔ پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں۔ پھر فرمایا: ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔

وہ کہتی ہیں کہ

جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہما نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ تو وہ مفلس آدمی ہیں۔ ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔ میں نے ان کو ناپسند کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

اسامہ سے نکاح کرلو تو میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1480)

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا حکم

علامہ شہاب الدین ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حربی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے یہ آیت (مائدہ: 25) ذمی عورتوں کیساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مجادلہ: 22)

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں آپ ان لوگوں کو ان سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ محبت اور مودت رکھنے سے منع فرمایا ہے اور نکاح
ت کا سبب ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ط (روم:21)
اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان سے سکون پاؤ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔
علامہ ابوبکر حصاص نے فرمایا ہے کہ
ہمارے نزدیک اس دلیل سے کراہت ثابت ہوتی ہے اور ہمارے اصحاب حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ کہتے ہیں
شیعہ حضرات حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔
ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مہاجر عورتوں کے ماسوا تمام عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور
م کے سوا کسی اور دین کی عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا ہے۔
اور امام عبدالرزاق اور امام ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کے بارے میں سوال کیا گیا۔
تو انہوں نے فرمایا:
ہم نے فتح مکہ مکرمہ کے زمانہ میں جب مسلمان عورتیں کثرت سے دستیاب نہ تھیں ان سے نکاح کیا اور جب ہم لوٹے تو ان کو طلاق دے دی۔
ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ
ان سے پوچھا گیا۔
کیا کوئی شخص اہل کتاب کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟
انہوں نے کہا: اس کا اہل کتاب سے کیا واسطہ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتیں بکثرت پیدا کی ہیں اگر اس نے کتابیہ
سے نکاح کرنا ہی ہو تو غیر مسافحہ سے نکاح کرے۔
پوچھا گیا: مسافحہ کون ہے؟
فرمایا: جس کو مرد آنکھ سے اشارہ کرے تو وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔
(روح المعانی: ج:6، ص:66 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اہل کتاب عورتوں سے دارالکفر میں نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہاں کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور مسلمان وہاں آزادی
شرح صدر کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم اور تربیت نہیں دے سکے گا اور دارالاسلام میں بلاضرورت اہل کتاب عورتوں سے
کرنا مکروہ تنزیہی ہے واضح رہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اللہ تعالیٰ کو، نبی کو اور آسمانی کتاب کو مانتے
خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہوں۔ (ردالمحتار: ج:4،ص:101 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

درمختار میں ہے: کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وہ عورت کسی مرسل نبی پر ایمان رکھتی
کسی منزل من اللہ کتاب کا اقرار کرتی ہو اگرچہ عمومی طور پر وہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں یونہی ان کا ذبیحہ بھی
میں حلال ہے۔ (درمختار: ج:1،ص:189 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

فتح القدیر بحوالہ المستصفیٰ میں ہے: ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

(فتح القدیر بحوالہ المستصفیٰ: ج:3،ص:135 مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

نکاح غیر کفو

نکاح غیر کفو کے سلسلے میں سب سے پہلے احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کو وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور خلق پر تم راضی ہو
سے تم (اپنی لڑکی کا) نکاح کردو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1967)

ایک اور روایت میں ہے: یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کی امانت اور خلق پر تم راضی ہو تو
ساتھ نکاح کردو خواہ وہ کوئی شخص ہو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:10325)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے طلاق دے دی درآں حالیکہ وہ غائب تھے ان کے وکیل نے حضرت
رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جو بھیجے وہ ناراض ہوگئیں۔

وکیل نے کہا: بہ خدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور یہ واقعہ بیان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام
گھر عدت گزاریں۔

پھر ارشاد فرمایا: ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔

وہ فرماتی ہیں کہ

جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہما نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں اور رہے معاویہ (رضی اللہ عنہ) تو وہ مفلس آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ میں نے ان کو ناپسند کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسامہ سے نکاح کر لو میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی اور عورتیں مجھ پر رشک کرتی ہیں۔

حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ غلام زادے تھے ان کے کفو نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح فرما دیا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کے بیٹے ابوحذیفہ جنگ بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا تھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5088)

اس حدیث مبارکہ میں بھی یہ مذکور ہے کہ ایک آزاد قرشیہ کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی عورت کے ساتھ چار وجوہ سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اس کے خاندانی محاسین کی وجہ سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی دین داری کی وجہ سے سو تم اس کی دین داری میں کوشش کرو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5090)

ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نکاح کے جواز کے لئے نسب میں کفو اور مماثلت کی شرط لگانا از روئے اسلام صحیح نہیں ہے بلکہ جہاں متقی لڑکا دیکھو تو وہاں اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دو کیونکہ یہ ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

فقہاء اربعہ کا نظریہ

فقہاء اربعہ کے غیر کفو میں نکاح کے متعلق درج ذیل نظریات ہیں۔

مالکیہ کا نظریہ

امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی 256ھ امام عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی سے پوچھتے ہیں۔

میں نے کہا: یہ بتلائیے کہ اگر بیوہ عورت کو کوئی شخص نکاح کا پیغام دے اور اس کا والد یا ولی اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کرے اور یہ مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے اور پیغام دینے والا حسب اور شرف میں ہر چند کہ لڑکی سے کم ہو لیکن دین میں اس کو کفو ہو اور لڑکی اس سے نکاح پر راضی ہو اور ولی راضی نہ ہو۔

امام ابن قاسم نے جواب دیا کہ

قاضی اس شخص سے نکاح کر دے اور لڑکی کی رضامندی کے بعد باپ اور ولی کے قول کی طرف نہ دیکھے وہ دین میں اس کا کفو ہے۔

امام ابن قاسم نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نظریہ ہے۔

میں نے کہا: یہ بتلائیے کہ اگر وہ دین میں اس کا کفو ہو اور مال میں اس کا کفو نہ ہو لڑکی اس کے ساتھ نکاح پر راضی ہو اور اس کا ولی راضی نہ ہو ایسی صورت میں قاضی اس عورت کا اس شخص سے نکاح کرے یا نہیں۔

امام ابن قاسم نے کہا: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مسئلہ نہیں سنا لیکن ان سے یہ سنا ہے کہ غلاموں کا عرب خواتین سے نکاح جائز ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لئے تمہیں گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

میں نے کہا: یہ بتلائیے کہ اگر ایک عرب عورت کسی غلام سے نکاح پر راضی ہو اور اس کا باپ ولی راضی نہ ہو در آں حالیکہ عورت بیوہ ہو کیا قاضی اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

امام ابن قاسم نے کہا: اس کا بھی وہی جواب ہے یعنی کر سکتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا۔

بعض لوگ غلاموں اور عربیوں میں فرق کرتے ہیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت بھاری سمجھا۔

اور ارشاد فرمایا:

تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ (المدونۃ الکبریٰ: ج:2، ص:144 تا 145 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی 204ھ فرماتے ہیں:

جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دیں تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے جن کی بہ نسبت یہ ولی اقرب ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ان کی ولایت نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا جو مطلقاً رد کر دیا جائے غیر کفو کی وجہ سے لڑکی اور اس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

(کتاب الام: ج:5، ص:15 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

آئمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ

جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں صحیح نہیں ہے۔

(المیزان الکبریٰ: ج:2، ص:110 مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ

کفو ہونا نکاح کی شرط نہیں ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حماد بن ابی سلمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اور فقہاء احناف کا یہی نظریہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ (قرشیہ) کا نکاح کر دیا حالانکہ حضرت سالم ایک انصاری عورت کے آزاد شدہ غلام تھے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ

وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کریں اور حضرت زینب بنت جحش اسعدیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا حالانکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے کہا۔

میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ گورا رومی ہو یا کالا حبشی، نیز کفو کی وجہ سے عورت اس کے ولی یا دونوں کے نکاح کرنے کا حق اور اختیار ختم نہیں ہوتا اس لیے جس طرح عیب سے بری ہونا نکاح میں شرط نہیں ہے اسی طرح کفو بھی نکاح میں شرط نہیں ہے۔ (المغنی: ج:7، ص:26 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب عورت غیر کفو میں شادی کرے اور اس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اس جیسا یا اس سے دور کا ولی اس نکاح کو مسترد کرنے کا مجاز نہیں ہے البتہ اگر اس سے زیادہ قریب ولی اختلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (المبسوط: ج،5، ص:26 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی 827ھ لکھتے ہیں:

عالم، عربی، قرشی اور علوی کا کفو ہے۔ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ: ج:4، ص:116 مطبوعہ بولاق مصر)

علامہ داؤد آفندی حنفی متوفی 1078ھ لکھتے ہیں:

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے ولی کو تفریق کرانے کا حق ہے اور اگر اولیاء میں سے ایک بھی راضی ہو جائے تو دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: ج:1، ص:343 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

جو عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی اس کے تفریق کرا سکتا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق نکاح صحیح ہے اور اگر بعض راضی ہو جائیں تو یہ کل کی رضا کے برابر ہے مگر یہ کہ ولی اقرب راضی نہ ہو۔ (تبیین الحقائق: ج:2، ص:128 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

لڑکی اور اولیاء کی مرضی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے اور اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو ان کو فسخ کا اختیار ہے۔

(درمختار: ج:2، ص:437 مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

ملا نظام الدین متوفی 1157ھ لکھتے ہیں:

جب عورت از خود غیر کفو میں نکاح کرے تو ظاہر الروایہ کے مطابق نکاح صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام ابوحسن اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا آخری قول یہی ہے البتہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

(عالمگیری: ج:1، ص:292 مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ

امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے اور جو مشائخ عراق ان کے تابعین ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا قول ثابت ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔ (ردالمحتار: ج:4، ص:150 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سیدات کا غیر فاطمیوں سے نکاح

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ سیدات کے نکاح غیر فاطمی مردوں سے کئے گئے ہیں۔

امام بخاری متوفی 256ھ لکھتے ہیں:

ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم فرمائیں ایک قیمتی چادر بچ گئی۔

بعض اہل مجلس نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجئے جو

آپ کے نکاح میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا تھی۔

(صحیح البخاری: ج: 1، ص: 403 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام محمد بن عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی 276ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اولاد بھی ہوئی۔ (المعارف: ص: 92 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں ان کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے زید پیدا ہوئے۔ (جمہرۃ انساب العرب: ص: 38 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہن کے غیر فاطمی نوجوانوں سے نکاح ہوئے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی 276ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کا حسن بن حسن بن علی سے نکاح ہوا پھر ان کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزم سے ہوا۔ ان سے قرین پیدا ہوئے اور ان کی نسل چلی۔ پھر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا انہوں نے دخول سے پہلے آپ کو طلاق دے دی پھر آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے آپ کو طلاق دے دی اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ یہ ابو الیقظان کا قول ہے۔

اور ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ

سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمرو بن حکیم بن حزم سے ہوا اس کے بعد آپ کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔

اور ابن الکلبی نے کہا کہ

سکینہ کے پہلے شوہر اصبغ بن عبدالعزیز تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے وہ مصر میں آپ کو دیکھنے سے پہلے فوت ہوگئے اس کے بعد آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا پھر اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ پھر آپ کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا۔ ان سے عثمان پیدا ہوئے جن کو قرین کہتے ہیں اور مصعب سے آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کے بعد آپ کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف سے ہوا جو ابراہیم بن سعد کے دادا تھے۔ (المعارف: ص 93 تا 94 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن زبیر نے عقد کیا ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں پھر وہ شہید ہو گئے تو ان کا عقد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا ان سے عثمان حکیم اور ربیحہ پیدا ہوئے ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اور ان کی وفات کے بعد سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے ہوا یہ نکاح سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا نے از خود کیا تھا۔

وہ تین ماہ ان کے ساتھ رہیں پھر ہشام بن عبدالملک نے مدینہ کے والی کو حکم دیا کہ ان میں تفریق کر دی جائے (کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی) سو ان میں تفریق کر دی گئی۔

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

زید بن عمرو بن عثمان کی وفات کے بعد سکینہ کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا۔

(طبقات کبریٰ: ج:8، ص:475 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی صاحبزادیوں کے نکاح غیر فاطمی نوجوانوں سے ہوئے۔

شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن حسن کی صاحبزادیوں کی تفصیل

1-سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

یہ عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی بہن ہیں۔ان کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔

2-سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ بھی ان کی بہن ہیں ان کا نکاح اپنے عم زاد محمد بن علی بن الحسین سے ہوا۔

3-اور سیدہ فاطمہ بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہا

ان کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔

اور ان سے حسن، صالح اور یزید پیدا ہوئے۔ یہ فاطمہ ام ولد کی لڑکی تھیں اس کے بعد ان کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبداللہ بن ابو سید بن مغیرہ سے ہوا۔

4-اور سیدہ ملیکہ بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہا ہیں۔

یہ جعفر اور داؤد کی بہن ہیں ان کا نکاح جعفر بن معدوب بن زبیر سے ہوا ان سے ایک لڑکی ہوئی۔

5-اور سیدہ ام القاسم بنت الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہا ہیں۔

یہ سیدہ ملیکہ کی بہن ہیں ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان سے ہوا اور ان سے محمد پیدا ہوئے۔اس کے بعد ان کا نکاح عم زاد علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ (جمہرۃ انساب العرب: ص:42 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (زین العابدین) کی چھ صاحبزادیاں ہوئیں ان میں سے صرف ا
صاحبزادی کا نکاح فاطمی نوجوان سے باقی پانچ صاحبزادیوں کا نکاح غیر فاطمی نوجوانوں سے ہوا۔
شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی 456ھ لکھتے ہیں:
1-سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے ہوا۔
2-سیدہ عبرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح محمد بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔
اس کے بعد ان کا نکاح علی بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب سے ہوا۔
اس کے بعد ان کا نکاح نوح بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا۔
3-اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح داؤد بن الحسن بن الحسن سے ہوا۔
4-اور سیدہ ام الحسن رضی اللہ عنہا کا نکاح داؤد بن علی بن عبید اللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے ہوا ان سے موسیٰ پیدا ہوئے۔
5-اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح داؤد بن علی بن عبداللہ ابی طالب سے ہوا اس کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔
6-اور سیدہ ام الحسین رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوا۔
(جمہرۃ انساب العرب: ص:52 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)
اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیدہ کے غیر سید سے جواز پر کئی فتاویٰ ہیں۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:
مسئلہ: از پردہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسؤلہ حافظ شاہ افضل خان صاحب: 27 محرم 1336ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں۔
1-ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اس سے کسی شخص نے جو نسبا سید نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر کہتے ہیں کیا شخص مذکورہ کافر ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔
2-عورت بالغہ ہے جو نسبا سیدہ ہے باکرہ ہو یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسبا سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں؟
3-مرد غیر سید نے سید عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد اس سے پیدا ہو گی وہ نسبا سید کہلائے گی یا نہیں۔ بینوا و توجروا

الجواب

1-حاشا اللہ اسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر الم

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں۔ اوران سے حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نسباً سادات سے نہیں۔

2-سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگر چہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو۔

3-جب باپ سید نہ ہو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگر چہ ماں سیدانی ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ:ج:5،ص:299 مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

مسئلہ: از شہر کہنہ 4 رمضان المبارک 1313ھ

ما قولهم رحمهم الله تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

بینوا و توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں۔ باپ خود اس کے سامان میں ہے جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہ نہیں **کما نص علیه فی رد المحتار وغیره من الاسفار**

واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ:ج:5،ص:287 مطبوعہ دارالاشاعت فیصل آباد)

مسئلہ: مرسلہ حاجی موسیٰ عربی 3 ذی قعدہ 1323ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے خواہ علوی یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے بھی مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح نہ ہوگا اگر چہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اگر اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہوں تو اب ان کے کیے بھی نہ ہو

سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ، دادا، پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہا کتب متعمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہیں۔

و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:292 تا 293 مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: سوال: اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے کہ آیا عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے یا نہیں؟
قرآن مجید سے اس کا جواب دیں اور اجر پائیں!
(جواب) ہاں دیندار عالم سیدہ کا کفو ہے کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے زائد ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کو بلند کرتا ہے اور عالموں کو بہت درجات بلندیاں دیتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟
اور امام کردری نے وجیز میں لکھا ہے کہ
عالم، جاہل، عربی کا کفو ہے کیونکہ علم کا مرتبہ زیادہ بلند اور زیادہ قوی ہے اسی طرح فقیر عالم جاہل غنی کا کفو ہے اور غیر قرشی عالم جاہل قرشی اور جاہل علوی کا کفو ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:291 مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)
علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
علامہ حامد آفندی حنفی سے سوال کیا گیا کہ
ایک ہاشمی شخص نے دانستہ اپنی مرضی سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک غیر ہاشمی شخص سے کر دیا آیا یہ نکاح صحیح ہے۔

جواب

ہاں اس صورت میں نکاح صحیح ہے۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ: ج:1، ص:21 مطبوعہ کوئٹہ)

نکاح سے قبل عورت کے چہرے کو دیکھنا

انسان جب نکاح کا ارادہ کرے تو نکاح کرنے سے قبل اس کو چاہیے عورت کو دیکھ لے اور یہ جائز ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک انصاری نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔

کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو دیکھ لیں۔

(سنن النسائی، رقم الحدیث: 3234)

ایک اور روایت میں ہے:

بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو دیکھ لو تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1087)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا۔

ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ

اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا۔

اس نے عرض کیا:

نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جا کر دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3381)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے قبل اس عورت کو دیکھ لے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

بعض علماء کرام کے نزدیک یہ مکروہ ہے لیکن یہ قول خطاء پر مبنی ہے اور اس باب کی احادیث مبارکہ کے خلاف ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے مثلاً خرید وفروخت یا شہادت کے وقت، نکاح لئے صرف عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں ہے نیز چہرے سے عورت حسین ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ہاتھوں سے بدن کی خصوصیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارا اور جمہو یہی نظریہ ہے۔

اور شیخ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ (وہابی)

عورت کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے یہ قول غلط اور فاحش ہے اور اصول سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔

پھر ہمارا اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ

عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کو اطلاع دیئے بغیر اس کی لاعلمی میں اس کو دیکھ چاہئے۔

(شرح مسلم للنواوی: ج:1، ص:457 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قوم لوط کا نکاح کرنے کو مسترد کرنا اور اپنی قبیح خواہش کا اظہار کرنا

جب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کرلو تو قوم لوط نے کہا آپ خوب جا ہیں کہ ان میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ○ (ھود:79)

انہوں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی (قوم) کی بیٹیوں میں ہماری کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری کیا خواہش ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

سب بیک زبان بولے یا ایک ان سب میں زیادہ بے باک سب کی طرف سے بولا اے لوط (علیہ السلام) البتہ پہلے ہی جانا ہوا ہے کہ نہیں ہے ہمیں کوئی حاجت تیری ان قومی بیٹیوں میں جو ہماری بیویاں بنی ہوئی ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کی بیویوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حق زوجیت کی شکایت لے کر آنا

قوم لوط اپنی بیویوں کے پاس مباشرت کے لئے نہیں جاتے تھے اور نہ ہی ان میں کوئی رغبت رکھتے تھے تو وہ عور زوجیت کی سفارش کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتی تھیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یعنی تو ہم کو پہلے سے ہی جانتا ہے ہماری بیویاں حق زوجیت ادا نہ کرنے کی شکایت تیرے پاس ہی لے کر آتی ہیں یا تو نے آنکھوں سے کئی دفع دیکھا ہوگا کہ ہم بیویوں سے بالکل دور ہیں ہم کو بیویوں سے بالکل شہوت نہیں آتی لہٰذا اب ہمیں ان کی کیا حاجت رہی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کی طبیعت کتوں جیسی ہو گئی تھی

قوم لوط کی طبیعت کتوں جیسی ہو گئی تھی جس طرح کہ کتے کو اس وقت تک شہوت نہیں آتی جب تک کتیا میں خاص بو پیدا نہیں ہوتی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تاریخوں میں لکھا ہے کہ

ان کی طبیعت بالکل کتوں اور جانوروں جیسی ہو گئی تھی جس طرح کتے کو اس وقت تک شہوت نہیں آتی جب تک کتیا میں وہ خاص بو پیدا نہیں ہوتی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کا بیویوں کو دیکھ کر یا خلوت صحیحہ میں بھی شہوت نہیں آتی تھی

قوم لوط وہ بدبخت قوم تھی جن کی شہوت اپنی عورتوں پر ختم ہو چکی تھی اگر چہ وہ بیوی کو دیکھتے رہتے یا ان کے ساتھ خلوت صحیحہ میں ہوتے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تاریخوں میں لکھا ہے کہ

ان کی طبیعت بالکل کتوں اور جانوروں جیسی ہو گئی تھی جس طرح کتے کو اس وقت تک شہوت نہیں آتی جب تک کتیا میں وہ خاص بو نہیں پیدا ہوتی اسی طرح ان لوگوں کو بیویوں کو دیکھ کر یا خلوت صحیحہ میں جا کر بھی شہوت نہیں پیدا ہوتی تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کی کافرہ عورتیں دن دہاڑے زنا کراتی پھرتی تھیں

قوم لوط کے مرد اپنی عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی خواہش کو پوری کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی عورتیں دن دہاڑے زنا کرواتی پھرتی تھیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اور یہ بات عام مشہور ہو چکی تھی ان کی کافرہ عورتیں دوسروں سے زنا کراتی پھرتی تھیں اور سب کچھ دن دہاڑے ہوا کرتا (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زنا کی ممانعت

زنا ایک قبیح فعل ہے اور اس کی سزا دنیا و آخرت میں بہت زیادہ سخت ہے جس کو کوئی برداشت نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں اس کی دنیا و آخرت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ زنا کی ممانعت قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:32)

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (النور:2)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الممتحنہ:12)

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں ان چیزوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیں اور ان کے لئے استغفار کریں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان:68تا69)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر

دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت عذاب کا سامنا کرے گا۔
قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ذلت والے عذاب میں رہے گا۔
کثیر احادیث مبارکہ سے زنا کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

1-بوڑھا زانی

2-جھوٹا بادشاہ

3-اور متکبر فقیر۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 107)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص کو اتارتا ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5366)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا کسی شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5578)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8396)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4690)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہل برقرار رہے گا، شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 80)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عادتاً زنا کرنے والا بت پرست کی مثل ہے۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3541)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سورج اور چاند کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے امت محمد! اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اس پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اے امت محمد! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو اور تم ضرور زیادہ روؤ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 901)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو اور جب ان کی اولاد زنا کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔
(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 7091)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تا کہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4173)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس قوم میں خیانت کا ظہور ہوتا ہے اس قوم کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا بہ کثرت ہوتا ہے ان میں موت بہ کثرت ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان سے رزق منقطع ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر اللہ تعالیٰ دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔
(المؤطا: رقم الحدیث: 1020)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم زنا سے بچتے رہو کیونکہ اس میں چار خصلتیں ہیں۔
1- اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔
2- رزق منقطع ہو جاتا ہے۔
3- رحمان ناراض ہوتا ہے۔
4- اور دوزخ میں خلود ہوتا ہے۔
(المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 7092)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس بستی میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کرلیا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5417)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے۔
جن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔
ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو اور وہ لوگ اس کو منع دیں پھر ایک شخص ان کے پیچھے سے جائے اور چپکے سے اس کو دے دے اور اس کے عطیہ کو اللہ تعالیٰ کے سوال کوئی نہ جانتا ہو یا شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے پھر وہ ٹھہر جائیں اپنے سر رکھ کر سو جائیں پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے اور میری حمد و ثناء کرے اور میری آیات تلاوت کرے اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے کہ وہ شخص شہید ہو جائے یا فتح یاب ہو جائے۔
اور جن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔
1- بوڑھا زانی
2- متکبر فقیر
3- اور مالدار ظالم۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2568)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہو راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا کہ گرجے سے باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں گا اور زیادہ نیکی حاصل کروں

جے سے اترا اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں بھی تھیں جس وقت وہ باہر کھڑا ہوا تھا تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ ں ایک دوسرے سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس عابد نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی پھر اس پر بے ہوشی ی ہوگئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی ٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا تو گناہ کا پلڑا بھاری نکلا پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو وں کا پلڑا بھاری نکلا سو اس کو بخش دیا گیا۔

اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے ساٹھ سال کی عبادت ایک زنا کے گناہ سے ضائع کر دی اور دو ٹیوں کو صدقہ کرنے کی نیکی سے اس کے گناہ کو بخش دیا وہ جس گناہ پر چاہے پکڑ لیتا ہے اور جس نیکی کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 379)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔

کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے پھر کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ خواب بیان کرتا۔

ایک دن صبح کے وقت فرمایا:

بے شک آج رات دو فرشتے آئے اور وہ مجھے اٹھا کر لے گئے۔

انہوں نے مجھ سے کہا۔

آپ چلئے میں ان کے ساتھ چلتا رہا میں نے دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ایک تنور کی مثل میں تھے ان کا بالائی حصہ تنگ اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے سے آگ جل رہی تھی جب آگ سے شعلے بھڑکتے تو وہ لوگ اوپر اٹھ جاتے اور جب کم ہوتی تو وہ نیچے گر جاتے۔ فرشتوں نے بتایا وہ زانی اور زانی عورتیں تھیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7047)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت شریک صحابی سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5366)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔
اس نے پوچھا۔
پھر کون سا ہے؟
ارشاد فرمایا
تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دو۔
اس نے پوچھا۔
پھر کون سا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔
پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان:68)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6861)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عرب کی ہلاک ہونے والی عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر زنا کا اور شہوت خفیہ کا خوف ہے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:7 ص:122)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
متکبر، مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3536)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ معمر زانی اور متکبر فقیر کی طرف نہیں دیکھے گا۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13195)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
زنا فقر پیدا کرتا ہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5418)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے گا
ئے گا دوزخ میں دوزخیوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3548)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کر دے

معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3237)
یک اور روایت میں ہے:
ضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3524)
اور روایت میں ہے:
ت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 4981)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا کیا جائے گا تو لوگ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھائے گا پھر یہ پروا نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1752)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم اکٹھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، رشتہ داروں سے میل جول سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی ثواب نہیں ہے اور بغاوت سے بچو کیونکہ اس سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی عذاب نہیں ہے اور تم ماں باپ نافرمانی سے بچو کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3019)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے چار مرتبہ کر اپنے متعلق زنا کرنے کا اقرار کیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کر دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6814)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

1-بوڑھا زانی

2-امام کذاب

3-اور متکبر فقیر۔

(مسند البزار: رقم الحدیث:1308)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی نداء کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی سائل ہو تو اس کو عطا کیا جائے کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کر لی جائے گی سوا اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:2790)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو شخص آئے ان دونوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا اور مجھے ایک سخت چڑھائی والے پہاڑ پر لے گئے۔

اور مجھ سے کہا۔

اس پر چڑھیے۔

میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

انہوں نے کہا: ہم آپ کے لئے چڑھنا آسان کر دیں گے پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچ گیا ناگاہ میں نے بہت زور کی آوازیں سنیں۔

میں نے پوچھا۔

یہ کیسی آوازیں ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ دوزخ کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہیں۔

ہم چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے بدن پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آ رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔
یہ کون ہیں؟
انہوں نے کہا: یہ مقتولین کفار ہیں وہ پھر مجھے آگے لے گئے وہاں ایسے لوگ تھے جن کے بدن بہت پھولے ہوئے اوران سے سخت بدبو آرہی تھی گویا کہ وہ پاخانے کی بدبو تھی۔
میں نے پوچھا۔
یہ کون لوگ ہیں؟
ارشاد فرمایا:
یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7448)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرمادی اگر کنواری کنوارے کے ساتھ کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کردو اور اگر شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو رجم دو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1690)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی خروج کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی ایذا ہوگی
(مسند البزار: رقم الحدیث: 1548)
ایک اور روایت میں ہے:
راشد بن سعد المقرائی سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کی کھال آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھی۔
میں نے کہا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ کون لوگ ہیں؟
انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے مزین ہوتے تھے پھر میں ایک کنویں کے پاس سے گزرا جس

سخت بدبو آ رہی تھی۔
میں نے پوچھا۔
اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ کون لوگ ہیں؟
انہوں نے کہا: یہ وہ خواتین ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 6750)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ
تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟
انہوں نے کہا: یہ حرام ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔ یہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:
اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3543)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجاہدین کی بیویوں کی حرمت جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کی مثل ہے اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا۔
ایک روایت میں ہے کہ
کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑ دے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1897)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن کی طرف پڑ جائے پھر وہ اپنی نظر پھیر لے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اس کی عبادت میں حلاوت اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5431)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کردے گا۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3539)

قوم لوط کی عورتوں کا زنا کروانا اور ان کی غیرت کا ختم ہو جانا

قوم لوط کی عورتیں دن دہاڑے زنا کرواتی پھرتی تھیں کسی کی غیرت روکنے والی نہ تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
ان کی کافرہ عورتیں دوسروں سے زنا کرواتی پھرتی تھیں اور سب کچھ دن دہاڑے ہوا کرتا تھا کسی کی غیرت روکنے والی نہ تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کا حضرت لوط علیہ السلام کو اندر مہمانوں کے پاس جانے کا کہنا

قوم لوط بے حیائی میں اس قدر منہمک ہو گئی تھی کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی کوئی بات نہ مانی اور اندر مہمانوں کے پاس جانے کا کہتے رہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
انہوں نے کہا: "مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ ج" کہ جس کو تم اپنی بیٹیاں کہہ رہے ہو ہمیں ان کی حاجت نہیں اور بے شک یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارے ارادے کیا ہیں اسی لیے ہم نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ ہر ایک کو تم پناہ مت دیا کرو اور ہمارے راستے کے لئے رکاوٹ نہ بن جایا کرو لہٰذا اب بھی دروازہ چھوڑ دو اور ہمیں اندر جانے دو جہاں وہ اجنبی مہمان بیٹھے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:233 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کا مقابلہ کی قوت کی خواہش کرنا

جب قوم بے حیائی پر آ ہی گئی کہ اس کے کرنے کے سوا ان کا اور کوئی ذہن ہی نہیں تھا تو حضرت لوط علیہ السلام نے کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً (ھود:80)

لوط نے کہا کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی۔

کاش میں تنہا اس بے حیائی کو روکنے پر قادر ہوتا

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ کاش میں تنہا تم کو اس بے حیائی کے کام سے روکنے پر قادر ہوتا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یعنی کاش میں تنہا تم کو اس بے حیائی کے کام سے روکنے پر قادر ہوتا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:113 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لینے کا قول

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی بے حیائی سے نہ رکنے پر ارشاد فرمایا کاش میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لے لیتا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍo (ھود:80)

لوط نے کہا کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لیتا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا مضبوط قبیلہ کی پناہ مانگنا

جب قوم بے حیائی پر تل ہی گئی تو آپ علیہ السلام نے مضبوط قبیلہ کی پناہ لینے کی خواہش کی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اور کہا (لوط علیہ السلام نے)

میں کسی مضبوط پناہ گاہ میں پناہ لے لیتا یعنی کاش میرے پاس ایک لشکر ہوتا جس کی مدد سے میں برائی کو روکتا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری حمایت میں کوئی قبیلہ ہوتا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:113 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد ہر نبی کی پشت پر قبیلہ تھا

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد ہر نبی کی پشت پر قبیلہ تھا جن کے ذریعے مخالف کا مقابلہ کیا جاتا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
ابن جریج نے کہا ہے کہ
ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو نبی بھیجا گیا اس کی پشت پر کوئی قبیلہ ہوتا تھا حتیٰ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر بھی بنو ہاشم کا قبیلہ تھا۔

(جامع البیان: جز: 12، ص: 113 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس کو اس کی قوم کے مضبوط قبیلہ سے بھیجا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3116)

حضرت لوط علیہ السلام کا قوم سے آخری کلام سننے کے بعد کا قول

حضرت لوط علیہ السلام نے جب قوم سے آخری کلام سن لیا تو فرمایا میرے لیے تمہارے سامنے کچھ قوت ہوتی یا دوسری کے لوگوں کو بلا لاتا جو تم لوگوں سے لڑتے اور تمہیں مار کر بھگا دیتے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:
حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کی بے غیرتی کا ظاہر ظہور یہ حال دیکھا تو آخری تبلیغ کے بعد ان کی ہدایت اور سے بالکل مایوس ہو کر بولے کاش اس وقت میرے لیے تمہارے سامنے کچھ قوت ہوتی کہ تم کو یہاں سے بھگا سکتا یا اس طرح کہ باقاعدہ ہتھیار لے کر تم سے اکیلا ہی جنگ کرتا یا دوسری قوم کے لوگوں کو بلا کر لاتا جو تم سے نمٹتے اور تم کو مار بھگاتے مگر حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ میں کہیں جا نہیں سکتا تم سے زیادہ دیر جھگڑا کر نہیں سکتا گھر میں مہمان بیٹھے ہیں میں اکیلا ہی ان کا میز ہوں وہ اجنبی مسافر ہیں تم ان کے درپے ہو میں ان کی حفاظت میں ہوں میرے ساتھ اور کوئی معاون بھی نہیں تم کو ذرا غیر نہیں مہمان تمہارے متعلق کیا سوچیں گے کیا دنیا میں تم جیسا کوئی بے حمیت اور مہمانوں کو ستانے والا ہے۔ حضرت لوط السلام کا کوئی بیٹا نہ تھا جیسا کہ تاریخوں سے ظاہر ہے۔

مقصد کلام کا یہ ہے کہ
اگر مجھ کو پہلے پتہ ہوتا کہ تم نے آج ایسی سخت بے حیائی دکھانی ہے تو میں یا تو پہلے ہی تیاری کر لیتا یا کسی پہاڑ کے رکن غار میں چھپ کر پناہ پکڑ لیتا اور مضبوط رکن جو بہت خفیہ ہوتا وہاں جا چھپتا تاکہ میں نہ یہاں ہوتا نہ یہ مہمان یہاں ٹھہرتے آج اس طرح ان پیارے مہمانوں کے سامنے رسوا ہوتا۔ (تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 234 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط قبیلہ کی پناہ طلب کرنے کا محمل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام نے جو کہا۔

کاش میں کسی مضبوط رکن کی پناہ لے لیتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول پر تنقید کی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت طلب کی کیونکہ رکن سے ان کی مراد قبیلہ تھی تا کہ وہ قبیلہ قوم سے ان کی حفاظت کرے اور ان کے مہمانوں کو قوم کی بے حیائی کی بھینٹ چڑھنے سے بچائے اور چونکہ قوم کی زبردستی اور زیادتی کی وجہ سے ان کا دل تنگ تھا اور ان کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کا دل آزردہ تھا اسی وجہ سے وہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب اور اس سے مدد چاہنا بھول گئے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں طریقہ اور عادت یہ ہے کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کی مدد کرتے ہیں سوانہوں نے اس معاملہ کو بھی اسی پر محمول کیا اور سب سے زیادہ مضبوط، سب سے قوی اور سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا رکن تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (فتح الباری: ج:6، ص 415 تا 416 مطبوعہ لاہور)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی متوفی 828ھ قاضی عیاض مالکی کی اس کو شرح رد کر کے لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت مسلمانوں کے لئے غیر مانوس ہے علاوہ ازیں یہ تقریر بھی غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط علیہ السلام پر تنقید نہیں کی اور نہ حضرت لوط علیہ السلام اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا بھولے تھے انہوں نے جو کچھ کہا وہ مہمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے تھا اور ان کے سامنے اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے تھا کیونکہ عرف اور عادت یہی ہے کہ لوگ اپنی طاقت اور اپنے قبیلہ کی بناء پر مدافعت کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں حضرت لوط علیہ السلام کے عمدہ اخلاق تھے جن کی بناء پر وہ تعریف کے مستحق ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔

یہ درحقیقت ان کی تعریف ہے ان پر تنقید نہیں ہے اور یہ خطاب میں عرب کے عرف کے مطابق ہے۔

وہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بادشاہ کی تائید کرے اور اللہ تعالیٰ میری اصلاح کرے۔

اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ:43)

اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے آپ نے ان (منافقین) کو کیوں اجازت دی۔

کیونکہ آپ نے ان پر نرمی کرنے کے لئے اور ان کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے ان کو اجازت دی تھی اور یہ آپ کے مکارم اخلاق میں سے تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے یعنی آپ نے ان کو اجازت دے کر اپنے آپ کو مشقت اور تکلیف میں ڈالا اور یہ ایسا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ (طٰہٰ:1 تا 2)

ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت اٹھائیں۔

(اکمال المعلم: ج:1، ص436 تا 437 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ سنوسی مالکی متوفی 895ھ علامہ ابی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ علامہ ابی کو جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی شرح کا حق ادا کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔

اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طالب تھے اس لیے آپ نے حدیث مبارکہ کے شروع میں تاکید کا کلمہ فرمایا یعنی بے شک، پس یہ حدیث مبارکہ اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام غیر اللہ کی پناہ کے طالب تھے جیسا کہ اس حدیث مبارکہ کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تنزیہ بیان کرتے فرمایا! ہم ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں اور اس سے مقصود یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تھا کہ ''اے رب عزوجل! تو مجھے دکھا تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا'' یہ سوال اس لیے نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔ (مکمل اکمال الاکمال: ج:1، ص435 تا 437 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے مہمانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا اس لیے ان کو اپنے مہمانوں کے متعلق سخت غم اور فکر لاحق ہوا جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا۔

تو انہوں نے کہا: کاش! ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہوتا جو ان کے مہمانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا۔ اس جملہ سے حضرت لوط علیہ السلام کا مقصد اپنے مہمانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس برائی مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انہوں نے اپنے مہمانوں کی تکریم میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا بلکہ ان کا یہ قول مہمانوں سے معذرت کے لئے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ان کی حمایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کر گئے ہوں اور مہمانوں کے سامنے اپنے دلی رنج والم کا اظہار کیا ہو۔ (شرح مسلم: ج:1، ص:86 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت لوط علیہ السلام کی تعریف کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لوط علیہ السلام کی تعریف وثناء فرمائی جس پر درج ذیل احادیث مبارکہ دلائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے وہ بے شک رکن شدید کی پناہ کی خواہش کرتے تھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3375)
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب یہ آیت نازل ہوئی۔
لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ٥
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے تحقیق وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے سو کون سی چیز کے لئے انہوں نے عاجزی اختیار کی۔
(جامع البیان: ج:12، ص:105 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
مزید راقم ہیں۔
حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر وہ جو اپنی قوم میں اہل ثروت میں سے تھا حتیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔
(جامع البیان: ج:12، ص:104 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
مزید راقم ہیں۔
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھا کرتے تو ارشاد فرماتے۔
اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔
ہمیں بتایا گیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ جو کہ اپنی قوم میں سے صاحب ثروت تھا حتیٰ کہ اللہ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی قوم میں سے ثروت میں بھیجا۔
(جامع البیان: ج:12، ص:106 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کسی کی تعریف کرنا کیسا؟

نیک آدمی کی تعریف کرنا اس کے حق میں بشارت ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔
یہ ارشاد فرمائیے کہ ایک شخص اچھے کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6597)
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔
وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ (شعراء: 84)
اور میرے لیے میرے بعد آنے والوں میں ذکر جمیل (نیکیوں کی تعریف) کو جاری رکھ۔
اور کسی شخص کا کسی کی اتنی زیادہ تعریف کرنا کہ جس سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو پھر تعریف کرنا ممنوع ہے۔
جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم پر افسوس ہے تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی یہ جملہ کئی بار فرمایا جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو تو یوں کہو۔
میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اور میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سراہا نہیں کہتا خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7369)
ایک اور روایت میں ہے:
ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ
ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے تھے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم کیا کر رہے ہو؟
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7374)
ایک اور روایت میں ہے:
طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ایک شخص باہر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے اور جب لوٹ کر آتا ہے تو اس کے پاس بالکل دین نہیں ہوتا ایک ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو اس کے لئے اور خود اپنے لیے کسی نفع کا مالک ہوتا ہے نہ نقصان کا اور وہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تم ایسے ہو اور ایسے ہو پھر وہ ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔
(مجمع الزوائد: ج:8، ص:118 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔
(مجمع الزوائد: ج:8، ص:118 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے تعریف کرنے سے تکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو پھر اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور نہ ہی کوئی دنیاوی طمع کی وجہ سے ہو بلکہ کسی دینی مصلحت کی وجہ سے ہو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے تھے گھٹنوں سے ہٹا ہوا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا ساتھی کسی سے ناراض ہوا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عرض کیا۔

میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ مناقشہ ہو گیا میں نادم ہو کر جلد ان کے پاس گیا اور ان سے معافی کا سوال کیا انہوں نے مجھ سے انکار کیا تو میں آپ کے پاس آیا۔

آپ نے تین بار فرمایا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تمہیں اللہ تعالیٰ معاف کرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔

اور پوچھا۔

کیا وہاں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

گھر والوں نے کہا: نہیں۔

پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو رہا تھا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہ خدا میں زیادتی کرنے والا تھا یہ دو بار کہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری غم خواری کی۔ کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑنے والے ہو؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایذا نہیں دی گئی۔

(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 517 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی عذر کو قبول کرنا پسند نہیں اسی وجہ سے وہ اپنی مخلوق کا عذر قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو حمد پسند نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس نے خود اپنی [illegible] ہے۔

(مجمع الزوائد: ج: 8، ص: 119 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

خلاد بن سائب فرماتے ہیں کہ

میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے میری میرے منہ پر تعریف کی۔
اور کہا۔
میرے لیے تمہارے منہ پر تعریف کرنے کا باعث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے
جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اس کا ایمان بڑھتا ہے۔
(مجمع الزوائد: ج:8، ص:119 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی چیز کے بھی دو جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ عزوجل کے بندے یہ خیر ہے! سو جو شخص نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الصیام باب ریان سے بلایا جائے گا۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں اور مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تم انہی لوگوں میں سے ہوگے۔
(صحیح البخاری: ج:1، ص:517 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے۔
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے دل میں سوچا! اگر اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا ہے تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

میں بندے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) مت روؤ! بے شک اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت قائم رہے گی اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے سوا مسجد میں (کھلنے والا) ہر دروازہ بند کر دیا جائے باقی نہ رکھا جائے۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:516 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر لٹکانے کی وعید سنائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری چادر ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔

(صحیح بخاری: ج:2، ص:895 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے حوض کے بھی صاحب ہو اور غار کے بھی صاحب ہو۔

(جامع ترمذی: ص: 527 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں ابوطلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس تھا اور میں نے ایک آہٹ سنی۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

کہا: یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی۔

میں نے پوچھا۔
یہ کس کا محل ہے؟
اس نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔
میں نے ارادہ کیا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کروں گا۔
(صحیح البخاری: ج: 1، ص: 520 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر کی مدد کے لئے ترغیب دے رہے تھے۔
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کی مدد کی ترغیب دی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔
اور عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ تین سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو بھی عمل کرے گا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔
(جامع ترمذی: ص: 531 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد (پہاڑ) پر چڑھے وہ ہلنے لگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے احد ساکن ہو جا! تجھ پر صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔
(جامع ترمذی: ص: 530 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
(جامع ترمذی:ص:535 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔
(جامع ترمذی:ص:535 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔
(جامع ترمذی:ص:534 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لئے اس مسجد میں جنابت کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے۔
علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ
ممانعت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کر لے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال ضائع کر دے اور نیکی کی جدو جہد کرنا چھوڑ دے اس لیے جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو موصوف میں موجود ہوں جو اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ میں مٹی نہیں ڈالی۔
امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ
کسی شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ

کنکریاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث مبارکہ سے استدلال کیا۔
اس حدیث مبارکہ کا دوسرا محمل یہ ہے کہ
منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو۔
تیسری توجیہ یہ ہے کہ
اس سے کہو تمہارے منہ میں مٹی۔
چوتھی توجیہ یہ ہے کہ
ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکہ نہ کھائے اور تعریف کرنے والے سے کہے تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے۔
پانچویں توجیہ یہ ہے کہ
وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کر رہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کر دیا جائے اور اس کو روانہ کر دیا جائے مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لئے اس کی بے جا تعریف کر رہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے یہ رقم لو اور جاؤ اور اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے۔
علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ
مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلاء کرتا ہے۔ خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے۔
امام ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک متحقق نہیں ہوتی جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کر کے عمل میں کمی کر دے۔ اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہوتی ہے۔

ابن عیینہ نے کہا: جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا۔
اور بعض سلف نے کہا: جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ یہ دعا کرے۔
اے اللہ عزوجل! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے۔ (فتح الباری: ج:10، ص 477 تا 478 مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور)
علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس باب میں وہ احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بخاری، صحیح مسلم اور بکثرت کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا اس کے منہ پر تعریف کرنا منع ہے اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لئے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لئے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم: ج:2، ص:414 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت لوط علیہ السلام نے مضبوط قبیلہ کی پناہ کیوں طلب کی

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

قوم لوط میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کا حضرت لوط علیہ السلام کے نسب سے تعلق ہو کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام شام کے علاقہ سدوم سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان عراق میں تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو ان کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی شام کی طرف ہجرت کی اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کی طرف بھیجا۔

تو انہوں نے کہا: کاش میرے ساتھ لشکر یا میرے رشتہ دار اور میرا قبیلہ ہوتا تو میں اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کے ان سے مدد حاصل کرتا۔

امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے۔

رکن شدید سے ان کی مراد قبیلہ تھی کیونکہ جس طرح رکن سے سہارا لیتے ہیں اسی طرح قبیلہ سے بھی سہارا لیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے اس کی وجہ یہ تھی کہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہیں لی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے باطن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی ہو اور ظاہر یہ کیا ہو کہ ان کی مدد کے لئے ان کے کوئی قوت یا ان کی پشت پر کوئی قبیلہ نہیں ہے تاکہ مہمانوں پر ان کا عذر ظاہر ہو جائے۔

(فتح الباری: ج:6، ص:216 مطبوعہ لاہور)

قوم لوط کا اندر آنے کے لئے دروازہ توڑنے کی کوشش کرنا

حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے قوم بے حیائی پر تل گئی بالآخر وہ اس بری مستی میں دروازہ توڑنے لگے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا دروازہ بند رکھنے کی کوشش کرنا

قوم لوط دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ بند رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ بند رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو دروازہ سے ہٹ جانے کا کہنا

جب قوم لوط بے حیائی کے لئے اندر آنے پر ضد کرنے لگ گئی اور دروازہ توڑنے کی کوشش کررہی تھی تو فرشتوں نے کہا آپ علیہ السلام دروازے سے ہٹ جائیں۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ بند رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔

اس وقت فرشتوں نے آپ علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام دروازہ سے ہٹ جائیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا دروازہ سے ہٹ جانا

جب فرشتوں نے کہا کہ آپ علیہ السلام دروازے سے ہٹ جائیں تو حضرت لوط علیہ السلام دروازے سے ہٹ گئے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کررہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام

دروازہ بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس وقت ان سے فرشتوں نے کہا: آپ علیہ السلام دروازہ سے ہٹ جائیں تو حضرت لوط علیہ السلام ہٹ گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دروازہ کھل جانا اور قوم لوط کا اندر داخل ہونا

جب حضرت لوط علیہ السلام دروازے سے ہٹ گئے تو دروازہ کھل گیا اور قوم لوط اندر داخل ہو گئے۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ کو بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس وقت ان سے فرشتوں نے کہا: آپ علیہ السلام دروازے سے ہٹ جائیں حضرت لوط علیہ السلام دروازہ سے ہٹ گئے اور دروازہ کھل گیا (تو قوم لوط اندر داخل ہو گئی)

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرشتوں کا دروازہ کھول دینے کا کہنا اور حضرت لوط علیہ السلام کا فرشتوں کو پہچان لینا

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے فرمایا کہ دروازہ کھول دیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

(فرشتوں نے کہا) آپ علیہ السلام دروازہ کھول دیں یہ لوگ آپ علیہ السلام پر کسی قسم کا کوئی حملہ نہ کر سکیں گے اور اب آپ علیہ السلام کے سامنے بڑھ چڑھ کر چرب زبانی کر کے آپ علیہ السلام کی بے ادبی کر سکیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام کا رکن یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ بہت شدید اور قوی ہے اب آپ علیہ السلام نے اس طرف توجہ دی اور فوراً پہچان لیا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام، یہ میکائیل علیہ السلام وغیرہ پھر سجدہ شکر کر کے دروازہ کھول دیا۔ ملائکہ تو کہہ رہے ہیں کہ دروازہ کھول دو یہ آپ علیہ السلام کو تکلیف نہ دے سکیں گے مگر حضرت لوط علیہ السلام کو اپنا خطرہ نہ تھا نہ اس سے پہلے ورنہ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر اتنی دلیری بہادری سے کلام نہ فرماتے بلکہ کافر قوم بھی جانتی ہے کہ نبی کا ہم کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ رعب کا عالم یہ ہے کہ دور سے کھڑے باتیں تو بنا رہے ہیں مگر قریب آ کر خود دروازہ کھولنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اتنا کثیر مجمع ہے لیکن حضرت لوط علیہ السلام کو دروازے سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اندر سے دروازہ بند کر لیا تھا اور خود بھی مہمانوں کے ساتھ مقید ہو گئے تھے اور یہ ساری گفتگو اندر سے کواڑوں کی درازوں سے کی یہ سب بناوٹی اور غلط باتیں ہیں روش کلام بتا رہی ہے یہ بالمشافہ گفتگو ہو گی کیونکہ آپ علیہ السلام نے دور کھڑی عورتوں کو دیکھ کر ھؤلاء سے اشارہ کیا کواڑ کی درازوں سے دور کی نظر نہیں آتی اور پھر اگر اندر مقید ہو کر اتنی دلیرانہ گفتگو فرماتے تو قوم طعنہ دے سکتی تھی ثابت ہوا کہ دروازہ باہر سے بند کیا صرف نوعمر لڑکے مہمانوں کی حفاظت کے لئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:241 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر مارنے سے قوم لوط کا اندھا ہونا

جب قوم لوط اندر داخل ہونے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر مارے جس کی وجہ سے وہ اندھے ہو گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ (القمر:37)

اور بے شک انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس وقت فرشتوں نے کہا: آپ علیہ السلام دروازے سے ہٹ جائیں حضرت لوط علیہ السلام دروازے سے ہٹ گئے اور دروازہ کھل گیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کے مہمان ہیں۔ وہ فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں تھے انہوں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے درمیان ان لڑکوں کو بٹھا دیا۔ قوم کو پتہ چلا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

تم میری (قوم کی) بیٹیوں سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔

ان کی قوم نے کہا: تم کو معلوم ہے ہماری خواہش کیا ہے؟

تب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچاتا۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مڑ کر حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام پریشان نہ ہوں ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب وہ بہ زور گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:16493)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (المستدرک: ج:2،ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

اور تفسیر کنز الایمان میں ہے۔

فوراً وہ اندھے ہو گئے اور آنکھیں ایسی ناپید ہو گئیں کہ نشان بھی باقی نہ رہا چہرے سپاٹ گئے حیرت زدہ مارے مارے پھرتے تھے دروازہ ہاتھ نہ آتا تھا حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں دروازے سے باہر کیا۔

(کنز الایمان: ص:956 مطبوعہ اتفاق پبلشرز لاہور)

تفسیر نعیمی میں ہے:

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کفار اندر داخل ہوئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کچھ کرنے کی اجازت مانگی اجازت مل گئی تب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آ کر یا اسی طرح ان کے چہروں پر بیکدم اپنا ہاتھ یا پر پھیرا تو سب کے سب ایک دم اس طرح اندھے ہو گئے کہ آنکھیں سرے سے نابود ہو گئیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:241 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم لوط کا اندر جادوگر کہتے ہوئے چیختے چلاتے نکل جانا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو سب کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور وہ چیختے چلاتے ہوئے یوں کہتے ہوئے نکل گئے کہ لوط علیہ السلام کے گھر تو روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک طویل حدیث مبارکہ روایت ہے جس کے آخر میں ہے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے انہوں نے کہا کہ

(حضرت) لوط (علیہ السلام) کے گھر میں تو روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

(المستدرک: ج:2،ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم غالب آنے لگی تو وہ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام دروازہ کو بند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس وقت ان سے فرشتوں نے کہا: آپ علیہ السلام دروازہ سے ہٹ جائیں۔ حضرت لوط علیہ السلام ہٹ گئے اور دروازہ کھل گیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو وہ سب اندھے ہو گئے اور الٹے پاؤں بچاؤ بچاؤ چیختے ہوئے بھاگے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ○ (القمر:37)

اور انہوں نے لوط کے مہمانوں کے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا سو اب میرے عذاب اور میری وعید کا مزہ چکھو۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:70 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کے مہمان ہیں وہ فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں تھے انہوں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے درمیان ان لڑکوں کو بٹھا دیا قوم کو پتہ چلا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

تم میری (قوم کی) بیٹیوں سے نکاح کرلو یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔

ان کی قوم نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ ہماری خواہش کیا ہے؟

تب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیتا۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مڑ کر حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام پریشان نہ ہوں ہم آپ علیہ السلام کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب وہ لوگ گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں پھر وہ ایک دوسرے پر گرتے ہوئے واپس بھاگے اور کہنے لگے ہم بڑے جادوگر کے پاس سے آرہے ہیں ہماری بینائی جاتی رہی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16493)

تفسیر نعیمی میں ہے:

روتے چیختے گرتے پڑتے پیچھے بھاگے یہ کاروائی آنا فانا ہوئی کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ہوا بس یہی پکارتے تھے کہ بچاؤ یہاں تو جادوگر ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:241 نعیمی کتب خانہ لاہور)

توبہ کے بجائے حضرت لوط علیہ السلام کو برا بھلا کہتے ہوئے نکلنا

قوم کی آنکھیں اندھی ہو گئیں تو وہ چیختے چلاتے ہوئے فوراً حضرت لوط علیہ السلام کے گھر سے نکلے اور بجائے توبہ کے

حضرت لوط علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اور پھر بجائے توبہ کے حضرت لوط علیہ السلام کو برا بھلا کہتے ہوئے بھاگے جاتے تھے جیسے اندھا بھاگتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص: 241 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام کو کل سزا دینے کا کہنا

جب قوم حضرت لوط علیہ السلام کے گھر سے چیختی چلاتی ہوئی باہر نکلی تو وہ کہنے لگی کہ اے لوط (علیہ السلام) ہم آپ کو کل کی سزا دیں گے اور کل آپ دیکھ لینا کہ ہم تمہارے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اور کہتے جاتے تھے کہ اے لوط (علیہ السلام) ہم تجھ کو کل اس کی سزا دیں گے اور کل تو دیکھے گا کہ ہم تیرے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص: 241 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کی طرف سے بھیجے ہوئے کی خبر دینا

جب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا اے لوط علیہ السلام! ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کی طرف بھیجے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ (ھود: 81)

فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے جس کے آخر میں ہے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے انہوں نے کہا: لوط (علیہ السلام) کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

فرشتوں نے کہا: اے لوط (علیہ السلام)! ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ ہرگز آپ علیہ السلام تک نہیں پہنچ سکتے۔ (مستدرک: ج:2، ص: 563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو عذاب لے کر آنے کی خبر دینا

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا ہم آپ علیہ السلام کے پاس اس عذاب کو لے کر آئے ہیں جس میں

کرتے ہیں اور ہم آپ علیہ السلام کے پاس برحق عذاب لے کر آئے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ○ وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ (الحجر:63 تا 64)
فرشتوں نے کہا بے شک ہم آپ کے پاس اس عذاب کو لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے ہیں اور ہم آپ کے پاس برحق عذاب لے کر آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی جڑ کاٹ دینے کی خبر دینا

حضرت لوط علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ جب یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ○ (الحجر:66)
اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے مطلع کیا کہ جس وقت یہ لوگ صبح کر رہے ہوں گے تو ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

فرشتوں کا آسمان سے عذاب نازل کرنے کی خبر دینا

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو بتایا کہ ہم آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (العنکبوت:34)
بے شک ہم اس بستی پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

فرشتوں کو عذاب نازل کرنے کا حکم دیا گیا

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس وجہ سے بھیجا کہ وہ قوم لوط پر عذاب نازل کریں تو فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا ان پر عذاب دینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:21، ص:238 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فرشتوں کے فرائض منصبی

فرشتے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقدس مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کی اور ان کے کاموں کی خبر دی ہے جس پر ہمیں ایمان لانا واجب ہے۔
علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:
ملائکہ کا لفظ ملاک کی جمع ہے یہ الولۃ سے بنا ہے جس کا معنیٰ رسالت (پیغام پہنچانا) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے

درمیان واسطہ ہیں ان میں سے بعض حقیقۃً رسول ہیں مثلاً جو فرشتے خود ان کے لئے رسول ہیں ان کی حقیقت میں عقلاء کا
اختلاف ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ جوہر ہیں جو قائم بذاتہ ہے اکثر مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ یہ اجسام لطیفہ ہیں جو
مختلف شکلوں میں متشکل ہونے پر قادر ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ان کو اسی طرح دیکھتے تھے۔

ان کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء:20)

وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں۔

ان فرشتوں کو عبس اور ملائکہ مقربین کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی
سر مو مخالفت یا نافرمانی نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم:6)

وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

ان فرشتوں کو المدبرات امراً کہا جاتا ہے ان میں سے بعض فرشتے آسمانوں کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں اور بعض
زمین کے تکوینی نظام کی تدبیر کرتے ہیں۔ (انوار التنزیل: ص:59 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

محمد مرشد رضا لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے فرشتوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ

فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کی اور ان کے بعض کاموں کی خبر دی ہے جس پر ہمیں ایمان لانا
واجب ہے اور یہ ایمان لانا ان کی حقیقت جاننے پر موقوف نہیں ہے اس لیے ہم ان کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے
ہیں جب شریعت میں یہ وارد ہے کہ فرشتوں کے پر ہیں تو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان پروں کی
کیفیت کا علم نہیں ہے اور جب شریعت میں یہ وارد ہے کہ فرشتے سمندروں اور سبزہ زاروں پر مقرر کیے گئے ہیں تو ان سے
استدلال کرتے ہیں کہ اس کائنات میں اس عالم محسوس سے زیادہ لطیف ایک اور عالم ہے اور اس عالم میں فرشتے اپنے فرائض
انجام دے رہے ہیں اور عقل کے نزدیک یہ جائز ہے اور وحی اس کی تصدیق کرتی ہے۔

(المنار: ج:1 ص:254 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرشتے جو محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہیں اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں آسمان سے زمین پر پہنچ جاتے ہیں

آسمانوں کی خبریں زمین تک پہنچاتے ہیں سائنس کی ترقی اور کمپیوٹر کے اس دور میں اس کا سمجھنا آسان ہو گیا جب خلائی سیاروں اور برقی لہروں کے ذریعہ ایک براعظم سے دوسرے بعید براعظم تک ایک آن میں آواز اور تصویر پہنچ سکتی ہے اور چاند سے زمین پر ٹیلی فون سے گفتگو ہو سکتی ہے تو فرشتوں کے تصرفات اور نظام عالم میں ان کی تدبیروں کا واقع ہونا اب بعید از فہم نہیں رہا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی فرشتے ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کو ہر خاص اور عام دیکھ لیتا ہے درآں حالیکہ وہ اپنی اصل صورت پر بھی قائم رہتے ہیں حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوتے تھے تو اس وقت سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ موجود ہوتا ہے اور ہر چند کہ یہ چیز بہ ظاہر عقل سے بعید ہے لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔

(روح المعانی: ج:1، ص:219 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

(النازعات:1 تا 5)

ان فرشتوں کی قسم جو نہایت سختی سے (کافر کی جان) کھینچتے ہیں اور جو بہت نرمی سے (مومن کی جان کی گرہ) کھولتے ہیں اور جو (زمین و آسمان میں) سرعت سے تیرتے پھرتے ہیں اور جو پوری قوت سے آگے بڑھتے ہیں اور جو تدبیر کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ (الذاریات:4)

اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو کام تقسیم کرنے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حم السجدہ:30)

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ۝ (الزخرف:80)

اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الانفطار:10 تا 12)

اور بے شک ضرور تم پر نگہبان ہیں معزز فرشتے لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام سے عذاب دینے پر تین بار شہادت لینا

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے قوم پر عذاب نازل کرنے پر تین بار شہادت حاصل کی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ اس وقت کوئی کام کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا: ہم آج رات آپ علیہ السلام کے پاس مہمان رہیں گے حضرت لوط علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے راستہ میں ان کی طرف مڑ کر ارشاد فرمایا:

کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اس بستی کے لوگ کس طرح کے کام کرتے ہیں۔ تمام روئے زمین میں ان سے زیادہ برے کام کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ بات ان سے تین بار کہی۔

اور ان فرشتوں سے یہ کہا گیا تھا کہ

ان کو اس وقت تک عذاب نہ دیں جب تک کہ تین بار ان کے خلاف شہادت نہ حاصل کرلیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تا کہ وہ انہیں ہلاک کر دیں تو ان سے کہا گیا تم قوم لوط کو تباہ نہ کرنا حتیٰ کہ تین حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں۔ (مستدرک: ج:2، ص:375 مطبوعہ بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کا فرشتوں سے عذاب نازل کرنے کا وقت معلوم کرنا

جب قوم چلی گئی تو حضرت لوط علیہ السلام نے ملائکہ سے پوچھا کہ عذاب کب نازل ہوگا۔

تفسیر نعیمی میں ہے: جب وہ سب نکل گئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے ملائکہ سے پوچھا کہ

عذاب کب ہوگا؟ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:241 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا عذاب نازل کرنے کا وقت صبح کا بتانا

جب حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے عذاب نازل کرنے کا وقت پوچھا تو فرشتوں نے کہا عذاب نازل کر

ت صبح کا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ (ھود:81)

عذاب کے وعدے کا وقت صبح سویرے ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے کہا: ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (المستدرک: ج:2، ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

حضرت لوط علیہ السلام کا فرمانا کہ ان کو اسی وقت ہلاک کردو

جب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو صبح کے وقت عذاب نازل کرنے کا بتایا تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا ان کو اسی وقت ہلاک کردو۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: ان کو اسی وقت ہلاک کردو۔ (المستدرک: ج:2، ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت لوط علیہ السلام کو چونکہ ان کے گندے وجود سے سخت نفرت تھی اور اب اس واقعے سے اور بھی دل تنگ ہو گیا پوچھا کہ اس سے جلدی عذاب شروع کردو۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں نے کہا کیا صبح کا وقت قریب نہیں

جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا ابھی اسی وقت ان کو ہلاک کردو تو فرشتوں نے کہا کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ (ھود:81)

کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے کہا: ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا صبح کا وقت نہیں۔

(المستدرک: ج:2، ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

تفسیر نعیمی میں ہے:

ملائکہ نے بڑے ادب سے عرض کیا:

اے لوط علیہ السلام اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ کیا صبح بالکل ہی قریب نہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

صبح تک عذاب کی تاخیر حضرت لوط علیہ السلام کو شہر سے چلے جانے کی وجہ سے تھا

صبح تک عذاب کی تاخیر کی وجہ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو شہر سے چلنے جانے کی وجہ سے تھا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
عذاب کی یہ تاخیر اہل بیت کو نکالنے کی خاطر تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

صبح کے وقت عذاب کیوں آتے ہیں؟

صبح کے وقت عذاب آنے کی کئی وجوہات ہیں مگر تفسیر نعیمی میں دو مذکور ہیں۔
چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہے:
صبح کے وقت عذاب دو وجہ سے آتے ہیں۔
1- یہ وقت کافروں کی غفلت و آرام کا ہوتا ہے اس وقت کے عذاب سے بھاگنا تو درکنار سنبھلنے کا موقع نہیں ملتا۔
2- عبرت کے لئے تاکہ لوگ اس وقت میں خاص طور پر جاگیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو رات کے حصے میں روانہ ہو جانے کا کہنا

جب قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ اٹل ہو چکا تو فرشتوں نے کہا آپ علیہ السلام رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:
فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (ھود:81)
آپ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (الحجر:65)
سو آپ کچھ رات گزارنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام کو اہل کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت لوط علیہ السلام کو روانہ ہونے کے دوران سب کے پیچھے چلنے کا حکم فرمایا گیا۔
قرآن مجید میں ہے: وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ (الحجر:65)
اور آپ ان سب کے پیچھے چلیں۔

پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے کا حکم

جب حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو روانہ کا حکم فرمایا گیا تو ساتھ یہ بھی حکم فرمایا گیا کہ جب

پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ اَحَدٌ (الحجر:65)
اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ اَحَدٌ (ھود:81)
اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر پیچھے نہ دیکھے۔

سب کے پیچھے چلنے اور مڑ کر نہ دیکھنے کی وجوہ

سب کے پیچھے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی واپس نہ جا سکے مبادا اس پر بھی عذاب نازل ہو جائے اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر اس پر دہشت طاری ہو اور اس کے ہوش وحواس جاتے رہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی بیوی ساتھ نہ لے جانے کا حکم

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی چونکہ کافرہ تھی اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم فرمایا گیا کہ ان کو ساتھ نہ لے جانا۔
قرآن مجید میں ہے:
اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ (ھود:81)
البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں بے شک اس کو وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام اور اہل سمیت کا رات کے پچھلے پہر روانہ ہونا

جب حضرت لوط علیہ السلام کو رات کے حصے میں روانہ ہونے کا حکم فرمایا گیا تو حضرت لوط علیہ السلام رات کے پچھلے پہر روانہ ہو گئے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک طویل حدیث مبارکہ روایت ہے کہ جس کے آخر میں ہے۔
:جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پاؤں گئے۔

انہوں نے کہا کہ

لوط کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

فرشتوں نے کہا: اے لوط علیہ السلام! ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے فرستادہ ہیں یہ لوگ ہرگز آپ علیہ السلام تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ علیہ السلام اپنے اہل کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں روانہ ہو جائیں اور آپ علیہ السلام میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں اللہ تعالیٰ ان کو شام کی طرف لے گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: ان کو اسی وقت ہلاک کر دو۔

فرشتوں نے کہا: ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا صبح قریب نہیں پھر رات کے پچھلے پہر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل روانہ ہو چکے تھے۔ (المستدرک: ج:2،ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

حضرت لوط علیہ السلام بستی سے چل کر ایک پہاڑی پر تشریف فرما ہوئے

جب حضرت لوط علیہ السلام کو چلے جانے کا حکم فرمایا گیا تو آپ علیہ السلام اور اہل رات کے پچھلے پہر بستی سے نکل کر ایک پہاڑی پر جا بیٹھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت لوط علیہ السلام چل پڑے اور بستی سے نکل کر ایک پہاڑی پر جا بیٹھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

پہاڑی پر تہجد کے وقت تشریف فرما ہوئے

حضرت لوط علیہ السلام اور اہل جب پہاڑی پر تشریف فرما ہوئے تو تہجد کا وقت تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت لوط علیہ السلام چل پڑے اور بستی سے نکل کر ایک پہاڑی پر جا بیٹھے یہ تہجد کا وقت (تھا)

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام اور دو بیٹیاں پہاڑی پر پہنچ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے

حضرت لوط علیہ السلام اور دو بیٹیاں پہاڑی پر پہنچ کر ذکر الٰہی عزوجل میں مشغول ہو گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت لوط علیہ السلام چل پڑے اور بستی سے نکل کر ایک پہاڑی پر جا بیٹھے یہ تہجد کا وقت (تھا) یہ تینوں حضرات ایک اور دو بیٹیاں ذکر الٰہی عزوجل میں مشغول رہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا گیا

حضرت لوط علیہ السلام کو شام کی طرف جانے کا حکم فرمایا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ○ (الحجر:65)

اور آپ سب وہاں جائیں جہاں کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس سے مراد ملک شام ہے۔

اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک طویل حدیث روایت ہے جس کے میں ہے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے۔

انہوں نے کہا: لوط کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

فرشتوں نے کہا: اے لوط (علیہ السلام)! ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے فرستادہ ہیں یہ لوگ ہرگز آپ علیہ السلام تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ علیہ السلام اپنے اہل کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں روانہ ہو جائیں اور آپ علیہ السلام میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لیں اللہ تعالیٰ ان کو شام کی طرف لے گیا۔

(المستدرک: ج:5، ص:563 مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رب تعالیٰ سے عذاب نازل کرنے کی اجازت طلب کرنا اور مل جانا

جب حضرت لوط علیہ السلام محفوظ مقام پر تشریف فرما ہو گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے عذاب نازل کرنے کی اجازت طلب کی تو اجازت مل گئی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تا کہ وہ انہیں ہلاک کر دیں۔

تو ان سے کہا گیا کہ

تم قوم لوط کو تباہ نہ کرنا حتیٰ کہ تین بار حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رب سے ہو کر آئے تھے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ○ (ہود:74)

آپ کا ان کے ساتھ مجادلہ اس طرح تھا کہ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ان میں پچاس مومن ہوں تو کیا تم

انہیں ہلاک کر دو گے۔

فرشتوں نے جواب دیا۔

نہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟

انہوں نے جواب دیا۔

نہیں۔حتیٰ کہ آپ علیہ السلام اس تعداد کو کم کرتے کرتے دس یا پانچ تک پہنچ گئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

پھر وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ علیہ السلام اپنی اس زمین میں تھے جہاں کام کرتے تھے تو آپ علیہ السلام نے ان کو مہمان خیال کیا پس آپ علیہ السلام اپنے گھر والوں کی طرف آئے حتیٰ کہ شام ہوگئی اور وہ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے۔

آپ علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

تم کیا رائے رکھتے ہو اس کے بارے جو کچھ یہ کر رہے ہیں؟

فرشتوں نے پوچھا۔

یہ کیا کرتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

لوگوں میں کوئی بھی ان سے بڑھ کر شریر اور بد کردار کوئی نہیں پس وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ تین بار کہا اور آپ علیہ السلام ان کو لے کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے تو آپ علیہ السلام کی عورت جو کہ بداخلاق بڑھیا تھی تو چل نکلی۔

اور آپ کی قوم کے پاس آ کر کہا۔

آج کی رات حضرت لوط علیہ السلام نے ایسی قوم کو مہمان بنایا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حسین اور پاکیزہ خوشبو والے کبھی نہیں دیکھے پس وہ دوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام کے گھر کی طرف آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلنا شروع کر دیا کہ وہ آپ پر غالب آنے کے قریب ہو گئے تو ایک فرشتے نے اپنے پر کے ساتھ ان پر دروازہ بند کر دیا اور آپ علیہ السلام چڑھ گئے اور وہ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ اوپر چڑھے۔

تو اس وقت آپ علیہ السلام یہ فرمانے لگے۔

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ الخ

تو فرشتوں نے کہا:

اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ

پس اسی وقت آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک فرشتے نے اپنا پر مارا۔ اس ان میں سے ہر کوئی پر لگنے کے سبب اندھا ہو گیا۔ پس انہوں نے اندھے ہو کر انتہائی تکلیف کی حالت میں رات گزاری عذاب کا انتظار کرنے لگے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے میں اجازت طلب کی تو اجازت دے دی گئی۔ (مستدرک: ج:2، ص:375 مطبوعہ بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ اس وقت کوئی کام کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا: ہم آج رات آپ علیہ السلام کے پاس مہمان رہیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو ساتھ لے کر اپنے کی طرف چل پڑے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے راستے میں ان کی طرف مڑ کر ارشاد فرمایا:

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس بستی کے لوگ کس طرح کے کام کرتے ہیں؟ تمام روئے زمین میں ان سے زیادہ برے کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے یہ بات تین بار کہی۔

اور ان فرشتوں سے کہا گیا تھا کہ

ان کو اس وقت تک عذاب نہ دیں جب تک کہ تین بار ان کے خلاف شہادت حاصل نہ کر لیں۔ جب وہ فرشتے حضرت علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے تو وہ کافرہ بوڑھی اپنی قوم کے پاس گئی اور ان کو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر کی۔ ایک فرشتہ اٹھا اور اس نے پوری قوت کے ساتھ دروازہ کو بند کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو عذاب دینے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بستی کو درمیان سے پکڑ کر آسمان پر لے جانا پھر پلٹ دینا

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بستی کو درمیان سے پکڑ کر اٹھایا اور آسمان کی طرف لے جا کر اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

طرف لے کر چڑھے حتیٰ کہ آسمان والوں نے اس بستی کے کتوں کی آوازیں سنیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بستی کو پلٹ دیا اس کے اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53،ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زمین کو بلندی سے پلٹ کر اوندھا کر دیا گیا

جب قوم لوط پر عذاب آیا تو زمین کو آسمان پر لے جایا گیا پھر زمین کو بلندی سے پلٹ کر اوندھا کر دیا گیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کے مہمان ہیں وہ فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں تھے انہوں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے درمیان ان لڑکوں کو بٹھا دیا قوم کو پتہ چلا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

تم میری (قوم کی) بیٹیوں سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔

ان کی قوم نے کہا: تمہیں معلوم ہے ہماری خواہش کیا ہے؟

تب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچا لیتا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مڑ کر حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام پریشان نہ ہوں ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب وہ لوگ بہ زور گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں پھر وہ ایک دوسرے پر گرتے ہوئے واپس بھاگے اور کہنے لگے ہم بہت بڑے جادوگر کے پاس سے آ رہے ہیں ہماری بینائی جاتی رہی وہ آدھی رات کے وقت شہر لوٹے اور اسی وقت اس زمین کو اوپر اٹھا لیا گیا اور ان پر آسمان سے لگاتار پتھر برسائے گئے اور اس زمین کو بلندی سے پلٹ کر اوندھا کر دیا گیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16499)

بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کر دیا

قوم لوط کو عذاب دینے کے لئے بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (الحجر:74)

پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کر دیا۔

قوم لوط کو سورج چمکنے کے وقت زبردست چیخ کا پکڑنا

جب قوم لوط پر سورج چمک رہا تھا تو ان کو ایک زبردست چیخ نے پکڑلیا۔
قرآن مجید میں ہے:
فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ۝ (الحجر:73)
سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑلیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا اپنے پروں کو زمین کے نیچے داخل کرنا اور بلندی پر لے جا کر پلٹ دینا

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین کے نیچے اپنے پروں کو داخل فرمایا اور بلندی پر لے جا کر پلٹ دیا۔
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارشیں برسائیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:7،ص:223 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں۔
(طویل روایت کے بعد لکھتے ہیں) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی تو آپ نے اس زمین کو اٹھالیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ نے ان کے نیچے آگ جلائی پھر آپ نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کردیا۔ (مستدرک: ج:2،ص:375 مطبوعہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔
انہیں اسی وقت ہلاک کردو۔
تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو بتایا۔
اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ۝ یعنی کیا صبح کا وقت قریب نہیں، تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی۔
اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ۝
ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا ہے کہ وہ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے پس آپ علیہ السلام چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین میں داخل کیا اور اس زمین کو اٹھالیا یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرا دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:107 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شدید قوت وکیفیت کا عالم

حضرت جبرائیل علیہ السلام شدید قوت کے مالک تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اپنے ایک پر کے اوپر اٹھایا پھر ان کو آسمان پر لے جا کر دوبارہ زمین پر پلٹ دیا۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اپنے ایک پر کے اوپر اٹھالیا پھر ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے حتیٰ کہ آسمان والوں نے مرغوں کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنیں پھر ان تمام بستیوں کو پلٹ کر زمین پر پھینک دیا اور ان کی شدت کی کیفیت یہ تھی کہ

انہوں نے دیکھا کہ ابلیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ارض مقدسہ کی کسی گھاٹی میں کلام کر رہا ہے انہوں نے اپنے پر سے پھونک مار کر سرزمین ہند کے دور دراز پہاڑ پر پھینک دیا۔

اور ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ

قوم ثمود جو بہت جسیم اور بہت طاقت ور تھے اور ان کی ایک چیخ سے وہ ہلاک ہوگئی۔

اور یہ ان کی قوت تھی کہ

وہ آسمان سے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوتے اور پلک جھپکنے سے پہلے آسمان پر پہنچ جاتے۔

اور ان کی عقل کی عظمت یہ تھی کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی وحی پر امین بنایا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:17، ص:79 تا 80 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصل صورت میں دو بار دیکھا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا۔

1- ایک باراس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا سوال کیا تو انہوں نے ان کے کنارے کو بھر لیا۔
2- دوسری باراس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان پر چڑھے اس وقت وہ اعلیٰ پر تھے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10547)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصل صورت میں دیکھا تو آپ علیہ السلام کے چھ سو پر

ابووائل سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصل صورت میں دیکھا اوران کے چھ سو پر تھے ہر پر نے افق لیا تھا اوران سے موتی، یاقوت اور جواہر جھڑ رہے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: 4، ص: 273 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے علاوہ دیگر احکام کی خبر دینا

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا بلکہ ان کے علاوہ دیگر احکام بھی نازل کیے۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
امام ابن مردویہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سنو! الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اس کا رزق مکمل نہ ہو جائے خواہ اس میں تاخیر ہو۔
امام ابن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر وہ کام جو تم کو جنت کے قریب کرے گا اور دوزخ سے دور کرے گا میں تم کو اس کا حکم دے چکا ہوں اور ہر وہ کام جو تم کو دوزخ کے قریب اور جنت سے دور کرے گا میں تم کو اس کام سے منع کر چکا ہوں اور بے شک الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنے رزق کو مکمل نہیں کرلے گا اس کو موت نہیں آئے گی پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے

سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 34321) (الدر المنثور: ج:6، ص:289 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام زیادہ کیوں نہ نازل ہوتے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ

آپ علیہ السلام ہم سے ملاقات کے لئے جتنی بار آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے تو یہ آیت (مریم: 64، اور فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں ہمارے آگے اور پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے) نازل ہوئی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4731)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ صفات

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ صفات کا ذکر فرمایا اور ان صفات کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان آیات (التکویر کی) میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ صفات کا ذکر فرمایا ہے۔

1۔ پہلی صفت یہ ہے کہ

وہ رسول ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں سو وہ رسول اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام ان کی امت ہیں۔

درج ذیل آیتوں میں بھی یہی مراد ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (النحل:2)

وہی جبرائیل کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے نازل فرماتا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (الشعراء:193تا194)

جس کو الروح الامین (جبرائیل) لے کر نازل ہوئے ہیں آپ کے قلب کے اوپر تا کہ آپ (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

2۔ اور دوسری صفت یہ ہے کہ

وہ کریم ہیں اور ان کا کرم یہ ہے کہ وہ افضل چیز عطا کرتے ہیں اور وہ معرفت اور ہدایت ہے۔

3، 4۔ تیسری اور چوتھی صفت یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وہ قوی ہیں اور عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں۔ (التکویر:20)

ان کی قوت یہ ہے کہ

ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا ہے تو آپ علیہ السلام کی قوت کا کیا اندازہ ہے؟

انہوں نے کہا کہ

میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی چار بستیوں کو اپنے ایک پر کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھالیا تھا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغیوں کی آوازیں سنیں۔

اور مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ

ابیض نامی شیطان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو معمولی سی ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں وہ مکہ مکرمہ سے ہند کے پرلے سرے میں جا پڑا۔

اور بعض مفسرین نے کہا: اس قوت سے مراد ہے! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس میں خلل نہ آنے دینا ان کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر آخرت تک اور ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے جلال ذات کے مشاہدہ کی جو قدرت ہے وہ یہاں مراد ہے۔

4-چوتھی صفت یہ ہے کہ

وہ عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت معزز اور بہت مکرم ہیں۔

5-پانچویں صفت یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے (عرش والے کے نزدیک) امانت دار ہیں۔ (التکویر:21)

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں میں واجب الاطاعت ہیں وہ ان ہی کے حکم سے آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

6-چھٹی صفت یہ ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا پیغام پہنچانے میں امانت دار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو خیانت کرنے سے اور لغزش کرنے سے محفوظ اور مامون رکھا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:11 ص69 تا 70 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بستیوں کو بنیادوں سے ہلا دیا

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب بستیوں کو اٹھایا تو ان کی بنیادوں کو ہلا دیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھایا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھالیا پھر انہیں آسمان بلند لے گئے حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر انہیں الٹا کیا ان میں سے جو سب پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالاخانہ تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو ختم کیا پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:117 مطبوعہ دار احیاء التراب العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین کو سات زمینوں کے ساتھ اکھیڑا

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین کو سات زمینوں کے ساتھ اکھیڑا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور زمین کو سات زمینوں سے اکھیڑا پھر اسے اٹھایا حتیٰ آسمان دنیا تک لے گئے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے زمین کی طرف پھینک دیا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:117 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط پر لگاتار پتھر برسائے گئے

جب قوم لوط پر عذاب نازل کیا گیا تو لگاتار پتھر برسائے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ٥ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ٥ (ھود:82)

اور ہم نے ان کے اوپر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے جو (کنکر) آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے اور یہ ان ظالموں سے کچھ دور نہ تھی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ٥ (الاعراف:84)

سو ہم نے ان پر پتھر برسائے سو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ۝ (الذاریات:32 تا 34)

فرشتوں نے کہا بے شک ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے تا کہ ہم ان پر مٹی سے بنے ہوئے پتھر برسائیں جو پتھر آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ ہیں (یہ) ان کے لئے ہیں جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ (القمر:34)

بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آل لوط کے ہم نے ان کو سحری کے وقت بچالیا۔

کھنگر کے سنگریزے برسائے گئے

قوم لوط پر کھنگر کے سنگریزے برسائے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ (الحجر:74)

اور ہم نے ان پر کھنگر کے سنگریزے برسائے۔

پتھروں کی کنکریاں برسائیں

قوم لوط پر پتھروں کی کنکریاں برسائی گئیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند حتیٰ کہ آسمانوں والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں کی کنکریاں برسائیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:222 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قوم لوط کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا

قوم لوط نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے ان کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک طویل حدیث مبارکہ روایت ہے کہ ... کے آخر میں ہے۔

جب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی! یا میں کسی مضبوط قبیلہ کی پناہ میں ہو
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر پھیلائے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ بچاؤ بچاؤ کہتے ہوئے الٹے پیر بھاگے
انہوں نے کہا کہ

(حضرت) لوط (علیہ السلام) کے گھر میں روئے زمین کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔

فرشتوں نے کہا: اے لوط علیہ السلام! ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے فرستادہ ہیں یہ لوگ ہرگز آپ علیہ السلام
تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ علیہ السلام اپنے اہل کے ساتھ رات کے ایک حصہ میں روانہ ہو جائیں اور آپ علیہ السلام میں سے
شخص مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شام کی طرف لے گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

ان کو اسی وقت ہلاک کر دو۔

فرشتوں نے کہا: ہمیں صبح کے وقت انہیں ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟ پھر رات کے پچھلے
حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل روانہ ہو چکے تھے اور ان کی قوم کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ (القمر:34)

بے شک ہم نے ان پر سنگ باری کا عذاب بھیجا ماسوا آل لوط کے ہم نے رات کے پچھلے پہر ان کو نجات دی۔

(المستدرک: ج:2، ص:563 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

آسمان سے پتھروں کا برساؤ

قوم لوط پر آسمان سے لگاتار پتھر برسائے گئے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کے مہمان ہیں وہ فرشتے
لڑکوں کی شکل میں تھے انہوں نے اپنے اور اپنی بیٹیوں کے درمیان ان لڑکوں کو بٹھا دیا قوم کو پتہ چلا کہ حضرت لوط علیہ السلام
پاس بے ریش لڑکے آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

تم میری (قوم کی) بیٹیوں سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں۔

ان کی قوم نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ ہماری خواہش کیا ہے؟

تب حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: کاش میرے پاس کوئی مضبوط جتھا ہوتا جو مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ

یالیتا۔
تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مڑ کر حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔
آپ علیہ السلام پریشان نہ ہوں ہم آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔
جب وہ لوگ بہ زور گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں پھر وہ ایک دوسرے پر گرتے ہوئے واپس بھاگے اور کہنے لگے ہم بہت بڑے جادوگر کے پاس سے آرہے ہیں ہماری بینائی جاتی رہی وہ آدھی رات کے وقت شہر لوٹے اور اسی وقت اس زمین کو اوپر اٹھالیا گیا اور ان پر آسمان سے لگاتار پتھر برسائے گئے اور اس زمین کو بلندی سے پلٹ کر اوندھا کر دیا گیا۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16493)

آگ جلائی گئی

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے نیچے آگ جلائی۔
امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں۔
(روایت کے آخر میں ہے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی تو آپ علیہ السلام نے اس زمین کو اٹھالیا جس پر وہ رہتے تھے انہیں اتنی بلندی تک لے گئے حتیٰ کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ علیہ السلام نے ان کے نیچے آگ جلائی پھر آپ علیہ السلام نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کر دیا۔ (مستدرک: ج:3، ص:375، مطبوعہ بیروت)

آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے

قوم لوط پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔
انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔
تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو بتایا۔
اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ○ تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ○ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے پس آپ علیہ السلام چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین میں داخل کیا اور اس زمین کو اٹھالیا حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے

بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرا دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:107 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا پھر اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھا لیا پھر انہیں آسمان تک بلند لے گئے حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر انہیں الٹا کیا ان میں سے جو سب سے پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانے تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں ضائع کیا پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھر ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:117 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

گندھک اور آگ برسائی

قوم لوط پر گندھک اور آگ برسائی گئی۔

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے داخل کیا اور اسے اٹھالیا کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آوازیں سنیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک آگ برسائی۔

(درمنثور: ج:3، ص:1051)

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آگ پر پکے ہوئے پتھر مٹی کے بنے ہوئے تھے۔

(درمنثور: ج:3، ص:1051)

مزید راقم ہیں۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

مطر سے مراد گندھک اور آگ کی بارش ہے یعنی ہم نے ان پر گندھک اور آگ کی بارش برسائی۔

(درمنثور: ج:3، ص:321)

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی

قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

بقیہ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اور اس نے انہیں ہلاک اور تباہ وبرباد کردیا۔

(تفسیر عبدالرزاق:ج:2،ص:85 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کھردرے پتھر برسائے گئے

قوم لوط پر کھردرے پتھر برسائے گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ہم نے ان بستیوں پر پتھر برسائے جو کھردرے تھے۔(تفسیر نعیمی:ج:12،ص:243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نوکدار پتھر برسائے گئے

قوم لوط پر نوکدار پتھر برسائے گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

سارے پتھروں کی حالت کھردری نوک دار تھی چکنے صاف پتھر نہ تھے کیونکہ صاف پتھر کی چوٹ سے کم زخم ہوتے ہیں۔اور برسائے اس طرح پے درپے کہ موسلا دھار بارش کی طرح۔(تفسیر نعیمی:ج:12،ص:243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

پتھر پر لگنے والا کا نام لکھا ہوا تھا

جس کو پتھر لگتا اس کا نام اس پر لکھا ہوا تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

قدرت الٰہیہ سے ان پر ہر مجرم کا نام لکھا تھا وہ اسی کو لگتا جس کا نام لکھا ہوتا۔(تفسیر نعیمی:ج:12،ص:243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بدکاری کی دعوت دینے والوں پر عذاب

قوم لوط میں جو بدکاری کی دعوت دیتے تھے ان سب پر عذاب نازل کیا گیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بدکاری کی دعوت دینے والوں پر کنکریاں برسائی گئیں اور ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم:رقم الحدیث:10100)

بدکاری کی مجلسیں برپا کرنے والوں پر عذاب

قوم لوط میں جو بدکاری کی مجلس برپا کرتے تھے ان سب پر عذاب نازل کیا گیا۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بدکاری کی مجلسیں برپا کرنے والوں پر کنکریاں برسائی گئیں اور ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

(تفسیر امام ابی حاتم: رقم الحدیث: 10100)

بدکاری کی مجلس میں جانے والوں پر عذاب

قوم لوط میں جو بھی بدکاری کی مجلس میں جاتا تھا سب پر عذاب نازل کیا گیا۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بدکاری کی مجلس میں جانے والے سب پر کنکریاں برسائی گئیں اور ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

(تفسیر امام ابی حاتم: رقم الحدیث: 10100)

پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو شہر سے باہر تھے سب تک پہنچے

پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو لوگ اپنے شہر سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا۔

ارشاد فرمایا:

قوم لوط کے لئے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کئے گئے تا کہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں اسی طرح عاد و ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا پھر انہیں زمین کی جڑ سے پھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، عورتوں اور مردوں کی آوازیں جبرائیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا پھر اس کے بعد پتھر برسائے اور وہ پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو لوگ اپنے شہروں سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے (اور وہ سب تباہ و برباد ہو گئے)(تاریخ ابن عساکر: ج:50، ص:314 مطبوعہ بیروت)

مسافروں پر بھی پتھروں کی بارش ہوئی

قوم لوط میں جو مسافرت پر گئے ہوئے تھے ان پر بھی پتھروں کی بارش ہوئی۔

حضرت کعب علیہ السلام نے وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ کی تفسیر میں فرمایا:

ہم نے ان کے بادیہ نشینوں، چرواہوں اور مسافروں پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

(درمنثور، ج:3، ص:321 مطبوعہ کراچی)

آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی آوازیں سنیں

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر شہروں کے نیچے داخل کیے اور زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا تو آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ و پکار کو سنا پھر انہوں نے بلندی سے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں کی کنکریاں برسائیں۔

(الجامع الاحکام القرآن، جز:7، ص:222 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ

جن بستیوں میں قوم لوط رہتی تھی حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے نیچے اپنا سر رکھ کر ان بستیوں کو آسمان کی طرف لے کر گئے حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آوازیں سنیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر لگاتار نشان زدہ پتھر برسائے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس زمین کو الٹ دیا اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا۔

(تفسیر امام ابی حاتم، رقم الحدیث:11098)

آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، عورتوں اور مردوں کی آوازیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر نیچے سے سنیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا ہے پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

قوم لوط کے لئے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کئے گئے تا کہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں۔ اسی طرح قوم عاد اور ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑ پھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسویں نے کتوں، پرندوں عورتوں اور مردوں کی آوازیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سنیں۔ پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا پھر اس کے بعد ان پر پتھر برسائے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:50،ص:314 مطبوعہ بیروت)

آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بستیوں کو اکھاڑ کر بلند کیا تو آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔

امام جلال عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں پر دروازہ بند کر لیا پس وہ آئے اور انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر پر سے ضرب لگائی تو ان کی بینائی ختم ہو گئی۔

انہوں نے کہا: اے لوط علیہ السلام! تو ہمارے پاس جادوگر لے آیا ہے چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو بڑی دھمکیاں دیں اور آپ علیہ السلام دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ یہ جب چلے جائیں گے تو وہ مجھے اذیتیں دیں گے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: لا تخف اِنَّـا رُسُلُ رَبِّكَ بے شک انہیں عذاب دینے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اسی وقت؟

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ٥" کیا صبح قریب ہی نہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے کہا: اسی وقت چنانچہ بستی کو اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی انہیں الٹا کیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

(درمنثور: ج:3،ص:1049، مطبوعہ کراچی)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔

انہیں اسی وقت ہلاک کر دو!

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو بتایا۔

اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ o تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ o
ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے پس آپ علیہ السلام چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین میں داخل کیا اور اس زمین کو اٹھالیا حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرادیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(جامع البیان: ج:12، ص107 تا108 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے روایت کیا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے سے داخل کیا اور اسے اٹھالیا حتیٰ کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ سے ان پر گندھک اور آگ برسائی۔

(درمنثور: ج:3، ص:1051، مطبوعہ کراچی)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی شدت وقوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اپنے پر کے اوپر اٹھالیا پھر ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے حتیٰ کہ آسمان والوں نے مرغوں کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر ان تمام بستیوں کو پلٹ کر زمین پر پھینک دیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:17، ص:79 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قوم لوط کی پانچ بستیوں کو پلٹا گیا

قوم لوط کی پانچ بستیوں کو پلٹا گیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ

(روایت کے آخر میں ہے) اور جن بستیوں کو پلٹ گیا تھا وہ پانچ تھیں۔

1- صیغہ
2- صغرہ
3- عمرہ

4-دوما

5-سدوم۔اور یہ سب سے بڑی بستی تھی۔(تفسیر امام ابی حاتم: رقم الحدیث:11098)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان بستیوں کی طرف بھیجا جنہیں الٹا دیا گیا یہ قوم لوط کی بستیاں تھیں تو آپ علیہ السلام نے انہیں اپنے پر کے ساتھ اٹھالیا پھر انہیں اوپر لے گئے حتیٰ کہ آسمان کے مسکینوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان الٹائی جانے والی بستیوں کے اردگرد رہنے والوں کو ہلاک کر دیا اور وہ پانچ بستیاں تھیں۔

1-صنعۃ

2-صغرۃ

3-عصرۃ

4-دوما

5-اور سدوم اور یہی بڑی بستی تھی۔

(جامع البیان۔ ج:12،ص:118 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

ہم نے اپنی پوری قوت کاملہ سے بذریعہ ملائکہ ان بستیوں کو الٹا کر دیا اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حکم پروردگار سے ان پانچ بستیوں والے صوبے کو اٹھایا بلندیوں پر لے جا کر الٹا کر پھینک دیا کہ نیچے کی جگہ اوپر اور اوپر کی نیچے ہوگئی قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان نہ تھی اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کا بھائی نہ فرمایا گیا بلکہ آپ علیہ السلام غیر قوم کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم کی تعداد (مردم شماری کے مطابق) چار لاکھ تھی جو پانچ قریبی شہروں میں آباد تھی اس صوبے کا نام موتفکات تھا ان کا بڑا شہر سدوم تھا یہیں حضرت لوط علیہ السلام کی رہائش تھی کوئی بھی ایمان نہ لایا تو پانچوں بستیاں الٹا دی گئیں۔(تفسیر نعیمی: ج:12،ص242 تا243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عذاب صبح کے وقت آیا

قوم لوط پر علی الصباح عذاب نازل کیا گیا جس کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہوگئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ (القمر:38)

اور بے شک ان کو طے شدہ عذاب نے علی الصباح تباہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا۔

ارشاد فرمایا:

قوم لوط کے لئے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کیے گئے تا کہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں اسی طرح قوم اور ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا پہلے انہیں اکٹھا کیا اور لپیٹا پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑا نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، بتوں اور مردوں کی آوازیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا پھر اس کے بعد ان پر پتھر برسائے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:50، ص313 تا 314 مطبوعہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا پھر پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھا لیا پھر انہیں آسمان تک لے گئے حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر انہیں الٹا کیا ان میں سے جو سب سے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانہ تھے اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو ضائع پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھر ان پر آگ سے پکے ہوئے پتھر برسائے۔

(جامع البیان: ج:12، ص116 تا 117 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب صبح ہوئی تو عذاب نازل ہو گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

... کے چار لاکھ لوگوں کو عذاب ہوا

قوم لوط کے جن لوگوں کو عذاب ہوا ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بستی کو درمیان سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کو آسمانوں کی طرف لے کر چڑھے حتیٰ کہ آسمان والوں نے اس بستی کے کتوں کی آوازیں سنیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بستی کو پلٹ دیا اس کے اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا پھر ان پر لگاتار پتھر برسائے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53،ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

ہم نے اپنی پوری قدرت کاملہ سے بذریعہ ملائکہ ان بستیوں کو الٹا کر دیا اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بحکم پروردگار ان پانچ بستیوں والے صوبے کو اٹھایا بلندیوں پر لے جا کر الٹا کر پھینک دیا کہ نیچے کی جگہ اوپر اور اوپر کی نیچی ہوگئی۔ قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان نہ تھی اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا بھائی نہ فرمایا گیا بلکہ آپ علیہ السلام غیر قوم کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم کی تعداد (مردم شماری کے مطابق) چار لاکھ تھی جو پانچ قریبی شہروں میں آباد تھی اس صوبے کا نام موتفکات تھا ان میں بڑا شہر سدوم تھا یہیں حضرت لوط علیہ السلام کی رہائش تھی کوئی بھی ایمان نہ لایا تو پانچوں بستیاں الٹا دی گئیں اور ساتھ ہی ہم نے ان بستیوں پر پتھر برسائے جو کھردرے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص242 تا243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا آواز سن کر پیچھے دیکھنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا کہ آپ خود اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوں اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے ورنہ وہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو جب حضرت لوط علیہ السلام اور گھر والے جا رہے تھے تو آپ علیہ السلام کی بیوی نے مڑ کر دیکھا ان پر آ کر پتھر لگا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئیں۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو عذاب دینے کے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت عطا فرمادی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے اوپر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہوگئے اور انہوں نے بہت بری حالت میں رات گزاری۔

پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ (ہود:81)

فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ آپ رات کے ایک حصے میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں بے شک اس کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ اس بوڑھی عورت نے ایک آواز سنی تو اس نے اس آواز کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس کو ایک پتھر آ کر لگا وہ اس وقت اپنی قوم سے الگ جگہ پر تھی (اور ہلاک کر دی گئی)

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53،ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں۔

(روایت کے آخر میں ہے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت وتباہی کے بارے اجازت طلب کی اور جب اجازت دے دی گئی تو آپ علیہ السلام نے اس زمین کو اٹھالیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے حتیٰ کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ علیہ السلام نے ان کے نیچے آگ جلائی پھر آپ علیہ السلام نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کر دیا۔ پس حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ایک دھماکہ سنا اور وہ ان کے ساتھ تھی وہ متوجہ ہوئی تو اتنے میں عذاب اسے پہنچ گیا۔ (مستدرک: ج:2،ص:375 مطبوعہ بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا ہائے میری قوم کہنا اور ہلاک ہونا

جب حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھماکہ کی آواز سنی تو اس نے کہا ہائے میری قوم!
اتنے میں ایک پتھر آ کر اسے لگا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔

انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ

اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ○ تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ○

ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف مڑ کر نہ دیکھے۔ پس آپ علیہ السلام چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین میں داخل کیا اور اس زمین کو اٹھالیا حتیٰ کہ آسمان کے باسیوں

نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرادیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھماکہ کی آواز سنی۔

اور کہا۔

ہائے میری قوم! تو اتنے میں ایک پتھر آ کر اس کو لگا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئی۔

(جامع البیان: ج: ؟؟ص 107 تا 108 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کی یاد لے کر جارہی تھی ہواؤں پتھروں کی شائیں شائیں کی آوازیں زور وشور پر تھیں اس نے اچانک مڑ کر دیکھا اور مرتے ہوؤں کو دیکھ کر کہا ہائے قوم تو ایک پتھر آ کر لگا جس کی وجہ سے وہ بھی ہلاک ہوگئیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

بیوی پیچھے پیچھے قوم کی یاد لئے جارہی تھی ہواؤں پتھروں کی شائیں شائیں (کی آوازیں) برابر آرہی تھیں بیوی نے اچانک مڑ کر دیکھا۔

اور مرتے ہوؤں کو دیکھ کر کہا۔

ہائے قوم! بس ایک پتھر آیا کہ اس کا کام بھی تمام ہوگیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی پر عذاب نازل کرنے میں مبتلاء ہونے پر آیات کریمہ شاہد

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو عذاب میں مبتلاء کیا گیا جس پر درج ذیل آیات کریمہ شاہد ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝ (الاعراف:83)

پس ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوا ان کی بیوی کے وہ عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے ہو گئی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ۝ (التحریم:10)

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے یہ دونوں ہمارے نیک بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے ان دونوں سے خیانت کی۔ پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو بالکل دور نہ کر سکے اور ان (عورتوں) سے کہا جائے گا اے عورتو! تم دونوں بھی دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ (ھود:81)

اور آپ میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں بے شک ان کو (بھی) وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا بے شک صبح کو ان کی وعید کا وقت ہے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ (العنکبوت:33)

سوائے آپ کی بیوی کے وہ (عذاب میں) باقی والوں میں سے ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ○ (الصافات:135)

سوا ایک بڑھیا کے جو (عذاب میں) باقی رہ جانے والوں میں سے ہوئی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ○ (الشعراء:171)

سوائے ایک بوڑھی عورت کے جو (عذاب میں) باقی رہنے والوں میں سے تھی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ (النمل:57)

سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی ہم نے اس کو ان (لوگوں) میں مقدر کر دیا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو پتھر میں بدلنا اور ہر ماہ کے شروع میں حیض ہونا

امام ابن عساکر نے حضرت ابوالجلہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان فرمایا ہے کہ

میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو دیکھا اسے پتھر میں بدل دیا گیا ہے اور اسے ہر ماہ کے شروع میں حیض آتا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر: ج:50، ص:327 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم لوط کی عورتوں کو ان کے مردوں کے سبب عذاب دیا

قوم لوط کی عورتوں کو ان کے مردوں کے سبب عذاب دیا گیا۔

حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی عورتوں کو ان کے مردوں کے سبب عذاب دیا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں انتہائی عدل وانصاف فرمایا ہے اس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے لطف اند
ہوتی تھیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق :ج:50،ص:320 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس امت کو سنگسار کرنا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے کہ مرد مردوں سے جنسی لذت حاصل کریں گے اور عورتیں عورتوں سے ا
جب ایسا ہو تو تم ان پر قوم لوط کے عذاب کا انتظار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان پر سجیل کی کنکریاں برسائے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ

دوسری روایت یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دن اور رات کا سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ اس امت کے مرد مردوں کی پشت کو حلال کرلیں گے جیسا کہ انہوں نے عورتو
کی پشت کو حلال کرلیا ہے پھر امت کے ان لوگوں پر سنگ باری ہوگی۔

(الجامع الاحکام القرآن :جز:9،ص:34 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قوم لوط دس کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی اور میری امت ان سے ایک کام زیادہ کرے گی (وہ دس کام یہ ہیں)

1 -مردوں کا مردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا

2-غلیل مارنا

3-کنکر مارنا

4-حمام میں کھیلنا

5-دف بجانا

6-شراب پینا

7-داڑھی کاٹنا

8-مونچھیں لمبی رکھنا

9-سیٹی اور تالی بجانا

10-ریشم پہننا
اور میری امت ایک کام زیادہ کرے گی وہ ہے عورتوں کا عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرنا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 21، ص: 24 مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

عمل قوم لوط آخرت تباہ کر دیتا ہے

عمل قوم لوط ایسا عمل ہے جو دنیا و آخرت تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اس قبیح فعل کی مذمت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جن لوگوں کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول یہ دونوں کو قتل کر دو۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4462)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2563)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
چار ایسے شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں شام کرتے ہیں۔
میں نے پوچھا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت کریں اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں اور جو لوگ جانوروں سے بدفعلی کریں اور جو مردوں سے خواہش پوری کریں۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5830)
ایک اور روایت میں ہے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل! اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو مرد سے جنسی خواہش پوری کرے یا عورت سے عمل معکوس کرے۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1168)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص قوم لوط کا عمل کرتا ہو اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو رجم (سنگسار) کردو۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2562)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ
لوطی کی حد کیا ہے؟
ارشاد فرمایا:
اس کو شہر کی سب سے اونچی عمارت سے نیچے پھینکا جائے پھر اس کو سنگسار کردیا جائے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 9، ص: 529)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمن کی حکومت ہو جائے گی اور جب زنا بہ کثرت ہوگا تو قیدی بہ کثرت ہوں گے
جب قوم لوط کا عمل کرنے والے زیادہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا دست رحمت مخلوق سے اٹھالے گا پھر وہ کوئی پرواہ نہیں کرے گا
وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1755)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سات قسم کے لوگوں کو سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت فرماتا ہے اور ان میں سے ہر

ین بار لعنت کو دہراتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے۔

جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے۔

جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے۔

جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا وہ ملعون ہے۔

جس نے جانوروں کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے۔

جس نے اپنے ماں باپ سے تعلق توڑا وہ ملعون ہے۔

جس نے ایک عورت اور اس کی ایک بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کیا وہ ملعون ہے۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو بدلا وہ ملعون ہے۔

جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ ملعون ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8492)

ایک اور روایت میں ہے:

محمد بن المنکدر رسے روایت ہے کہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں نے عرب کے بعض قبیلوں میں یہ دیکھا ہے کہ وہاں مرد کے ساتھ اس طرح فعل کیا جاتا ہے جس طرح عورتوں کے ساتھ فعل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مشورہ کیا۔ ان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

انہوں نے کہا: یہ وہ گناہ ہے جس کو صرف ایک امت نے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس امت پر عذاب بھیجا اس کا آپ کو علم ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ

اس شخص کو آگ میں جلا دیا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5389)

قوم لوط پر تین قسم کا عذاب نازل ہوا

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر تین قسم کا عذاب نازل ہوا، ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو پکڑا دوسرا زمین کو پلٹ دیا گیا

اور تیسرا ان پر کھنگر کی کنکریاں برسائی گئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ○ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ○

(الحجر:73تا74)

سو جب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے سنگریزے برسائے۔

☆ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ قوم لوط پر تین قسم کے عذاب آئے تھے ایک تو زبردست ہولناک چنگھاڑ تھی دوسرا ان کی زمین کو پلٹ دیا گیا تھا اور تیسرا ان پر کھنگر کی کنکریاں برسائی گئی تھیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اور گھر والوں کو نجات عطا فرمائی گئی

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَجَّيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ○ (الشعراء:170)

سو ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دے دی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنٰهَا مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ○ (النمل:57)

سو ہم نے لوط کی بیوی کے سوا ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ ہم نے اس کو ان (لوگوں) میں مقدر کر دیا تھا جو عذاب میں رہ جانے والے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِذۡ نَجَّيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ○ (الصافات:134)

جب ہم نے ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو نجات دی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَ اَهۡلَكَ (العنکبوت:33)

یقیناً ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو (عذاب سے) بچانے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ نَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ ؕ (الانبیاء:74)

اور لوط کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں داخل فرمالیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے گھر والوں کو نجات عطا فرمادی اور آپ علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل فرمالیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَاؕ (الانبیاء:75)

اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔

حضرت لوط علیہ السلام نیکوکاروں میں تھے

حضرت لوط علیہ السلام نیکوکاروں میں سے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۠ (الانبیاء:75)

بے شک وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔

آل لوط پر پتھر نہ برسائے گئے

حضرت لوط علیہ السلام کی آل پر پتھر نہ برسائے گئے بلکہ قوم لوط پر برسائے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ (القمر:34)

بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آل لوط کے۔

☆یعنی قوم لوط پر تو پتھر برسائے آل لوط پر نہ برسائے۔

آل لوط کو سحری کے وقت بچالیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی آل کو سحری کے وقت بچالیا۔

قرآن مجید میں ہے:

نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (القمر:34)

ہم نے ان کو سحری کے وقت بچالیا۔

حضرت لوط علیہ السلام ایک آن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے لئے طے ارض فرما کر آن کی آن میں پہنچادیا۔

تفسیر نعیمی...

آپ علیہ السلام (یعنی حضرت لوط علیہ السلام) مع اہل بیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف چل پڑے بیوی پیچھے قوم کی یاد لئے جارہی تھی ہواؤں پتھروں کی شائیں شائیں برابر آرہی تھیں بیوی نے اچانک مڑ کر کہا۔

اور مرتے ہوؤں کو دیکھ کر کہا۔

ہائے قوم! بس ایک پتھر آیا کہ اس کا کام بھی تمام ہوگیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دولت خانہ اگرچہ چھ میل کے فاصلے پر تھا مگر رب کریم نے طے ارض فرما کر آن کی آن پہنچا دیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تو حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور انہی کے ساتھ رہے۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:50، ص:326 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام اپنے ساتھ اپنی بیوی کے علاوہ تمام گھر والوں کو لے کر رات کے وقت روانہ ہو گئے اللہ تعالیٰ زمین کو حضرت لوط علیہ السلام کی خاطر لپیٹ دیا اس طرح حضرت لوط علیہ السلام مع اہل بیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہنچ گئے۔

(روح المعانی: ج:7، ص:113 مطبوعہ بیروت)

ایک کافر کا حرم کعبہ معظمہ میں چھپ جانا اور اس کے نام کا پتھر چالیس دن تک زمین و آسمان کے درمیان معلق رہنا جب نکلا تو لگنا اور مر جانا

ایک کافر حرم کعبہ معظمہ میں چھپ گیا تو اس کے نام کا پتھر چالیس دن تک زمین و آسمان کے درمیان معلق رہا جب اطمینان ہوا تو نکلا اور اس کو پتھر آ کر لگا جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

روایت ہے کہ

ایک کافر حرم کعبہ معظمہ میں چھپ گیا تو اس کے نام کا پتھر چالیس دن تک زمین و آسمان کے درمیان لٹکا رہا جب وہ ہو کر نکلا تو پتھر لگا اور مر گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حرم پاک میں فرشتوں کا پتھر نہ لگنے دینا اور پتھر کا چالیس دن معلق رہنا نکلنے پر لگنا

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے سوال کیا کہ
کیا قوم لوط میں سے کوئی بچا بھی تھا؟
ارشاد فرمایا:
نہیں۔مگر ایک آدمی چالیس دن تک باقی رہا وہ مکہ مکرمہ میں تجارت کرتا تھا تو ایک پتھر آیا تا کہ اسے حرم پاک میں آ کر لگے حرم پاک کے فرشتے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔
اور انہوں نے پتھر کو کہا۔
جہاں سے آیا ہے وہاں واپس لوٹ جا کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہے چنانچہ وہ پتھر لوٹ گیا اور حرم سے باہر ...لیس دن تک زمین وآسمان کے درمیان ٹھہرا رہا حتیٰ کہ وہ آدمی اپنی تجارت سے فارغ ہوا پس جب وہ حرم سے باہر نکلا تو وہ ...ر اسے آ کر لگا۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
یعنی یہ اس امت کے ظالموں سے دور نہیں۔
(تاریخ ابن عساکر: ج:50، ص:326 مطبوعہ بیروت)

...وط حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان نہ تھی

قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ علیہ ...م کا علاقہ شام تھا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان نہ تھی اس لیے حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کا بھائی نہ فرمایا گیا بلکہ آپ علیہ السلام ...کی طرف مبعوث ہوئے۔اس قوم کی تعداد (مردم شاری کے مطابق) چار لاکھ تھی جو پانچ قریبی شہروں میں آباد تھی اس ...کا نام موتفکات تھا ان میں بڑا شہر سدوم تھا حضرت لوط علیہ السلام کی رہائش یہیں پر تھی کوئی بھی ایمان نہ لایا تو پانچوں ...الٹادی گئیں۔(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:242 تا 243 نعیمی کتب خانہ لاہور)

...ں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا کوئی مومن نہ تھا

...تی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا کوئی مومن نہ تھا۔
...لامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
...بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔
(الجامع لاحکام القرآن: ج:13، ص:104 مطبوعہ ...)

حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے

اس بستی میں مومنین تھے ان میں سے حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی بھی مومن نہیں تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:124 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں مومنہ تھیں

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں بھی مومنہ تھیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے اور آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں مومنہ تھیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:124 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام کے داماد مومنین تھے

بستی میں حضرت لوط علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں اور دو داماد مومنین تھے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی 668ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے اور آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں اور آپ علیہ السلام کے دو داماد مومنین تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:124 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مومن کی تعریف

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے یعنی جن چیزوں کے متعلق بداہت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں ان کو دل سے مان لینا مومن ہونے کے لئے کافی ہے۔ (شرح عقائد: ص:90 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

اللہ تعالیٰ مومنین کا مددگار ہے

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (البقرہ:257)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

مومنین کے زندہ ہونے کی مثال

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے زندہ ہونے کی مثال بیان فرمائی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (الانعام:122)

کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لئے ایک نور بنایا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے وہ اس کی مثل ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکتا ہو اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لئے خوشنما بنا دیئے گئے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ عزوجل! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو اسلام کے غلبہ کا سبب بنا دے یہ دونوں گمراہی میں مردہ پڑے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام سے زندہ فرمایا اور ان کو عزت دی اور ابو جہل کو گمراہی کی موت میں برقرار رکھا۔

زید بن اسلم نے کہا ہے:

یہ آیت کریمہ ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:4، ص: 381 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ)

مومن کے واسطے مصیبت اور راحت دونوں خیر ہیں

مومن کے واسطے مصیبت اور راحت دونوں خیر ہیں اور ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمان کے حال پر تعجب ہوتا ہے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مومن کے سوا اور کسی کا وصف نہیں ہے اگر اس کو راحت ہو تو شکر کرتا ہے اور وہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے اور وہ (بھی) اس کے لئے خیر ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2999)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
مومن کو جو بھی درد ہو یا تھکاوٹ ہو یا بیماری ہو یا غم ہو یا فکر اور پریشانی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5642)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مومن اور مومنہ پر اس کی جان میں اس کی اولاد میں اور اس کے مال میں مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2399)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بڑی مصیبت کا بڑا اجر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے جو اس سے راضی ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے اور جو اس سے ناراض ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2396)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مسلمان کو کانٹا یا اس سے کم کوئی چیز چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 965)

مومن کی پاکیزہ زندگی رکھنا

جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:97)

جس نے نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھے گا۔

☆اس میں اختلاف ہے کہ وہ پاکیزہ زندگی کہاں میسر ہوگی۔

مفسرین کے اس میں تین قول ہیں۔

1-العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

یہ پاکیزہ زندگی دنیا میں میسر ہوگی۔ پھر دنیا میں اس پاکیزہ زندگی سے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک روایت کے مطابق حضرت حسن بصری اور وہب بن منبہ نے کہا اس کا مصداق قناعت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قناعت ایک ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا اور ایک ایسا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔ (اسنی المطالب: رقم الحدیث: 1021)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اور اس کو بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ بھی دیا تھا اس میں اس کو قناعت کرنے والا بنا دیا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1054)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

اے اللہ عزوجل آل محمد کا رزق بقدر کفایت کر دے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2361)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ کی تفسیر میں فرمایا:

اس سے مراد قناعت ہے۔

انہوں نے ... کہا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! تو نے مجھے رزق دیا ہے اس میں مجھے قناعت کرنے والا بنادے اور اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور میرے لیے ہر غائب چیز میں خیر رکھ دے۔ (المستدرک: رقم الحدیث: 3411)

دنیا میں اطمینان کے ساتھ وہی شخص زندگی گزارتا ہے جو قناعت کرتا ہو حریص شخص تو ہر وقت زیادہ سے زیادہ مال کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے اور اپنے جسم اور ذہن کو زیادہ سے زیادہ مال کی طلب میں تھکاتا رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی تلاش کرے گا اور مٹی کے سوا ابن آدم کا کوئی چیز پیٹ نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2436)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں۔

1- مال کی حرص

2- عمر کی حرص۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6421)

(ب) ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

دنیا کی پاکیزہ زندگی سے مراد حلال ہے۔

ضحاک نے کہا: وہ حلال کھاتا ہو اور حلال پہنتا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ صرف طیب چیز کو قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَـٰلِحًا ۖ (المومنون: 51)

اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔
اور مسلمانوں کو حکم دیا۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ:172)
اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال غبار آلود ہوتے ہیں پھر وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب عزوجل! اے میرے رب عزوجل! اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور اس کو حرام غذا دی گئی تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔
(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1015)(سنن ترمذی:رقم الحدیث:2989)
(ج) حضرت علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
دنیا کی زندگی سے مراد سعادت ہے۔
(د) حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دنیا کی پاکیزہ زندگی سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔
(ہ) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد ہر روز رزق کا ملنا ہے۔
(و) اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: اس سے مراد رزق طیب اور عمل صالح ہے۔
(ز) ابوبکر وراق نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مٹھاس کا ذائقہ محسوس کرنا ہے۔
(ح) الماوردی نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا ہے اور بلاؤں اور مصیبتوں میں کسی قسم کی شکایت نہ کرنا ہے۔
(2) حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم یہ فرماتے ہیں کہ
مومنین کو یہ حیات طیبہ جنت میں حاصل ہوگی۔
(3) ابوغسان نے شریک سے روایت کیا ہے کہ
ایمان والوں کو یہ حیات طیبہ قبر میں حاصل ہوگی۔ (زاد المسیر: ج:4،ص488 تا 489 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

... کے لئے آخرت کی بشارتیں

... مومنین کے لئے آخرت کی بشارتیں ہیں انہوں نے نیک اعمال کیے اور خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا میں فنا

کردیا۔

قرآن مجید میں ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (یونس:26)

جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لئے نیک انجام ہے اور مزید اجر ہے ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ○ (الکہف:88)

اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو اس کے لئے آخرت میں نیک انجام ہے اور عنقریب ہم اسے آسان سے احکام دیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ (المومنون:57 تا 61)

بے شک جو لوگ اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور جو لوگ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں وہ خوفزدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں (اس یقین کیساتھ) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں وہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں سب سے بڑھنے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (لقمان:4 تا 5)

جو لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (لقمان:8 تا 9)

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اُن ہی کے لئے نعمت والی جنتیں ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا برحق وعدہ ہے اور وہی بہت غالب حکمت والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ نِالَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝ (فاطر:33تا35)

یہ لوگ دائمی جنتوں میں داخل ہوں گے ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنت میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا اور وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کردیا بے شک ہمارا رب عزوجل بہت بخشنے والا بہت قدر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام میں ٹھہرایا جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ (الصافات:41تا49)

ان کے لئے معزز روزی ہے عمدہ میوے ہیں اور وہ عزت دار ہوں گے نعمت والی جنتوں میں وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر مسند نشین ہوں گے ان پر چھلکتی ہوئی شراب کا جام گردش کررہا ہوگا وہ سفید اور پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی نہ اس سے دردسر ہوگا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝ (البینۃ:7تا8)

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں ان کی جزاء ان کے رب کے پاس ہے جو دائمی جنتیں ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے یہ (جزاء) اس کے لئے جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ (الرحمٰن:46)
جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ○ (الرحمٰن:62)
اور ان دو جنتوں کے علاوہ اور دو جنتیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ○ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ○ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ○
فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ○ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ○ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ○ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ○ (الغاشیۃ:8تا16)
بہت چہرے اس دن خوش وخرم ہوں گے اپنے نیک اعمال پر شاداں ہونگے بلند جنت میں جس میں کوئی شخص بے ہودہ بات نہیں سنے گا۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہونگے اس میں بلند مسندیں ہونگی اور ترتیب میں رکھے ہوئے جام ہوں گے اور صف بہ صف گاؤ تکیے رکھے ہوں گے اور بہترین فرش بچھے ہوں گے۔

قیامت کے دن مومنوں کا نور

قیامت کے دن مومنوں کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا بعض کا نور اس قدر ہوگا کہ اس سے مدینہ منورہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض کا قدموں کی جگہ تک ہوگا بعض کا کھجور کے درخت جتنا ہوگا، بعض کا مرد کی قامت جتنا ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:
يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (الحدید:12)
جس دن آپ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا (ان سے کہا جائے گا) آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
بعض مومنوں کا نور اس قدر ہوگا کہ اس سے مدینہ منورہ سے عدن تک روشن ہو جائے گا اور بعض مومنوں کے نور سے صرف ان کے قدموں کی جگہ روشن ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ
مومنوں کو ان کے نیک اعمال کے حساب سے نور دیا جائے گا بعض کا نور کھجور کے درخت جتنا ہوگا۔ بعض کا نور مرد کی قامت کے برابر ہوگا۔ کم سے کم نور انسان کے انگوٹھے کے برابر ہوگا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 26025)

اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خریدنا

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا کیونکہ انہوں نے جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔
قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبہ: 111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔
آگے ارشاد فرمایا:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبہ: 112)

توجہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھے والے روزہ کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکالنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر

دے یا اس کو اس کے گھر اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7463)

محمد بن کعب قرظی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے لئے اور اپنی ذات کے لئے جو چاہیں شرط لگالیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے رب عزوجل کے لئے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔

انہوں نے کہا: جب ہم یہ کرلیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت (کا دائمی مقام)

انہوں نے کہا: یہ نفع والی بیع ہے ہم نہ اس کو خود فسخ کریں نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔

(جامع البیان: جز: 11، ص: 49 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

روئے زمین پر جو مومن بھی ہیں وہ اس بیع میں داخل ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 6، ص: 1886 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

جو شخص توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اسے جنت کا دائمی مقام عطا فرمائے گا جس میں اسے موت نہیں آئے گی وہ وہاں شاد و خرم ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران: 31)

آپ کہیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (الاحزاب: 71)

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (الاحقاف: 31)

اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ (الصف:12)

وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ‌ۚ (الرعد:6)

بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت کرنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ○ (النساء:110)

اور جو شخص برے کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا بہت مہربان پائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ○ (النساء:64)

اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا تو وہ آپ کے پاس آجائیں پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان پائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ قف وَ مَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ۞ وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ○ اُولٰٓـئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ○ (آل عمران:135 تا 136)

اور وہ لوگ جنہوں نے بے حیائی کا کوئی کام کرلیا یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو انہوں نے اپنے گناہوں پر استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور اپنے کاموں پر عمداً اصرار نہ کریں۔ ان لوگوں کی جزاء ان کے رب پاس سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والوں کی کیسی اچھی جزا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کسی شخص کو اپنی گمشدہ سواری کے مل جانے سے جتنی خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری توبہ سے اس سے خوشی ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3538)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4250)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اے ابن آدم! بے شک تو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امید رکھی تم میں جو بھی گناہ تھا میں نے معاف کر دیا اور مجھے پرواہ نہیں اے ابن آدم! اگر تو پوری روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آیا پھر تو نے مجھ سے ملاقات کی تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت لاؤں گا بشرطیکہ تو نے شرک نہ کیا ہو۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3540)

اور جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بھی جنت عطا فرمائے گا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سب سے پہلے جنت میں ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 4373)

ایک اور روایت میں ہے:
عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو سبحان اللہ کہا اس نے گویا سو حج کیے اور جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو الحمد للہ کہا اس نے گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سو گھوڑے مہیا کیے۔

(جامع ترمذی: ص:500 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کہتے ہو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو اور وہ تم کو زیادہ نعمت دے گا۔

(جامع البیان: ج:1، ص:46 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی 668ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کسی نعمت پر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کسی نعمت پر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:1، ص:131 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

اسی طرح جو روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور اس کے لئے جنت کے دائمی مقام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ ڈھال ہے روزہ دار نہ جماع کرے نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے کھانے، پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں اور نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:254 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا۔
فرمایا جائے گا کہ
روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔
(صحیح البخاری: ج:1، ص:254 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ نہ جماع کی باتیں کرے نہ شور و شغب کرے اگر کوئی شخص اس کو گالی دے اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت، ایک خوشی اپنے رب عزوجل سے ملاقات کے وقت ہوگی اس وقت وہ اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔
(صحیح بخاری: ج:1، ص:255 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:364 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی 656ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازیں ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم اور مبارک مہینہ آپہنچا ہے اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں روزہ کو فرض کر دیا ہے اور اس کی رات میں قیام کو نفل کر دیا ہے جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کرے تو وہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے تو وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غم گساری کرنے کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کے لئے دوزخ سے آزادی ہے اور اس کو بھی روزہ دار کی مثل اجر ملے گا اور اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص کی یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کو افطار کرا سکے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کرائے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے جس کا وسط مغفرت ہے اور جس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف کی اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اس مہینہ میں چار خصلتوں کو جمع کر دو۔ دو خصلتوں سے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کر دو اور دو خصلتوں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے وہ کلمہ شہادت پڑھنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے اور جن دو خصلتوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور اس سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا جس سے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں چلا جائے گا۔

امام حبان نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے رمضان کے مہینہ میں اپنی حلال کمائی سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبرائیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت آنسو نکلتے ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ارشاد فرمایئے اگر کسی شخص کے پاس افطار کرانے کے لئے کچھ نہ ہو؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک مٹھی طعام دے دے۔

میں نے عرض کیا: یہ ارشاد فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو تو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک گھونٹ دودھ دے دے۔

میں نے عرض کیا: اگر اس کے پاس وہ بھی نہ ہو تو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک گھونٹ پانی دے دے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے یہ برکت کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس میں ڈھانپ لیتا ہے اس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس میں دعا مقبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں تمہاری رغبت کو دیکھتا ہے سو تم اللہ تعالیٰ کو اس مہینہ میں نیک کام کر کے دکھاؤ کیونکہ وہ شخص بد بخت ہے جو اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور سرکش جنوں کے گلوں میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور ہر رات صبح تک ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ اے نیکی کے طلب کرنے والے! نیکی کا قصد کر اور زیادہ نیکی کر اور اے برائی کے طلب کرنے والے! برائی کی کمی کر (بلکہ چھوڑ دے) اور آخرت میں غور وفکر کر، کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے اور کوئی توبہ کرنے والا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے اور کوئی سوال کرنے والا ہے تو اس کا سوال پورا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر رات میں ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور رمضان کی ہر رات میں جتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے عید کے دن اس سے تین گنا زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کا ذکر فرمایا اور تمام مہینوں پر اس کی فضیلت بیان فرمائی۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ارشاد فرمایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صدیقین اور شہداء میں۔ (الترغیب والترہیب: ج:2، ص:92 تا 106 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)
اسی طرح اللہ تعالیٰ رکوع وسجود کرنے والوں یعنی نماز ادا کرنے والوں کی بھی مغفرت فرمادیتا ہے اور قیامت کے دن اسے جنت کا دائمی مقام عطا فرمائے گا جس میں نمازی ہمیشہ رہے گا اسے کبھی تکلیف نہ ہوگی اور وہ ہمیشہ سکون واطمینان سے رہے گا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ مکمل ہوئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اس میں کچھ کمی ہوئی تو کہا جائے گا دیکھو کیا اس کی کچھ نفلی نمازیں ہیں جن سے اس کے فرض کی کمی کو پورا کردیا جائے گا پھر باقی اعمال کا اسی طرح حساب لیا جائے گا۔
(سنن النسائی: ج: 1، ص: 82 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: ابو عثمان سے روایت ہے کہ
میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا انہوں نے ایک خشک شاخ پکڑ کر اس کو ہلایا کہ اس کے پتے گرنے لگے۔
پھر انہوں نے فرمایا: اے ابو عثمان! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟
میں نے عرض کیا: آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟
انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر اسے ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان (رضی اللہ عنہ)! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟
میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ

اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ○ (ھود:114)
اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کو قائم رکھو بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔
(مسند احمد: ج:5، ص:439 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: ابو وائل سے روایت ہے کہ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے سر کے اوپر اس کے گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔
(جامع الاحادیث الکبیر: ج:19، ص:518 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور ہونٹوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو اچھی طرح وضو کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔
راوی نے پوچھا: آپ نے اس حدیث مبارکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے؟
ارشاد فرمایا: ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ بار نہیں بے شمار مرتبہ سنا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:4، ص:40 مطبوعہ دار الفکر دمشق)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز دن میں پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا کہتے ہو اس کے بدن پر میل باقی رہے گی۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کے بدن پر میل باقی نہیں رہے گی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:528)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران سے روایت ہے کہ
انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا پھر اس میں تین بار پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر تین بار اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔
پھر ارشاد فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے اس وضو کے مثل وضو کیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی کہ اس نماز میں اس نے اپنے آپ سے باتیں نہیں کیں تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:159)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس ایک شخص آیا۔
اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حد کا ارتکاب کر لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا پھر نماز کا وقت ہو گیا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حد کا ارتکاب کر لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ فرمایئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟
اس نے عرض کیا: جی پڑھی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا ارشاد فرمایا تمہاری حد کو معاف فرما دیا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6823)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم اپنے رب عزوجل کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی پس اگر تم طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے میں کسی سے مغلوب نہ ہو تو ایسا کر لو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (ق:39)
یعنی اس نماز کو تم سے قضا نہ ہونے دیا کریں (صحیح البخاری: رقم الحدیث:554)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے مل جل کر رہو اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2485)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا رب تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1145)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا۔ میں صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے بے شک یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان کر دے تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔
پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور انسان کا آدھی رات کو پڑھنا بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:16)

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2616)

مومنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت

مومنین صالحین کی فرشتوں پر فضیلت اس طرح ثابت ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ (البینہ:7)
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہترین ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مرتبہ ہے کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن بندہ مومن کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ ہوگا وہ فرشتوں کے مرتبہ سے ضرور بہت زیادہ عظیم ہوگا اور تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینۃ:7)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:19432)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ کون مکرم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

(روح المعانی: جز:30، ص:370 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مومن کا آخرت میں دیدار الٰہی عزوجل کرنا

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں مومنین اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار کریں گے اور کفار اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (قیامہ:22 تا 23)

کچھ چہرے اس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے تروتازہ ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (المطففین:15)

بے شک وہ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے محروم ہوں گے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا اور وہ اس کو نہیں دیکھ سکیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے اپنے دیدار کی تجلی فرمائے گا اور وہ اس کو دیکھ لیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کفار پر ناراضگی کی وجہ سے ان کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا تو جب اللہ مومنین سے راضی ہے تو ان کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو یہ یقین نہ ہوتا اور وہ قیامت میں اپنے رب عزوجل کو دیکھے گا تو وہ دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا۔

الحسین بن الفضل نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے کفار کو دنیا میں اپنی توحید پر ایمان کے نور سے محروم رکھا اور آخرت میں ان کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز:19، ص:224 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط (یونس:26)
جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں ان کے لئے نیک انجام اور زیادہ انعام ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے۔
وہ کہیں گے۔
کیا ہمارا چہرہ سفید نہیں کیا گیا اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی گئی اور ہم کو جنت میں داخل کیا گیا۔
وہ کہیں گے۔
کیوں نہیں! پھر (ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان) حجاب کو کھول دیا جائے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے زیادہ محبوب ان کو کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2552)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔
کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب سورج نصف النہار پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں دشواری ہوتی ہے اور جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آراء ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل نہ ہو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لو گے۔ قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس کے اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں وغیرہ

عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے۔

پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا۔

تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟

وہ کہیں گے۔

ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا۔

تم جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے اب تم کیا چاہتے ہو؟

وہ کہیں گے۔

اے رب عزوجل! ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارہ سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ

تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے۔

وہ کہیں گے کہ

ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا۔

تم جھوٹے ہو اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے۔

پھر ان سے کہا جائے گا۔

اب تم کیا چاہتے ہو؟

وہ کہیں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے۔

ان سے اشارہ سے کہا جائے گا۔

تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گا پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

حتیٰ کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔

مسلمان عرض کریں گے۔

اے باری تعالیٰ! ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے اور ہم نے ان لوگوں کا بھی ساتھ نہیں دیا۔

اس صورت سے آواز آئے گی۔

میں تمہارا رب ہوں۔

مسلمان کہیں گے۔

ہم تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے مسلمان یہ کلمات دو یا تین مرتبہ دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟

مسلمان کہیں گے۔

ہاں! پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرن کی اجازت دی جائے گی اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لئے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی۔ اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب وہ بھی سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انہوں نے اسے دیکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

میں تمہارا رب ہوں!

مسلمان کہیں گے۔

تو ہمارا رب ہے۔

پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔

اس وقت سب کہیں گے۔

اللھم سلم سلم

اے اللہ عزوجل! سلامت رکھ، سلامت رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

وہ پل کیسا ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک پھسلان چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہوکر جہنم میں گر جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پاکر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لئے بھی نہیں کرتا۔

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا۔

جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔

پھر جنتی لوگ کہیں گے۔

اے اللہ عزوجل! اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لانے کا تو نے حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس کو جہنم سے نکال لاؤ پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔

اے اللہ عزوجل! جن کو تو نے جہنم سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرمائے گا۔

جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں

لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! جن لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرمائے گا۔

جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلق خدا کو نکال لائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔

اے اللہ عزوجل! اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کو پڑھو۔

''لاریب اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کردے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا''

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

فرشتے، انبیاء علیہم السلام اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے اب گناہ گاروں کے لئے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہوگی اور وہ لوگ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس سے اس طرح تر و تازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اگ پڑتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر درخت کے پاس آفتاب کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو زرعی معاملات کو اسی طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں جن کی وجہ سے اہل جنت انہیں پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔
جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی۔
وہ لوگ کہیں گے۔
اے ہمارے رب عزوجل! تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔
میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے۔
وہ لوگ کہیں گے۔
اے ہمارے رب عزوجل! وہ کیا چیز ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔
میری رضا! اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 362)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
آیا ہم آخرت میں اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ گر ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
بالکل نہیں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے۔ الخ
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 359)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ اس شخص کا ہے جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات کی طرف دیکھ رہا ہوگا اور ا ازواج کی طرف اور اپنی نعمت کی طرف اور اپنے خادموں کی طرف اور اپنی مسہریوں کی طرف اور اہل جنت میں سے جو اللہ تعا کے نزدیک مکرم ہوگا وہ ہر صبح اور شام کو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھے گا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌo اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌo (قیامہ:22تا23)
اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2553)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک رات ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی طرف دیکھا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک تم اپنے رب عزوجل کو عنقریب اس طرح دیکھو گے جس طرح تم دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی تنگی نہ گی پس اگر طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے کی طاقت رکھو تو ضرور ان نمازوں کو پڑھو۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِo (ق:39)
طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:554)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک شفاف آئینہ تھا جس میں ایک سیاہ نشان تھا۔
میں نے پوچھا۔
اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کیسا آئینہ ہے؟

انہوں نے کہا: یہ جمعہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش فرمائے گا تا کہ یہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عید ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور یہود و نصاریٰ کے لئے اس کے بعد کا دن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: ہمارے لیے اس دن میں کیا ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس دن میں خیر ہے اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس ساعت میں جو شخص بھی اپنے رب عزوجل سے کسی خیر کی دعا کرے جو اس کا مقسوم ہو تو اس کا رب عزوجل اس کو وہ عطا فرمائے گا اور اگر وہ چیز اس کے مقسوم میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عظیم چیز کو اس کے لئے مقدر فرمادے گا اور اگر اس نے کسی چیز سے پناہ طلب کی اور وہ اس کے مقدر میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس چیز سے پناہ میں رکھے گا اور اگر اس سے پناہ اس کے مقدر میں نہ ہو تو اس سے زیادہ مضر چیز سے اس کو پناہ میں رکھے گا۔

میں نے اس سے پوچھا۔

اس آئینہ میں یہ سیاہ نشان کیسا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ قیامت ہے جو جمعہ کے دن قائم ہو گی اور ہمارے نزدیک جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور ہم آخرت میں اس کو یوم المزید کہتے ہیں۔

میں نے پوچھا: آپ علیہ السلام اس کو یوم المزید کیوں کہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے جنت میں ایک سفید وادی بنائی ہے جو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے پس جب جمعہ کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہو گا حتیٰ کہ نور کے منبر کرسی کا احاطہ کرلیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام ان منبروں پر بیٹھ جائیں گے پھر سونے کی کرسیاں ان منبروں کا احاطہ کرلیں گی پھر صدیقین اور شہداء آکر ان کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے پھر اہل جنت آکر ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر ان کے سامنے ان کا رب تعالیٰ جلوہ فرما ہو گا حتیٰ کہ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھیں گے۔

اور وہ ارشاد فرمائے گا۔

میں وہ ہوں جس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور یہ میری کرامت کی جگہ ہے سو تم مجھ سے سوال کرو تو وہ اس سے اس کی رضا کا سوال کریں گے۔

پس اللہ عزوجل فرمائے گا۔

میں نے تم پر اپنی رضا کو حلال کر دیا اور میری کرامت تمہارے ہی لیے ہے سو تم مجھ سے سوال کرو پھر وہ اس سے سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کی رغبت ختم ہو جائے گی پھر ان کے لئے ایسی نعمتیں کھول دی جائیں گی جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو کسی کان نے سنا ہو گا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہو گا یہ مجلس اتنی دیر رہے گی جتنی دیر میں لوگ نماز جمعہ سے فارغ

ہوتے ہیں۔ پھر رب تعالیٰ اپنی کرسی پر چڑھ جائے گا اور اس کے ساتھ شہداء اور صدیقین بھی چڑھ جائیں گے اور بالا خانے والے بالا خانوں میں چلے جائیں گے (جنت میں) ایک سفید موتی ہے جس میں کوئی شگاف نہیں ہوگا یا سرخ یاقوت ہے یا سبز زمرد ہے اس میں بالا خانے اور ان کے دروازے ہوں گے اس میں دریا ہوں گے اس میں پھل لٹکے ہوئے ہوں گے اور اس میں ان کی بیویاں اور ان کے خادم ہوں گے تاہم جمعہ کے دن سے زیادہ ان کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہوگی تاکہ اس دن ان کو زیادہ کرامت حاصل ہو اور اس دن میں اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف زیادہ نظر بھر کر دیکھیں اسی وجہ سے اس دن کا نام یوم المزید ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 4228)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کر دے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا جنت میں بازار بھی ہوں گے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جنت میں جب جنتی داخل ہوں گے تو ان کو ان کے اعمال کے اعتبار سے فضیلت دی جائے گی پھر جتنے عرصہ میں دنیا میں جمعہ کا دن آتا ہے اتنا عرصہ گزرنے کے بعد وہ اپنے رب عزوجل کی زیارت کریں گے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا عرش ظاہر کیا جائے گا اور وہ عرش جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ظاہر کیا جائے گا پھر ان کے لئے اس میں کچھ نور کے منبر رکھے جائیں گے اور کچھ موتیوں کے منبر ہوں گے اور کچھ یاقوت کے منبر ہوں گے اور کچھ زمرد کے منبر ہوں گے اور کچھ سونے کے منبر ہوں گے اور کچھ چاندی کے منبر ہوں گے ان میں سے ادنیٰ درجہ کے جنتی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے حالانکہ ان میں کوئی ادنیٰ درجہ کا نہیں ہوگا اور وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے ان سے افضل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا:

کیا ہم اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! کیا تمہیں سورج کے دیکھنے سے یا چودھویں رات میں چاند کو دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے۔

ہم نے کہا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح تم کو اپنے رب عزوجل کے دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس مجلس کے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بلاحجاب گفتگو فرمائے گا حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص سے ارشاد فرمائے گا۔

اے فلاں بن فلاں! کیا تجھ کو فلاں دن یاد ہے جب تو نے فلاں فلاں بات کہی تھی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بعض گناہ یاد دلائے گا۔

وہ شخص کہے گا۔

اے میرے رب عزوجل! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا تھا؟

اللہ تعالیٰ ارشادفرمائے گا۔

کیوں نہیں! تم میرے بخشنے ہی کی وجہ سے تو اپنے اس درجہ تک پہنچے ہو لوگ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ ان پر ایک بادل چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش ہوگی کہ اس جیسی خوشبو انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔

اور ہمارا رب تعالیٰ ارشادفرمائے گا۔

اس انعام واکرام کی طرف اٹھو جو میں نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے پھر جس کی تمہیں خواہش ہو وہ لے لو پھر ہم ایک بازار میں جائیں گے جس کو فرشتوں نے گھیرا ہوا ہوگا اس بازار میں ایسی چیزیں ہوں گی جن کو اس سے پہلے آنکھوں نے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ دلوں میں ان کا خیال آیا ہوگا پھر جس چیز کی ہمیں خواہش ہوگی وہ ہمیں دے دی جائے گی اس بازار میں کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ خریدی جائے گی اور اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور بلند درجہ والے کا لباس دیکھ کر غمگین ہوں گے ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوگی کہ وہ دیکھے گا کہ اس کے اوپر اس سے بھی عمدہ لباس ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جنت میں کوئی شخص غمگین نہیں ہوگا پھر ہم اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں گے ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کر کے کہیں گی۔ مرحبا خوش آمدید۔ جس وقت یہاں سے گئے تھے اس وقت کی بہ نسبت آپ کا حسن و جمال اب بہت زیادہ ہے۔

ہم کہیں گے۔

آج ہمیں اپنے رب عزوجل کے دربار میں بیٹھنا نصیب ہوا تھا لہٰذا ہمیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2549)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ارشادفرمائے گا۔

اے اہل جنت!

وہ عرض کریں گے۔

(اے رب عزوجل) ہم تیرے پاس حاضر ہیں اور تیری اطاعت پر کمربستہ ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

کیا تم راضی ہوگئے؟

وہ کہیں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہمارے راضی نہ ہونے کی کیا وجہ ہوگی تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں عطا کیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

کیا میں تم کو اس سے بھی افضل نعمت عطا نہ کروں۔

وہ عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! اس سے افضل اور کون سی نعمت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

میں تم پر اپنی رضا کو حلال کر دیتا ہوں اس کے بعد میں تم پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:6549)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب جنت والے جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

اے میرے بندو! کیا تم مجھ سے کسی چیز کا سوال کرو گے تاکہ میں تم کو وہ چیز دوں۔

وہ عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل! تو نے ہم کو جو چیزیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے کس چیز میں زیادہ خیر ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

میری رضا بہت بڑی چیز ہے۔

(مجمع الزوائد، رقم الحدیث:18773)

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

...ب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی رؤیت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ رؤیت آخرت میں واقع ہوگی اور مومن اللہ تعالیٰ

یں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے اور اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو ئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطاء صریح اور جہل قبیح ہے کتاب اور سنت کے دلائل اور بہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد اخیار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہو اور بیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس نوع کی احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ

رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے اس کے لئے شعاع بصری کا احاطہ کرنا اور مرئی کا دیکھنے لے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے البتہ ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بالمقابل ہو۔ (شرح مسلم: ج:1، ص:99 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں مومنین کی تعداد

جس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے ان میں حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ چار مومنین تھے دو آپ علیہ لام کی صاحبزادیاں اور دو داماد تھے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام مومن تھے اور آپ علیہ لام کی دو صاحبزادیاں اور آپ علیہ السلام کے داماد مومن تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:124 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رت لوط علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال

حضرت لوط علیہ السلام جب شام کے کسی علاقہ میں پہنچے تو آپ علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال ہو گیا۔

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(روایت کے آخر میں ہے) حضرت لوط علیہ السلام اپنی صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے حتیٰ کہ جب آپ علیہ م شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال ہو گیا۔

(درمنثور: ج:3، ص:1048، مطبوعہ کراچی)

لوط علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کے پاس چشمہ کا جاری ہونا

س مقام پر حضرت لوط علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال ہو گیا تو ان کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا۔

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) حضرت لوط علیہ السلام اپنی صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال ہو گیا پس اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا۔

(درمنثور: ج:3، ص:1048، مطبوعہ کراچی)

حضرت لوط علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی کا وصال

حضرت لوط علیہ السلام کچھ دور چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ علیہ السلام پہنچے کہ وہاں آپ علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی کا بھی وصال ہو گیا۔
امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) پھر آپ علیہ السلام وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ علیہ السلام پہنچیں تو وہاں آپ علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی کا بھی وصال ہو گیا۔

(درمنثور: ج:3، ص:1048، مطبوعہ کراچی)

چھوٹی صاحبزادی کے پاس چشمہ کا جاری ہونا

جس مقام پر حضرت لوط علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی کا وصال ہوا تو ان کے ساتھ ایک چشمہ بھی جاری ہو گیا۔
امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) پھر آپ علیہ السلام وہاں تک پہنچے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ علیہ السلام پہنچیں تو وہاں آپ علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی کا وصال ہو گیا اور ان کے پاس بھی چشمہ جاری ہو گیا۔

(درمنثور: ج:3، ص:1048، مطبوعہ کراچی)

حضرت لوط علیہ السلام کے پاس صرف درمیانی صاحبزادی حیات رہیں

جب حضرت لوط علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی اور چھوٹی صاحبزادی کا وصال ہو گیا تو آپ علیہ السلام کے پاس صرف درمیانی صاحبزادی حیات رہیں۔
امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(روایت کے آخر میں ہے) حضرت لوط علیہ السلام اپنی صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی کا وصال ہو گیا پس ان کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا پھر آپ علیہ السلام وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ علیہ السلام پہنچیں تو وہاں آپ علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی کا وصال ہو گیا اور ان کے پاس بھی چشمہ جاری ہو گیا۔ نتیجتاً صرف درمیانی صاحبزادی آپ علیہ السلام کے پاس حیات رہیں۔

(درمنثور: ج:3، ص:1048، مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا حضرت لوط علیہ السلام اور ایمان والوں پر انعام

جو اللہ تعالیٰ اور حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب سے مامون و محفوظ فرمایا اور ان پر احسان فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّـآ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ نَجَّيۡنٰهُمۡ بِسَحَرٍ ۙ نِّعۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ شَكَرَ ۙ (القمر: 34تا35)

بے شک ہم نے ان پر پتھر برسائے ماسوا آل لوط کے، ہم نے ان کو سحری کے وقت بچا لیا یہ ہماری طرف سے احسان تھا اور ہم شکر کرنے والوں کو یونہی اجر دیتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سفید رنگت والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام کا رنگ سفید تھا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام خوبصورت چہرے والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام کا چہرہ خوبصورت تھا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام باریک ناک والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام کا ناک مبارک باریک تھا جو کہ خوبصورتی کی نشانی ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام چھوٹے کانوں والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام چھوٹے کانوں والے تھے جو کہ خوبصورتی کی نشانی ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے (اور) چھوٹے کانوں والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام لمبی انگلیوں والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام کی انگلیاں لمبی تھیں جو کہ خوبصورتی کی نشانی ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے (اور) لمبی انگلیوں والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام خوبصورت دانتوں والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام خوبصورت دانتوں والے تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام ہنستے وقت تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے

حضرت لوط علیہ السلام جب ہنستے تھے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں

تھے جب ہنستے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے

حضرت لوط علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں تھے جب ہنستے تھے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے آپ علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال تمام مخلوق سے بڑھ کر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہاں نور تھے دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ آپ علیہ السلام سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے جس کی تحقیق درج ذیل ہے۔

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُن کو الہام فرمایا کہ وہ یہ کہیں۔

اے میرے رب عزوجل! تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے آدم (علیہ السلام)! اپنا سر اٹھاؤ! تو آپ علیہ السلام نے سر اٹھایا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے پردوں میں دیکھا۔

(حضرت آدم علیہ السلام نے) عرض کیا۔

اے میرے رب عزوجل! یہ نور کیسا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ نور تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے اس کا نام آسمانوں میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور زمین میں محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔

(المواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 47 مطبوعہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ

ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ (تفسیر روح البیان: ج:3، ص:543 مطبوعہ بیروت)

مزید راقم ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ ان کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ ان کے وصی تھے اور ان کی اولاد میں سے تیسرے تھے۔ حضرت حواء رضی اللہ عنہا ایک بچہ اور ایک بچی اکٹھے پیدا کرتی تھیں۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام کو اکیلے پیدا کیا۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ پھر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا پھر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لایا۔ (تفسیر روح البیان: ج:3، ص:543 مطبوعہ بیروت)

سیرت حلبیہ میں ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب عزوجل کے حضور میں ایک نور تھا۔ (سیرت حلبیہ: ج:1، ص:47 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ کہ

نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء کرام سے منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت اطہر میں ظاہر ہوا۔ (شرح شفاء: ج:1، ص:50 مطبوعہ بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کے ذریعہ تقرب خداوندی عزوجل حاصل کرتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کثرت سے بارش عطا فرماتا۔ (مواہب اللدنیہ: ج:1، ص:63 مطبوعہ مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

مزید راقم ہیں۔

یمن کا بادشاہ ابرہہ جب (نعوذ باللہ) بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا حضرت عبدالمطلب تک یہ بات پہنچی۔

تو انہوں نے قریش کو کہا۔

اے گروہ قریش! وہ بیت اللہ کو نہیں گرا سکے گا کیونکہ یہ رب عزوجل کا گھر ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا پھر جب
...ہ آیا تو وہ قریش کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گیا۔ حضرت عبدالمطلب کوہ ثبیر پر چڑھے تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال (چاند)
...کل میں ان کی پیشانی میں اس قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں چراغ کی طرح خانہ کعبہ پر پڑیں جب حضرت عبدالمطلب
...ور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا:

اے گروہ قریش! واپس چلو تمہیں یہ امر کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب بھی یہ نور مجھ پر اس طرح چمکتا ہے تو فتح ہماری ہوتی
...مام لوگ متفرق ہو کر واپس آ گئے۔ (مواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 63 مطبوعہ مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

مزید راقم ہیں۔

جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے تو ابرہہ نے سائیس کو حکم دیا کہ بڑے سفید ہاتھی کو لائے یہ سفید
...تھا کہ (سدھانے کے باوجود) جس نے کبھی ابرہہ کو سجدہ نہیں کیا تھا حالانکہ باقی سارے ہاتھی اسے سجدہ کرتے تھے جب
...کی نظر حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر پڑی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے پھر سجدہ کرتا
...پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرمائی۔

تو ہاتھی نے کہا: سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے اے عبدالمطلب۔

(مواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 64 مطبوعہ مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفیٰ 430ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

...جب عبدالمطلب اپنے لخت جگر کی شادی کے لئے نکلے تو اہل تبالہ کی ایک یہودی کاہنہ پر گزر ہوا اس نے کتب بھی پڑھ
...ں اس کو فاطمہ بنت مر خثعمیہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رخ زیبا میں ایک نور دیکھا۔

اس نے کہا: اے نوجوان! کیا تو ابھی میرے ساتھ جماع کی رغبت رکھتا ہے اور میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

...ر حال حرام تو اس کے ارتکاب سے موت اچھی اور حلال ابھی ہے نہیں تو میں اس کے بارے میں ابھی غور کروں گا پس
...لیے وہ امر کیسے ممکن ہے جس کی تو دعوت دیتی ہے پھر والد گرامی کے ساتھ آگے تشریف لے گئے اور حضرت آمنہ بنت
...عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اور تین شبانہ روز آپ رضی اللہ عنہا کے پاس گزارے پھر آپ رضی اللہ
...مبارک میں اس کا خیال تشریف لایا جس کی خثعمیہ عورت نے دعوت دی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس
...گئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی اور اس کے پاس تین دن ٹھہرا رہا۔
تو اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں مشکوک عورت نہیں لیکن میں نے تیرے چہرے میں نور دیکھا تو میری خواہش ہوئی کہ وہ نور مجھ میں تشریف لائے لیکن اللہ تعالیٰ کو جہاں وہ نور رکھنا محبوب ہو وہیں اس نے رکھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم: ج:1، ص:131 مطبوعہ دار النفائس بیروت)

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قریب ہوئی ستارے اتنے قریب ہو گئے کہ میں نے کہا ستارے مجھ پر گر جائیں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایسا نور نکلا جس نے کمرے اور گھر کو بھر دیا نور کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔

(معجم الکبیر: ج:1، ص:147 مطبوعہ مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 22315)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:
جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد: ج:1، ص:102 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو دانتوں میں جھری تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہند ابن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عظمت والے وجاہت والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا جیسے شب کا پورا چاند۔ (شمائل محمدیہ وفضائل مصطفویہ: رقم الحدیث: 696)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ

تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار ارشاد فرمایا اس شخص کے لئے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔ (خصائص الکبریٰ: ج: ص:107 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 57)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔ (مواہب اللدنیہ: ج:1، ص:251 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کے نور پر غالب آ گیا اور نہ ہی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آ گئی۔

ابن سبع نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (شرح الزرقانی: ج:4، ص:220 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت لوط علیہ السلام وقار والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام وقار والے تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگ والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں والے تھے [illegible]

والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام حکمت والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام حکمت والے مقدس نبی تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں والے، جب ہنستے تھے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے۔ آپ علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، وقار اور حکمت والے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام سب سے کم اپنی قوم کو تکلیف دینے والے تھے

حضرت لوط علیہ السلام سب سے کم اپنی قوم کو تکلیف دینے والے تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، خوبصورت چہرے والے، باریک ناک والے، چھوٹے کانوں والے، لمبی انگلیوں والے، خوبصورت دانتوں والے تھے، جب ہنستے تھے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت لگتے تھے۔ آپ علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، وقار والے اور حکمت والے اور سب سے کم اپنی قوم کو تکلیف دینے والے تھے اور جب آپ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے تکلیف پہنچی جو بھی پہنچی جس کا آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کے لیے ارادہ کیا تھا جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

"اگر مجھ میں تمہارے مقابلہ کی ہمت ہوتی یا میں (آج) کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔"

(مستدرک: رقم الحدیث: 4057)

حضرت لوط علیہ السلام کو چار لاکھ قوم کی تعداد میں مبعوث فرمایا گیا تھا

حضرت لوط علیہ السلام کو کثیر قوم کی تعداد میں بھیجا گیا تھا جن کی تعداد چار لاکھ تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "یا میں (آج) کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا" کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے آپ علیہ السلام مضبوط قلعہ میں پناہ لینے کی بات کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے بعد کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر ان کی قوم کی کثیر تعداد میں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3116)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ ان (قوم لوط) کی تعداد چار لاکھ تھی۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج:53، ص:244 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم لوط کا قصہ اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں

قوم لوط کے قصہ میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ٥ (الحجر:75)
بے شک اس (قصہ) میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔

فراست کیا ہے؟

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: فراست کے دو معنیٰ ہیں۔
1- اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دل میں جو چیز ڈالتا ہے جس سے انہیں بعض لوگوں کے احوال کا علم ہو جاتا ہے یہ کبھی کرامت سے ہوتا ہے اور کبھی صحیح گمان سے اور کبھی حدس سے (اچانک کسی چیز کے یاد آنے کو حدس کہتے ہیں)
2- دلائل، تجربہ ظاہری صورت کی کیفیت اور باطنی اوصاف کی مدد سے لوگوں کے احوال کو جان لینا۔
(النہایہ: ج:3، ص:383 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:
فراست ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قلب میں القا کرتا ہے حتیٰ کہ اس سے بعض مغیبات منکشف ہو کر بالکل مشاہد ہو جاتے ہیں اور یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو علم اور عمل میں مرتبہ کمال کو پہنچ جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت میں ملھمین ہوں گے (جن پر الہام کیا جائے گا)
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
جس نے چالیس روز تک اخلاص سے عمل کیا اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہوتے ہیں۔
(مرقات: ج:3، ص:4 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)
مزید راقم ہیں:
یافعی نے حکایت کی ہے کہ امام الحرمین ابوالمعالی ابن الامام ابومحمد الجوینی ایک دن صبح کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے رہے تھے۔ اسی اثناء میں شیوخ الصوفیہ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں دعوت میں جاتے ہوئے گزرے۔
امام جوینی نے دل میں سوچا کہ

ان صوفیہ کو سوائے کھانے اور رقص کرنے کے اور کیا کام ہے؟
وہ شیخ الصوفیہ دعوت سے واپسی میں پھر اس مقام سے گزرے اور امام جوینی سے کہا۔
اے فقیہ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حالت جنابت میں صبح کی نماز پڑھا دے اور پھر اسی حال میں مسجد بیٹھ کر علوم کا درس دے اور لوگوں کی غیبت کرے۔ تب امام الحرمین کو یاد آیا کہ ان پر تو غسل واجب تھا پھر اس کے بعد صوفیہ متعلق ان کا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

(مرقات: ج: 3، ص: 19 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

فراست کس شخص کو حاصل ہوتی ہے؟

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
ثعلب نے کہا: جو شخص تم کو سر سے لے کر قدم تک دیکھے وہ اسم ہے۔ فراست اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کا دل پاک اور صاف ہو اور دنیاوی تفکرات سے خالی ہو اور وہ شخص گناہوں کے میل، برے اخلاق کی کدورت اور لایعنی کاموں سے مبرا خالی ہو۔
صوفیاء کا گمان یہ ہے کہ
فراست کرامت ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
فراست کسی چیز پر علامات سے استدلال کرنا ہے۔ بعض علامتیں وہ ہوتی ہیں جو پہلی نظر ہی میں ہر شخص کو نظر آجاتی ہیں بعض علامات مخفی اور دقیق ہوتی ہیں وہ ہر شخص پر منکشف ہوتی ہیں اور بادی النظر میں ان کا پتا چلتا ہے۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: متوسمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان آیتوں میں غور و فکر کر کے یہ جان لیا کہ ذات قوم لوط کو ہلاک کرنے پر قادر ہے وہ اس زمانے کے کافروں کو بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے اور یہ ظاہری دلائل سے کسی جان لینا ہے۔
امام شافعی اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے کہ
وہ دونوں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص مسجد کے دروازہ پر تھا۔
ان میں سے ایک نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص بڑھئی ہے۔
دوسرے نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص لوہار ہے۔
اس شخص سے پوچھا گیا۔
تو اس نے کہا: پہلے میں بڑھئی تھا اور اب لوہار ہوں۔
روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مذحج کی ایک قوم آئی اور ان میں اشتر بھی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سر سے پاؤں کی طرف دیکھا۔

پھر پوچھا۔

یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ مالک بن الحارث ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں پر ایک سخت مصیبت کا دن آئے گا پھر اس کے فتنہ سے جو ہونا تھا وہ ہوا (یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے تھا)

اور روایت ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بازار میں گئے اور ایک عورت کی طرف دیکھا پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی نازل ہونے لگی؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! یہ برہان اور فراست ہے۔

اور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے ایسی بہت مثالیں منقول ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:10، ص:40 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مومن کی فراست

مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے جب ان کے پاس بیٹھا جائے تو اپنے اذہان وقلوب کو سنبھال کر بیٹھا جائے کیونکہ وہ اذہان وقلوب کی باتوں کو پہچان لیتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 16064)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو فراست سے پہچان لیتے ہیں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2960)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ ۝
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3127)

لوگوں میں سب سے زیادہ اہل فراست تین اشخاص

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
لوگوں میں سب سے زیادہ فراست والے تین شخص تھے۔
1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کی خاتون جس نے کہا تھا۔
یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ۝ (القصص: 26)
اے ابا جان آپ انہیں اجرت پر رکھ لیں بے شک بہترین آدمی جس کو آپ اجرت پر رکھیں وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔
استفسار فرمایا:
تمہیں اس کی قوت کیسے معلوم ہوئی۔
عرض کیا: یہ کنویں پر آئے اس پر بہت بھاری پتھر تھا جس کو انہوں نے اٹھالیا۔
استفسار فرمایا:
تمہیں اس کے امانت دار ہونے کا کیسے علم ہوا۔
عرض کیا۔
میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی انہوں نے مجھے اپنے پیچھے کر دیا۔
2۔ اور دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کا آدمی ہے۔
جس نے کہا:
وَ قَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىہُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِہٖۤ اَکۡرِمِیۡ مَثۡوٰىہُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا ؕ (یوسف: 21)
اور مصر کے جس شخص نے انہیں خریدا تھا اس نے بیوی سے کہا اعزاز و اکرام سے ان کی رہائش کا اہتمام کرو شاید یہ ہم کو نفع پہنچائیں یا ہم ان کو بیٹا بنالیں۔

3-اور تیسرے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2829)

م لوط کا عذاب شدہ علاقہ بحر لوط کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے

قوم لوط کے جس علاقہ پر عذاب نازل کیا گیا وہ علاقہ بحر لوط کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے۔

تفہیم القرآن میں ہے۔

حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ عذاب شدہ علاقہ راستہ میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے ں آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقہ میں آج تک نمایاں ہیں۔ یہ علاقہ بحر لوط (بحیرہ مردار) کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے جنوبی حصہ کے متعلق جغرافیہ دانوں کا بیان ہے کہ یہاں اس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے جس کی ظیر روئے زمین پر اور کہیں نہیں دیکھی گئی۔ (تفہیم القرآن: ج:2، ص:515 مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

ل ایمان کے لئے قوم لوط کی بستیاں نشانی ہیں

ایمان والوں کے لئے قوم لوط کی تباہ شدہ بستیاں نشانی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ o اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ o (الحجر: 76 تا 77)

اور بے شک وہ بستیاں عام راستے پر واقع ہیں اور بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانی ہے۔

للہ تعالیٰ کا حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بے حیائی کے شہر سے نجات عطا فرمائی اور آپ علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل فرما

قرآن مجید میں ہے:

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ o وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o (الانبیاء: 74 تا 75)

اور ہم نے لوط کو حکم (نبوت) اور علم عطا فرمایا اور ان کو اس شہر سے نجات دی جس کے لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے بے شک وہ نافرمانی کرنے والے بدترین لوگ تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بے شک وہ نیکو کاروں میں سے تھے۔

تعالیٰ کا قیامت کے دن اپنی رحمت کے پر میں چھپانا

صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔
آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "نجوی" کے متعلق کس طرح سنا تھا۔
انہوں نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب عزوجل کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے پر میں چھپائے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔
اور ارشاد فرمائے گا کہ
کیا تو اس گناہ کو پہچانتا ہے۔
عرض کرے گا۔
ہاں میرے رب عزوجل میں پہچانتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔
میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کر دیتا ہوں پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا اور کفار اور منافقوں کو لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6887)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6843)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6844)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرلیا تو اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی کتاب میں دیا اس نے اوپر لازم کرلیا ہے اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6845)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے ایک حصہ مخلوق میں رکھا اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ایک سو حصے کیے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا۔ اسی ایک حصے سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتیٰ کہ چوپایہ اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر ہٹالیتا ہے تا کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6846)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں ایک رحمت اس نے اپنی مخلوق میں رکھی اور ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6847)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل کی جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6848)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سیدھی راہ چلو، میانہ روی رکھو اور خوش خبری دو بے شک کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے چھپا لے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو اگرچہ وہ عمل کم ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6995)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔
پوچھا گیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے بھی نہیں! ہاں مگر یہ کہ میرا رب عزوجل مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6986)

حضرت لوط علیہ السلام کا وصال

جب قوم لوط پر عذاب نازل کیا گیا تو حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور اپنی آخری عمر مبارک وہیں پر بسر فرمائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔
حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تو حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور انہیں کے ساتھ رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی روح مبارک کو قبض فرما لیا۔
(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 50، ص: 326 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نُوْرَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

الحمد للہ عزوجل! حضرت لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کے حالات وواقعات مکمل ہوئے۔

حضرت ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ھود علیہ السلام ایک مقدس نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا تا کہ ان کو بت پرستی سے منع فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کروائیں مگر افسوس قوم نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک آندھی سات راتیں اور آٹھ دن بھیجی جن سے قوم عاد تباہ و برباد ہوگئی اور آنے والے لوگوں کے لئے عبرت کا نشانہ بن گئی۔

حضرت ھود علیہ السلام کا شجرہ نسب

حضرت ھود علیہ السلام کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے۔

ھود بن عبداللہ بن رباح بن الجارود بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح نبی اللہ علیہ السلام

(مختصر تاریخ دمشق: ج:27،ص:146 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

ان کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے صحیح تر یہ ہے۔

ھود بن شالخ عبداللہ بن رباح بن خلود بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔

شالخ کا اصل نام عبداللہ تھا مومن موحد تھے عوص کا اصل نام عاد تھا۔

بعض نے کہا کہ

عاد عوص کے بیٹے تھے تو شجرہ اس طرح ہوا۔

ھود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:158 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت ھود علیہ السلام بنو اسرائیل کے علاوہ مبعوث ہوئے

حضرت ھود علیہ السلام وہ مقدس نبی ہیں جو بنو اسرائیل کے علاوہ مبعوث ہوئے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
دس انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنو اسرائیل سے مبعوث ہوئے ہیں وہ دس مقدس انبیاء کرام علیہم السلام یہ ہیں۔

1-حضرت نوح علیہ السلام
2-حضرت ھود علیہ السلام
3-حضرت لوط علیہ السلام
4-حضرت صالح علیہ السلام
5-حضرت شعیب علیہ السلام
6-حضرت ابراہیم علیہ السلام
7-حضرت اسماعیل علیہ السلام
8-حضرت اسحاق علیہ السلام
9-حضرت یعقوب علیہ السلام
10-حضرت عیسیٰ علیہ السلام
11-اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(ان کی تعداد گیارہ بنتی ہے مگر امام ابن عساکر نے دس کہہ کر گیارہ بیان کیے ہیں)

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 27، ص: 147 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام کس نبی کے بعد مبعوث ہوئے

حضرت ھود علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلا نبی مبعوث کیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔
پھر حضرت نوح علیہ السلام
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام
پھر حضرت اسحاق علیہ السلام
پھر حضرت یعقوب علیہ السلام
پھر حضرت یوسف علیہ السلام
پھر حضرت لوط علیہ السلام
پھر حضرت ھود بن عبداللہ علیہ السلام (مختصر تاریخ دمشق :ج:27،ص:147 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

یاد رہے کہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی جس ترتیب کو بیان کرر ہاہوں وہ امام ابن عساکر کی تحقیق سے بیان کرر ہاہوں باقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا اسم گرامی

حضرت ھود علیہ السلام کا اسم گرامی شریف عابر تھا۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت شرفی بن قطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام کا اسم گرامی عابر بن شالخ بن اوفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔
(درمنثور:ج:3،ص:305،مطبوعہ کراچی)
قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:
شیخ ابوبکر نے شرح خلاصہ السیر میں لکھاہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام کا نام عابر بفتح باء اور بکر باء (عابر) بروزن ناصر تھا۔
بعض نے لکھاہے کہ
عبیر تھا۔
بعض نے لکھاہے۔
عُبیر تھا۔(تفسیر مظہری:ج:3،ص:424،مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کا لقب

آپ علیہ السلام کا لقب ھود ہے اور نام اوپر بیان کردیاہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام

حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ کا نام مرجانہ تھا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:
آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام مرجانہ تھا۔ (تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ محترمہ پاکدامن عورت

حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ محترمہ پاکدامن عورتوں میں سے تھیں۔
قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:
آپ پاکدامن عورتوں میں سے تھیں۔ (تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا شجرہ نسب

حضرت ھود علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے۔
مکعبہ بنت عویلم بن سام بن نوح۔
قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:
حضرت ھود علیہ السلام کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے۔
مکعبہ بنت عویلم بن سام بن نوح۔ (تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلہ بنی عبد الضخم سے تھا

حضرت ھود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلہ بنی عبد الضخم سے تھا۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلہ بنی عبد الضخم سے تھا۔
(درمنثور: ج:3، ص:305، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام سب سے پہلے عربی میں کلام فرمانے والے تھے

حضرت ھود علیہ السلام وہ مقدس نبی ہیں جنہوں نے عربی میں سب سے پہلے کلام فرمایا۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان میں کلام کیا۔
(درمنثور: ج:3، ص:305، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کے چار صاحبزادے ہوئے

حضرت ھود علیہ السلام کے چار صاحبزادے ہوئے، قحطان، مقحط، قاحط اور فالغ۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان میں کلام فرمایا۔ آپ علیہ السلام کے ہاں چار صاحبزادے ہوئے۔

1-قحطان 2-مقحط
3-قاحط 4-اور فالغ۔

(درمنثور: ج:3، ص:305 تا 306، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادے فالغ ابومضر ہیں

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادے فالغ ابو مضر ہیں یعنی یہ قبیلہ مضر کے جد امجد ہیں۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) اور فالغ اور یہی ابومضر یعنی قبیلہ ابومضر کے جد امجد ہیں۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادے قحطان ابوالیمن ہیں

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادے قحطان ابوالیمن والے ہیں۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) اور قحطان ابوالیمن ہیں۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادگان فالغ اور قحطان کے علاوہ کسی کی نسل نہیں چلی

حضرت ھود علیہ السلام کے صاحبزادگان فالغ اور قحطان کے علاوہ باقیوں میں سے کسی کی نسل نہیں چلی۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) اور فالغ اور یہی ابومضر ہیں اور قحطان ابوالیمن ہیں اور باقیوں کی کوئی نسل نہیں چلی۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کے چہرے انور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا

حضرت ھود علیہ السلام کے چہرے انور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں چمکتا تھا۔

(تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

لوگوں کا حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی میں نور مبارک دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کہنا

جب لوگوں نے حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدس دیکھا تو انہوں نے کہا یہ شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور بتوں کو ترک کردے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں چمکتا تھا جب لوگوں نے یہ نور دیکھا تو کہنے لگے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور بتوں کو چھوڑ دے گا۔ (تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

لوگوں کا نور مقدس کی تعظیم کرنا

لوگوں نے نور مقدس کو دیکھ کر حضرت ھود علیہ السلام کی تعظیم کرنے لگے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1239ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا جب لوگوں نے یہ نور دیکھا تو کہنے لگے یہ شخص ایک خدا کی عبادت کرے گا اور بتوں کو چھوڑ دے گا لوگوں نے (اس کی وجہ سے) آپ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کی۔

(تفسیر مظہری: ج:3، ص:424، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام نسب کے اعتبار سے شریف تھے

حضرت ھود علیہ السلام نسب کے اعتبار سے شریف تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اس کو خلود کہا جاتا تھا آپ علیہ السلام نسب کے اعتبار سے شریف تھے۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام انتہائی حسین اور وجیہ تھے

حضرت ھود علیہ السلام شکل وصورت کے لحاظ سے انتہائی حسین اور وجیہ تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نسب کے اعتبار سے شریف اور شکل وصورت کے اعتبار سے انتہائی حسین اور وجیہ تھے۔

(درمنثور:ج:3،ص:306،مطبوعہ کراچی)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام متوسط نسب کے تھے اور مکرم جگہ کے رہنے والے تھے بہت حسین وجمیل تھے اور عاد کی طرح جسیم تھے۔ (مختصر تاریخ دمشق:ج:27،ص:148 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام سفید جسم تھے

حضرت ھود علیہ السلام کا جسم مبارک اپنے زمانے کے لوگوں کی بنسبت سفید جسم رکھتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام جسمانی اعتبار سے اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سفید جسم رکھتے تھے۔

(درمنثور:ج:3،ص:306،مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام کی داڑھی مبارک خاصی طویل تھی

حضرت لوط علیہ السلام کی داڑھی مبارک خاصی طویل تھی۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اور آپ علیہ السلام کی داڑھی مبارک بہت دراز تھی۔ (مختصر تاریخ دمشق:ج:27،ص:148 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام باریش تھے اور آپ علیہ السلام کی داڑھی مبارک خاصی طویل تھی۔

(درمنثور:ج:3،ص:306،مطبوعہ کراچی)

داڑھی رکھنے کا حکم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے جس کی حد ایک قبضہ کی مقدار ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کٹانا واجب ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو یعنی بڑھاؤ۔

(صحیح بخاری:ج:2،ص:875 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مونچھوں کو بہت کم کرو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو بہت کم کرنے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں بہت زیادہ کترواتے ہیں۔ سو تم ان کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں بہت زیادہ کم کراؤ۔
(مجمع الزوائد: ج:5، ص:166 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مونچھیں تراشو اور داڑھی کو دراز کرو اور مجوس کی مخالفت کرو۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص:129 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبید اللہ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک مجوسی آیا درآں حالیکہ اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:
یہ کیا ہے؟
اس نے کہا: یہ ہمارے دین میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کرائیں اور داڑھی بڑھائیں۔

(المصنف: ج:8،ص:379 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجوس کی مخالفت کرو، مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(مجمع الزوائد: ج:5،ص:166 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دس چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں۔

1-مونچھیں کاٹنا

2-داڑھی دراز کرنا

3-مسواک کرنا

4-ناک میں پانی ڈالنا

5-ناخن کاٹنا

6-جوڑوں کو دھونا

7-بغلوں کے بال نوچنا

8-زیر ناف بال مونڈنا

9-اور پانی سے استنجاء کرنا

10-مصعب کہتے ہیں کہ دسویں چیز میں بھول گیا مگر یہ کہ کلی کرنا ہو۔

(صحیح مسلم: ج:1،ص:129 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ لمبی مونچھیں رکھتے ہیں اور داڑھیاں منڈواتے ہیں سو تم ان کی مخالفت کرو۔

(الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان: ج:8،ص:408 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے درآں حالیکہ ان کی داڑھی کے بال منتشر تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کاش تم (یہ بال) کم کرلو اور ان کی داڑھی کے اطراف کی طرف اشارہ فرمایا۔

(مسند امام اعظم: ص: 359 مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں باریک کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مقدار فاضل ہوتی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

(صحیح بخاری: ج: 2، ص: 875 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت نافع سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لوہا گرم کر کے جسم پر داغ لگاتے تھے اور زہر کی وجہ سے دم کراتے تھے اور داڑھی سے [illegible] کرتے۔

(کتاب الآثار: ص: 235 مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)۔

ایک اور روایت میں ہے:

سماک بن یزید سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کے قریب سے داڑھی کاٹتے تھے۔ (المصنف: ج: 8، ص: 374 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سر اور داڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے دیکھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے ایک شخص گزشتہ دنوں میں کیوں بدشکل بنا رہا ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا:
اپنی داڑھی اور سر کے بالوں کو کاٹ کر کم کراؤ۔
(شعب الایمان: ج:5، ص: 221 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کو طول اور عرض سے کم کرتے تھے۔
(جامع ترمذی: ص: 394 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)۔
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:
ہم حج اور عمرہ کے سوا داڑھی کو طول میں کم نہیں کراتے تھے۔ (المصنف: ج:8، ص: 375 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ
لوگ داڑھی کو اطراف سے کاٹ کر منزہ کرتے تھے۔
(شعب الایمان: ج:5، ص: 220 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت نافع سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی سے کچھ کم کرتے تھے۔
(کتاب الآثار: ص: 2340 مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)
ایک اور روایت میں ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ سالم بن عبداللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو سوار ہونے اور احرام باندھنے سے پہلے قینچی منگا کر اپنی مونچھوں کو کم کرتے اور داڑھی کاٹتے۔
(مؤطا امام مالک: ص: 422 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت نافع سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو داڑھی اور مونچھوں کو کاٹتے۔
(مؤطا امام مالک: ص: 421 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے کہ
حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ
لوگ داڑھی کو اطراف سے کاٹ کر منزہ کرتے تھے۔
(شعب الایمان: ج:5،ص:220 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوزرعہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ دیتے۔ (المصنف: ج:8،ص:374 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
علامہ کاکی نے کہا ہے کہ
ہمارے نزدیک داڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔ (بنایہ: ج:1،ص:1344 مطبوعہ مطبعہ منشی نولکشور لکھنؤ)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:
نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ
ہمارے نزدیک داڑھی کا طول بہ قدر قبضہ ہے اور ایک قبضہ کے بعد داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹتے تھے۔
(مرقات: ج:8،ص:2981 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:
نہایہ میں ہے کہ
قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔ (فتح القدیر: ج:2،ص:270 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:
نہایہ میں جو لکھا ہے کہ قبضہ کے بعد داڑھی کو کاٹنا واجب ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی نے داڑھی کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کاٹا) تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (البحر الرائق: ج:2،ص:280 مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر)

حضرت ھود علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے

حضرت ھود علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔
حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ھود علیہ السلام تمام لوگوں سے بڑھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4064)

قوم عاد بت پرست تھی

قوم عاد بت پرستی کرتی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

آپ علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی اس لیے آپ علیہ السلام نے پہلی تبلیغ میں فرمایا اے میری قوم عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات میں بجز اس کے کوئی بھی معبود نہیں تمہاری عبادت کے لائق وہی ہے نہ کہ اس کا غیر، لہٰذا اسی کے لئے عبادت خاص کر دو یہ جو کچھ تم بت پرستی کرتے ہو یہ تمہاری خود ساختہ چیزیں ہیں یا بناوٹی عقیدے ہیں یا ہاتھ کے بنے ہوئے بت ہیں۔ اپنے ہاتھ سے بنا کر پھر ان ہی کو کہتے ہو کہ یہ بت جن کو ہم نے بنایا ہے ہمارے خالق ہیں کیسی صاف عقل میں آنے والی حماقت ہے جو تم کرتے ہو یا یہ افتراء ہے کہ تم کہتے ہو بت پرستی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 158 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عاد بت پرست تھے وہ انہی کی عبادت کرتے تھے۔

(در منثور: ج: 3، ص: 306، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد نے کئی بت بنا رکھے تھے

قوم عاد نے ود، سواع، یغوث اور نسر نامی بت بنا رکھے تھے جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عاد بت پرست تھے وہ انہی کی عبادت کرتے تھے انہوں نے کئی بت بنا رکھے تھے مثلاً ود، سواع، یغوث اور نسر۔

(در منثور: ج: 3، ص: 306، مطبوعہ کراچی)

ود، یغوث، سواع اور نسر کون تھے جن کی عبادت کی جاتی تھی؟

ود، یغوث، یعوق، سواع اور نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار ان کی اقتداء کرتے

تھے جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے۔

تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو اس سے ہماری عبادت میں زیادہ ذوق اور شوق ہوگا انہوں نے ان نیک لوگوں کی تصویریں بنالیں جب وہ فوت ہو گئے اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ ان کے آباء ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے اور اسی سبب سے ان پر بارش ہوتی تھی سو انہوں نے ان تصویروں کی عبادت کرنی شروع کر دی۔

اور امام ابن ابی حاتم نے عروہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ

ود، یغوث، یعوق، سواع اور نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور ود ان میں سب سے نیک تھا۔

(جامع البیان: جز: 29، ص: 122 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن ابی حاتم نے باقر سے روایت کیا ہے کہ

ود ایک نیک شخص تھا اور وہ اپنی قوم میں بہت محبوب تھا جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی قوم کے لوگ بابل کی سرزمین میں اس کی قبر کے گرد بیٹھ کر روتے رہے۔ جب ابلیس نے ان کی آہ و بکا دیکھی تو وہ ایک انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آیا۔

اور کہنے لگا: میں نے تمہارے رونے کو دیکھا ہے کیا خیال ہے میں تمہارے لیے ود کی ایک صورت بنا دوں تم اپنی مجالس میں اس تصویر کو دیکھ کر اسے یاد کیا کرو انہوں نے اس سے اتفاق کیا اس نے ود کی تصویر بنا دی جس کو وہ اپنی مجلسوں میں رکھ کر اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب ابلیس نے یہ منظر دیکھا۔

تو کہا: میں تم میں سے ہر ایک کے گھر میں ود کا ایک مجسمہ (بت) بنا کر رکھ دوں تاکہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں ود کا ذکر کیا کرے انہوں نے اس کو مان لیا پھر ہر گھر میں ود کا ایک مجسمہ (بت) بنا کر رکھ دیا پھر ان کی اولاد بھی یہی کرنے لگی پھر ان کے بعد جو نسلیں آئیں وہ یہ بھول گئیں کہ ود ایک انسان تھا وہ اس کو خدا مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس بت کی پرستش شروع کر دی سو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے پرستش شروع کی گئی وہ ود نام کا بت تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 10، ص 3375 تا 3376 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے بیان کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس کا نام ماریہ تھا انہوں نے اس کی خوبصورت کا اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا ذکر کیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ان میں کوئی نیک شخص مر جاتا تھا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں رکھ دیتے تھے یہ لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 427)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
وددومۃ الجندل میں بنوکلب کا بت تھا اور سواع رباط میں ہذیل کا بت تھا اور یغوث جوف میں مراد کے بنوغطیف کا بت تھا
میں تھا یعوق بلخ میں ہدان کا بت تھا اور نسر ذی کلاع کا بت تھا جو حمیر سے تھے۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
یہ وہ بت تھے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی پھر بعد میں اہل عرب نے ان کو اپنا معبود بنالیا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 27156)
امام ابوجعفر متوفی 310ھ نے ود کا ذکر کیا اور کہا۔
ود ایک مسلمان شخص تھا اور بہت نیک تھا اور اپنی قوم میں بہت محبوب تھا جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر ارض بابل
ں گئے اور اس کی یاد میں رونے لگے جب ابلیس نے ان کی آہ وزاری کو دیکھا تو وہ ان کے پاس انسانی شکل میں آیا۔
اور کہنے لگا کہ
اس شخص کی یاد میں، میں تمہارے رنج وغم کو دیکھ رہا ہوں، تمہارا کیا خیال ہے میں اس شخص کی مثال کا ایک مجسمہ تمہارے
بنادوں۔ تم اس مجسمہ کو اپنی مجلس میں رکھ لینا پھر تمہارا دل بہل جائے گا۔
انہوں نے کہا: ہاں ٹھیک ہے سو اس نے ود کی مثل کا ایک مجسمہ بنا دیا اور انہوں نے اس کو اپنی مجلس میں رکھ لیا اور وہ اس کو
رتے رہتے تھے۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ وہ اس کو بہت یاد کرتے ہیں۔
تو اس نے ان لوگوں سے کہا۔
کیا خیال ہے میں تم میں سے ہر شخص کے گھر میں ود کی مثال کا ایک مجسمہ بنا کر رکھ دوں ان لوگوں نے اس پیش کش کو قبول
لیا اور وہ ان مجسموں کو دیکھ کر ود کو یاد کرتے رہے پھر ان کی نسل نے اپنے آباء واجداد کو یہ کرتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ بھول
ے کہ ان کے آباء واجداد صرف ان بتوں کو دیکھ کر ود کو یاد کرتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنا
پھر وہ نسل در نسل ان بتوں کی عبادت کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے عبادت کی گئی وہ ود کا بت
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 18997)
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
حضرت آدم علیہ السلام کی چالیس اولاد ہوئی، بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں ان میں سے جو زندہ رہے وہ ہابیل اور قابیل تھے
صالح اور عبدالرحمان جن کا نام عبدالحارث رکھا تھا اور ود کو ہی شیث کہا جاتا تھا اور ان کو ہبۃ اللہ بھی کہا جاتا تھا اور ان کے
یوں نے ان کو سردار بنا دیا تھا اور ان کے بیٹوں کے نام یہ تھے۔
1۔ سواع

2-یغوث

3-یعوق

4-اورنسر۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:25،ص:185 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ود کا بت مرد کی صورت کا تھا سواع کا بت عورت کی صورت کا تھا۔ یغوث کا بت شیر کی صورت کا تھا۔ یعوق کا بت گھوڑے کی صورت پر تھا اور نسر کا بت گدھ کی صورت کا تھا اور یہ حکایت ان تصریحات کے منافی ہے کہ یہ بت نیک انسانوں کی صورتوں پر بنائے گئے تھے اور یہ تصریحات ہی اصح ہیں۔

(روح المعانی: ج:29،ص:133 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ابن جریج سے روایت ہے کہ

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

قوم نوح جن بتوں کی عبادت کرتی تھی وہ بت عرب میں اب بھی ہیں رہا ود تو وہ دومۃ الجندل میں بنو کلب کا معبود ہے رہا سواع تو وہ ہذیل کا معبود ہے رہا یغوث تو وہ مراد کا معبود ہے پھر بنو غطیف کا جوف میں سبا کے پاس معبود ہے رہا یعوق تو ہمدان کا معبود ہے اور رہا نسر تو وہ حمیر کا ذی الکلاع کے لئے معبود ہے یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے اسماء ہیں جب یہ نیک فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ جن مجالس میں وہ بیٹھتے ہیں وہاں ان نیک لوگوں کے مجسمے بنا کر رکھ دیئے جائیں اور ان نیک لوگوں کے ناموں پر ان بتوں کے نام رکھ دیئے جائیں پھر جب تک ان لوگوں کی نسل باقی رہی ان بتوں کی عبادت نہیں کی گئی اور جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور ان کا علم نہ رہا تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:4920)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: یہ پانچ بت سب سے بڑے بت تھے پھر یہ بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اہل عرب کی طرف منتقل ہوئے پس وہ بنو کلب کا ہو گیا اور سواع ہمدان کا ہو گیا۔ یغوث مذحج کا ہو گیا، یعوق مراد کا ہو گیا اور نسر حمیر کا ہو گیا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو عبد ود اور عبد یغوث کہا جاتا تھا۔

تاریخی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور اس پر اشکال یہ ہے کہ

طوفان کے زمانہ میں تمام دنیا ملیامیٹ ہو چکی تھی تو یہ بت کیسے باقی بچ گئے اور عرب کی طرف منتقل ہوئے اور یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان بتوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے آئے تھے پھر انہوں نے ان بتوں کو حفاظت کے ساتھ رکھا تا آں کہ یہ امانت عربوں کے پاس پہنچ گئی کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام بتوں کے محافظ نہیں تھے بت شکن تھے۔

(تفسیر کبیر: ج:10،ص:657 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

قوم عاد کا صمود بت بنانا

قوم عاد نے ایک صمود نامی بت بنایا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت پیچھے گزر گئی ہے) انہوں نے ایک بت بنایا اسے صمود کہا جاتا تھا (جس کی وہ عبادت کرتے تھے)

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کا ہتار بت بنانا

قوم عاد نے ایک ہتار نامی بت بنایا جس کی وہ عباد کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد ہے) انہوں نے ایک بت بنایا اس کو صمود کہا جاتا تھا اور ایک بت کو ہتار کہا جاتا تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے)

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کا ایک بت ہبار تھا

قوم عاد کا ایک بت ہبار تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد تھی یہ لوگ بت پرست تھے انہوں نے بھی ود، سواع، یغوث اور نسر کی طرح بت بنا لیے ان کے ایک بت کا نام ہبار تھا اور ایک بت کا نام صمود تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27، ص:148 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بت پرستی صرف کھیل اور تماشا ہے

بت پرستی سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ناراضگی کا سبب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں وہی عبادت کے لائق ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (الانعام:70)

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

بتوں کی مذمت

بت صرف دنیاوی دھوکہ ہیں کہ اس سے دنیاو آخرت تباہ و برباد ہوتی ہے اور یہ ایک فضول اور لغو چیز ہے کہ یہ نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی کے کام آتا ہے اور رب تعالیٰ وہ مقدس ذات ہے جو اپنے بندے کی سنتا بھی ہے اور اپنے بندے کو دیکھتا بھی ہے اور اپنے بندے کی حاجات کو پورا بھی فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿مریم:42﴾

جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا! اے میرے ابا جان۔ آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کے کام آتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ o اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ o قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ o (الشعراء:72تا74)

ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری فریاد سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو! یا وہ تمہیں نفع اور نقصان بھی دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا۔

قیامت کے دن بتوں کا اپنی عبادت سے بے زاری کا اظہار کرنا

قیامت کے دن بت پجاریوں سے بے زار ہوں گے اور ان کے دشمن ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ o (الاحقاف:6)

اور جب لوگوں کو (میدان حشر) میں جمع کیا جائے گا تو (ان کے خود ساختہ معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

روز قیامت بت پرستوں کی ناکامی اور نامرادی

اللہ تعالیٰ روز قیامت بت پرستوں یعنی مشرکین کو فرمائے گا وہ شرکاء کہاں ہیں جن پر تم لوگوں کو ناز تھا اور جن کی تم عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ ان کا وہ افتراء بروز قیامت کھل کر ظاہر ہو جائے گا اور بت پرست ناکام و نامراد ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ o ثُمَّ لَمْ

تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (الانعام:22 تا24)

اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے تمہارے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے پھر وہ صرف یہی فتنہ اٹھا سکیں گے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے دیکھئے انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ (القصص:62)

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو ندا کر کے فرمائے گا میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک) زعم کرتے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ط لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ (الانعام:94)

ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تم یہ زعم کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں (ہمارے) شریک ہیں۔ بے شک تمہارا (خود ساختہ) رب ٹوٹ گیا اور تم دنیا میں جو زعم کرتے تھے وہ ٹوٹ گیا۔

م عاد کا لوگوں پر ظلم کرنا

قوم عاد جب کسی کو گرفتار کرتے تو اس کو سزا دینے کے لئے کوڑے مارتے اور اس کو قتل کر دیتے جس طرح ظالم اور جابر ں کے دل میں کوئی نہ نرمی ہوتی ہے اور نہ کوئی ترس ہوتا ہے اس طرح وہ یوں لوگوں پر ظلم کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ○ (الشعراء:130)

اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو۔

ی مذمت

کسی پر ظلم کرنا قبیح فعل ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے۔ ظلم کرنے کی مذمت ں احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کردیا ہے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2577)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہو اور اس شخص پر تہمت لگائی ہو اور اس شخص کا مال کھایا ہو اور اس شخص کا خون بہایا ہو اور اس شخص کو مارا ہو پھر وہ اس کو اپنی نیکیاں دے پھر جو اس پر حقوق ہیں ان کے ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2581)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی ظالم کے ساتھ گیا اس نے ظلم کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدہ: 22)

بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 32171)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب وہ اس کو اپنی گرفت میں لے گا تو پھر اس کو نہیں چھوڑے گا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (ھود:102)
اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے جب وہ بستیوں پر اس حالت میں گرفت کرتا ہے کہ وہ ظلم کر رہی ہوتی ہیں بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔
حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص ظالم کی مدد کرنے کے لئے اس کے ساتھ گیا جبکہ اس کو علم تھا کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔
(کنز العمال: رقم الحدیث:7896)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم کرنے سے قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل کرنے سے بچو بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا کیونکہ بخل نے انہیں خونریزی کرنے پر اور حرام کاموں کو حلال کرنے پر ابھارا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2578)

سرزنش کے لئے اور تادیباً زیادہ سزا نہ دینا

اگر کوئی شخص کسی کو ادب سکھانے کے لئے اس کو معمولی سرزنش کرے تو یہ درست ہے یا کسی ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے کے بقدر ظلم اس کو سزا دے تو یہ جائز ہے اور قصاص اور بدلہ لینا بھی جائز ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ ماں باپ اور استاد بچوں کو سزا دینے کے لئے ان کو ربڑ کے پائپوں یا لکڑیوں کے ڈنڈوں سے بہت سخت مارتے ہیں اور ان کے منہ پر طمانچہ یا تھپڑ مارتے ہیں اسلام میں منہ پر طمانچہ یا تھپڑ مارنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل و صورت پر پیدا فرمایا اور کسی بچے یا بڑے کو سزا دینے کے لئے دس ڈنڈوں سے زیادہ مارنا جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5541)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کوئی شخص چہرے پر نہ مارے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2117)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو وہ خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے جو وہ خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے چہرے پر نہ مارے نہ اس کو بدنما کرے اور اس صرف گھر میں چھوڑے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1850)
اسی طرح حدود کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر سزائیں دی ہیں یا مقرر فرمائی ہیں اس سے زیادہ کسی تادیب یا سرزنش کرنے کے لئے زیادہ سزا نہ دی جائے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اپنی بیوی کے اوپر لاٹھی نہ اٹھاؤ اور ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
(معجم الصغیر: رقم الحدیث: 114)
ایک اور روایت میں ہے:
اسد بن وداعہ سے روایت ہے کہ
حضرت جزلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔
اور عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی میری نافرمانی کرتی ہے میں اس کو کس چیز سے سزا دوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس کو معاف کردو جب اس نے دوسری یا تیسری بار پوچھا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم اس کو سزا دو تو اس کو بہ قدر قصور سزا دو اور اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرو۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2130)

ایک اور روایت میں ہے:

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

سات سال کی عمر میں بچے کو نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس کو مار کر نماز پڑھاؤ۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 407)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (زندہ) آگ میں جلادیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی۔

تو انہوں نے فرمایا:

اگر میں اس موقع پر ہوتا تو ان لوگوں کو آگ میں نہ جلاتا۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں ان کو قتل کر دیتا۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3017)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی اے ابو مسعود! یہ جان لو کہ جتنا تم اس پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتا ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5159)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی شخص کو دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارا جائے ماسوا اللہ تعالیٰ کی حدود کے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6848)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

معزز اور باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کردو۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 10965)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سخی کے جرم سے درگزر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سخی کی لغزش سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1221)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے پس وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو تم اس سے اپنے ہاتھ اٹھا لو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1950)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر روز ستر بار۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5164)

علامہ محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

تعزیر دینے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ تعزیر کا معنیٰ ہے برے کاموں پر ملامت اور سرزنش کرنا تا کہ کوئی شخص اس برائی کا عادی اور خوگر نہ ہو جائے اور پہلی بار سے بڑھ کر برائی اور بے حیائی کے کام نہ کرنے لگے اس لیے برے کام پر سرزنش کرنا واجب ہے۔

علامہ تمرتاشی سے ذکر کیا ہے کہ علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ
تعزیر میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے بلکہ یہ سزا قاضی کو صواب دید پر موقوف ہے کیونکہ اس سے مقصد زجر و توبیخ اور سرزنش کرنا ہے اور لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ صرف ڈانٹ ڈپٹ سن کر اصلاح کر لیتے ہیں اور بعض لوگ ایک آدھ تھپڑ یا ایک ڈنڈی سے سدھر جاتے ہیں اور بعض لوگوں کو قید خانے میں ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔
الشافی میں مذکور ہے کہ
تعزیر کے کئی مراتب ہیں امراء اور اشراف کو صرف قاضی کے پاس لے جانے اور مقدمہ کرنے کی دھمکی کافی ہوتی ہے متوسط درجہ کے لوگوں کو قید میں ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نچلے درجے کے لوگوں کو قید اور مار دونوں کی ضرورت پڑتی ہے۔
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ
سلطان مالی جرمانہ بھی کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے۔
اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ
اگر قاضی یا والی مناسب سمجھے تو مالی جرمانہ کر سکتا ہے جو آدمی جماعت میں حاضر نہیں ہوتا اس پر مشائخ نے مالی جرمانہ کرنے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (فتح القدیر: ج: 5، ص 329 تا 330 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ علاؤ الدین ابو الحسن علی بن خلیل الطرابلسی حنفی لکھتے ہیں:
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں مالی جرمانے کی سزا دینا جائز ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور جن علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ مالی سزا منسوخ ہو گئی ہے ان کا قول غلط ہے۔
تعزیر کی کم از کم سزا تین ڈنڈیاں ہیں اور زیادہ سے زیادہ انتالیس ڈنڈیاں یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعزیر بہرحال چالیس ڈنڈیوں سے کم ہو اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے اور کہا تعزیر میں دس ڈنڈیوں سے زیادہ نہ ماری جائیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کسی کو قید کیا ہے یا نہیں اس میں آثار مختلف ہیں۔
بعض نے ذکر کیا ہے کہ
ان کا کوئی قید خانہ نہیں تھا اور نہ انہوں نے کسی کو قید کیا ہے۔
اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قتل کے الزام میں قید کر لیا تھا۔
اس حدیث مبارکہ کو امام عبد الرزاق اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک الزام میں دن کے کچھ وقت قید میں رکھا پھر رہا کر دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قید کیا ہے ہر چند کہ اس کے لئے کوئی قید خانہ بنا ہوا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیۃ نام کے ایک آدمی کو ہجو کرنے کی بنا پر قید خانے میں ڈال دیا تھا اور صابی بن الحارث نام کا ایک شخص بنو تمیم کے چوروں میں سے ایک تھا اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قید خانہ میں ڈال دیا تھا جو وہیں مر گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں قید خانہ بنایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قید خانہ بنایا تھا۔

(معین الاحکام: ص: 195 مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

نیز علامہ کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

علامہ تمرتاشی نے لکھا ہے کہ

ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہو کر کسی جرم پر تعزیر لگائے۔

امام ابو جعفر ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ

ایک شخص کسی مرد کو عورت کے ساتھ دیکھے تو کیا اس کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے؟

انہوں نے کہا: اگر اس کو یہ یقین ہو کہ یہ شخص صرف ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے زنا سے باز نہیں آئے گا تو اس کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت خوشی سے اس سے زنا کرا رہی ہو تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ہر انسان کو تعزیر جاری کرنے کا اختیار ہے خواہ وہ محتسب (عامل یا حاکم) نہ ہو۔ منتقی میں اس کی تصریح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانے کے باب سے ہے اور شارع علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کا اختیار دیا ہے۔

حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس شخص نے کسی برائی کو دیکھا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو پھر زبان سے اس کا رد کرے اور اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے اس کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 78)

البتہ حدود کو حکام کے سوا اور کوئی جاری نہیں کر سکتا اسی طرح وہ تعزیر جو کسی بندے کے حق کی وجہ سے واجب ہو مثلاً قذف (زنا کی تہمت) وغیرہ کیونکہ اس کا پہلے حاکم کے سامنے دعویٰ کیا جائے گا پھر وہ فیصلہ کرے گا ہاں اگر دونوں فریق کسی شخص کو حاکم بنالیں تو پھر اس کو تعزیر لگانے کا اختیار ہوگا۔ (فتح القدیر: ج: 5، ص: 330 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم عاد کبوتر باز

قوم عاد اونچے مکان بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے اور ان کو اڑاتے تھے۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
قوم عاد عمارت بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے۔
(زاد المسیر: ج:6،ص:136 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

کبوتر باز شیطان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا جس سے وہ کھیل رہا تھا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
شیطان، شیطان کا پیچھا کر رہا ہے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4940، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:3765)

کبوتر بازی کا حکم

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:
جو شخص کبوتروں سے کھیلتا ہو اور کبوتر اڑاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شدت غفلت ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ عام طور پر کبوتر بازی میں مشغول رہتا ہو اور دوسرے امور کی طرف کم توجہ دیتا ہو پھر وہ شخص لہو ولعب پر اصرار کرنے والا ہو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے میں کھیلنے کودنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ کھیل کود میرا مشغل ہے۔
(مسند البزار: رقم الحدیث:2402)

اور کبوتر باز کا غالب حال یہ ہے کہ وہ چھتوں پر گھومتا پھرتا ہے اور لوگوں کی خواتین کو تاڑتا ہے اور یہ فسق ہے اور جو شخص اپنے ...ں کابک میں کبوتروں کو رکھے تاکہ ان سے انس اور محبت کرے اور ان کو عادتاً اڑاتا نہ ہو تو وہ شخص نیک ہے اور اس کی ...ت قبول ہوگی کیونکہ گھروں میں کبوتروں کو بند رکھنا مباح ہے۔ لوگ کبوتروں کے لئے برج بناتے ہیں اور اس کو کسی نے منع ...کیا اور جو شخص گانے گاتا ہو اور اس پر مجمع لگاتا ہو اس کی گواہی جائز نہیں ہے اسی طرح نوحہ کرنے والی عورت کی بھی گواہی ...ں ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا فسق پر اصرار کرتے ہیں اور نیک لوگوں کے نزدیک ان کی عزت اور وقار نہیں ہے اور ان سے ...نا اور جھوٹ بولنا بعید نہیں ہے اس لیے ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ (المبسوط: ج:16، ص:155 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں:
جو شخص کبوتروں کے ساتھ کھیلتا ہو اور ان کو اڑاتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ان کے ساتھ اس کی مشغولیت ...گی اور اس کی غفلت شدید ہوگی اور اس سے یہ خطرہ ہے کہ اس کی نظر مسلمانوں کی خواتین پر پڑے گی لیکن اگر وہ کبوتر کو ...لئے اپنے گھر میں بند رکھے اور اس کو اڑائے نہیں تو پھر اس کی گواہی کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ جس کے پاس کبوتروں کا

برج (چھت پر گنبد) ہو تو وہ فاسق نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ج:2،ص:460 مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق)

قوم عاد تکبر کرتے تھے

قوم عاد متکبر تھے اور خود کہتے تھے کہ ہم سب سے زیادہ قوت والے ہیں اور دوسروں پر اپنا فائق ہونا ظاہر کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (حم السجدہ:15)

بہر حال عاد تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے۔

تکبر کی مذمت

تکبر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اس کے متعلق قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

تکبر کے معانی

امام راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

دل میں اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا اور بڑا سمجھنے کی وجہ سے انسان کو جو حالت حاصل ہوتی ہے اس کو تکبر کہتے ہیں اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرے اور حق کو ماننے اور قبول کرنے سے انکار کرے اور عبادت کرنے سے عار محسوس کرے۔ اگر انسان بڑائی کو حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرے تو یہ محمود ہے اور اگر انسان اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور اس میں وہ بڑے اوصاف نہ ہوں تو یہ مذموم ہے۔

(المفردات: ج:2،ص:545 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباب مکہ مکرمہ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: وہ تکبر کرتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو افضل الخلق سمجھتے ہیں اور ان کو وہ اختیار حاصل ہے جو ان کے غیر کو حاصل نہیں ہے اور یہ تکبر صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے کیونکہ وہی ایسی قدرت اور ایسی فضیلت کا مالک ہے جو کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہے اس لیے وہی متکبر کی صفت کا مستحق ہے۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے اور تمام بندوں کے حق میں تکبر کی صفت مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں تکبر کی صفت محمود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر فرمائے اور اس کے لئے یہ حق ہے اور دوسروں کے لئے باطل ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:5،ص:366 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے تکبر کی مذمت

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں تکبر کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○ (المومن:35)

اسی طرح ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط (الاعراف:146)

میں عنقریب ان لوگوں (کے دلوں) کو اپنی آیات سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○ (النحل:23)

بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ (ابراہیم:15)

اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○ (المومن:60)

بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اور احادیث مبارکہ تکبر کی مذمت پر درج ذیل ہیں:

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

عزت میرا تہبند ہے اور کبرائی میری چادر ہے جس شخص نے ان میں سے کسی کو بھی کھینچا میں اس کو عذاب دوں گا۔

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

جس نے ان میں سے ایک کپڑے کو بھی کھینچا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:6557، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4090)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا۔

دوزخ نے کہا: مجھ میں متکبرین اور متجبرین داخل کیے گئے ہیں۔

اور جنت نے کہا: مجھے کیا پرواہ ہے جبکہ مجھ میں صرف کمزور، عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:4850)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک تمہارا رب عزوجل واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ سوال اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:4143)

ایک اور روایت میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

متکبروں کو قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹی کی جسامت میں جمع کیا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت ڈھانپ لے گی ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2492)

ایک اور روایت میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام نافع سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسکین متکبر، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(مجمع الزوائد: ج:6، ص:256 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا۔

1-تکبر
2-خیانت
3-اور قرض۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1578)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2007)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت نعیم بن ہماز الغطفانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بنے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً بڑا ہے) کو بھول جائے اور کیسا برا بندہ ہے جو بندہ دین کے بدلے میں دنیا لے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو ولعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کر دے اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کر دے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2456)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔
کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور شخص جس کو بے حد کمزور سمجھا جاتا ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ پر (کسی کام کی) قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا اور کیا میں تمہیں اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا متکبر۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6657)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں نیچے) لٹکایا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5783)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو اس حال میں مرے کہ اس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمادے گا جب حضرت عبداللہ بن قیس انصاری نے یہ حدیث مبارکہ سنی تو وہ رونے لگے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے عبداللہ بن قیس! (رضی اللہ عنہ) تم کیوں رو رہے ہو؟

انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہیں مبارک ہو تم جنت میں ہو گے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اس میں انہوں نے جہاد کیا اور شہادت پائی۔ آپ نے پھر اس حدیث مبارکہ کو تین بار دہرایا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جمال سے محبت کرتا ہوں، میں تلوار حمائل کرتا ہوں اور میلے کپڑے دھوتا ہوں، اپنی جوتی اور اس کے تسموں کو حسین بناتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری مراد یہ نہیں ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

اس نے کہا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق کے انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا کیا معنیٰ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حق کا انکار یہ ہے کہ تمہارا کسی شخص پر مال ہو وہ اس کا انکار کر دے اور کہے کہ اس کے اوپر کوئی حق نہیں ہے پھر کوئی شخص اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے تو وہ اس کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جاننا یہ ہے کہ ایک شخص ناک چڑھا کر آئے اور جب پس ماندہ اور فقراء لوگوں کو دیکھے تو ان کو سلام نہ کرے اور ان کو بے وقعت جان کر ان کے پاس نہ بیٹھے پس یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے اور جوتی کی مرمت کی اور دراز گوش پر سوار ہوا اور نوکر جب بیمار ہوں تو ان

ت کی اور بکری کا دودھ دوھا تو وہ تکبر سے بری ہو گیا۔ (المطالب العالیہ: رقم الحدیث: 2675)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
ایک شخص نے کہا: آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تکبر حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 259)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:
اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو اتار دیا ہے اور تمہارے باپ دادا کی بڑائی کو ختم کر دیا
اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں نیک پرہیزگار، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہے۔
اور فاجر بدبخت، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہے۔
تمام لوگ آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری مختلف قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک ے کی شناخت کرو بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3277)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو غلام تھے ایک حبشی تھا دوسرا نبطی تھا۔
دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے ایک نے دوسرے سے کہا! اے نبطی، دوسرے ں کو کہا اے حبشی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم دونوں اس طرح نہ کہو تم دونوں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 4146)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پچھلی امتوں میں ایک شخص اتراتا ہوا ایک حلہ پہن کر چل رہا تھا اس نے اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کی ہوئی تھی وہ اس طرح سے چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ دھنستا رہے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5788)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے لوگوں سے کہا۔

تم مجھے کہتے ہو کہ مجھ میں تکبر ہے حالانکہ میں گدھے پر سواری کرتا ہوں اور چوڑی چادر پہنتا ہوں اور بکری کا دودھ دوہتا ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص یہ کام کرے گا اس میں بالکل تکبر نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2001)

قوم عاد کا بلند جگہ پر اونچے اور مضبوط مکان بنانا

قوم عاد ایسی بد بخت قوم تھی جو بلند جگہ پر اونچے اور مضبوط مکان بناتے تھے کہ ہم اس میں ہمیشہ رہیں گے حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ ہم نے مرنا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ○ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ○ (الشعراء: 128 تا 129)

کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو تم ہمیشہ رہو گے۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اونچی جگہ پر مکان بناتے تھے جس میں وہ رہائش کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اس لیے اس کو عبث فرمایا۔

(زاد المسیر: ج: 6، ص: 135 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

...ی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند گنبد کی عمارت بنانے والے سے اعراض

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلند گنبد بنا ہوا دیکھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ کس کا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یہ انصار کے فلاں شخص کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے اور اس کو دل میں رکھ لیا حتیٰ کہ وہ گنبد بنانے والا ...سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجلس میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا اس نے کئی بار سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض فرمانے کو دیکھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے شکایت کی۔
اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا بنایا ہوا گنبد دیکھا تھا وہ شخص اسی وقت ...ٹ گیا اور اس نے گنبد کو منہدم کر دیا حتیٰ کہ اس عمارت کو پیوند زمین کر دیا۔ پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو ...پ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گنبد نظر نہیں آیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
اس گنبد کا کیا ہوا؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
اس نے ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم التفات کی شکایت کی تھی ہم نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی ...خبر دی تو اس نے اس گنبد کو گرا دیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سنو! ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال سوا اس عمارت کے جس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث: 5237)

...اہوں کا بلند عمارتیں بنانا قیامت کی نشانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کی تعریف کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ کہ تم اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں اس کی تمام کتابوں اس سے ملاقات کرنے اس کے تمام رسولوں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کی کیا تعریف ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! احسان کی تعریف فرمایئے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر اس کیفیت کو نہ پاسکو تو وہ تو تم کو بہر حال دیکھ رہا ہے۔
اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب قائم ہوگی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتاتا ہوں، جب برہنہ تن، برہنہ پا لوگوں کے سردار بن جائیں گے تو یہ قیامت کی علامت ہے۔ اور جب چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔
''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر دینے والا ہے۔''
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 9) (صحیح بخاری: 5)

قوم عاد بلند عمارت پر کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے

قوم عاد بلند جگہ پر عمارت بناتے اور اس میں کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔
علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک نے کہا: قوم عاد بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے اور اس میں کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ (زاد المسیر: ج:6، ص:136 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

مذاق اڑانے والوں کے لئے سخت وعید

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو لوگ دنیا میں لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے آخرت میں ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا! آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا۔
اور ان سے کہا جائے گا۔
آؤ! آؤ! وہ اپنے غم اور پریشانی کے باوجود وہاں جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور یہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔
اور اس سے کہا جائے گا۔
آؤ اور وہ مایوس ہو کر نہیں جائے گا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث:6333)

قوم عاد احقاف میں رہتی تھی

قوم عاد احقاف کے علاقہ میں رہائش پذیر تھی جس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مقدس میں ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (الاحقاف:21)
اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا۔
علامہ محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری المتوفی 711ھ لکھتے ہیں:
الاحقاف کا معنیٰ ہے ریگستان۔
جوہری نے کہا: الاحقاف عاد کا وطن ہے۔
ازہری نے کہا: یہ یمن کے شہروں کا ریگستان ہے قوم عاد یہاں رہتی تھی۔ (لسان العرب: ج:9، ص:52 مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران)

احقاف ارض مہرہ اور عمان کے درمیان ایک وادی ہے

الاحقاف یہ ایک ایسی جگہ ہے جو ارض مہرہ اور عمان کے درمیان ایک وادی ہے۔

علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
الاحقاف ارض مہرہ اور عمان کے درمیان ایک وادی ہے۔ (تاج العروس: ج:6، ص:74)
(معجم البلدان: ج:1، ص:115 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

الاحقاف عمان سے لے کر حضرموت تک ایک وادی ہے

الاحقاف یہ ایک ایسا علاقہ ہے جو عمان سے لے کر حضرموت تک ایک وادی ہے۔
علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
ابن اسحاق نے کہا: الاحقاف عمان سے لے کر حضرموت تک ایک وادی ہے۔
(تاج العروس: ج:6، ص:74) (معجم البلدان: ج:1، ص:115 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

الاحقاف ارض یمن میں بلندی پر ایک ریگستان ہے

الاحقاف وہ جگہ جو ارض یمن میں بلندی پر ایک ریگستان ہے۔
علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
الاحقاف ارض یمن میں بلندی پر ایک ریگستان ہے۔
یاقوت حموی نے کہا: ان تینوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
(تاج العروس: ج:6، ص:74 مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر) (معجم البلدان: ج:1، ص:115 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

الاحقاف کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل

الاحقاف کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔
علامہ پیر کرم شاہ الازہری متوفی 1418ھ لکھتے ہیں:
قرآن کریم میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضرموت تک پھیلا ہوا ہے اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن: ج:4، ص:490 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

الاحقاف کو الربع الخالی بھی کہا جاتا ہے

الاحقاف کو الربع الخالی بھی کہا جاتا ہے۔
علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی 1418ھ لکھتے ہیں:
(الاحقاف) اس کو الربع الخالی بھی کہا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن: ج:4، ص:490 مطبوعہ ایضاً)

احقاف کو ریتلے ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے مہم جو سیاح عبور نہیں کر سکتے

الاحقاف کے بعض مقامات ریتلے ہیں جو بھی وہاں پہنچے وہ اندر دھنستا چلا جاتا ہے بڑے بڑے مہم جو سیاح اس کو عبور کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی 1418ھ لکھتے ہیں:

بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز بھی وہاں پہنچے اندر دھنستی چلی جاتی ہے بڑے بڑے مہم جو سیاح بھی اس کو عبور کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں کسی زمانہ میں اپنے عہد کی ایک طاقتور زبردست اور متمول قوم آباد تھی۔

(ضیاء القرآن: ج:4، ص:490 مطبوعہ ایضاً)

احقاف کی تاریخی حیثیت

سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ لکھتے ہیں:

الاحقاف صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغربی حصہ کا نام ہے جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا اور قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ ان کا اصل وطن الاحقاف تھا جہاں سے نکل کر وہ گردو پیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً 152 میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضرموت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ھود علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ھود علیہ السلام کے نام سے ہی مشہور ہے ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ الاحقاف کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقتور قوم آباد ہوگی اغلب یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہ ایک شاداب علاقہ ہوگا اور بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے ریگ زار بنا دیا ہوگا۔ آج اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک لق و دق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی بھی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔ 1843ء میں بوریا کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارہ پر پہنچ گیا۔

وہ کہتا ہے کہ

حضرموت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فیٹ نشیب میں نظر آتا ہے اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہوتی چلی جاتی ہے اور بالکل بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ عرب کے بدو اس علاقے سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی قیمت پر وہاں جانے کے لئے راضی نہیں ہوتے۔ ایک موقع پر جب بدو اسے وہاں لے جانے پر راضی نہ ہوئے تو وہ اکیلا ہی چلا گیا

اس کا بیان ہے کہ
یہاں کی ریت بالکل سفوف کی طرح ہے میں نے دور سے ایک شاقول اس میں پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس غرق ہوگیا اور اس رسی کا سرا جل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔

(تفہیم القرآن، ج:4، ص:615 مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1983ء)

قوم عاد کے گھر ریت کے بنے ہوئے تھے

قوم عاد کے گھر ریت کے بنے ہوئے تھے۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
قوم عاد کے گھر ریت کے بنے ہوئے تھے اور وہ یمن میں عمان اور حضر موت کے درمیان آباد تھے۔
حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ
قوم عاد کے لوگ یمن میں ریت کے گھروں میں آباد تھے۔

(در منثور، ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

عاد کا نام

عاد کا نام ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔
پھر لفظ عاد اس کے قبیلہ کا نام بن گیا پھر اس قبیلہ کے متقدمین کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ اَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا نِ الْاُوْلٰى ٥ (النجم:50)
بے شک اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک کر دیا۔
اور متاخرین کو عادۃ الاخیرۃ کہا جاتا ہے اور رہا ارم تو وہ عاد کے دادا کا نام ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
عوص کا اصل نام عاد تھا۔
بعض نے کہا کہ
عاد عوص کے بیٹے تھے تو شجرہ اس طرح ہوا۔
ھود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح پھر یہ قبیلے کا نام ہوا۔
بعض نے کہا: یہ عاد علاقے کا نام تھا نہ کہ کسی مرد کا مگر یہ غلط ہے دونوں میں مطابقت اس طرح ہوسکتی ہے کہ پہلے مر ہو پھر اس کی اولاد نے ہی علاقے کا نام رکھ دیا ہو جیسے کہ ہند، سندھ ملتان مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیٹے پوتوں کا نام

ساکہ فی زمانہ عام طور پر بڑے لوگوں کے نام پر شہروں، علاقوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:158 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

م عاد یمن اور شام کے درمیان چیونٹیوں کی مثل تھی

قوم عاد یمن اور شام کے درمیان چیونٹیوں کی مثل تھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قوم عاد یمن اور شام کے درمیان چیونٹیوں کی مثل تھی۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

م عاد کے لوگوں کا قد

قوم عاد کے لوگوں کا قد ایک سو بیس فٹ تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قوم عاد کے لوگوں کی قامت اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) تھی۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:142 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

قوم عاد کا ایک شخص ان کے ہاتھوں کے مطابق ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ بارہ بارہ ہاتھ لمبے تھے۔ (درمنثور: ج:2، ج:3، ص:306 تا 307، مطبوعہ کراچی)

عاد ستونوں جیسے لمبے قد والے تھے

قوم عاد ستونوں جیسے لمبے قد والے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۝ (الفجر:7)

وہ ارم کے لوگ تھے ستونوں جیسے لمبے قد والے۔

لی نے قوم عاد کی جسامت کو بڑھا دیا

م عاد پہلے چیونٹیوں کی مثل تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جسامت کو بڑھا دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ (الاعراف:69)

اور تمہاری جسامت کو بڑھادیا۔

قوم عاد کے ایک شخص کا سر بڑے گنبد کی مثل تھا

قوم عاد کے ایک شخص کا سر بڑے گنبد کی مثل تھا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

قوم عاد میں سے ایک شخص کا سر بڑے گنبد کی مثل تھا۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:142 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم عاد کے ایک شخص کی آنکھیں اتنی بڑی کہ درندے ان میں بچے جن سکتے تھے

قوم عاد کے ایک شخص کی آنکھیں اس قدر بڑی تھیں کہ درندے ان میں بچے جن سکتے تھے اور نتھنے بھی اسی طرح تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قوم عاد کا ایک شخص ان کے ہاتھوں کے مطابق ساٹھ ہاتھ لمبا تھا اور اس شخص کی کھوپڑی بہت بڑے گنبد کی مثل تھی، آنکھیں اتنی بڑی تھیں کہ درندے ان میں بچے جن سکتے تھے اور نتھنے بھی اسی طرح تھے۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد میں ایک شخص کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا

قوم عاد میں ایک شخص ایسا تھا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

تم سے پہلے لوگوں میں ایسا شخص بھی تھا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

(درمنثور: ج:3، ص:307، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا

قوم عاد میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جسمانی اعتبار سے ایک شخص کا قد اسی باع تھا (باع سے مراد دو بازوؤں کو پھیلانے کی مقدار ہے) ان میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا۔

(درمنثور: ج:3،ص:307،مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کے ایک انار کے چھلکے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے

قوم عاد میں ایک انار اس قدر بڑا تھا کہ اس میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(قوم عاد میں) جسمانی اعتبار سے ایک شخص کا قد اسی باع تھا۔ ان میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا اور ایک انار کے چھلکے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے۔

(درمنثور: ج:3،ص:307،مطبوعہ کراچی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کو دیکھنا جس کا سر مدینہ منورہ میں اور پاؤں ذی الحلیفہ میں تھا

اللہ تعالیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم عاد کے ایک شخص کو دیکھنے کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا شخص دکھایا جس کا سر مدینہ منورہ میں تھا اور پاؤں ذی الحلیفہ میں تھا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ہزین بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ انہیں قوم عاد کا کوئی شخص دکھائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک شخص کو پردے سے ظاہر کیا تو اس کا سر مدینہ منورہ میں تھا اور پاؤں ذی الحلیفہ میں یعنی اس کی لمبائی چار میل تھی۔ (درمنثور: ج:3،ص:309،مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کے ایک شخص کی قوت وطاقت کا عالم

قوم عاد کے اشخاص بہت طاقت ور تھے جس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر قوم عاد کا ایک شخص ہوتا کہ وہ پتھر سے دروازے کا ایک پٹ بنا دیتا تو پھر اگر اس امت کے پانچ سو اشخاص بھی اسے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو وہ یہ طاقت نہیں رکھتے۔

(درمنثور: ج:3،ص:307،مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کا اگر کوئی شخص زمین میں پاؤں داخل کرے تو دوسرا اس کے اندر گھس جائے

قوم عاد کے اشخاص کی قوت وطاقت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص زمین میں پاؤں دبائے تو دوسرا اس کے اندر گھس جائے
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
(روایت کے آخر میں ہے) اور اگر ان میں سے کوئی شخص اپنا پاؤں زمین میں داخل کرے تو اس کے اندر ہی گھس جائے

(درمنثور: ج:3، ص:307، مطبوعہ کراچی)

عاد کی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خزانہ نکالنے کی روایت

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ثور بن زید دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ
میں نے ایک کتاب پڑھی (جس میں لکھا ہوا تھا) میں شداد بن عاد ہوں میں وہ ہوں جس نے بلند و بالا عمارتیں بنائیں میں وہ ہوں جس نے وادی کے بطن سے بدر (ماہ تمام) کو روک دیا اور میں وہ ہوں جس نے سمندر میں نو ہاتھ فاصلے پر خزانہ دفن کیا جسے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی نہیں نکال سکے گا۔

(درمنثور: ج:3، ص:307، مطبوعہ کراچی)

حضرت ثور بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا طویل شخص دیکھ کر متعجب ہونا

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ثور بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ
میں یمن آیا تو اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جس سے بڑھ کر طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا تو اس پر مجھے تعجب ہوا۔
انہوں نے کہا: تو تعجب کر رہا ہے کہ یہ کون ہے؟
میں نے کہا: قسم بخدا! اس سے طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔
تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم نے ایک پنڈلی یا ایک بازو پایا ہے ہم نے اسی ذراع کے ساتھ اس کی پیمائش کی تو ہم نے اسے سولہ (16) ذراع پایا ہے۔

(درمنثور: ج:3، ص:307، مطبوعہ کراچی)

پہلے زمانہ میں چار سو سال تک کوئی جنازہ سنائی نہ دیتا تھا

پہلے زمانہ میں چار سو سال گزر جاتے تھے مگر کسی ایک جنازے کے متعلق بھی سنائی نہ دیتا تھا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911 ھ لکھتے ہیں:
حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
پہلے زمانے میں چار سو سال گزر جاتے تھے اور کسی ایک جنازے کے بارے میں بھی نہیں سنائی دیتا تھا۔
(درمنثور: ج:3، ص:307، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد خود کو طاقت ور سمجھتی تھی

قوم عاد کہتی تھی کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571 ھ لکھتے ہیں:
اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27، ص:149 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم عاد اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے تھے

قوم عاد اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے تھے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571 ھ لکھتے ہیں:
حضرت ھود علیہ السلام کی قوم عاد تھی یہ لوگ بت پرست تھے انہوں نے بھی ود، سواع، یغوث اور نسر کی طرح بت بنالیے تھے ان کے ایک بت کا نام الخلو دتھا اور ایک بت کا نام صمود تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27، ص:148 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو بت پرستی سے روکنے اور بہت سارے کبیرہ گناہوں سے روکنے کے لئے حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (الاعراف:65)
اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (ھود:50)
اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (المومنون:32)
پس ہم نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا حضرت ھود علیہ السلام کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جس کا نا الخلو دتھا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27، ص:148 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عاد بت پرست تھے وہ انہی کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے کئی بت بنا رکھے تھے مثلاً وداع، سواع، یغوث اور نسر انہوں نے ایک بت بنایا اسے صمود کہا جاتا تھا اور ایک بت کو ھتار کہا جاتا تھا ایسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت ھود علیہ السلام جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اسے خلود کہا جاتا تھا۔

(درمنثور: ج:3، ص:306، مطبوعہ کراچی)

تفسیر نعیمی میں ہے:

اور بھیجا ہم نے ھود علیہ السلام کو ان کی قوم عاد کی طرف جو ان کے قومی بھائی لگتے تھے علاقہ یمن میں یہ قوم آباد تھی عربی النسل تھے چوتھے دادا عاد سے اس قبیلے کا نام خیلا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:158 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف اس وجہ سے بھیجا تا کہ حضرت ھود علیہ السلام ان کو بتوں کی عبادت سے منع کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم فرمائیں تو حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی تبلیغ کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا مگر افسوس قوم اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹی رہی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی وجہ سے ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

کیا حضرت ھود علیہ السلام قوم عاد کے بھائی تھے؟

قرآن مجید میں جس طرح فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔ یہاں بھائی سے مراد ان کے قبیلہ کے ایک فرد تھے آپ علیہ السلام کا قبیلہ عرب کا قبیلہ تھا اور وہ لوگ یمن کی جانب رہتے تھے۔ حضرت ھود علیہ السلام ان کے دینی بھائی نہ تھے اور نہ ہی آپ علیہ السلام ان کے نسبی بھائی تھے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: حضرت ھود علیہ السلام عاد کے قبیلہ کے ایک فرد تھے اور ان کو نبی بنایا گیا حضرت صالح علیہ السلام ثمود کے قبیلہ کے ایک فرد تھے اور ان کو نبی بنایا گیا تو (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے قبیلہ کے ایک فرد ہیں اور ان کو نبی بنایا گیا ہے تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے اور یہ کون سی نئی بات ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:362 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ علیہ السلام ان کے دینی بھائی نہیں تھے بلکہ ان کے نسبی بھائی چونکہ حضرت

د علیہ السلام ان میں سے تھے اس لیے آپ علیہ السلام کو ان کا بھائی کہا گیا۔

(درمنثور: ج:3، ص:305، مطبوعہ کراچی)

کیا امتی نبی کو اپنا بھائی کہہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کا مالک اور انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی ہیں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کچھ فرمائے وہ اس کو زیبا ہے مگر امتی کے لئے جائز نہیں کہ وہ نبی کو اپنا بھائی کہے۔ جن گمراہ بددین لوگوں نے نبی کو اپنا بھائی کہا ان میں سے شیخ اسماعیل دہلوی بھی ہیں۔

چنانچہ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی 242ھ لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ

امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو سو ان کے اصحاب کہنے لگے! اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں۔

سو فرمایا:

بندگی اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

شیخ اسماعیل دہلوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کا عنوان قائم کر کے اس حدیث کا فائدہ لکھتے ہیں کہ یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی۔

(تقویۃ الایمان کلاں: ص: 41، 42 مطبوعہ مطبع علیمی لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی کے ایک وکیل شیخ سرفراز احمد صفدر نے اس حدیث مبارکہ کے علاوہ قرآن مجید کی آیات سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے پر استدلال کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا الایة وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا الایة

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا الایة وَاِخْوَانُ لُوْطٍ الایة

قرآن کریم میں صریح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں کون مسلمان اپنی اپنی قوم کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخوت سے انکار کر سکتا ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت بہ ایثار خود اور بہ فرمان الٰہی ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن اور حدیث کا انکار ہے۔ (عبارت اکابر: ص: 69 مطبوعہ گوجرانوالہ)

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کا مالک اور مولی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اس کے مقدس نبی اور ر
ہیں وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کچھ فرمادے وہ اس کو زیب دیتا ہے اس کی مرضی ہے وہ جس انداز اور طریقے سے بلا
مگر امتی کو یہ روا نہیں کہ وہ نبی کو اپنا بھائی کہے۔ بہت ساری مثالیں ایسی ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس انبیاء کر
علیہم السلام کو فرمایا ہے اگر ہم اس طرح کہیں تو کافر ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰیo (طٰهٰ:121)

اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بے راہ ہوئے۔

علامہ ابن الحاج مالکی متوفی 737ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اثناء تلاوت یا قرأت حدیث کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ انہوں نے معصیت کی و
کافر ہو گیا۔ (المدخل: ج:2 ص:14 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اسی طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تواضع اور انکسار سے اپنے متعلق جو کلمات فرمائیں اس سے یہ جواز نہیں نکلتا ک
امتی بھی ان کے متعلق وہ کلمات کہنے کی جرأت کرے۔

دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا (الاعراف:23)

دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ (القصص:16)

(موسیٰ نے) کہا اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَo (الانبیاء:87)

تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو سبحان ہے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

اب کیا ان آیات کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام ظالم تھے حاشا للہ
نہیں ہے بلکہ یہ ان کی عاجزی اور انکساری تھی۔

نیز حدیث مبارکہ میں ہے۔

جب لوگ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ آج
تعالیٰ اس قدر غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی اتنے غضب میں ہوگا اس نے مجھے ایک د

...انے سے منع کیا تھا میں نے اس کی معصیت کی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4712)

اب کیا اس حدیث مبارکہ کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے معصیت کی تھی؟ اور یہ کہ ان نبیوں کا ظالم ...عاصی ہونا قرآن مجید اور حدیث مبارکہ سے ثابت ہے اور ان کے ظالم ہونے کا انکار کرنا قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے ...اذ باللہ۔

ہم اس قسم کے استدلال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کبریائی سے حضرت ھود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی انبیاء ...رام علیہم السلام کو بھائی کہیں یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً خود کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھائی فرمایا یہ اس کو ...تلزم نہیں ہے کہ ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی ہیں استدلال اس وقت صحیح ہوتا ...ے جب شیخ دہلوی یا ان کے وکیل شیخ سرفراز احمد صاحب یہ ثابت کرتے کہ قرآن مجید کی فلاں آیت کریمہ یا فلاں صحیح حدیث ...رکہ میں تصریح ہے کہ فلاں صالح امتی نے اپنے نبی کو بھائی کہا ہے اور یہ چیز ہرگز ثابت نہیں ہے لہٰذا امتی کے لئے اپنے نبی کو ...ی کہنا بھی ثابت نہیں ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی نے اس سیاق میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم ...ئے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کی جائے نہ صرف یہ کہ صراحتاً ...ہے بلکہ بارگاہ نبوت میں اہانت کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق یہ حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (الحجرات: 1)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلام کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوبات نہ کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان سے بتائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ قربانی

(النکت والعیون: ج: 5، ص 325 تا 326 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کردی تو ان کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم اور یہ آیت نازل ہوئی۔

(درمنثور، ج:7، ص:547 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ظاہر ہے کہ اگر بڑے بھائی سے پہلے قربانی کردی تو اس قربانی کا مقبول ہونا لازم نہیں آتا لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کردی تو وہ قربانی عبث اور رائیگاں ہوگئی۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٥ (الحجرات:2)
اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی اونچی آواز نہ کرنا اور نہ اس کے سامنے اس طرح بلند آواز سے باتیں کرنا جس طرح تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز سے باتیں کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔
حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
ان کو ان کی قوم کا عامل بنا دیجئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو عامل نہ بنائیں۔ پھر ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث کی حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔
تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو؟
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو۔
اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو اپنے نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی حتیٰ کہ ان سے پوچھا جاتا کہ آپ نے کیا کہا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث:7302)

کیا بڑے بھائی کی آواز پر آواز اونچی ہونے سے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور ایمان جاتا رہتا ہے ذرا سوچئے؟
ان تو اس وقت اکارت ہوگا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بولا جائے۔
☆ بڑے بھائی کو مکان کے باہر سے آواز دے کر بلانا ممنوع نہیں ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان کے باہر سے
آواز دے کر بلانا ممنوع ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات:4)
بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔
اس کا شان نزول یہ ہے کہ
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میری تعریف کرنا نیک عمل اور میری مذمت کرنا برا عمل ہے۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ صرف اللہ عزوجل کی شان ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3267)۔
علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ نے یہ شان نزول لکھے ہیں۔
1- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حجرہ کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کی! یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم) میری تعریف کرنا نیک عمل ہے اور میری مذمت کرنا برا عمل ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر آئے اور ارشاد فرمایا:
تم پر افسوس ہے یہ تو صرف اللہ سبحانہ کی شان ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
2- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا تھا کہ
اس شخص کے پاس چلو اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ان کی اتباع کر کے ہم لوگوں میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہوں گے اور اگر
فرشتے ہیں تو ہم ان کے پیروں کے سائے میں زندہ رہیں گے پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نداء کی۔
یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

3-ایک قول یہ ہے کہ
وہ بنوتمیم کا وفد تھا۔
مقاتل نے کہا: وہ نوافراد تھے۔ان کے متعلق فرمایا! ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ
انسان ہونے کی وجہ سے ان میں عقل تو تھی پھر ان کو بے عقل کیوں فرمایا؟
ابن الحجر نے کہا: اس کا معنیٰ ہے وہ بے علم ہیں اور علم کو عقل سے تعبیر کیا کیونکہ علم عقل کا ثمرہ ہے اور اس کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ ان کا یہ فعل عقل والوں کے فعل کے خلاف تھا۔ (النکت والعیون: ج:5، ص 327 تا 328 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

☆ بڑے بھائی کے بلانے پر جانا فرض اور واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے اور شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نہ جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام لوگوں کی طرح نہ بلایا جائے ورنہ سخت وعید سنائی گئی ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (النور:63)

رسول کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان کو مصیبت پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔
امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:
اس آیت کا معنیٰ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعظیم سے خطاب کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ادب کو ملحوظ رکھو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تعظیم اور توقیر کو لازم رکھو۔ دارین کی سعادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کرنے میں ہے اور دونوں جہانوں کی بدبختی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے کی سب سے کم اور ہلکی سزا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور اس کے دل سے فلاح دارین کے حصول کی خواہش ساقط ہو جاتی ہے۔ (لطائف الاشارات: ج:2، ص:376 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
امام ابوالحسن بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
تم اس سے بچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر تمہارے خلاف دعا کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نار

دعا تمہارے لیے مصائب کے نزول کا موجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ضرر کسی دوسرے کی بد دعا کی طرح
نہیں ہے۔

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہو مثلاً یا محمد یا ابن عبد اللہ نہ کہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیم اور تکریم سے بلاؤ اور نرمی اور تواضع کے ساتھ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہو۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:433 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 19912)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر تاخیر سے جانے سے منع فرمایا ہے جیسے ایک دوسرے کے بلانے پر دیر سے چلے جاتے ہیں۔ (النکت والعیون: ج:4، ص:128 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنے بلانے پر قیاس نہ کرو۔

(الکشاف: ج:3، ص:265 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: مبرد اور قفال کا مختار یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کے حکم کو ایسا نہ قرار دو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض لازم ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا۔

سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:425 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔

نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔

بلکہ یوں کہو۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توقیر و عزت کے ساتھ۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا یا نام لینا ایسانہ بناؤ جیسا کہ بعض بعض کو نام سے پکارتے ہیں جس طرح کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یا ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو طرح کہ

یا نبی اللہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول۔ (تفسیر روح البیان: ج:6،ص:240 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پکارو۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نرمی اور عاجزی کے ساتھ "یا محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کہا کرو۔

(تفسیر طبری: ج:19،ص:229 موسع مجمع الملک المصحف اشرف شاملہ مکہ)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور "یا نبی اللہ" "یارسول اللہ" یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو۔

(تفسیر سمرقندی: ج:3،ص:232 مکتبہ شاملہ)

تفسیر اللباب لابن عادل میں ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور کثیر جماعت نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتے ہوئے

"یا محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توقیر کے ساتھ پکارتے ہوئے

یارسول اللہ، یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو۔ (تفسیر اللباب لابن عادل: ج:12،ص:153 مکتبہ شاملہ)

علامہ ابوبکر احمد رازی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزی اور تعظیم کے ساتھ "یا نبی اللہ، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)" کہہ کر پکارو اور

صلی اللہ علیہ وسلم)'' نہ کہو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ (احکام القرآن: ج:3، ص:490 قدیمی کتب خانہ کراچی)

شیخ ابو محمد تریدی متوفی 333ھ فرماتے ہیں:

جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارو تو تمہارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام کے ساتھ پکارتے ہو ہاں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نام سے پکارو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح خاص ہو کہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہ نام تمہارے درمیان خاص ہے اور تمہاری مثل بھی نہیں۔

جس طرح کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (تاویلات اہل سنت: ج:3، ص:486 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ حسین بن مسعود فراء بغوی 516ھ فرماتے ہیں:

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتے ہوئے

یامحمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

یاعبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو اور عاجزی اور نرمی سے

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہا کرو۔ (تفسیر بغوی: ج:3، ص:359 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی 538ھ فرماتے ہیں:

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لینے اور پکارنے کو اسی طرح نہ بنالو جس طرح تم ایک دوسرے کو اپنے والدین کے رکھے ہوئے ناموں سے پکارتے ہو اور

یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر نہ پکارو لیکن تعظیم وتوقیر آہستہ آواز اور عاجزی کے ساتھ

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر پکارا کرو۔ (کشاف: ج:3، ص:260 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی 760ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اس طرح نہ بنالو جس طرح تم ایک دوسرے کو ا
والدین کے رکھے ہوئے نام سے بلاتے ہو اور
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو لیکن تعظیم وتوقیر کے ساتھ اور نرم آواز کے ساتھ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر مدارک التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو بلکہ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر کبیر: ج:2، ص:425 مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی 671ھ فرماتے ہیں:
(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) نرمی اور آہستگی کے ساتھ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر پکارو اور ترش روئی کے ساتھ
''یا محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم
نہ کہا کرو۔ (قرطبی: ج:12، ص:294 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ جلال الدین محلی متوفی 863ھ فرماتے ہیں:
تمہارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان کا نام لینا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کو
''یا محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہتے رہو بلکہ عاجزی اور نرمی اور نرم لہجے میں
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (جلال الدین مع حاشیۃ الجمل: ج:5، ص:323 قدیمی کتب خانہ کراچی)
علامہ علاؤ الدین علی بن محمد الخازن متوفی 741ھ فرماتے ہیں:
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
نبی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور عظمت بیان کرتے ہوئے نرمی اور عاجزی کے ساتھ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر خازن: ج:3، ص:365 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)
علامہ شیخ سلمان متوفی 1204ھ فرماتے ہیں:
تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہوئے
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اور کنیت کے ساتھ پکارتے ہوئے
یا اباالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو بلکہ تعظیم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہتے ہوئے نداء کرو اور مخاطب کرو۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین: ج:5، ص:323 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ فرماتے ہیں:
ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی کہ
اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی اور عاجزی کے ساتھ
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہہ کر پکارا کرو اور ترش روئی کے ساتھ
یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم

نہ کہا کرو۔

(درمنثور: ج:6،ص:211 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ لاہور)

علامہ شیخ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ

تمہارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اوران کا نام لینا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو۔ جس طرح کہ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور بلند آواز سے دور سے آواز یا باہر ہی سے آواز بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عظیم لقب سے جس طرح کہ

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے

یا ایھا النبی

یا ایھا الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا۔ (تفسیر روح البیان: ج:9،ص:181 مطبوعہ مکتبہ شاملہ مکہ مکرمہ)

علامہ احمد بن صاوی متوفی 1241ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوسرے کی طرح نہ پکارو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام اقدس سے پکارتے ہوئے

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت سے پکارتے ہوئے

یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

مت کہا کرو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہونا یا پکارنا ہو تو تعظیم و توقیر سے پکارو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا امام المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم)

وغیرہ پکارو! اس آیت کریمہ سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوا کہ وہ الفاظ جن میں تعظیم نہ ہو ان کے ساتھ نبی کو پکارنا جائز نہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کو ہلکا جاناوہ کافر ہےاور دنیاو آخرت میں ملعون ہوگا۔

(تفسیر صاوی: ج:4،ص:1421 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ فرماتے ہیں:

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام میں سبقت نہ کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے خطاب سے نہ پکارو۔

اور جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عظیم الفاظ سے پکارو جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا واجب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر پکارو اور یہ اسی آیت کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ

رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارنا ہے۔ (الشفاء بحریف حقوق المصطفیٰ: ج:2،ص: 40 مطبوعہ وحید کتب خانہ پشاور)

ملاعلی قاری متوفی 1014ھ فرماتے ہیں:

اور جس طرح تم ایک دوسرے کو اپنے والدین کے رکھے ہوئے ناموں سے پکارتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے نہ پکارو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی تعظیم وتوقیر کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عظیم الفاظ سے پکارو جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا جانا محبوب ہے یعنی جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا جانا اچھا لگتا (یعنی) نبوت ورسالت کے اوصاف کے ساتھ جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یاخلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر پکارا کرو اور یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور بعد از وصال بھی ہے۔

(شرح الشفاء: ج:3،ص:386 مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتانی)

علامہ فضل رسول بدایونی متوفی 1289ھ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ظاہر و باطن ہر حالت میں واجب ہے۔
اللہ عزوجل نے فرمایا:
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ان کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارتے ہوئے لہٰذا
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو بلکہ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے۔ (المعتقد والمنتقد: ص:139 تا 140 مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی)
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا ہو تو کافر ہے۔
عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ
جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا شفیع المذنبین (صلی اللہ علیہ وسلم)
عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے شعراء جو اشعار میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے (میں کہتا ہوں شعراء یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ بھی لکھ سکتے ہیں یا یوں لکھیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)
اسی طرح جو کہتے ہیں کہ
واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
یہ تیرا انتہائی نازک کلمہ ہے جیسے اے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے تیرے قربان اے ماں تو کہاں ہے اے اللہ عزوجل تو ہم پر رحم فرما اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔
1-قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (نور:63)

رسول کو پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(الحجرات: پارہ:26، آیت:2)

اور ان کے خصوصیات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔

نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔

بلکہ یوں کہو۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

توقیر وعزت کے ساتھ۔

تفسیر روح البیان زیر آیت **لَا تَجْعَلُوْا** ہے۔

معنیٰ یہ ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض بعض کو نام سے پکارتے ہیں جس طرح کہ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور یا ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ

لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جس طرح کہ

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یاایها النبی

یاایها الرسول۔ (تفسیر روح البیان: ج:6، ص:240 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین سے معلوم ہوا کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے، نداء میں کلام میں ہر ادا میں دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔
ماں کو والدہ صاحبہ
باپ کو والد صاحب
(ان) جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔
اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی
یا
باپ کو ماں کا شوہر کہے
یا
اس کا نام لے کر پکارے
یا
اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگر چہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب اور گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو خلیفۃ الاعظم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں، بہن، بیوی، ماں، بیٹی، سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جدا گانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے۔
ایسے ہی جو نبی علیہ السلام کو امتی یا امتی کو نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے۔
دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا ان کے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کر دی۔
دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ، معاذ اللہ
2- رب تعالیٰ جس کو خاص درجہ عطا فرمائے اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ
اس کا مطلب تو یہ ہے کہ
تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب عزوجل کی طرف سے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ وغیرہ کہنا جرم ہے۔
3- خود پروردگار عزوجل نے قرآن مجید میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا

اخا مومنین

کہہ کر نہ پکارا بلکہ

یایھا النبی

یایھا الرسول

یایھا المزمل

یایھا المدثر

وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب عزوجل ہے تو ہم غلام کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔
(...عید الحق فی تخریج جاء الحق:ص:394 مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

قرآن مجید واحادیث مبارکہ کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نہ پکارا جائے بلکہ ...بی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہے جن احادیث ...ارکہ میں لفظ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے۔

ان کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں حاضر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے جس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ام الکتاب میر ...ازیں) فرض کی ہیں تو ہر نیکی دس گنی ہے لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچ نمازیں ...ض) ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: ج:2، ص:1121 مطبوعہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

میں اپنے رب عزوجل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مسلسل آتا جاتا رہا۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

(صحیح مسلم: ج:1، ص:91 مطبوعہ کراچی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔
اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔
(جامع ترمذی: ص: 466 مطبوعہ کراچی)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے (خواب میں) اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا۔
میرے رب عزوجل نے فرمایا:
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میں حاضر ہوں۔
(جامع ترمذی: ص: 466 مطبوعہ کراچی)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔
ایک رات کو یعنی خواب میں میرے پاس میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں آئے۔
اور ارشاد فرمایا:
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔
(مسند احمد: ج: 1، ص: 368 مطبوعہ بیروت)
عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ
آج رات میرے پاس میرا رب عزوجل بہترین صورت میں آیا۔
اور ارشاد فرمایا:
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!
(مسند احمد: ج: 4، ص: 66 مطبوعہ بیروت)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

پھر کہا جائے گا۔
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے کہیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنی جائے گی اور مانگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔
(صحیح البخاری: ج:2، ص: 11181 مطبوعہ کراچی)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے۔
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
(صحیح مسلم: ج:2، ص: 419 مطبوعہ کراچی)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔
(صحیح مسلم: ج:1، ص: 27 مطبوعہ کراچی)
عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا ان سے ایک شخص نے کہا: جو تمہیں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو۔
انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!
(الادب المفرد: ص: 250 مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)
ان احادیث مبارکہ سے یہ استدلال نہ کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے وقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے جس طرح کہ بعض جاہل لوگوں نے دلیل بنائی ہوئی ہے بلکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

اعتراض

شمائل ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

کان بشر من البشر

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال ہے۔

دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بشر کہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا؟

جواب

بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے احکام ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عام گفتگو میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے اسی طرح حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دریافت کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں اور میری اولاد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال ہوگی نہیں ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا۔

ھذ اختی

یہ میری بہن (دینی) ہے۔

حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی بیوی تھیں اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت رضی اللہ عنہا اب آپ علیہ السلام کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔ ہم ان حضرات کو عام محاورہ دکھاتے ہیں سب کو معلوم ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زوج مقدس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی کی اولاد مگر یہ حضرات کی حدیث روایت کرتے ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج مقدس فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ سید نہیں فرماتے ہیں کہ ہمارے بھتیجے یا بھائی نے یہ فرمایا سب سب یہ ہی فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو جو رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہہ رہے تو ہم کمینوں، بدکار، خطاکار، گناہ گار غلاموں کا کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ (المجادلہ: پارہ:28، سورہ:58، آیت:12)

یعنی اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی عمل کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کئے پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا پتا لگ گیا کہ نماز میں رب عزوجل سے ہم کلام ہو تو صرف وضو کرو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کرنا چاہو تو پہلے صدقہ کرو پھر دیکھو جب یہ بات صاف واضح ہے تو بھائی بھائی کہنا کہاں جائز ہوا یا کہاں سے بھائی کہہ کر پکارنا درست ہوا۔ لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا حرام ہے اور اہانت کی نیت ہو تو کافر ہو جائے گا۔

اض

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا:

واکراموا اخاکم

تم اپنے بھائی کا اکرام کرو (ہمارا)

جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی ہیں مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے بھائی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ (پارہ:8، سورہ:7)؟؟

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم امتیوں کے بھائی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا۔ اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی کیسے ملی۔ ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حضرت شعیب وصالح وھود علیہم السلام مدین اور محمود اور عاد قوموں میں سے تھے کسی اور قوم کے نہ تھے یہ بتانے کے لئے

[illegible]

سے پکارنا حرام اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھائی کہنا حرام ہے۔

اعتراض

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (پارہ:26، سورہ:49، آیت:10)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مومن ہیں اور مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ بھائی کہا جائے۔

جواب

پھر تو آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ (پارہ:28، سورہ:59، آیت:23)

اور ہر مومن آپس میں بھائی ہیں لہٰذا خدا عزوجل بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ نیز بھائی کی بیوی بھابھی ہوتی ہے اس سے نکاح حلال اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی جناب عالی ہم تو مومن ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عین ایمان ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

فالصدق فی الغار والصدیق لم یریا

ترجمہ: یعنی غار ثور میں صدیق بھی تھا صدیق بھی تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اور عام مومنین کہ حقیقت میں ہم اور طرح کے مومن ہیں لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کو بھائی کہنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت ہو تو کفر ہے۔

☆ بڑے بھائی کے بلانے پر جانا فرض اور واجب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (الانفال:24)

ے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے
لیے حیات آفرین ہو۔
حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
یں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پس میں حاضر نہیں ہوا (جب میں نے نماز پڑھ لی) تو میں نے
یا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔
امام ابو داؤد اور امام نسائی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ
یں نماز پڑھ کر حاضر ہوا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
یرے بلانے پر تم کیوں نہیں آئے تھے؟
یں نے عرض کیا:
یں نماز پڑھ رہا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5066، سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 1445، سنن النسائی: رقم الحدیث: 912)
یک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابی!
حضرت ابی (رضی اللہ عنہ) نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں ہوئے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔
عرض کیا۔
السلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وعلیک السلام! اے ابی (رضی اللہ عنہ)! جب میں نے تمہیں بلایا تو کس چیز نے تمہیں حاضر ہونے سے روکا تھا؟
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نماز پڑھ رہا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کیا تم نے اس میں یہ آیت نہیں پڑھی اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ
میں نے عرض کیا:
کیوں نہیں! اور میں انشاء اللہ دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2884)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
اس آیت کریمہ سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو نماز میں بھی بلائیں تو اس پر حاضر ہونا واجب ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔

(روح المعانی: جز:9، ص: 191 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کی جائے نہ صرف یہ کہ صراحتاً غلط ہے بلکہ بارگاہ نبوت میں اہانت ہے۔
شیخ احمد سہارنپوری متوفی 1346ھ لکھتے ہیں:
جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا افضل البشر اور تمام مخلوقات سے اشرف اور جمیع پیغمبروں کا سردار اور سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے جس میں ادنیٰ سا مسلمان بھی تردد نہیں کرسکتا۔

(عقائد علماء دیوبند: ص:28 مطبوعہ مطبع سعید کراچی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہر حال میں فرض وواجب ہے۔
ہم امتی ہیں اور وہ نبی اور رسول ہیں۔ امتی کو یہ روا نہیں کہ وہ یہ کہے ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کی جائے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے زمانہ میں یا ظاہری پردہ فرما جانے کے زمانہ میں ہر حال میں تعظیم وتوقیر کی ہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر چیز کی تعظیم وتوقیر کی ہے۔ جس کے دلائل حسب

یل ہیں۔
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی میری نگاہ میں بزرگ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلال کی وجہ سے میں نگاہ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے یہ سوال کیا جاتا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 314)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین اور انصار کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے پس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3688)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے اس کو برسوں ٹالتا رہا۔ (الشفاء: ج:2، ص:34 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے دیکھا کہ حجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ رہا تھا اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لیا ہوا تھا جب بھی کوئی بال گرتا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں ضرور ہوتا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5929)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اس طرح بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3855)

ایک اور روایت میں ہے:

قضیہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں مشرکین کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔

تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا۔

تم کعبہ کا طواف کرلو۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف نہ کرلیں۔

(دلائل النبوۃ: ج:4، ص:135)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مطلقاً ریشم کو حرام کہتے ہیں۔

تو انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔ انہوں نے ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ نکالا جس میں ریشم کے پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کے سامنے اور پیچھے کے چاک پر یا آستینوں پر ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب وہ فوت ہوگئیں تو میں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے۔ ہم بیماروں کے لئے اس کو دھوتے ہیں اور اس (کے دھوون) سے ان کے لئے شفاء طلب کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2069)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ کو دھو کر اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے تھے اور ان کے بدنوں پر ملتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفاء عطا فرماتا تھا۔ (نسیم الریاض: ج:3، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی 544ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ابو القاسم بن میمون سے روایت ہے کہ
ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی ڈالتے تھے اس سے شفاء حاصل کرتے تھے۔(الشفاء:ج:1،ص:246 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:
بیمار اس پیالہ میں پانی ڈال کر پیتے تھے اور شفاء طلب کرتے تھے اور اس کو پینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی سے ان کو شفاء حاصل ہوتی تھی۔(نسیم الریاض:ج:3،ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے روایت ہے کہ
میرے گھر والوں نے ایک برتن میں پانی ڈال کر مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔اسرائیل نے تین ں کو ملایا یعنی وہ چاند سے ملمع کی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی تین انگلی جتنی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ں میں سے کچھ بال تھے جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اس کو اور کوئی بیماری ہوجاتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیج دیتا نے گھنٹی کی شکل کی ایک ڈبیا دیکھی اس میں سرخ رنگ کے بال تھے۔

(صحیح البخاری:رقم الحدیث:5896)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ
جو شخص بیمار ہوجاتا وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن بھیجتا وہ اس برتن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارک بالوں کو رکھتیں پھر اس برتن میں پانی ڈالتیں اور ان کا دھوون اس بیمار کو پلاتیں یا وہ آدمی شفاء طلب کرنے کے لئے ں سے غسل کرتا اور اس کو اس پانی کی برکت حاصل ہوتی۔(فتح الباری:ج:10،ص:353 مطبوعہ لاہور)

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا:ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عمرہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بال منڈوائے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لینے کی طرف جھپٹے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی ں کی طرف سبقت کی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لے کر ان کو اپنی ٹوپی میں رکھ لیا اور میں نے ان بالوں کو اپنی کے اگلے حصہ میں رکھا اس کے بعد جس جنگ میں بھی گیا مجھے فتح حاصل ہوئی۔

(مسند ابو یعلیٰ:رقم الحدیث:7183)

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی۔
حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:اس ٹوپی کو ڈھونڈو،لوگوں کو وہ ٹوپی نہیں ملی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پھر کہا:
اس ٹوپی کو تلاش کرو تو لوگوں کو وہ ٹوپی مل گئی وہ ایک پرانی ٹوپی تھی۔
حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور اپنا سر منڈوایا۔ مسلمان آپ کے بالوں کی طرف جھپٹے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بالوں کی طرف سبقت کی اور ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں رکھ لیا پھر میں جس جنگ میں بھی گیا یہ ٹوپی میرے ساتھ رہی اور مجھے فتح عطا کی گئی۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3864)

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ
میں نے عبیدہ سے کہا۔
ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے ملا تھا۔
ابن سیرین نے فرمایا:
اگر میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

(صحیح بخاری: ج: 1 ص: 29 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لیے۔
علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال اس کی پاکیزگی اور نظافت کی وجہ سے بطور تبرک اپنی ٹوپی میں رکھا ہوا تھا وہ جہاد میں اس ٹوپی کو پہن کر جاتے اور اس کی برکت سے مدد طلب کرتے تھے جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو انہوں نے اس کو بہت شدید سمجھا۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر حیرت ہوئی۔
تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس کو ناپسند کیا یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں پڑ جائے حالانکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:3،ص:37 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے برتن لے کر آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔ بسا اوقات سرد صبح میں یہ واقع ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ان میں ڈبو دیتے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:5922)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگواتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:6،ص:124 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا آپ نے ابواسید کو پیغام دینے کا حکم دیا حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے اس کو پیغام دیا وہ عورت آ کر بنو ساعدہ کے قلعوں میں ٹھہری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے جب آپ اس کے پاس گئے تو وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کی تو وہ عورت کہنے لگی میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتی ہوں۔

آپ نے فرمایا:

تم نے اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔

لوگوں نے اس سے کہا۔

کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟

اس نے کہا: نہیں۔

لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور تمہیں نکاح کا پیغام دینے تمہارے پاس آئے تھے۔

اس نے کہا: تب تو میں بہت بدنصیب ہوں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت تشریف لے آئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بنو ساعدہ کے چبوترہ میں بیٹھ گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے کہا۔

مجھے پلاؤ! پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ پیالہ نکالا پھر میں نے ان کو اس میں پلایا۔
ابو حازم نے کہا: سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں سے پی لیا پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے وہ پیالہ مانگ لیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ ان کو دے دیا۔

ابو بکر بن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ

اے سہل (رضی اللہ عنہ) ہم کو پلاؤ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5119)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہو اور جس کپڑے کو پہنا ہو یا جس برتن سے کچھ پیا ہو یا اس قسم کی اور کوئی چیز ہو اس پر سب کا اجماع ہے اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا اور روضہ کریمہ اور جس غار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے۔ اس غار میں داخل ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کے حصول کی انواع ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تقسیم کے لئے بال عطا فرمانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کے لئے اپنا تہبند عطا فرمانا تاکہ اس میں ان کو کفن دیا جائے اور دو قبروں پر درخت کی دو شاخیں رکھنا اور حضرت بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہاتھ میں لے کر اسے اپنے بدن پر ملنا اور اس قسم کی دوسری چیزیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں ان سب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ (شرح مسلم: ج:2، ص:169 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر سوئے ہوئے ہیں وہ آئیں درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آ رہا تھا اور چمڑے کے بستر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ گئے۔

اور ارشاد فرمایا:

اے ام سلیم رضی اللہ عنہا! تم کیا کر رہی ہو؟

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس میں اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری امید درست ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5936)
قاضی عیاض ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:
وفات کے بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور تعظیم لازم ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں لازم تھی اور اس کا موقع وہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا ذکر کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا سماع کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور عترت کے ساتھ کوئی معاملہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعظیم کی جائے۔
ابو ابراہیم تجیبی نے کہا: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ خضوع اور خشوع کی حالت میں ہو اور اس کی حرکات وسکنات وقار ظاہر ہو اور اس پر اسی طرح ہیبت طاری ہو جیسے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مؤدب کھڑا ہے۔
امیر المومنین ابوجعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مناظرہ کیا۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا۔
امیر المومنین! آپ اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ تم نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح بلند آواز سے بولو جس طرح تم آپس میں بلند آواز سے بولتے ہو۔
(ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔
اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مذمت کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں سے باہر پکار کر بلاتی تھی اور ان کو بے عقل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اب بھی اسی طرح ہے جس طرح زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام تھا۔
خلیفہ ابوجعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو تسلیم کر لیا اور پوچھا۔
جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہو کر دعا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ یا قبلہ کی طرف منہ کروں؟
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رخ کیوں پھیرتے ہیں حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منہ کیجئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں شفاعت قبول فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو وہ آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول (بھی) ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ اسی وقت جھک جاتے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔
تو انہوں نے کہا: محمد بن المنکد رسید القراء تھے ہم جب ان سے کسی حدیث مبارکہ کے متعلق پوچھتے تو ان پر اس قدر گریہ طاری ہوتا کہ ہم ان کے لئے رحم کی دعا کرتے اور میں نے حضرت جعفر بن صادق رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ بہت ہنس مکھ اور پر مزاح شخص تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا اور میں نے ان کو کبھی بغیر وضو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کے رنگ کی طرف دیکھا جاتا لگتا تھا کہ ان کا خون نچوڑ لیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے ان کی زبان خشک ہوگئی ہے اور عامر بن عبداللہ بن زبیر کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ختم ہو جاتے اور زہری بہت خوش مزاج اور ملنسار شخص تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو لگتا تھا کہ وہ اپنے مخاطب کو بالکل نہیں پہچانتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں اس طرح مستغرق ہو جاتے کہ گرد و پیش سے بیگانہ اور بے خبر ہو جاتے۔ صفوان بن سلیم بہت بڑے عابد اور زبردست مجتہد تھے ان کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے اور ابن سیرین ہنستے رہتے تھے اور جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ذکر کی جاتی تو ان پر خشوع طاری ہو جاتا اور عبدالرحمان بن مہدی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پڑھتے تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے۔
لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:2)
اور اس کی یہ تاویل کرتے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بات کرتے وقت خاموش ہونا ضروری ہے اسی طرح اس وقت خاموش ہونا ضروری ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پڑھی جائے۔

ابراہیم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ
امام مالک بن انس، امام ابو حازم کی مجلس کے پاس سے گزرے وہ اس وقت حدیث مبارکہ بیان کر رہے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلے گئے۔
اور کہا: میرے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو سننا ناپسند کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ
ایک شخص نے ابن المسیب سے ایک حدیث مبارکہ پوچھی وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے وہ اٹھ کر بیٹھ گئے پھر حدیث مبارکہ بیان کی۔
اور کہا۔
میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں لیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ بیان کروں۔
ابو مصعب سے روایت ہے کہ
-امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ باوضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ بیان کرتے تھے۔
مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ
امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث مبارکہ بیان کرتے تو وضو کرتے تیار ہوتے عمدہ لباس پہنتے پھر حدیث مبارکہ بیان کرتے۔
ابن ابی اویس نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ راستہ میں یا کھڑے ہوئے یا جلدی کے وقت حدیث مبارکہ بیان کرنا ناپسند کرتے تھے۔
عبداللہ بن مبارک نے کہا: میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا وہ ہم کو حدیث مبارکہ بیان کر رہے تھے ان کو بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنک مارا۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ گیا لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ قطع نہیں کی۔ جب مجلس ختم ہوگئی تو لوگوں نے آپ کے چہرے کے تغیر کا سبب پوچھا۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
ہاں! مجھے سولہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا اور میں صبر کرتا رہا اور میرا صبر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کے احترام و تعظیم کی وجہ سے تھا۔
عبداللہ بن صالح نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لیث بغیر وضو کے حدیث مبارکہ نہیں لکھتے تھے۔
اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ
مستحب یہ ہے کہ بغیر وضو کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ نہ پڑھی جائیں اور اعمش جب بے وضو ہوتے حدیث مبارکہ بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو تیمم کرلیا کرتے تھے۔ (الشفاء: ج:2، ص35 تا39 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
سو جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی نصرت اور حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (الاعراف: 157)
اس آیت کریمہ میں دو چیزیں بتائی گئی ہیں ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس پر سیر حاصل بحث ہوگئی ہے اور

کچھ آئندہ ہوگی۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے اتباع قرآن پر مقدم فرمایا ہے یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو قرآن مجید کے عمل پر مقدم رکھتے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ (النساء:29)

اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ (البقرہ:195)

اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں سانپوں کے بل پر اپنا پیر رکھ دیا سانپ ڈنک مارتے رہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا پیر نہیں ہٹایا۔

محب طبری ابو جعفر احمد متوفی 694ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے غار ثور میں پہنچے۔

پھر عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ اس میں، میں داخل نہ ہو جاؤں اگر اس میں کوئی مضر چیز ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مجھے ضرور لاحق ہو۔ وہ غار میں گئے تو انہیں کوئی چیز نظر نہیں آئی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں لے گئے اور غار میں جگہ جگہ سوراخ تھے انہوں نے اپنی قمیص پھاڑ کر اس کی دھجیاں ان سوراخوں میں بھر دیں اور ایک سوراخ باقی رہ گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے انہوں نے باقی ماندہ سوراخ پر اپنا پیر رکھ دیا وہ سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ڈنک مار رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج:1 ص:106 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی 923ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے داخل ہوئے تا کہ کسی ناگہانی افتاد کو خود پر ڈال لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہیں۔ انہوں نے غار میں ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی داخل کر دی تا کہ اس میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے پھر سانپ ان کو ڈنک مارتا رہا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے اس سوراخ سے

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ڈنک مارا گیا اور انہوں نے بالکل حرکت نہیں کی لیکن آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! کیا ہوا؟

انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے ڈنک مارا گیا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی۔ (المواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 149 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

غار کی رات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے داخل ہونے دیجئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور غار کی دیواروں میں ہاتھ لگا کر دیکھتے رہے اور جہاں سوراخ دیکھتے اپنی قمیض پھاڑ کر اس سوراخ کو بند کر دیتے حتیٰ کہ ان کی پوری قمیض پھٹ گئی اور ایک سوراخ رہ گیا اس میں انہوں نے اپنی ایڑی رکھ دی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمائیں سانپ اور بچھو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ڈنک مارتے رہے اور انہوں نے بالکل جنبش نہیں کی مبادا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو جائیں لیکن ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور جب یہ آنسو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (مدارج النبوت: ج: 2، ص: 58 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا ماسوا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور آل ابو بکر کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کی جو امانتیں آپ کے پاس ہیں وہ ان کو ادا کر دیں اس کے بعد مدینہ منورہ آجائیں اور مکہ مکرمہ میں جس شخص کے پاس بھی کوئی اہم چیز ہوتی تھی وہ اس کو آپ کے پاس رکھوا دیتا تھا کیونکہ سب لوگ آپ کی صداقت اور امانت پر یقین رکھتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے پیچھے سے غار ثور کی طرف نکلے جو مکہ مکرمہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے وہ دونوں اس پہاڑ میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ وہ بغور سنیں کہ لوگ ان کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں

پھر شام کو آ کر ہمیں خبر دیں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دن میں بکریاں چرائیں اور شام کو ان کے پاس جائیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا شام کو ان کے پاس کھانا لے کر آتی تھیں۔

امام ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کو غار میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور غار کو ٹٹول کر دیکھا کہ اس میں کہیں سانپ یا بچھو تو نہیں ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اثر سے محفوظ رکھیں۔ (سیرت ابن ہشام: ج:2، ص:99 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 457ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن، عمر رضی اللہ عنہ کی تمام عمر سے افضل اور بہتر ہے کیا میں تمہیں ان کی ایک رات اور ایک دن کے متعلق بتاؤں؟

راوی نے کہا: ہاں!

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رات تو وہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے کبھی آگے چلتے کبھی دائیں چلتے کبھی بائیں چلتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! ایسا کیوں کر رہے ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف اس لیے چل رہا ہوں کہ اگر کوئی اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو تو اس کا پہلا نشانہ میں بنوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات چلتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں گھس گئے یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر دوڑنا شروع کیا حتیٰ کہ غار ثور کے دہانہ پر پہنچ گئے وہاں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا۔

اور عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوں گا تا کہ اگر اس میں کوئی مضر چیز ہے تو پہلے مجھے اس کا ضرر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں گئے اور کوئی مضر چیز نہیں پائی۔ غار میں بہت سوراخ تھے جن میں مختلف اقسام کے سانپ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان سوراخوں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائے۔ انہوں نے سوراخ میں اپنا

م رکھ دیا سانپ ان کے پیر پر ڈنک مارنے لگے اور ڈسنے لگے اور تکلیف کی شدت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رات ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:2،ص:477 مطبوعہ بیروت)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم غار میں ہیں اگر کسی نے اپنے قدموں کے نشان کو دیکھا تو وہ ہمارے قدموں کے نشانوں کو بھی دیکھ لے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تمہارا ان دونوں کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غار کی شب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے پہلے غار میں داخل ہونے دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم داخل ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہو کر اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تمہارا کپڑا (قمیض) کہاں ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! ابوبکر کو جنت میں میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ (المنتظم: ج:2،ص:176 مطبوعہ دارالفکر بیروت) (سبل الرشاد: ج:3،ص:240 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی تو سانپ ان کی ایڑی میں ڈنک مارنے لگے اور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! غم نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں نازل فرمایا۔ (الوفا: ج: 1،ص:238 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام ابو جعفر احمد المحب الطبری متوفی 694ھ لکھتے ہیں:

ابن سجان نے کتاب الموافقہ میں بیان کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو سوراخ بھی دیکھا اس میں اپنی انگلی داخل کر دی حتیٰ کہ ا بڑا سوراخ دیکھا اس میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی۔

پھر کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں آجایئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ تیار کر دی ہے۔ رات بھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ڈنک مارتے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی تکلیف سے رات گزاری۔

صبح کو انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! یہ کیا ہوا؟ ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سانپ کے ڈنک مارنے کا اثر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو خراب کرنا ناپسند کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان کے جسم کا سارا درد جاتا رہا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج: 1،ص:102 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات کی عظمت اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں پہنچے۔

تو انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوتا ہوں تاکہ اگر

مضر چیز ہو تو اس کا ضرر مجھے لاحق ہو نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو اس بہت سوراخ تھے۔ انہوں نے اپنی چادر پھاڑ کر وہ تمام سوراخ بھر دیئے دو سوراخ باقی رہ گئے تو انہوں نے ان پر اپنا پیر رکھ دیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک مارنے شروع کر دیئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے جنبش بھی نہیں کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں۔ ان کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کیا ہوا؟

انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ج: 1، ص: 104 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی 1044ھ لکھتے ہیں:

روایت کیا گیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر سے محفوظ رکھیں۔ انہوں نے ایک سوراخ دیکھا تو اس میں اپنی ایڑی رکھ دی تا کہ اس میں سے کوئی سانپ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچائے پھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

ایک روایت میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا جب سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈنک مارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟

انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ لعاب دہن لگا دیا اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی۔ (انسان العیون: ج: 2، ص: 205 مطبوعہ مصر)

عبد الملک ابن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لانے کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر دن میں قریش کی باتیں سنتے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کرتے تھے اور شام کو آکر ان کی خبر پہنچاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر کے جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اس جگہ بکریوں کو لے جاتے اور بکریوں کے چلنے کی وجہ سے عبداللہ بن ابی بکر کے غار کے پاس چلنے کے نشان مٹ جاتے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پہنچاتی رہیں پھر تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام: ج:2،ص:99 تا100 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قریش جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے تو وہ کھوجی کو لائے جو قدموں کے نشان سے اپنے ہدف تک پہنچتا تھا حتی کہ وہ شخص غار پر جا کر ٹھہر گیا۔

اس نے کہا: یہاں آکر نشانات ختم ہو گئے ہیں مکڑی نے اسی وقت غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکڑی کو مارنے سے منع فرمایا ہے جب انہوں نے مکڑی کے جالے کو دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:8،ص:75 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ اور اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ:238)

سب نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی۔

اس آیت کریمہ میں خصوصیت کے ساتھ عصر کی نماز کی پابندی کا حکم فرمایا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی نماز ترک کر دی۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) تم نے نماز پڑھ لی ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں!

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا پھر میں نے اس کو غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔

(مشکل الآثار: رقم الحدیث:3850)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے بھیجا وہ واپس آگئے۔ اس اثناء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (عصر کی) نماز پڑھ چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حرکت نہیں کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

بے شک تیرے بندے علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے نفس کو تیرے نبی پر روک لیا تھا سو اس پر سورج کی روشنی لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

سورج طلوع ہو گیا حتیٰ کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر واقع ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے وضو کیا عصر کی نماز پڑھ لی پھر سورج غروب ہو گیا یہ واقعہ صہباء میں ہوا تھا۔ (مشکل الآثار: رقم الحدیث: 3851)

☆اس کی تیسری مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ (المائدہ:6)

اے ایمان والو! جب نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔

اس آیت کریمہ کی رو سے بغیر وضو کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے حالانکہ ایک سفر پر جو مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار ڈھونڈنے گئے ہوئے تھے انہوں نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں گئے جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لئے قافلہ کو ٹھہرا دیا اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے۔ اس

جگہ پانی نہ تھا نہ لوگوں کے پاس تھا۔

تب لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے۔

کیا آپ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کارنامے کو نہیں دیکھ رہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور اس جگہ نہ پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور اس جگہ نہ پانی ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ڈانٹتے رہے اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ کہتے رہے اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ کو مروڑ رہے تھے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میرے زانو پر تھا اس لیے میں ہل نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے حتیٰ کہ بغیر پانی کے صبح ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں نے تیمّم کرلیا۔

اس وقت حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) یہ کوئی تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمیں اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 334)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ ان سے گم ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اسے ڈھونڈنے کے لئے بھیجا پھر صبح کی نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی اور جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس کی شکایت کی تب اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل کردی۔

اس وقت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا۔

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو جزائے خیر دے جب بھی آپ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس سے نجات کی راہ پیدا کردی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت رکھ دی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 795)

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو خود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں

قرآن مجید میں ہے:

وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (الاعراف:67)

لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ○ (الشعراء:125)

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ○ (ھود:50)

انہوں نے کہا! میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے تم اللہ پر (شریک کا) محض بہتان باندھنے والے ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○ (الاعراف:65)

(ھود) انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے تو کیا تم نہیں ڈرتے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ○ (الشعراء:126)

سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت ھود علیہ السلام کو چالیس سال کے بعد تبلیغ کی اجازت ملی

حضرت ھود علیہ السلام کو چالیس سال کے بعد تبلیغ کی اجازت عطا فرمائی گئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت ھود علیہ السلام کو بھی چالیس سال بعد تبلیغ کی اجازت ملی چالیس سال تک آپ علیہ السلام عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:158 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نبی کو کب مبعوث کیا جاتا ہے

نبی کے مبعوث ہونے میں چند اقوال ہیں۔

علامہ علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

زین بن اسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا حتیٰ کہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔

(النکت والعیون: ج:5،ص:277 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے کہ

جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا ہے تو اس کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی عمر کے اول میں ہی نبی بنادیا تھا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ

اغلب یہ ہے کہ ان پر وحی آنے کا سلسلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوا اور ہمارے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی معاملہ اسی طرح ہوا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

جس کو بھی نبی بنایا گیا ہے چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی: ج:8،ص:470 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی حنفی متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ ہر نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوتا ہے کہ ان کو بچپن کی ابتداء ہی میں نبی بنادیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اغلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی چالیس سال کے بعد کی جاتی ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا تھا۔ (حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی: ج:7،ص:599 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد الحنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ

کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:6، ص:73 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ

کسی نبی کو چالیس سے پہلے مبعوث نہیں کیا گیا۔

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اعتراض ہوتا ہے کیونکہ ان کو چالیس سال سے پہلے مبعوث کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ غالب اور اکثری قاعدہ ہے کلیہ نہیں ہے۔

(روح البیان: ج:8، ص:639 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ اعم اور اغلب یہ ہے کہ نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واقع ہوا ہے۔

(روح المعانی: جز:26، ص:30 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

(الکشاف: ج:3، ص:402 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لئے اس عمر کو اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۝ (مریم:12)

اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا کی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا

اس لیے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثریہ ہے
(عنایۃ القاضی: ج:7،ص:285 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس (33) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ (18) سال کی عمر میں (جب ان کو کنویں میں گرایا گیا تھا) نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6،ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوالحسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کو پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:4،ص:195 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام علی بن احمد واحد متوفی 468ھ نے کہا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا۔ (الوسیط: ج:4،ص:107)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:16،ص:181 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی 725ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا اکرام فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے ساتھ خاص کرلیا۔ (تفسیر خازن: ج:4،ص:125 مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

اسی وجہ سے چالیس سال کی عمر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا وقت ہے۔

(نظم الدرر: ج:7،ص:128 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:
جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ (خزائن العرفان علی ہامش کنز الایمان: ص: 801 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)
میں کہتا ہوں کہ
ہمارے نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف چالیس سال کی عمر میں نبی تھے نہ صرف بچپن میں نبی تھے نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کے درمیان ہونے کے وقت نبی تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں جب انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی گواہی لی جارہی تھی اس وقت بھی نبی اور رسول تھے۔ اور تخلیق کائنات سے پہلے بھی نبی اور رسول تھے۔
بچپن میں نبی ہونے پر دلائل حسب ذیل ہیں۔
عتبہ بن عبد السلمی نے بیان کیا ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا؟
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا میں اور ان کا بیٹا بکریاں چرانے گئے ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔
میں نے کہا: اے بھائی جاؤ! ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے کر آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا پھر گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔
ایک نے دوسرے سے کہا۔
کیا یہ وہی ہے؟
اس نے کہا: ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے۔ ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا پھر انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔
پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔
برف کا پانی لاؤ! پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔
پھر کہا:
ٹھنڈا پانی لاؤ۔
پھر کہا:
چھری لاؤ، پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا:

اس دل کو سیر ،،ر اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔

ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔ پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ پھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی ان کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھا دیا حتیٰ کہ ہم میری والدہ تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی ماں نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا۔

اور وہ واقعہ بیان کیا جو مجھے پیش آیا تھا۔ میری والدہ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئیں۔

اور ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 17648)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو! میں دس سال کی عمر میں صحراء میں جا رہا تھا میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔

ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

کیا یہ وہی ہے؟

دوسرے نے کہا: ہاں! ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرا دیا پھر میرا پیٹ شق کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔

پھر کہا:

ان کا دل چیرو پھر میرا دل چیرا گیا۔

پھر کہا:

اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو پھر جمے ہوئے خون کے مشابہ کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی۔

پھر کہا:

ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو۔ پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو چھڑکا۔

پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں۔ پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی تھی۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 13543)

ان دونوں صحیح احادیث مبارکہ میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم عناصر میں بچپن میں نبوت دی گئی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے کا کیسے یقین ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شق صدر کے اس مذکورہ بالا واقعہ سے اپنی نبوت پر استدلال فرمایا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی نبی تھے البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

مذکورہ روایت میں یہ تصریح ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد تھا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور ارشاد فرمایا:

اے میرے پیارے! تم کب آئے؟

انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟
انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کی۔
اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا کر اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔
(المستدرک: رقم الحدیث: 6287)
علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:
جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ الحدیثیہ: ص: 91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے ارشاد کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بچپن میں نبوت دی گئی تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی ہوں۔
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
حضرت یحیٰی علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔
(روح المعانی: جز: 16، ص: 105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
یہی علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی مکرم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے تو وہ اس کو متبعد نہیں قرار دے گا۔
(روح المعانی: جز: 25، ص: 92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق کائنات سے پہلے بھی نبی تھے اور عالم ارواح میں بھی نبی تھے جس کے دلائل حسب ذیل

ں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب ہوئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3609)
ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا اس معنی یہ ہے کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔
(مرقاۃ المفاتیح: ج:10، ص:28 مکتبہ حقانیہ پشاور)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں اس حال میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 833)
ایک اور روایت میں ہے:
میں تخلیق میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں آخر ہوں۔
(دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 3)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں ب تم کو اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا۔ (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ت ہوں اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے لیے ایک نور نکلا جس سے کے لئے شام کے محلات روشن ہوگئے۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 2365)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
لوگوں نے کہا: چپ کر چپ کر۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کو چھوڑ دو میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
ابوالجد عا سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔
عامر سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:
اللہ سبحانہ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی وجوہ سے نبوت کو واجب فرمایا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں جیسا کہ ہر
کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم سے واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت واجب ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا

اور اس سے ارشاد فرمایا:

لکھ تو اس نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو لکھا سو اس میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کریمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریفہ کے ساتھ ذکر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر زمین پر رکھا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وجوب کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قول میں تھی فعل میں نہیں تھی اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل ہوگئی کیونکہ اصل کی تخلیق فرع کی تخلیق ہے خصوصاً جب حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو وہ سب زندہ موجود تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی ربوبیت پر شاہد بنایا۔ (عارضۃ الاحوذی: ج: 7، جز: 13، ص: 87 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 3626)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں پر اظہار ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف عرش پر آسمانوں پر جنت کے محلات اور ایوانوں پر، حوران بہشت کے سینوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا

اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات: ج: 4، ص 474 تا 475 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا باقی انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ

شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ

تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قطب الاقطاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین اور آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں کس طرح تطبیق ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان دونوں حدیثوں کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر: ص: 339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا ہے اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے اس وقت بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے رہے تھے اور اس وقت بھی جب وہ اس عالم میں ظاہر ہوئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج ظاہر نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اسی کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اس طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔

(روح المعانی: جز:15، ص:183 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"الست بربکم"

تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا۔

(روح المعانی: جز:9، ص:162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" (آل عمران: 81) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں ہے اور اس کے ساتھ آیت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانے میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "بعثت الی الناس کافۃ" (مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی۔

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد

(میں نبی تھا اور ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے)

اور جس شخص نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی عزوجل میں نبی تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے۔ اس کی اس معنیٰ تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''محمد رسول اللہ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تا کہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔ پس اگر تم کہو کہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (ہم بتلاتے ہیں کہ) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جا سکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ

بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے لہٰذا ''کنت نبیا'' کے الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں نور الٰہی عزوجل جن کی مدد کرتا ہے۔ ان حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس سے آگاہ کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے وہ اسے پہچان لیں۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔ فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اس وقت سے بارگاہ الٰہیہ عزوجل سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو پہنچا جس سے (ظاہری) تبلیغ کا حصول ممکن ہوا اسی طرح بارگاہ الٰہی عزوجل

پہنچنے والی ہر چیز مؤخر رکھی گئی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معجّل ہے اس میں کوئی تاخر نہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب وحکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تاخر نہیں ہے تاخر صرف بعثت فرمانے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے میں ہے۔

(الخصائص الکبریٰ: ج: 1،ص 8 تا 11 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب شعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم تک یہ حدیث مبارکہ نہیں پہنچی کہ کسی اور کو اس وقت نبوت عطا کی گئی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ایام رسالت محسوسہ میں نبی بنائے گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا۔

میں اس وقت انسان تھا یا موجود تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے نبوت کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت متحقق ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر کی ہوئی شریعت کی معرفت ہو جائے۔ (الیواقیت والجواہر: ص: 338 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا:

اے ابوالحسن! بے شک (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العٰلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو روشن دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام و رسل عظام علیہم السلام کے سردار نبی ہوئے جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔ (تجلی الیقین: ص: 8 حامد اینڈ کمپنی لاہور)

حضرت ھود علیہ السلام نے پہلی تبلیغ میں قوم عاد کو کیا فرمایا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو پہلی تبلیغ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بتوں کی عبادت نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

آپ علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی اس لیے آپ علیہ السلام نے پہلی تبلیغ میں فرمایا اے میری قوم عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات بجز میں اس کے کوئی بھی معبود نہیں تمہاری عبادت کے لائق وہی ہے نہ کہ اس کا غیر لہٰذا اسی کے لئے عبادت خاص کردو یہ جو کچھ تم بت پرستی کرتے یہ تمہاری خود ساختہ چیزیں ہیں یا بناوٹی عقیدے ہیں یا ہاتھ کے بنائے ہوئے بت ہیں اپنے ہاتھ سے بنا کر پھران ہی کو کہتے ہو کہ یہ بت جن کو ہم نے بنایا ہے ہمارے خالق ہیں یہ کیسی عقل میں آنے والی حماقت ہے جو تم کرتے ہو یا یہ افتراء ہے کہ تم کہتے ہو بت پرستی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:158 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم عاد کے سرداروں کا حضرت ھود علیہ السلام کو حماقت میں مبتلا کہنا

جب حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بتوں کی عبادت سے منع فرمایا تو قوم کے سرداروں نے کہا ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ (الاعراف:66)

ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا بے شک ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھ میں کوئی حماقت نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں

جب قوم عاد کے سرداروں نے کہا کہ ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الاعراف:67)

انہوں نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو رب کی طرف سے پیغامات پہنچانے والا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے رب عزوجل کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ (الاعراف:68)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو اپنا خیر خواہ فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ○ (الاعراف:68)

اور میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ نصیحت آنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ط (الاعراف:69)

کیا تمہیں اس پر تعجب نہیں ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو ڈرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○ (المومنون:32)

پس ہم نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا (جس نے کہا) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا اور کوئی مستحق نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○ (الشعراء:124)

جب ان سے ان کے ہم قوم ھود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ایک عظیم نعمت ہے جس کو یہ حاصل ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں آجاتا ہے پھر جو وہ کہتا ہے وہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور ڈرنے والے کے لئے عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں۔ متعدد آیات کریمہ و احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ق تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ

تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (الزمر:23)

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ایسی کتاب جس کی تمام باتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی ہوئی جو مسلمان اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ (المومنون:57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ص فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران:175)

یہ محض شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو اور صرف مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (المومنون:1تا2)

بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے وہ جو اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ (المائدہ:44)

سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ (الملک:12)

بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۝ (النزعت:40تا41)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن:46)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کو جاننے والا ہوں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 20)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2552)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے قرآن مجید سناؤ تو میں نے سورۃ النساء پڑھی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا۔
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا٥ (النساء: 41)
اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4194)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے حتیٰ کہ قبر کی مٹی بھیگ گئی۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے میرے بھائیو! اس کی مثل کے لئے تیار کرو۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4195)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ آوازیں سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے بے شک آسمان چر چرا رہا ہے اور اس پر حق ہے کہ وہ چر چرائے اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دو اور تم گھر سے باہر صحن میں نکل جاؤ اور بہ آواز بلند اللہ تعالیٰ سے فریاد کرو۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میری خواہش ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2318)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روؤ اگر تم رونہ سکو تو رونے جیسی شکل بنالو۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4196)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس بندہ مومن کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نکلے خواہ وہ مچھر کے سر جتنا ہو پھر وہ آنسو رخسار کے سامنے کے حصہ کو مس کرے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4197)
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل انتہاء کو تھا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو زندگی میں جنت کی بشارت عطا فرمادی تھی۔
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندے کو بیٹھا دیکھ کر کہا۔
تیرے لیے کتنی خیر ہے اے پرندے تو پھل کھاتا اور درخت پر بیٹھتا ہے کاش میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھالیتے۔
(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 240)

ایک اور روایت میں ہے:

یعقوب بن زید سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندے کو دیکھ کر کہا۔

کاش میں اس پرندہ کی جگہ ہوتا۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث:165)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کما کر لاتا تھا ایک رات وہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے طعام لے کر آیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ کھالیا۔

غلام نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو آج آپ رضی اللہ عنہ نے سوال نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا تم یہ کہاں سے لائے ہو؟

اس نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آج جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

افسوس! تم نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے لگے اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا وہ نکل نہیں رہا تھا۔

ان سے کہا گیا کہ

بغیر پانی پئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پانی پیتے رہے اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ان سے کہا گیا کہ

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے آپ رضی اللہ عنہ نے اس ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا مستحق ہے پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:9259)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک مرتبہ میں نے نئی قمیص پہنی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں اس کو دیکھ رہی تھی۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تم کیا دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نظر رحمت نہیں فرما رہا۔
پھر ارشاد فرمایا:
کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب بندہ دنیا کی زیب وزینت پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے اس قمیص کو اتار کر صدقہ کر دیا۔
تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ہوسکتا ہے کہ اب یہ صدقہ تمہارا کفارہ ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث: 85)
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل بھی انتہاء پر تھا جس پر دلائل ملاحظہ ہوں۔
حسن بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ سے (ان کی وفات کے بعد) شادی کی۔
اوران سے کہا۔
میں نے مال اور اولاد کی رغبت کی وجہ سے تم سے شادی نہیں کی۔ میں نے تم سے صرف اس وجہ سے شادی کی ہے کہ تم مجھے بتاؤ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو نماز کس طرح پڑھتے تھے؟
انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھتے پھر ہم سے فرماتے کہ میرے سرہانے پانی کا ایک برتن بھر کر رکھ دو پھر رات کو بیدار ہوتے اور اس پانی سے وضو کرتے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ کو اونگھ آجاتی پھر بیدار ہوتے حتیٰ کہ رات کی وہ ساعت آجاتی جس میں آپ رضی اللہ عنہ قیام کرتے تھے۔
(کتاب الزہد، ص: 148 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو تین صفوں تک ان کے رونے کی آواز پہنچتی تھی۔
(حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث: 134)
ایک اور روایت میں ہے:

داؤد بن علی کہتے ہیں کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔
(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 141)
ایک اور روایت میں ہے:
یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اگر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ ایک شخص میں ہوں گا اور اگر منادی یہ ندا کرے کہ اے لوگو! تم سب کے سب دوزخ میں داخل ہو جاؤ سوا ایک شخص کے مجھے امید ہے وہ ایک شخص میں ہوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 142)
ایک اور روایت میں ہے:
عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما)! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ
عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) آپ رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کرتا ہے اور ان سے یہ سوال کرو کہ میں اپنے صاحبوں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
میں اپنے لیے اس جگہ دفن ہونے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔
جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
کیا ہوا؟
انہوں نے کہا: اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی!
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میرے نزدیک اس جگہ مدفون ہونے سے زیادہ اور کوئی اہم چیز نہیں تھی جب میں مدفون ہو جاؤں تو میرے جنازہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے جانا ان کو سلام عرض کرنا پھر کہنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرتا ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔
پھر ارشاد فرمایا:

میرے نزدیک اس خلافت کا ان مسلمانوں سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے پس میرے بعد جس کو بھی خلیفہ بنا دیا جائے تم سب اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا پھر حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ نام لیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اس وقت انصار کا ایک نوجوان آیا اور کہا۔

اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہو آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام لانے میں مقدم ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عدل کیا پھر ان تمام (خوبیوں) کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت ملی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے میرے بھتیجے! کاش کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1392)

ایک اور روایت میں ہے:

عبداللہ بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

(کتاب الزہد: ص: 150 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش پیدا نہ کیا جاتا! کاش میری ماں مجھے نہ جنتی کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میں بھولا بسرا ہو جاتا۔

(صفوۃ الصفوۃ: ج: 1، ص: 128 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض)

ایک اور روایت میں ہے:

داؤد بن علی سے روایت ہے کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 141)
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل بھی انتہاء پر تھا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت عطا فرمادی تھی۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قوم کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔
ان سے پوچھا گیا کہ
آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں۔
تو انہوں نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے لئے اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں ہوئی تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 186)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن دنوں خلیفہ تھے وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور ان کی پشت پر کنکریوں کے نشان تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 179)
ایک اور روایت میں ہے:
زہیمہ سے روایت ہے کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو قیام کرتے تھے اور رات کے اول حصہ میں صرف تھوڑی دیر سوتے تھے۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج: 1، ص: 136 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض)
ایک اور روایت میں ہے:
عبداللہ بن الرومی فرماتے ہیں کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اٹھتے اور وضو کے لئے پانی لیتے۔

ان کی اہلیہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ خادموں کو کیوں نہیں کہتے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے پانی لے آئیں گے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
نہیں ان کو نیند میں آرام کرنے دو۔
(کتاب الزہد: ص: 158 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل بھی انتہاء پر تھا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت عطا فرما دی تھی۔
مجمع سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے نہیں روکا۔
(کتاب الزہد: ص: 163 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے:
ہارون بن عنزہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔
میں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل کے لئے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا میرے پاس صرف یہ چادر ہے جو میں مدینہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج: 1 ص: 143 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ ریاض)
ان خلفاء اربعہ کے علاوہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے خوف خدا عزوجل کی مثالیں درج ذیل ہیں۔
حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ
حرم بن حیان اور عبداللہ بن عامر اپنی سواریوں پر جا رہے تھے راستہ میں خشک گھاس ملی تو ان کی اونٹنیاں اس گھاس کی طرف دوڑیں اور ان میں سے ایک نے وہ گھاس کھالی۔
حرم نے عبداللہ سے کہا۔
کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم یہ گھاس ہوتے اور تم کو یہ اونٹنی کھا کر چلی جاتی۔
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس کو پسند نہیں کروں گا بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

جنت میں داخل کردے گا بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں بے شک میں یہ امید رکھتا ہوں۔

حرم نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میرے دل کی بات مانی جائے گی تو میں یہ پسند کرتا کہ میں خشک گھاس اور مجھے یہ اونٹنی کھا کر چلی جاتی۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 237)

ایک اور روایت میں ہے:

زیاد بن مخراق سے روایت ہے کہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میری خواہش ہے کہ میں اپنے گھر کا ایک مینڈھا ہوتا گھر میں کوئی مہمان آتا اور ذبح کردیا جاتا اور گھر والے مجھے کھا لیتے۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 238)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش میں ایک مینڈھا ہوتا۔ مجھے گھر والے ذبح کر دیتے اور میرا گوشت لیتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں گھاس ہوتا اور مجھے تیز ہوا کے دن آندھی اڑا کر لے

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 241)

حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کاش میں ایک درخت ہوتی جس کو کاٹ دیا جاتا، کاش میں پیدا نہ کی جاتی۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 161)

ایک اور روایت میں ہے:

ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش میں پرندہ ہوتا۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 162)

ایک اور روایت میں ہے: قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے کہا: میں اصحاب الیمین سے ہوتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش مجھے مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 163)

ایک اور روایت میں ہے: یعقوب بن زید سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندے کو دیکھ کر کہا۔

کاش میں اس پرندہ کی جگہ ہوتا۔

(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 165)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خوف خدا عزوجل بھی انتہاء پر تھا۔

امام ابن بزاز کردری متوفی 827ھ لکھتے ہیں: امام زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف بیان کیجئے۔

ارشاد فرمایا: امام اعظم رضی اللہ عنہ محارم سے شدید اجتناب کرتے تھے بلا علم، دین میں کوئی بات کہنے سے سخت ڈرتے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی مجاہدہ کرتے، اہل دنیا کے منہ پر کبھی ان کی تعریف نہیں کرتے تھے، اکثر خاموش رہتے مسائل دینیہ میں غور وفکر کرتے رہتے تھے۔ اتنے عظیم علم کے باوجود بے حد سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ جب ان سے کوئی پوچھا جاتا تو کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر اس کی نظیر قرآن مجید واحادیث مبارکہ میں نہ ملتی تو پھر قیاس کرتے کسی شخص سے طمع کرتے اور نہ بھلائی کے سوا کبھی کسی کا تذکرہ کرتے۔

ہارون الرشید یہ سنتے ہی کہنے لگا۔

صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں پھر اس نے کاتب کو ان اوصاف کے لکھنے کا حکم دیا۔

اور اپنے بیٹے سے کہا۔

ان اوصاف کو یاد کرلو۔ (مناقب کردری: ج: 1، ص: 226)

علامہ ابن حجر مکی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ ایک بار ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا۔

یہ وہ شخص ہیں جو عبادت میں رات جاگ کر گزارتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے۔

ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہئے۔ اس وقت سے آپ رضی اللہ عنہ نے رات کو جاگ کر عبادت کرنی شروع حتیٰ کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور چالیس سال تک لگاتار اس معمول پر قائم رہے۔ (الخیرات الحسان: ص: 82)

مزید راقم ہیں: فضیل بن وکیل فرماتے ہیں کہ

میں نے تابعین میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح کسی شخص کو شدت خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دعا کے وقت خوف خدا عزوجل سے آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا بدن سال خوردہ مشک کی طرح مرجھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے رات کو نماز میں قرآن کریم کی آیت کہ "بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر" کی تلاوت کی پھر اس کی قرأت سے آپ رضی اللہ عنہ پر ایسا کیف طاری ہوا کہ بار بار اس آیت کریمہ کو دہراتے رہے یہاں تک کہ موذن نے صبح کی اذان کہہ دی۔ (الخیرات الحسان: ص: 83)

علماء کرام میں بھی خوف خدا عزوجل انتہاء کا ہوتا ہے اور ان کی رضا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے وہ دنیاوی چیزوں سے محبت نہیں رکھتے صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں۔

مالک بن مقول سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے شعبی سے پوچھا۔

مجھے بتایئے کہ عالم کون ہے؟

انہوں نے کہا: عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 263)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فقیہ (عالم) وہ ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے آخرت میں رغبت کرے اس کو اپنے دین پر بصیرت ہو اور اپنے رب عزوجل کی عبادت پر دوام اور ہمیشگی کرتا ہو۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 299)

سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ

اہل مدینہ منورہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟

انہوں نے کہا: جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 300)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فقیہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

(سنن دارمی: رقم الحدیث: 301)

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں اور ان کا دائمی مقام جنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل! قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا۔
ان کو دوزخ سے نکال لو جو میرا ذکر کرتے تھے یا جو کسی بھی دن کسی بھی جگہ پر مجھ سے ڈرے تھے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2594)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ (المومنون:60)
اور وہ جو کچھ (راہ خدا میں) دیتے ہیں وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل (خوف خدا سے) کپکپا رہے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔
کیا یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے صدیق (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی! لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے اور صدقہ کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کا یہ عمل قبول نہ کیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو نیک کام کرنے میں سبقت کرتے ہیں۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3175)
امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔
یحییٰ بن ایوب الخزاعی سے روایت ہے کہ
میں نے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کرلیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے اس کا ایک بوڑھا باپ تھا وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ داخل ہوگئی۔ اس نوجوان نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (الاعراف:201)
بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔
پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے

گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے۔ کافی رات گزارنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا۔

اس کے باپ نے پوچھا۔

اے بیٹے تمہیں کیا ہوا تھا؟

اس نے کہا: خیر ہے۔

باپ نے پھر پوچھا۔

تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔

باپ نے پوچھا۔

اے بیٹے! تو نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے والد کے پاس تعزیت کے لئے آئے۔

اور ارشاد فرمایا:

تم نے مجھے کیوں خبر نہیں دی؟

اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 114)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان نے عبادت اور مسجد کو لازم کر لیا تھا ایک عورت اس پر عاشق ہوگئی وہ اس کے پاس خلوت میں آئی اور اس سے باتیں کیں اس کے دل میں بھی اس کے متعلق خیال آیا پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا جب اس کو ہوش آیا۔

تو اس نے کہا: اے چچا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور ان سے میرا سلام کہیں اور پوچھیں کہ جو شخص اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کی کیا جزا ہے؟ اس کا چچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس نوجوان نے پھر چیخ ماری اور انتقال کر گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا:

تمہارے لیے دو جنتیں ہیں، تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 736)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 3107)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو۔

اور دوسری وہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1639)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا اور آخرت میں دائمی مقام جنت عطا فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا۝ (الطلاق:5)

اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو قوم نوح کے بعد جانشین ہونا یاد دلانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو فرمایا کہ: اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں

نوح کے بعد ان کا جانشین بنادیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (الاعراف:69)

اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا جانشین بنادیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کا قوم عاد کو ان کی جسامت بڑھادینا یاد کروانا

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا کہ اس نعمت کو یاد کرو جب تمہاری جسامت چھوٹی ہوتی تھی اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری جسامت کو بڑھادیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ (الاعراف:69)

(اور یاد کرو) اور تمہاری جسامت کو بڑھادیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کا قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کروانا

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف:69)

تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

اللہ تعالیٰ کی انسان پر تین قسم کی نعمتیں

اللہ تعالیٰ کی ویسے تو انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں مگر اس آیت میں تین قسم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المومن:64)

اللہ تعالیٰ ہی نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو سب سے اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا یہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا رب ہے سو اللہ تو بہت برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے ان میں ضرور نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝

(الجاثیہ:13)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے بے شک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اور جنت اور دوزخ میں ایک ساعت غور وفکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے اور تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر نہیں کرتے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:5712)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مخلوق میں غور وفکر کرو خالق میں غور وفکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

(جامع الصغیر: رقم الحدیث:3346)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور وفکر کرو اللہ تعالیٰ میں غور وفکر نہ کرو۔

(جامع الصغیر: رقم الحدیث:3347)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو اللہ تعالیٰ میں غور وفکر نہ کرو۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:6310)

دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نعمت

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نعمتیں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ (البلد:8تا9)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے البلد:8 کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کا ہمیں دو آنکھیں عطا فرمانا اس کی دو ظاہری نعمتیں ہیں جو ہم کو اس کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

امام ابن عساکر نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اے ابن ابی آدم! میں نے تجھے بہت عظیم نعمتیں عطا کی ہیں جو عدد و شمار سے باہر ہیں اور جن کا تو شکر ادا نہیں کر سکتا اور میں نے تجھ کو جو نعمتیں دی ہیں وہ یہ ہیں کہ تیرے لیے دو آنکھیں بنا دی ہیں جن سے تو دیکھتا ہے اور میں نے ان آنکھوں کے لئے پردے (پلکیں) بنا دی ہیں تو اپنی آنکھوں سے حلال چیزوں کو دیکھ اور جب تو ان چیزوں کو دیکھے جن کو میں نے حرام کر دیا ہے تو ان پردوں (پلکوں) کو منطبق کر دے اور میں نے تجھ کو زبان دی ہے اور اس کے لئے غلاف بنا دیا ہے پس تو میرے حکم کے مطابق زبان سے بول جو باتیں تیرے لیے حلال ہیں اور اگر تیرے سامنے وہ چیزیں پیش ہوں جن کو میں نے تجھ پر حرام کر دیا ہے تو اپنی زبان پر تالا ڈال دے اور میں نے تیرے لیے شرم گاہ بنائی ہے اور اس کے لئے پردہ بنایا ہے تو اپنی شرم گاہ سے ان چیزوں کو حاصل کر جو میں نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں اور جب تیرے سامنے کوئی حرام چیز آئے تو تو اس پر پردہ ڈال دے۔

اے ابن آدم میری ناراضگی کو نہ اٹھا اور تو میرے انتقام کی طاقت نہیں رکھتا۔

ابو حازم سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اے ابن آدم! اگر تیری زبان اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کے کرنے کے متعلق تجھ سے جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی ہے تو ان کو منطبق کر دے اور اگر تیری آنکھ حرام کاموں کے کرنے میں تجھ سے جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی ہے تو ان کو منطبق کر دے اور اگر تیری شرم گاہ تجھ سے حرام کاموں میں جھگڑا کرے تو میں نے دو طباقوں سے تیری مدد کی ہے تو ان کو منطبق کر دے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 43407)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرنا چاہیے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ:11)
اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریں۔
مجاہد بن القرشی المخزومی متوفی 104ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
انسان جو نیک عمل کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے معتمد مسلمان بھائیوں کو وہ عمل بتائے تاکہ وہ بھی اس کی اقتداء کریں اور اس کی مثل عمل کریں۔ (تفسیر مجاہد: رقم الحدیث: 2031)
مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی 150ھ لکھتے ہیں:
اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان کا شکر ادا کیجئے۔
(تفسیر مقاتل بن سلیمان: ج:3، ص:485 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
مقسم سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔
تو انہوں نے فرمایا:
جب مومن شخص کوئی نیک عمل کرے تو وہ اپنے گھر والوں کو اس کی خبر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 19385)
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب تمہیں کوئی خیر حاصل ہو تو تم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس کا ذکر کرو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 19386)
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا:
جس نے کم نعمت کا شکر ادا نہیں کیا تو اس نے زیادہ نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کیا اور جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان کرنا شکر ہے اور اس کا بیان نہ کرنا کفران نعمت ہے اور جماعت رحمت ہے اور اس سے علیحدہ ہونا عذاب ہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 4419)
زاذان کندی سے روایت ہے کہ
ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ہم نے کہا: اپنے اصحاب کا حال بتائیے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

میرے کون سے اصحاب کا؟
اس نے کہا: سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا!
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب میرے اصحاب ہیں تم کن کے متعلق دریافت کرتے ہو؟
اس نے کہا: جن کا آپ محبت سے ذکر کرتے ہیں اور ان پر رحمت بھیجتے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
ان میں سے کس کا؟
لوگوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
انہوں نے قرآن وسنت کا علم حاصل کرلیا اور وہ ان کے لئے کافی ہے۔
پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لئے سوال کیا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
وہ بہت سوال کرتے تھے ان کو دیا بھی جاتا اور منع بھی کیا جاتا ہے وہ دین کا علم حاصل کرنے پر بہت حریص تھے ان کو ایک برتن میں علم دیا گیا سو وہ بھر گیا۔
لوگوں نے کہا: پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ان کو منافقین کے ناموں کا علم دیا گیا وہ مشکل مسائل کے عالم ہیں۔
لوگوں نے کہا: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
وہ حکیم لقمان کی مثل ہیں وہ اہل بیت میں سے ہیں انہوں نے علم اول اور علم آخر کو حاصل کیا۔
لوگوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کے گوشت ان کے خون اور ان کے بالوں میں ایمان رچا بسا ہوا ہے آگ ان کے جسم کو نہیں کھاتی۔
لوگوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ اپنے متعلق بتایئے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ٹھہرو! اللہ تعالیٰ نے خودستائی سے منع فرمایا ہے۔
ایک شخص نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ٥ (الضحیٰ:11)
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں اپنے رب عزوجل کی نعمت کو بیان کرتا ہوں میں جب سوال کرتا ہوں تو مجھے عطا کیا جاتا ہے اور جب میں چپ رہتا ہوں تو مجھے ابتداءً نعمت دی جاتی ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6041)
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کو کچھ عطا کیا گیا پس وہ اس کی خبر دے اور اگر کوئی نہ ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی تو اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اس کی عطا کو چھپایا تو اس نے کفران نعمت کیا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4813)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جس شخص نے کوئی نیکی کی ہے اس کا صلہ دینا چاہئے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کی نیکی کا ذکر کرنا چاہئے پس جس نے اس نیکی کا ذکر کیا اس نے شکر کیا۔
(مسند احمد: ج:6، ص:90 مطبوعہ مطبع قدیم)
ابونضرہ سے روایت ہے کہ
مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کو بیان کیا جائے۔
(جامع البیان: جز:30، ص:294 مطبوعہ دارالفکر بیروت)
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس پر نظر آئے اور اس کی خستہ حالی کو ناپسند فرماتا ہے۔
(مسند احمد: ج:3، ص:474 مطبوعہ مطبع قدیم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی جانے والی نعمتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی جانے والی نعمتیں بے شمار ہیں جن میں سے چند نعمتیں درج ذیل ہیں۔

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن ذہبی متوفی 748ھ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی جانے والی نعمتوں کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔

1-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین وجمیل مکان بنایا اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس جو شخص اس کو دیکھتا ہوا گزرتا ہے وہ تعجب سے یہ کہتا ہے کہ اس مکان میں اس ایک اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

(صحیح البخاری:رقم الحدیث:3535)

2-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔

مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ

مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری:رقم الحدیث:2971،صحیح مسلم:رقم الحدیث:523)

3-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین کھلے گی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم:رقم الحدیث:2278)

4-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں وہ ہوں جس سے قیامت کے دن سب سے پہلے زمین کھلے گی اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور مجھ ہی کو حمد کا جھنڈا دیا جائے گا اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:4308)

5- ابوالجوزاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب مخلوق کوئی نہیں پیدا کی اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (الحجر:72)

آپ کی زندگی کی قسم! بے شک یہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ج:1 ص:413 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

6- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے دکھایا گیا کہ میں جنت میں سیر کر رہا ہوں اس وقت میں نے ایک دریا دیکھا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔

میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے پھر فرشتہ نے اپنا ہاتھ لگایا تو اس کی مٹی میں مشک کی خوشبو تھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6581)

7- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور ایلہ میں فاصلہ ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر کوزے ہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2445)

8- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ ادا کی پھر منبر پر چڑھ کر یہ خطبہ دیا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہی دینے والا ہوں اور میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جبکہ میں اس مقام میں ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم اس میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1344)

9- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے گا۔

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کتنا وسیع ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عدن اور عمان سے زیادہ وسیع ہے اور اس میں سونے اور چاندی کے دو پرنالے ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے جس نے اس کو پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور اس کا منہ کبھی سیاہ نہیں ہوگا۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7672)

10- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
الکوثر جنت میں ایک دریا ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اس کے پانی کا بہاؤ موتی اور یاقوت پر ہے اور اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور برف سے زیادہ سفید ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3361)

11- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ
الکوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔
اور سعید بن جبیر نے کہا: یہ جنت میں ایک دریا ہے جس میں خیر کثیر ہے۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6578)

12- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 331)

13- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر (یا یہ ارشاد فرمایا کہ) میری امت کو تمام امتوں پر چار خصوصیات کے ذریعہ فضیلت عطا فرمائی ہے مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے پوری زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے سو میرا امتی جہاں نماز کا موقع پا لے وہی جگہ اس کے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے جو کہ میرے آگے ایک ماہ کی مسافت تک قائم ہوتا ہے میرے دشمنوں کے دلوں میں میری دھاک بٹھاتا ہے اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 521)

14- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے چار چیزوں کے ذریعہ لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔
1- بہادری
2- سخاوت
3- کثرت جماع
4- اور شدت ضبط۔
(مجمع الزوائد: ج:8، ص:269)

15- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر نبی کو اتنے معجزات عطا کیے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لا سکتا ہے اور مجھے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف فرمائی سو مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4981) (سیر اعلام النبلاء: ج:1، ص:411 تا 416 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو تبلیغ پر اجرت کا سوال نہ کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میری اجرت تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰـقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (ھود:51)

اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا میری اجرت صرف اس پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيٰـقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (ھود:52)

اے میری قوم! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

توبہ کرنے کا حکم اور فضائل

جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے اور اس کے لئے جنت کے دائمی وعدہ ہے جہاں ہر مومن خوش وخرم رہے گا۔قرآن مجید واحادیث مبارکہ میں توبہ کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس پر اجر عظیم فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم:8)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (النساء:17)

اللہ پر توبہ (کا قبول کرنا) صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو (عذاب الٰہی سے) جہالت کی بناء پر گناہ کر بیٹھیں پھر جلدی سے توبہ کرلیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گناہ کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد دوبارہ گناہ نہ کرے۔

(مسند احمد: ج:1، ص:446 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ندامت توبہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص:313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم خطائیں کرو حتیٰ کہ تمہاری خطاؤں سے آسمان بھر جائے پھر تم توبہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ص: 313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص گناہ سے توبہ کرلے وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ: ص: 313 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ غررہ موت (جب سانس اکھڑنے لگتا ہے) سے پہلے بندہ کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص: 314 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے استغفار کرلیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کرلے۔

(سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 212 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے استغفار کرنے کو لازم کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کا حل بنادے گا اور ہر تنگی سے اس کے لئے کشادگی کردے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا وہم و گمان نہ ہوگا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 3، ص: 154 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ

گناہ کرنے والا توبہ کرے (وہ یونہی کرتا رہے گا) حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2759)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اس سے پہلے توبہ کرلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2703)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مغرب کی طرف توبہ کا ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس سال (40) یا ستر سال کی مسافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دروازہ کو اس دن کھول دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور اس دروازہ کو اس وقت تک بند نہیں رہے گا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 7076)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جب وہ اس گناہ سے الگ ہو جاتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ وہی رات ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المطففین: 14)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) کاموں نے زنگ چڑھا دیا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4244)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت کیجئے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور تم جو برا کام کر[و] کے بعد توبہ کرو پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ کرو اور کھلم کھلا گناہ کی توبہ کھلم کھلا کرو۔

(معجم الکبیر: ج:20، ص:159)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابن آدم! بے شک تو نے مجھ سے دعا کی اور مجھ سے امید رکھی تم میں جو بھی گناہ تھا اس کو میں نے معاف کر دیا اور پرواہ نہیں۔

اے ابن آدم! اگر تو پوری روئے زمین کے برابر گناہ لے کر آیا پھر تو نے مجھ سے ملاقات کی تو میں تیرے پاس اتن[ی] مغفرت لاؤں گا بشرطیکہ تو نے شرک نہ کیا ہو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3540)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کسی شخص کو اپنی گمشدہ سواری کے مل جانے سے جتنی خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری توبہ سے اس سے [زیادہ] خوشی ہوتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4247)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک بندہ گناہ کرتا ہے پھر جب وہ اپنے گناہ کو یاد کرتا ہے تو اپنے کیے ہوئے پر غمگین ہوتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ یہ [دیکھتا] ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے پر غمگین ہے تو اس کو معاف فرما دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 17521)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح سمجھتا ہے کہ گویا کہ وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو یہ خطرہ ہے کہ وہ پہاڑ اس کے اوپر گر جائے گا اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہے اور وہ ہاتھ جھٹک کر اس مکھی کو اڑا دے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو اپنی سواری سے کسی مقام پر پہنچا اور اس سواری پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں تھیں اس نے سواری سے اتر کر اپنا سر رکھا اور سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو اس کی سواری وہاں سے جا چکی تھی گرمی بہت شدید تھی اور اس کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی وہ پھر اپنی جگہ لوٹ آیا اور پھر سو گیا پھر سر اٹھا کر دیکھا تو اس کی سواری وہاں موجود تھی۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6308)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما اس کو چاہئے کہ پورے عزم اور اصرار سے سوال کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2679)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک تمہارا رب عزوجل حیادار کریم ہے جب اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اس کے ہاتھوں کو خالی ہاتھ لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 10273)

ایک اور روایت میں ہے:

ابی الجون سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی پیاسے کو پانی پر جانے سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی

بانجھ عورت کو بچہ کی پیدائش سے خوشی ہوتی ہے اور جتنی کسی شخص کو گم شدہ چیز کے ملنے پر خوشی ہوتی ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ خالص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اور اس کے اپنے اعضاء سے وہ گناہ بھلا دیتا ہے اور تمام روئے زمین سے اس گناہوں کے آثار مٹا دیتا ہے۔

(جامع الصغیر، رقم الحدیث: 7194)

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو توبہ کرنے پر موسلا دھار بارش نازل کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم اپنے رب عزوجل سے مغفرت طلب کرو پھر اس طرف توبہ کرو وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (ھود:52)

وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو توبہ کرنے پر قوت میں اضافہ کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں مغفرت طلب کرو اس کی بارگاہ میں توبہ کرو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (ھود:52)

اور تمہاری قوت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو مجرموں کی طرح پیٹھ نہ پھیرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا اے میری قوم مجرموں کی طرح (حق سے) پیٹھ نہ پھیرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ (ھود:52)

اور مجرموں کی طرح (حق سے) پیٹھ نہ پھیرو۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو دلیل نہ لے کر آنے کا کہنا

جب حضرت ھود علیہ السلام قوم کو تبلیغ فرما چکے تو قوم نے کہا اے ھود تم تو ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں لے کر آئے تم کو کس طرح مانیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ (ھود:53)

قوم عاد نے کہا! اے ھود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو اپنے بتوں کی عبادت نہ چھوڑنے کا کہنا

جب حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو بتوں کی عبادت سے منع فرمایا تو قوم نے کہا ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ (ھود:53)

اور ہم (محض) تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

قوم عاد کا کہنا کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں

جب حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتوں کی عبادت سے منع فرمایا تو قوم نے کہا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ (الاعراف:70)

قوم عاد نے کہا! آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان (معبودوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو کہنا کہ آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردیں

حضرت ھود علیہ السلام کی تبلیغ کرنے کے بعد قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ (الاحقاف:22)

قوم عاد نے کہا! کیا آپ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردیں۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو کہنا کہ ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں

قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام کو کہا کہ ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (ھود:53)

اور ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو کہنا کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنادیا ہے

قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے یہ کہا کہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تمہیں مجنون بنادیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ (ھود:54)

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تم کو مجنون بنادیا ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو بتوں سے بیزار ہونے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا میں ان سے بےزار ہوں جن کو (اللہ تعالیٰ کا) شریک قرار دیتے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ (ھود:54)

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم (بھی) گواہ رہنا میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم (اللہ تعالیٰ کا) شریک قرار دیتے ہو۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو میرے خلاف سازش کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر تم مجھے مہلت نہ دو۔

قرآن مجید میں ہے:

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ (ھود:55)

اللہ تعالیٰ کے سوا تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر تم مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ بے شک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا رب عزوجل ہے اور تمہارا رب عزوجل ہے۔ اس نے ہر جاندار کو اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ (ھود:56)

بے شک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے ہر جاندار کو اس نے اس کی پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔

توکل کے معانی

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

توکل کے دو معنیٰ ہیں ایک معنیٰ ہے کسی کو والی بنانا اور دوسرا معنیٰ ہے کسی پر اعتماد کرنا۔

(المفردات: ج:2،ص:689 مطبوعہ مکتب نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

توکل یہ ہے کہ تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے جو مسبب الاسباب ہے اور اسباب عادیہ سے قطع نظر کر لی جائے۔

اور دوسری تعریف یہ ہے کہ

جو چیز انسان کی طاقت سے باہر ہے اس میں سعی اور کوشش کو ترک کر دیا جائے اور جو سبب اس کی طاقت میں ہے اس کے حصول کی سعی کی جائے اور یہ گمان نہ کرے کہ مسبب کا حصول اس سبب سے ہوا ہے بلکہ اس کے حصول کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعتقاد رکھے۔

اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو باندھ کر توکل کرو۔

(جامع الاصول: ج:11، رقم الحدیث:9505 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

توکل کا معنیٰ ہے ضامن ہونا۔

حدیث مرفوع میں ہے۔

جو شخص دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان کا متوکل ہوا میں اس کے لئے جنت کا متوکل ہوں یعنی جس نے اپنے منہ کو حرام کھانے اور فرج کو حرام کاری سے بچایا میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور توکل کا معنیٰ پناہ میں دینا بھی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

مجھے پلک جھپکنے کے لئے بھی غیر کے توکل (پناہ) میں نہ دے یا غیر کے سپرد نہ کر۔

اور توکل کا معنیٰ اعتماد کرنا اور سپرد کرنا ہے اور کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔ (النہایہ: ج:5، ص:221 مطبوعہ مؤسسہ مطبوعات ایران)

امام محمد بن غزالی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: جب انسان پر منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی فاعل نہیں ہے اور خلق ہو یا رزق ہو، دینا ہو یا روکنا ہو، زندہ کرنا ہو یا مارنا ہو، غنا ہو یا فقر ہو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر وہ ضرورتوں میں غیر کی طرف نہیں دیکھے گا اس کے دل میں اسی کا خوف ہوگا اور اسی سے امید ہوگی اسی پر بھروسہ ہوگا اور اسی پر اعتماد ہوگا کیونکہ صرف وہی مستقل فاعل ہے اور باقی چیزیں اس کے مسخر اور تابع ہیں۔ آسمان اور زمین میں سے کوئی ذرہ خود بخود حرکت نہیں کرسکتا اور جو شخص سبزہ اور فصل کی امیدوار میں بادل، بارش اور ہواؤں پر اعتماد کرتا ہے وہ فاعل حقیقی سے غافل ہے اور ایک قسم کے شرک میں مبتلا ہے۔ (احیاء العلوم: ج:5، ص:120 تا 121 مطبوعہ دار الخیر بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: توکل کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی مساعی کو مہمل چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیتا بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان اسباب ظاہری کی رعایت کرے لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کی تائید اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے اعراض کرنے میں رغبت دلائی جائے۔

(تفسیر کبیر: ج:3، ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بیہقی متوفی 458ھ نے توکل کی حسب ذیل تصریحات نقل کی ہیں۔

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: توکل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسے غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں میت ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے اس کو الٹتا ہے پلٹتا ہے۔

نہر جوری نے کہا: حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو مخلوق سے تعلق نہ رکھے وہ اپنے حال کی کسی سے شکایت نہ کرے اور اگر اس کو کوئی شخص کچھ نہ دے تو اس کی مذمت نہ کرے کیونکہ اس کا یقین ہے کہ دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

ابو یزید سے پوچھا گیا کہ

بندہ متوکل کب ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا: جب وہ اپنے دل کو ہر موجود اور مفقود سے منقطع کر لیتا ہے۔

عامر بن عبد قیس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تین آیات ایسی ہیں جو انسان کو تمام مخلوقات سے کفایت کرتی ہیں اور اس ان سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (یونس:107)

اور اللہ اگر تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے سوا کوئی اور اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (فاطر:2)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جو رحمت کھولتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (ہود:6)

اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سپرد کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے سب کچھ روشن کتاب میں ہے۔

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ

ایک اعرابی اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا! اے بھائی تم طالب بھی ہو اور مطلوب بھی، تم کو وہ طلب کرتا ہے جو فوت ہونے والا نہیں ہے اور تم اس چیز کو طلب کرتے ہو جس سے تم مستغنی کر دیئے گئے ہو۔ اے بھائی! تم دیکھتے ہو کہ کئی حریص لوگ محروم رہتے ہیں اور کئی بے رغبت لوگ نواز دیئے جاتے ہیں۔

(شعب الایمان، ج:2، ص109 تا 113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

توکل کا قرآن مجید واحادیث مبارکہ، علماء کرام کے اقوال سے ثبوت

توکل ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (المائدہ:23)

اور اگر تم مومن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (الزمر:36)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق:3)

اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ ایک نبی اور دو نبیوں کے ساتھ ایک جماعت تھی اور بعض نبی ایسے تھے کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی۔

میں نے سوچا۔

یہ کون سی جماعت ہے؟

کیا یہ میری امت ہے؟

کہا گیا کہ

بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے۔

اور کہا گیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم افق کی طرف دیکھئے تو ایک جماعت نے افق کو بھر لیا تھا۔

پھر مجھ سے کہا گیا کہ

ادھر ادھر آسمان کے کناروں کو دیکھئے تو ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا۔

کہا گیا کہ

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ میں) داخل ہو گئے اور یہ نہیں بیان فرمایا کہ (وہ ستر ہزار لوگ کون ہیں) لوگ (اس حدیث میں) بحث وتمحیص کرنے لگے۔

انہوں نے کہا: اس کا مصداق ہم لوگ ہیں ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی۔ ہم ہیں یا پھر ہماری اولاد ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بحث پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کرتے تھے اور نہ پرندوں سے بدشگونی کرتے تھے اور نہ داغ لگانے پر اعتماد کرتے تھے اور صرف

اپنے رب عز و جل پر توکل کرتے تھے۔
حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں!
ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے کہا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی۔
(صحیح بخاری: ج:3، ص:83 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو تم کو اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔
(مسند احمد: ج:1، ص:52 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کو تنگی اور فقر لاحق ہوا اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اس کا فقر و فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جس شخص کو فقر و فاقہ لاحق ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت بیان کرے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد یا بہ دیر رزق عطا فرمائے گا۔
(شعب الایمان: ج:2، ص:120 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت مطلب بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں کا حکم دیا تھا میں نے تمہیں ان تمام کاموں کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں سے منع کیا تھا میں نے تمہیں ان تمام کاموں سے منع کر دیا ہے اور بے شک الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا حتیٰ کہ وہ اپنے رزق کو پورا کر لے پس تم اچھی طرح طلب کرو۔

دوسری روایت میں ہے۔
حلال کو طلب کرو اور حرام کو ترک کر دو۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1186)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رزق بندہ کو اس طرح طلب کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو طلب کرتی ہے۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 1254)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اہل یمن حج کرتے تھے اور زادراہ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں اور جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے۔
تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرہ: 197)
اور زادراہ لیا کرو بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1523)
ایک اور روایت میں ہے:
ذوالنون سے پوچھا گیا۔
توکل کیا ہے۔
انہوں نے کہا: توکل دنیا والوں سے مستغنی ہونا اور اسباب سے منقطع ہونا ہے۔
اور نہرجوری نے کہا: توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اختیار کو ترک کر دے۔
(شعب الایمان: ج: 2، ص: 105 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
بہت سے علماء کرام نے توکل کی تعریف یہ کی ہے کہ
انسان جس کام کا مالک ہو اور اس کے نفع اور ضرر پر قادر ہو اس کام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے یہ توکل ہے۔
اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

انسان پر کوئی ایسی مصیبت ٹوٹ پڑے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دور کرسکتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مصیبت کو دور نہ کرے تو یہ توکل ہے مثلاً وہ جھوٹی گواہی پیش کر کے کسی الزام سے بچ سکتا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کرے تو یہ توکل ہے۔

اور بعض علماء کرام نے کہا: یہ توکل کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

بعض عارفین سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

1-انسان کسی چیز کے سبب کو حاصل کر کے اس کو طلب کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس چیز سے مخلوق کو نفع پہنچائے گا۔

2-انسان کسی چیز کے حصول کے اسباب سے صرف نظر کرے نہ اس چیز کو طلب کرے نہ اس چیز کو حرص کرے اور اپنے کو فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں مشغول رکھے۔

3-انسان کسی چیز کو طلب نہ کرے اور اس کے حصول کے لئے کوئی کوشش نہ کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عمل نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اور اس کی تقدیر سے فارغ ہو چکا ہے اور اس نے ہر چیز کے حصول کو ایک وقت مقرر لئے مقدر کر دیا ہے پس متوکل وہ شخص ہے جس نے غور وفکر کرنے اور اشیاء کے اسباب کو تلاش کرنے سے اپنے نفس کو آرام راحت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور وہ اس کا منتظر ہے کہ تقدیر سے اس کے لئے کیا چیز ظاہر ہوتی ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور توکل اس کو منع نہیں کرے گا اور جب وہ اپنے آپ کو اسباب کی غلامی سے نکال اور وہ اپنے توکل میں اللہ تعالیٰ کے حق کے سوا اور کسی چیز کا لحاظ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر مہم میں کافی ہوگا۔

(روح المعانی: ج:19، ص205 تا206 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

حق توکل کا معنیٰ یہ ہے کہ

انسان کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کام کرنے والا نہیں ہے اور مخلوق میں سے جو چیز بھی موجود ہے اس کو وہی رزق ہے وہی عطا کرتا ہے وہی منع کرتا ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے وہی غنی کرتا ہے اور وہی فقیر کرتا ہے اور جو چیز بھی ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ سے ہی ہے پھر وہ اچھے طریقہ سے اپنے مطلوب کی طلب میں کوشش کرے اس کو پرندوں کے تشبیہ دی ہے کیونکہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں پھر وہ اپنی روزی اور رزق کو تلاش کرتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے

امام ابوحامد غزالی نے کہا ہے کہ

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ توکل کا معنیٰ ہے بدن سے کسب اور کوشش کو ترک کرنا اور دل سے تدبیر کو ترک کرنا اور زمین پر اس طرح پڑا رہے جیسے زمین پر کوئی کپڑے کا ٹکڑا پڑا ہو یا گوشت کی بوٹی پڑی ہو اور یہ جاہلوں کا گمان ہے اور ایسا کرنا شریعت میں حرام ہے اور شریعت نے توکل کرنے والوں کی تعریف کی ہے تو جو شخص حرام کام کرے گا وہ کیسے تعریف

اور تحسین کا مستحق ہوگا۔
اور توکل کا معنیٰ یہ ہے کہ
بندہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عمل کو بروئے کار لائے اور سعی اور جدو جہد کرے۔
(الکاشف عن حقائق السنن: ج:6، ص362 تا363 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:
سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: متوکل کی تین علامتیں ہیں۔
1- وہ خود سے سوال نہیں کرتا۔
2- کسی کی دی ہوئی چیز کو رد نہیں کرتا۔
3- اور کسی کی دی ہوئی چیز کو جمع نہیں کرتا۔
بایزید سے پوچھا گیا کہ
توکل کی تعریف کیا ہے؟
انہوں نے پوچھا۔
تمہارے نزدیک توکل کی تعریف کیا ہے۔
سائل نے کہا: ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ اگر تمہارے دائیں اور بائیں درندے اور اژدھے ہوں تو تمہارے دل میں خوف نہ پیدا ہو۔
بایزید نے کہا: ہاں یہ بھی درست ہے لیکن اگر اہل جنت کو جنت میں ثواب ہو رہا ہو اور اہل دوزخ کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہو اور تم ان میں تمیز کر رہے ہو تو تم متوکلین میں سے نکل جاؤ گے۔
سہل بن عبداللہ نے کہا: توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔
امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
توکل کا محل قلب ہے اور اس کی ظاہری حرکت قلب کے توکل کے منافی نہ ہو اور اس کے نزدیک تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور اگر کوئی چیز آسان ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی پر سوار ہو کر آیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2344)
ابراہیم خواص بیان کرتے ہیں کہ
وہ ایک دیہات میں جارہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی جارہا تھا۔
اس نے کہا: اے ابراہیم! ہمارے نزدیک توکل یہ ہے کہ جب تم کسی شہر میں جاؤ تو شہر والوں سے تمہاری یہ امید نہ ہو کہ وہ تمہیں کھانا کھلائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہو۔
ابوتراب نخشبی نے کہا: توکل یہ ہے کہ تم اپنے بدن کو عبادت میں مشغول رکھو اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رکھو اور قدر ضروری پر مطمئن رہو۔ اگر تمہیں کچھ دیا جائے تو شکر کرو اور نہ دیا جائے تو صبر کرو۔
حمدون قصار سے توکل کے متعلق سوال کیا گیا۔
تو اس نے کہا: اگر تمہارے پاس دس ہزار روپے ہوں اور تم پر ایک روپے کا قرض ہو تو تم موت سے بے خوف نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ تم پر وہ قرض رہ جائے اور تمہارے اوپر دس ہزار روپے قرض ہو اور تمہارے پاس اس کی ادائیگی کے لئے رقم نہ ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہو کہ وہ تمہارے قرض کی ادائیگی کی سبیل کردے گا۔
استاذ ابوعلی دقاق یہ فرماتے تھے کہ
متوکل کے تین درجات ہیں۔
1-التوکل
2-پھر تسلیم
3-پھر تفویض
اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مطمئن ہونا توکل ہے اور اس کے علم پر قناعت کرنا تسلیم ہے اور اس کے حکم پر راضی رہنا تفویض ہے۔
توکل ابتداء ہے تسلیم متوسط ہے اور تفویض انتہاء ہے۔
نیز استاذ ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ
توکل مومنین کی صفت ہے۔ تسلیم اولیاء کی صفت ہے اور تفویض موحدین کی صفت ہے یا توکل عوام کی صفت ہے اور تسلیم خواص کی صفت ہے اور تفویض خواص الخواص کی صفت ہے۔ نیز وہ کہتے تھے کہ توکل عام انبیاء کرام علیہم السلام کی صفت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔
(الرسالۃ القشیریۃ: ص200 تا 204 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

توکل کی حقیقت میں متقدمین اور متاخرین علماء کرام کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

توکل کے اسم کا وہ ہر شخص مستحق ہے جس کے دل میں غیر اللہ کا خوف بالکل نہ ہو اس کو کسی درندہ کا نہ خوف ہو نہ دشمن کا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کرتے ہوئے رزق کے طلب کرنے کو بھی چھوڑ دے۔

اور ایک جماعت نے کہا: توکل کی تعریف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اس کی تقدیر نافذ ہوگی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سعی اور جدوجہد کرنے میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا خصوصاً کھانے پینے میں اور دشمنوں سے حفاظت کے معاملہ میں جیسا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ سنت ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اول الذکر بعض متصوفہ اور اصحاب علم القلوب والاشارات کا مذہب ہے اور ثانی الذکر عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور صوفیاء میں سے محققین نے توکل کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ

اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے لیکن جب انسان صرف اسباب پر قناعت کرے اور مطمئن ہو جائے تو یہ توکل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کی حکمت کے مطابق اسباب کو اختیار کرے اور اس کا یہ یقین ہو کہ یہ اسباب کسی نفع کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے میں مستقل اور موثر نہیں ہیں اور نفع اور ضرر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہی ظاہر ہوگا۔ (شرح مسلم: ج:2، ص:1100 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت ھود علیہ السلام نے قوم عاد کو فرمایا کہ میں تمہیں دیا ہوا پیغام پہنچا چکا ہوں

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اگر تم پیٹھ بھی پھیر جاؤ تو کوئی بات نہیں میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا چکا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ (ھود:57)

اگر تم پیٹھ پھیرو (تو کوئی بات نہیں) میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا چکا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ میرا رب عزوجل تمہاری جگہ دوسری قوم لا کر آباد کرے گا اور تم اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا اور تبلیغ کی مگر وہ آپ علیہ السلام کی تکذیب کرتے رہے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب عزوجل تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کو لا کر آباد کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ يَسْتَخْلِفُ رَبِّىْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ ○ (ھود:57)

اور میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لا کر آباد کر دے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو امانت دار رسول فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ (الشعراء:125)

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو اپنی اطاعت کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ (الشعراء:126)

سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اطاعت کی تاکید

قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے اور اس پر اجر عظیم کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (النور:54)

آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (النور:52)

اور جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسلم نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے تھے کہ روم کا ایک دیہاتی ان کے پاس آ کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔

تم یہ کلمہ کیوں پڑھ رہے ہو؟

اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے لئے اسلام لایا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟

اس نے کہا: ہاں! میں نے تورات، انجیل اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف پڑھے ہیں میں نے ایک قیدی سے قرآن مجید کی آیت سنی جو تمام کتب سابقہ کی تعلیمات اور احکام کی جامع ہے تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا کلام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے تو اس نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:12، ص:274 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (نساء:59)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ (نساء:69)

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (نساء:64)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول اس کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○ (نساء:80)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میری اطاعت کی بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:7137)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میری مثال اور اس کی مثال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ایک آدمی کی مانند ہے جو ایک قوم کے [پاس] آیا۔

اور پھر اس نے کہا: اے میری قوم! میں نے ایک بہت بڑا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں کسی رکھ رکھاؤ کے بغیر [تمہیں] خبردار کرنے والا ہوں اپنا بچاؤ کرلو اپنا بچاؤ کرلو پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مان لی اور منہ اندھیرے [اٹھ] کھڑے ہوئے پس وہ اطمینان سے وہاں سے روانہ ہو گئے تو وہ نجات پا گئے۔ اس آدمی کی قوم کے ایک گروہ نے اسے جھٹلایا [اور وہ] اسی جگہ پر رہے تو صبح کے وقت اس لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کی جڑیں کاٹ دیں پس یہ مثال اس خوش نصیب کی [ہے جس] نے میری اطاعت کی اور جو میں حق لے کر آیا ہوں اس کی اتباع کی اور یہ اس شخص کی بھی مثال ہے جس نے میری [نافرم]انی کی اور جو میں حق لے کر آیا اس کی تکذیب کی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:7283)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا مگر وہ جس نے انکار کر دیا۔
عرض کیا گیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کرنے والا کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 7280)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا۔
اور دوران خطبہ ارشاد فرمایا:
بے شک میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ (مستدرک:
ج:1، ص:93)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ان دونوں پر عمل کے بعد گمراہ نہیں ہو سکتے۔
1- اللہ تعالیٰ کی کتاب
2- اور میری سنت
اور یہ میدان محشر میں حوض کوثر پر وارد ہونے تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ (مستدرک: ج:1، ص:93)

حضرت ھود علیہ السلام کا تبلیغ پر اجرت طلب نہ کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ میں تم سے اس دین کی تبلیغ پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر
اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعراء:127)

اور میں تم سے اس (تبلیغ دین پر) کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العلمین پر ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو اونچی جگہ پر لہو ولعب کی یادگار تعمیر کرنے کا فرمانا

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ○ (الشعراء:128)

کیا تم ہر اونچی جگہ پر لہو ولعب کی ایک یادگار تعمیر کر رہے ہو۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو فرمانا کہ تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ تم اس امید پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ○ (الشعراء:129)

اور تم اس توقع پر مضبوط مکان بنا رہے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

ریع کا معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

ریع کا معنیٰ ہے۔

ٹیلا ہر وہ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے۔

(المفردات: ج:2، ص:274 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

عبث کیوں فرمایا گیا

آیت کریمہ میں تَعْبَثُوْنَ کا لفظ ہے یہ عبث سے بنا ہے اس کا معنیٰ ہے کھیل کود اور بے کار کام میں مشغول ہونا جس کام کی کوئی غرض صحیح نہ ہو اس کو عبث کہتے ہیں۔

(المفردات: ج:2، ص:416 مطبوعہ مرجع السابق)

اونچی جگہ پر یادگار تعمیر کرنے پر اقوال

قوم عاد اونچی جگہ پر جو ایک یادگار تعمیر کرتے تھے اس کے متعلق چند اقوال ہیں۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ اونچی جگہ پر مکان بناتے تھے جس میں وہ رہائش کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اس لیے اس کو عبث فرمایا۔

2-حضرت سعید بن جبیر اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وہ عمارت بنا کر اس کے اوپر برج بناتے تھے اور اس برج میں کبوتر رکھتے تھے۔

3-حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے اور اس میں کھڑے ہو کر آنے جانے والوں کو دیکھتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔

(زاد المسیر: ج:6، ص135 تا 136 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو فرمانا کہ جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ (الشعراء:130 تا 131)

اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

☆یعنی جب تم کسی کو گرفتار کرتے ہو اس کو سزا دینے کے لئے کوڑے مارتے ہو یا تلوار سے قتل کرتے ہو اور جس طرح کسی ظالم اور جابر شخص کے دل میں کوئی نرمی ہوتی ہے نہ ترس ہوتا ہے اسی طرح تمہارا معاملہ ہوتا ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا اے میری قوم تم اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الشعراء:132)

اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اس ذات مقدس سے ڈرو جس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ۝ (الشعراء:133)

اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد کی۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری باغوں اور چشموں سے مدد فرمائی

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اس وحدہ لاشریک ذات اقدس سے ڈرو جس نے تمہاری باغوں اور چشموں سے مدد فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے: وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ o (الشعراء:134)

(اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی) باغوں سے اور چشموں سے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو فرمانا کہ مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ورنہ مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ o (الشعراء:135)

بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

قوم عاد کا کہنا ہمارے لیے برابر ہے آپ نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں

حضرت ھود علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم نے کہا کہ ہمارے لیے برابر ہے کہ آپ علیہ السلام نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ o (الشعراء:136)

قوم عاد نے کہا ہمارے لیے برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

قوم عاد کا کہنا یہ نصیحت کرنا تو پہلے لوگوں کا طریقہ ہے

حضرت ھود علیہ السلام کی تبلیغ پر عمل کرنے کے بجائے قوم اس قدر بد بخت تھی کہ انہوں نے کہا یہ نصیحت کرنا تو پہلے لوگوں کا طریقہ ہے صرف آپ نہیں کر رہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ o (الشعراء:137)

یہ (نصیحت کرنا) صرف پہلے لوگوں کا طریقہ ہے۔

[قو]م عاد کا کہنا کہ ہمیں عذاب نہیں ہوگا

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ o (الشعراء:138)

اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

قوم عاد کا رسولوں کی تکذیب کرنا

قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ o (الشعراء:123)

قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ o وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ط كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ o اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ o (ق:13 تا 15)

اور عاد اور فرعون اور لوط کے علاقے والوں نے اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا سو عذاب کی وعید برحق ہے تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ وہ اپنے از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام کو جھٹلانا

قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام کو جھٹلایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَكَذَّبُوْهُ (الشعراء:139)

سو انہوں نے ھود کی تکذیب کی۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانیں اور لوگوں پر ظلم نہ کریں اس کے علاوہ انہیں اور کوئی حکم نہیں دیا اور انہیں نماز یا کسی اور حکم شرعی کی دعوت نہیں دی لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے سے انکار کیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی تکذیب کی۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27، ص148 تا 149 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم عاد کا تعارف

عاد قوم عاد کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ

عاد اور ثمود ایک دوسرے کے عم زاد بھائی تھے عاد حضرت ھود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی، عاد اور ثمود دونوں کی ہلاکتوں کے درمیان پانچ سو سال کا عرصہ تھا۔

بعض مورخین نے کہا ہے کہ

عاد اور ثمود دونوں بھائی تھے اور ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے، عاد اور اس کے فرزندوں کا مسکن یمن میں تھا اور ثمود اور اس کے فرزندوں کا مسکن حجاز اور شام کے درمیان میں تھا ان سب کی زبان اور لغت عربی تھی یہ سب ختم ہو گئے اب ان کی نسل باقی نہیں ہے۔

(روح البیان: ج:6،ص:378 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ اسماعیل عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام کے قبیلہ کا نام عاد بن عوص بن سام بن نوح تھا یہ عرب تھے اور احقاف میں رہتے تھے یہ پہاڑوں کے درمیان ریگستان ہے یہ جگہ یمن میں عمان اور حضر موت کے درمیان ہے یہ لوگ مضبوط ستونوں والے خیموں میں رہتے تھے۔ صحیح ابن حبان میں انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے ذکر میں ایک طویل مروی ہے اس میں ذکر ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! چار نبی عرب ہیں!

1-حضرت ھود علیہ السلام

2-حضرت صالح علیہ السلام

3-حضرت شعیب علیہ السلام

4-اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت ھود علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان میں کلام کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ قول حق کے زیادہ قریب ہے۔

مقصود یہ ہے کہ

اس سے مراد عاد اولی ہے یہ وہ پہلی قوم ہے جس نے طوفان نوح کے بعد بت پرستی کی ان کے تین بت تھے۔

1-صدا

2-صمود

3- اور رہر۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 1 ص 188 تا 189 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم عاد کا حضرت ھود علیہ السلام سے عذاب کو طلب کرنا

قوم عاد نے نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے حضرت ھود علیہ السلام سے عذاب کو طلب کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o (الاحقاف: 22)

آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ o (الاعراف: 70)

سو آپ ہمارے پاس وہ (عذاب) لے کر آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔

حضرت ھود علیہ السلام کا فرمانا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے جب عذاب طلب کیا تو حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تم لوگوں کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے دے کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ (الاحقاف: 23)

ھود نے کہا! اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو جاہل لوگ کہنا

جب قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام سے عذاب کو طلب کیا تو حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہارے متعلق گمان کرتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ o (الاحقاف: 23)

لیکن میں تمہارے متعلق گمان کرتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو۔

جہل کی مذمت

علامہ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بغیر علم کے عبادت کرتا ہے وہ چکی کے گدھے کی طرح ہے وہ اس کے گرد گھومتا رہتا ہے اور مسافت کو قطع نہیں کرتا۔

(روح البیان: ج:6،ص:420 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ بعض لوگ بغیر حدیث پڑھے بغیر بے خواندہ بے اجازت اساتذہ برسر بازار و مسجد وغیرہ بہ طور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ مطلب و معنیٰ میں کچھ مس نہیں فقط اردو کی کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

بینوا و توجروا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس نے بغیر علم کے قرآن مجید کے متعلق کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

یہ حدیث مبارکہ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10/1،ص:188 مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زاہد جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

ہرگز نہ جانیو تو انہیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کیے جائیں اس بات سے جو انہوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انہیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔

يفرحون باضلالهم الناس و بنسبة الناس اياهم الى العلم وليسوا جاهل العلم

یعنی

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔ جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔

وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا

بیان جائز نہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار
جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار
جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔
رواہ البخاری فی صحیحہ عن سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ
اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا
بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔
رواہ الائمۃ احمد والشیخان والترمذی وابن ماجہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما
دوسری حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
من افتی بغیر علم لعنة ملئكة اسماء والارض
جو بے علم فتویٰ دے اسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں۔
رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ
یونہی جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے کہ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ زید مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر ذکر شریف پر بیان کرنا خصوصاً انہیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزۃ جلا وعلا ہے۔
حدیث مبارکہ میں ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش
جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔
رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ ابویعلی البیہقی فی السنن وانس بن مالک وابن عدی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما

اس بیان سے تمام مراتب مسؤلہ سائلین کا جواب ہوگیا زید پر لازم کہ توبہ کرے اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10/1، ص:96 مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جاہل عالم کی فضیلت کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالم دین ہو۔

قال اللہ تعالیٰ

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون

تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے علم والے اور بے علم۔

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کر لیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انہیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ میں بھی وہ صفیہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اسے جلد نجات بخشتا ہے ولہذا

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ

عالم کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے اسے اٹھا لے گا۔

و اللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10/2، ص:72 مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا: جس شخص نے کہا: میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔

اور جس شخص نے کہا: میں جاہل ہوں وہ بھی جاہل ہے۔

اور جس شخص نے کہا: میں جنت میں ہوں وہ دوزخ میں ہے۔

اور جس نے کہا: میں دوزخ میں ہوں وہ بھی دوزخ میں ہے۔

(معجم الصغیر: رقم الحدیث:176)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کہا میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:6842)

حضرت ھود علیہ السلام کا قوم عاد کو عذاب کے انتظار کا فرمانا

جب قوم عاد نے حضرت ھود علیہ السلام سے عذاب کو طلب کیا تو حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر عذاب نازل ہوگیا کیا تم مجھ سے ان اسماء کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی پس تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ (الاعراف:71)

ھود نے کہا! یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا کیا تم مجھ سے ان کاموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہ کی سو تم (عذاب کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

اعتراض

حضرت ھود علیہ السلام نے یہ کیسے فرمادیا کہ تم پر عذاب نازل ہو گیا حالانکہ اس وقت تک تو عذاب نازل نہیں ہوا تھا؟

جواب

جس چیز کا مستقبل میں واقع ہونا یقینی اور قطعی ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کر دیتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے تم پر عذاب نازل کر دیا اس معنیٰ میں ہے کہ اس نے تم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت ھود علیہ السلام کے نزدیک اس عذاب کا واقع ہونا یقینی تھا۔

قوم عاد کا عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں دیکھ کر کہنا کہ ہم پر برسنے والا بادل ہے

قوم عاد نے جب عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ (الاحقاف:24)

پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

خوفناک آواز والی آندھی کا نزول

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (حم السجدہ:16)

سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی تا کہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

عادکو دبور سے ہلاک کردیا گیا

جو ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چلے اس کو باد صبا کہتے ہیں اور جو ہوا مغرب سے مشرق کی طرف چلے اس کو باد بور کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کردیا گیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1035)

منحوس دنوں میں آندھی بھیجی

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ "سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی" منحوس دن کے متعلق کئی اقوال ہیں۔
چنانچہ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: نجومیوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض دن منحوس ہوتے ہیں اور بعض دن مبارک ہوتے ہیں۔
اور متکلمین نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ
ایام نحسات کا معنیٰ یہ ہے کہ
وہ گرد و غبار والے دن تھے اور بہ کثرت خاک اور مٹی اڑنے کی وجہ سے کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔
نیز ایام نحسات کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ
ان دنوں میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کردیا تھا تو ان کے حق میں یہ دن منحوس ثابت ہوئے۔
نجومیوں نے کہا: منحوس کا معنیٰ لغت میں نامبارک اور بے برکت ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں سعد کا لفظ ہے اور سعد کا معنیٰ مبارک ہے۔
اور متکلمین کے دوسرے جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ
اس نے منحوس دنوں میں ان پر عذاب نازل کیا۔
یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ ان پر ان دنوں میں عذاب ہوا اس لیے وہ دن منحوس ہوگئے۔
(تفسیر کبیر: ج:9، ص:553 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:
منحوس دنوں کی تفسیر میں چار اقوال ہیں۔

1-حضرت مجاہد اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
یہ ایام منحوس اور بے برکت تھے ایک بدھ سے لے کر دوسرے بدھ تک ان پر عذاب آتا رہا تھا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۝ (الحاقۃ:6تا7)
اور رہی قوم عاد تو اس کو سرکش اور بے قابو خوف ناک آواز والی آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔ جس آندھی کو اللہ تعالیٰ نے ان پر لگا تار سات راتیں اور آٹھ دنوں تک مسلط رکھا پس آپ اس قوم کو دیکھتے ہیں وہ زمین پر اس طرح گرے ہوئے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں (یعنی بے جان)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
ہر قوم کو بدھ کے دن عذاب دیا گیا تھا۔
2-نقاش نے کہا: نحسات سے مراد ہے بادات یعنی وہ موسم سرما کے سخت سرد ایام تھے اور سخت سردی کی وجہ سے وہ منجمد او خاکستر ہو گئے تھے اور نحسات کا معروف معنیٰ جو بے برکت ہے وہ مراد نہیں ہے۔
3-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ نے کہا: ایام نحسات سے مراد ہے ایام متتابعات، یعنی ان ایام میں مسلسل ان پر آندھی کا عذاب آتا رہا جیسا کہ الحاقۃ: 7 میں فرمایا ہے۔
ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا کا معنیٰ متواتر ہے اور نحسات کا معروف معنیٰ مراد نہیں ہے۔
حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی یہی تاویل کی ہے۔
4-ایام نحسات سے مراد ہے کہ ان ایام میں بہت زیادہ گرد و غبار اڑ رہا تھا اور دیکھنے والوں کو کچھ نظر نہیں آتا تھا اور اس سے نحسات کا معروف معنیٰ مراد نہیں ہے کہ وہ ایام منحوس اور بے برکت تھے۔
(النکت والعیون: ج:5، ص174 تا175 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بعض دنوں کا منحوس ہونا

بعض دنوں کے منحوس ہونے کے متعلق احادیث مبارکہ ہیں اور ان کی تحقیق میں علماء کرام کے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بدھ کے دن میں دائمی نحوست ہے۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث:6422)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے جمعرات کے دن فصد لگوائی اور بیمار ہو گیا تو وہ مر جائے گا۔
(جامع الصغیر: رقم الحدیث:8329)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس شخص نے بدھ کے دن یا ہفتہ کے دن فصد لگوائی پھر اس نے اپنے جسم میں برص کے داغ دیکھے تو وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔
(کنز العمال: رقم الحدیث:28116)
ایک اور روایت میں ہے:
کبسہ بنت ابی بکرہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
منگل کا دن خون بہنے کا دن ہے اور اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں خون نہیں رکتا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3862)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہار منہ فصد لگوانا زیادہ بہتر ہے اس سے عقل تیز ہے اور قوت حفظ زیادہ ہوتی ہے پس جو شخص فصد لگوائے وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جمعرات کے دن فصد لگوائے اور جمعہ، اور اتوار کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو اور پیر اور منگل کے دن فصد لگواؤ اور بدھ کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو یہی دن ہے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام مرض میں مبتلا ہوئے تھے اور جذام اور برص کی ابتداء جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات سے ہوتی ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:3488)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہفتہ کا دن مکر اور دھو کے کا دن ہے اور اتوار کاشت کاری اور تعمیرات کا دن ہے اور پیر سفر اور طلب رزق کا دن ہے اور لوہے کے کام کا دن ہے اور بدھ کے دن میں چیزیں جانے کا دن ہے چیزیں ملنے کا دن نہیں ہے اور جمعرات کا دن سلطان کے پاس جانے اور ضروریات طلب کرنے کا دن ہے اور جمعہ کا دن خطبہ اور نکاح کا دن ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 8996)

علامہ شمس الدین عبد الرؤف المناوی متوفی 1031ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس نے بدھ کے دن یا ہفتہ کے دن فصد لگوائی اور اس کے جسم میں برص کے داغ ہو گئے وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 5905)

امام دیلمی نے ابو جعفر نیشاپوری سے روایت کیا ہے کہ

میں نے ایک دن کہا۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور میں نے بدھ کے دن فصد لگوائی تو مجھے برص ہو گیا مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری حدیث کی اہانت کرنے سے احتراز کیا کرو۔

اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ اور بدھ کے دن فصد لگوانے کو مکروہ کہا ہے۔

امام حاکم نے کہا: اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے۔ حافظ ذہبی نے اس حدیث مبارکہ کو تلخیص میں رد کر دیا ہے اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے۔

مہذب نے لکھا ہے کہ

سلیمان ضعیف راوی ہے۔ ابن الجوزی نے اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن حبان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔

نیز ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس نے جمعرات کے دن فصد لگوائی اور وہ بیمار ہو گیا تو وہ مر جائے گا۔

(جامع الصغیر: رقم الحدیث: 8329)

علامہ مناوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام احادیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا۔

ان احادیث میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔

حنبل بن اسحاق نے کہا کہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا خون جس دن اور جس وقت بھی جوش میں آتا وہ فصد لگوا لیتے تھے۔ (فیض القدیر: ج: 11، ص: 5591 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

علامہ اسماعیل بن العجلونی متوفی 1162ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی چیز سے بدفالی نکالی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کو ترک کر دیا اور جس کا توکل گم ہو گیا اس کے تصرفات میں نحوست ضرور دے گی۔

علامہ مناوی نے کہا: حاصل یہ ہے کہ جو شخص بدفالی کی وجہ سے بدھ کے دن فصد لگوانے کو ترک کرے گا اور نجومیوں پر اعتقاد رکھے گا تو یہ بہت شدید حرام ہے کیونکہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی چیز اپنی ذات سے نفع اور ضرر نہیں پہنچاتی اور جس کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی چیز کسی چیز میں اثر نہیں کرتی اس پر کسی بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (کشف الخفاء: ج: 1، ص 13 تا 14 مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق)

نجومی اور بعض غیر محقق علماء نے یہ کہا ہے کہ بعض دن نامبارک اور منحوس ہوتے ہیں ہم اس کا رد قرآن مجید و احادیث مبارکہ و اقوال علماء کرام سے کرتے ہیں کہ کسی چیز کو منحوس اور نامبارک اعتقاد کرنا کفار اور جاہلیت کا طریقہ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ منحوس کا معنیٰ کیا ہے۔

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 175ھ لکھتے ہیں:

نحس خلاف سعد کو کہتے ہیں یعنی بے برکت چیز۔

(کتاب العین: ج: 3، ص: 1765 قم ایران)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:

نحس سعد کی ضد ہے یعنی نامبارک۔ (الصحاح: ج: 3، ص: 98 دار العلم بیروت)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی 386ھ لکھتے ہیں:

نحسات کا معنیٰ ہے۔

مشؤمات یعنی نامبارک اور برے شگون والی چیزیں۔

(مجمع بحار الانوار: جز: 4، ص: 689 مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

نحسات کا معنیٰ ہے۔

مشؤمات یعنی وہ چیزیں جن سے برا شگون لیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ

سخت ٹھنڈی چیزیں نحس کی اصل یہ ہے کہ آسمان کے کنارے سرخ ہو جائیں جیسے بغیر دھوئیں کے آگ کے شعلے ہوں یہ لفظ نحوست اور بدشگونی کے لیے ضرب المثل ہو گیا۔

(المفردات: ج: 8، ص: 627 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بیروت)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

نحسات کا معنیٰ ہے۔

مشؤمات یعنی جن چیزوں سے برا شگون لیا جائے۔

(نشر ادب الحوزۃ: مطبوعہ ایران)

علامہ محمد بن ابی بکر رازی متوفی 660ھ لکھتے ہیں:

نحس کا معنیٰ ہے۔

سعد کی ضد یعنی نامبارک۔

(مختار الصحاح: ص: 374 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

منحوس کا معنیٰ ہے مشؤم اور مشؤم اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بدشگونی لی جائے عربی میں اس کو طیرۃ، طائر اور تطیر کہتے ہیں اور قرآن مجید نے تطیر کا رد فرمایا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق ان کی قوم ثمود نے کہا:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ○ (النمل: 47)

ثمود نے کہا! ہم آپ سے اور آپ کے اصحاب سے بدشگونی لے رہے ہیں۔ صالح نے کہا: تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنہ پرور ہو۔

ثمود کا مطلب یہ تھا کہ

آپ کی نحوست سے ہم پر قحط آ گیا اور آپ کے آنے کے بعد ہم پر قحط آ گیا اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ تمہاری بدشگونی سبب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی مزعومہ نحوست کی وجہ سے تم پر قحط نہیں آیا بلکہ تمہاری اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر قحط آیا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف: 130 تا 131)

''اور ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کی کم پیداوار میں مبتلا کیا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں پس جب ان کے پاس خوش حالی اور زرخیزی آتی تو کہتے یہ ہماری محنت کا ثمرہ ہے اور جب ان پر بدحالی آتی تو وہ اس کو موسیٰ اور ان

کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے سنو! ان کی نحوست کا سبب اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یعنی ان کی بدحالی اور تنگ دستی کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ نحوست نہیں ہے بلکہ ان کا کفر اور فسق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (یٰسین:18تا19)

''اہل انطاکیہ نے رسولوں سے کہا! ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہم سے دردناک سزا پہنچے گی۔ رسولوں نے کہا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا تم نصیحت کیے جانے کو نحوست کہتے ہو بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔''

ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک دیا تھا جس کو اہل انطاکیہ نے رسولوں کی نحوست کہا۔ رسولوں نے بتایا کہ تمہاری بدحالی تمہارے کفر کی وجہ سے ہے جو تمہارے ساتھ ہے۔

ان آیات کریمہ میں نحوست اور بدشگونی کے لئے تطیر اور طائر کا لفظ آیا ہے اس کا مادہ تطیر ہے جس کا معنیٰ اڑنا ہے۔ عرب کسی کام یا سفر کا ارادہ کرتے تو پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو اس سے وہ نیک شگون لیتے تھے اور وہ کام کرتے یا سفر پر روانہ ہو جائے اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے وہ بدشگونی مراد لیتے اور اس کام سے رک جاتے۔ نیک شگون کو وہ تفاءل کہتے تھے اور بدشگون اور نحوست کو وہ تطیر، طائر اور تشاءم کہتے تھے۔ اسلام میں کسی چیز سے بدشگونی لینا یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا جائز نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کو منحوس کہنا کفار اور جاہلیت کا طریقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی مرض خود بہ خود متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی اور نحوست کی کوئی تاثیر ہے اور نہ الو کی نحوست کی کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کے مہینہ کو آگے پیچھے کرنے کا کوئی فائدہ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5757)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

عرب یہ سمجھتے تھے ایک شخص بیمار ہو تو خود بہ خود اس سے بیماری دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ کوئی مرض خود بہ خود متعدی نہیں ہوتا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طیرہ کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ عرب جب پرندے اڑاتے یا ہرن بھگاتے تو اگر وہ دائیں جانب اڑتا یا بھاگتا تو اس کو سانح کہتے تھے اور اگر بائیں جانب اڑتا یا بھاگتا تو اس کو بوارح کہتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے اور اپنے مقصود کی طرف جاتے تھے۔ شریعت اسلام نے اس کی نفی کی اس کو باطل قرار دیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ کسی نفع کو حاصل کرنے میں کسی ضرر کو دور کرنے میں اس مزعوم نحوست کے خلاف کرنے کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔

اور آپ نے فرمایا:

اور نہ الو کی نحوست کی کوئی تاثیر ہے کیونکہ عرب والے الو کو منحوس کہتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے تھے اور عرب والے صفر کے مہینے کو بھی منحوس کہتے تھے اور محرم کو صفر تک مؤخر کر دیتے تھے اور محرم کو صفر قرار دیتے تھے اسلام نے اس کو باطل کر دیا۔

(عمدۃ القاری: ج: 21 ص: 368 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہ کوئی مرض خود متعدی ہوتا ہے اور نہ بدشگونی کی کوئی تاثیر ہے اور مجھے اچھی فال پسند ہے اور وہ نیک الفاظ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3916)

حافظ شہاب الدین محمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

ہر طیرہ (بدشگونی) میں کوئی خیر نہیں ہے اور نیک فال میں خیر ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کوئی اچھی بات سن کر اس سے مستقبل میں کوئی بات نکالے تو وہ فال ہے طیرہ اور فال میں فرق یہ ہے کہ فال ایک خبر ہے جو غیب سے حاصل ہوتی ہے اور طیرہ میں کسی پرندے یا جانور کی حرکت ہوتی ہے اور اس میں کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا۔

ایک اور فرق یہ ہے کہ

فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور طیرہ میں برا گمان ہوتا ہے اس لیے وہ مکروہ (تحریمی) ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

فال عام ہے خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اور طیرہ کا استعمال صرف بدشگونی میں ہوتا ہے اور شریعت میں فال خوشی کے لئے ہے اور طیرہ رنج اور افسوس کے لیے ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نیک اور اچھی بات کو سن کر خوش ہوتے ہیں جیسا کہ وہ صاف پانی اور خوشگوار منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

سنن ترمذی میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سننا پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کہے۔

یا نجیح یا راشد (اے کامیاب! اے ہدایت یافتہ)
اور اس سے آپ کامیابی کی فال نکالتے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1616)
اور امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھتے اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے ہیں اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3960)
امام بیہقی نے شعب الایمان میں حلیمی سے روایت کیا ہے کہ
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کے لئے روانہ ہوتے اس وقت کسی پرندے کو دھکیلا جاتا تو وہ اس سے براشگون لیتے اسی طرح وہ کوے کی آواز سے اور ہرن کے گزرنے سے بھی براشگون لیتے تھے اور ان چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے اور ان سب کو وہ تطیر کہتے تھے اور عجم میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی کام کے لئے جاتے اور اس وقت کوئی بچہ استاذ کے پاس پڑھنے کے لئے جارہا ہوتا تو اس کو وہ نحوست سمجھتے اور اگر وہ استاذ کے پاس سے آرہا ہوتا تو اس کو مبارک سمجھتے۔
بدشگونی لینا اس وقت منع ہے جب انسان اس بدشگونی کو مؤثر جانے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدبر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کو تجربہ سے معلوم ہے کہ اس کے کام کے وقت اگر فلاں چیز پیش آجائے تو کام نہیں ہوتا۔ پس اگر ایسے مواقع پر وہ اپنے کام کو ترک کردے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایسے موقع پر وہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ طلب کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزرے پھر خواہ اس کے دل میں خیال آتا رہے کہ اب چونکہ وہ چیز پیش آگئی ہے لہٰذا کام نہیں ہوگا تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اس کو وہ متوقع ضرر پیش آجاتا ہے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور یہ دراصل اس کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔
علامہ حلیمی نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک فال اس لیے پسند تھی کہ بدفالی اور بدشگونی میں بغیر کسی تحقیقی سبب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور نیک فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔
علامہ طیبی نے کہا ہے کہ
نیک فال کی اجازت دینے اور بدشگونی سے منع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ
اگر ایک شخص کوئی چیز دیکھے اور اس سے یہ نیک گمان کرے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اس

کو وہ کام کر لینا چاہئے اور اگر اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال آئے کہ اس کو دیکھنے یا اس کے سامنے آجانے کی وجہ سے وہ ناکام ہو جائے گا تو اس کو اس بدگمانی کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مقصود کے لئے جانا چاہئے اور اگر اس نے اس چیز کی نحوست کے اعتقاد کو قبول کر لیا اور اپنے مقصود پر جانے سے رک گیا تو یہی وہ بدفالی اور بدشگونی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن الطیبی: ج:5،ص:313 تا 314)(فتح الباری: ج:11،ص:376 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

الطیرۃ شرک ہے (یعنی بدشگونی اور نحوست کا اعتقاد شرک ہے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے ہر شخص بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے توکل لے جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:2555)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جب بدشگونی کے تقاضے پر عمل کریں گے تو ان کو نفع حاصل ہوگا اور ان سے ضرر دور ہوگا تو گویا انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیا اور یہ شرک خفی ہے۔

شارح نے کہا: یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بالذات نفع پہنچاتی ہے یا ضرر پہنچاتی ہے تو اس نے شرک جلی کیا۔

علامہ طیبی نے کہا: اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو وہ منحوس سمجھتے تھے وہ نقصان دینے میں سبب موثر ہے اور فی نفسہ اسباب کو موثر جاننا شرک خفی ہے تو جب اس کے ساتھ بدعقیدگی اور جہالت بھی شامل ہو جائے تو وہ شرک کیوں نہ ہوگی۔

(مرقات: ج:8،ص:349 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العیافۃ اور الطرق اور الطیرۃ جبت سے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:19502)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

العیافۃ کا معنیٰ ہے۔
پرندے کو اڑانے یا بھگانے کی کوشش کرنا تا کہ دیکھا جائے کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف اور پھر اس سے نیک یا بدفال نکالی جائے۔
الطرق کا معنیٰ ہے۔
رمل یعنی لکیریں ڈال کر زائچہ کھینچنا اور اس سے غیب کی بات معلوم کرنا۔
اور الطیر ۃ کا معنیٰ ہے۔
نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنا۔
اور جبت کا معنیٰ ہے۔
جادو اور کہانت کا عمل کرنا یا غیر اللہ کی عبادت کرنا۔
خلاصہ یہ ہے کہ
الطیر ۃ یعنی بدشگونی کا عمل کرنا غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے یا شرک ہے اور اس کی تائید سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: الطیر ۃ شرک ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن: ج:8،ص318-تا319 مطبوعہ دار القرآن کراچی)

علامہ الحسن التوریشتی متوفی 661ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ
ظاہر یہ ہے کہ یہ افعال کاہنوں کے افعال سے ہیں۔

(کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ: ج:3،ص:1013 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی چیز کو منحوس سمجھنے یا بدشگونی کی وجہ سے کسی کام سے رک گیا اس نے شرک کیا۔
مسلمانوں نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا کفارہ کیا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ دعا کرے! اے اللہ عزوجل! تیری خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں ہے اور تیری تقدیر کے سوا اور کوئی تقدیر نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث:7045)

عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے الطیر ۃ (منحوس چیز) کا ذکر کیا گیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان میں اچھی چیز نیک فال ہے اور وہ مسلمان کو کسی کام سے لوٹاتی نہیں ہے پھر جب تم کوئی منحوس چیز دیکھو تو یہ دعا کرو۔
اے اللہ عزوجل! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے اور صرف تو ہی برائیوں کو دور کرنے والا ہے گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہو گی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3919)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے کہانت کا عمل کیا یا فال کا تیر نکالا یا بدشگونی کی وجہ سے سفر پر نہیں گیا وہ قیامت کے دن جنت کے درجات کو نہیں دیکھ سکے گا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1134)

نحوست اور بدشگونی کے متعلق یہ حدیث مبارکہ بھی قابل غور ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے۔
1-گھوڑے میں
2-عورت میں
3-اور مکان میں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2858)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث مبارکہ کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الطیر ۃ (نحوست اور بدشگونی) کی بالکلیہ نفی فرمادی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان مقدسہ ہے! شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی حکایت کی ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ نحوست ان تین چیزوں میں ہے اور اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں بھی نحوست ان تین چیزوں میں ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نحوست کی بالکلیہ نفی کرتی تھیں۔
امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو حسان سے روایت کیا ہے کہ

بنو عامر کے دو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بتایا کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر سخت غصہ ہوئیں لگتا تھا کہ آپ کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے گا اور ایک آسمان پر۔
پھر آپ نے فرمایا:
اس ذات کی قسم! جس نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بالکل نہیں فرمائی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔
زمانہ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں کو منحوس جانتے ہیں۔
یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی۔ (شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 795)
امام ابن عبد البر نے بھی اس روایت کا ذکر فرمایا ہے اس روایت کے آخر میں ہے۔
پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا۔
مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ o (الحدید:22)
ہر وہ مصیبت جو دنیا میں آتی ہے یا تمہاری جانوں میں اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ
انسان پر جو مصائب آتے ہیں بیماریاں آتی ہیں اور مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے یا سفر میں نامرادی ہوتی ہے ان سب کا تعلق انسان کی تقدیر سے ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا کسی چیز کی نحوست یا بد شگونی کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔
ابو حسان کی اس روایت کی یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور آئمہ حدیث مبارکہ کی ایک جماعت نے بہ شمول امام بخاری سب نے ابو حسان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ جھوٹ ہے یہ آپ نے تغلیظاً فرمایا ہے۔
اس روایت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

آپ نے فرمایا تھا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے یہ آپ نے ابتداء اسلام میں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اعتقاد کی دی تھی پھر جب صریح قرآن اور سنت ثابتہ نے نحوست کا رد کر دیا تو اس حدیث سے جو حکم مستنبط ہوتا تھا وہ منسوخ ہو گیا نیز حدیث خبر واحد ہے اور اخبار احاد باب عقائد میں حجت نہیں ہیں اور نحوست کے صحیح ہونے کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ

آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہر عورت اور ہر گھوڑا اور ہر گھر منحوس ہوتا ہے اس سے مراد بعض عورتیں، بعض گھوڑے اور بعض گھر ہیں اور بعض عورتیں بدخلق، حریص، ناشکری یا بانجھ ہوتی ہیں یہ عورتوں کی نحوست ہے اور بعض گھوڑے سرکش اور اکھڑ ہوتے ہیں وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے یہ گھوڑوں کی نحوست ہے اور بعض مکان تنگ اور غیر ہوادار ہوتے ہیں یا ان مکانوں کے پڑوسی بداخلاق اور بے دین ہوتے ہیں یہ گھروں کی نحوست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتوں، بعض گھوڑوں اور بعض مکانوں میں عیوب اور نقائص ہوتے ہیں اور یہی ان کی نحوست ہے اس نحوست سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آجائے گی۔

نیز امام ترمذی نے حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو بھی روایت کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

کوئی نحوست نہیں ہے اور کبھی مکان میں عورت میں اور گھوڑے میں برکت بھی ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2824)

اس حدیث مبارکہ سے ہمارے اس جواب کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے بعض عورتوں کے متعلق نحوست (بہ معنی نقص و عیب) کی خبر دی ہے نہ کہ کل عورتوں کے بارے میں۔

اس روایت کا چوتھا جواب درج ذیل حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2859)

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان چیزوں میں نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور شوم اور طیرہ (نحوست اور بدشگونی) دونوں ایک چیز ہیں اور بدشگونی شرک ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا الطیرہ (بدشگونی) شرک ہے رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ شوم اور طیرہ واحد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے اگر کسی چیز میں شوم ہو تو گھوڑے، مسکن اور عورت میں ہوگی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 119)

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کوئی مرض فی نفسہ متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی طیرہ ہے اگر کسی چیز میں طیرہ ہو تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوگی۔

ایک حدیث مبارکہ میں ان تین چیزوں کے لئے شوم کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں طیرہ کا ثبوت ہے پس ضروری ہوا کہ ان دونوں سے مراد واحد ہو۔

(عمدۃ القاری: ج: 14، ص 211 تا 213 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ حامد آفندی سے سوال کیا گیا! کیا بعض دن اور راتیں منحوس یا مبارک ہوتی ہیں جو سفر اور دیگر کام کی صلاحیت نہیں رکھتیں؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ

جو شخص یہ سوال کرے کہ کیا بعض دن منحوس ہوتے ہیں اس کے جواب سے اعراض کیا اور اس کو جاہل اور بے وقوف قرار دیا جائے ایسا سمجھنا یہود کا طریقہ ہے مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اس سلسلہ میں روایت منقول ہے وہ جھوٹ اور باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے پس ایسے عقیدے سے احتراز کرنا چاہئے۔

(العقود الدریہ تنقیح الفتاوی الحامدیہ: ج: 2، ص: 367 مطبوعہ الحبیبہ کوئٹہ)

احادیث مبارکہ میں بعض ایام کو مبارک بھی فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہار منہ فصد لگوانا زیادہ بہتر ہے اور اس میں شفاء اور برکت ہے اور یہ عقل اور قوت حفظ کو زیادہ کرتی ہے پس اللہ تعالیٰ کی برکت سے جمعرات کے دن فصد لگواؤ اور بدھ، جمعہ اور اتوار کے دن فصد لگوانے سے احتراز کرو اور پیر اور منگل کے دن فصد لگواؤ کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض سے صحت عطا فرمائی اور بدھ کے دن ان کو مرض میں مبتلا فرمایا تھا کیونکہ جذام اور برص کی ابتداء بدھ کے دن یا بدھ کی رات کو ہوتی ہے۔

(سنن ابو ماجہ: رقم الحدیث: 3487)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتوار کے دن فصد لگوانا شفاء ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 28112)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے مہینہ کی سترہ اور انیس اور اکیس تاریخ کو فصد لگوائی اس کو ہر بیماری سے شفا حاصل ہوگی۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 28114)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے ہفتہ کے دن ناخن کاٹے اس سے بیماری نکل جائے گی اور اس میں شفاء حاصل ہوگی اور جس شخص نے اتوار کے دن ناخن کاٹے اس سے فقر و فاقہ نکل جائے گا اور تونگری داخل ہوگی اور جس نے پیر کے دن ناخن کاٹے اس سے جنون نکل جائے گا اور صحت داخل ہوگی اور جس نے منگل کے دن ناخن کاٹے اس سے مرض نکل جائے گا اور شفاء داخل ہوگی اور جس نے بدھ کے دن ناخن کاٹے اس سے وسوسہ اور خوف نکل جائے گا اور امن اور شفاء داخل ہوگی اور جس نے جمعرات کے دن ناخن کاٹے اس سے جذام نکل جائے گا اور عافیت داخل ہوگی اور جس نے جمعہ کے دن ناخن کاٹے اس میں رحمت داخل ہوگی اور گناہ نکل جائیں گے۔ (کشف الخفاء: ج:2، ص:397)

ریح کے متعلق احادیث مبارکہ و ریح اور ریاح میں فرق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جب تیز آندھی آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کو یہ ہوا لائی اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ میں آتا ہوں اور جب آسمان پر بارش کے آثار ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گھر کے اندر آتے کبھی گھر سے باہر جاتے اور جب بارش ہونے لگتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس لیے میں خوفزدہ ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ جب قوم عاد نے آسمان پر گرد و غبار دیکھا تو کہا تھا۔
فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ

فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الاحقاف:24)
جب قوم عاد نے اپنی وادیوں کی طرف بادلوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل ہم پر برسنے والا نہیں ہے بلکہ دراصل یہ وہ عذاب جس کو تم جلد طلب کرر ہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔
اور ایک روایت میں ہے۔
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کو دیکھتے تو فرماتے۔
یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:899)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق کا ہی حصہ دکھائی دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرایا کرتے تھے اور جب بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ے پر خوف کے آثار نظر آتے۔
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ جب آندھی کو دیکھتے ہیں تو اس موقع سے خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی اور میں دیکھتی کہ بادلوں کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے کون چیز یہ اطمینان دلا سکتی ہے کہ ان بادلوں میں عذاب نہیں ہوگا ایک قوم کو آندھی کا عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے کو دیکھا تو کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:4824)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب بھی کبھی ریح (سخت آندھی) آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو بیٹھ کر یہ دعا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! اس ریح کو رحمت بنادے اور اس کو عذاب نہ بنا۔
اے اللہ عزوجل! اس کو ریاح بنادے اس کو ریح نہ بنا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔
اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (القمر:19)
بے شک ہم نے ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیج دی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (الحجر:22)

اور ہم نے برسانے والی بوجھل ہوائیں بھیجیں پس ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیٰحَ مُبَشِّرٰتٍ (الروم:46)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:2456)

علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ بن الصدر السعید الحسن التوریشتی متوفی 661ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

ریاح (ہوائیں) جب کثیر ہوں تو وہ بادلوں کو کھینچ لیتی ہیں اور پھر بارش زیادہ ہوتی ہے اور اس سے غلہ اور پھل وافر میں ہوتے ہیں اور جب ریاح (ہوائیں) زیادہ نہ ہوں تو ایک ریح (ہوا) ہوتی ہے اور وہ بانجھ ہوتی ہے۔

عرب فرماتے ہیں کہ

بادل کو صرف ریاح ہی بوجھل کرتی ہیں اور میں نے دیکھا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبید سے روایت کیا ہے کہ ہم قرآن مجید میں ریح اور ریاح کے لفظ کا تتبع کیا تو جب ریح کی جمع ریاح کا لفظ ہو تو وہ رحمت کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور جب واحد ہو یعنی ریح تو یہ عذاب کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اس قاعدہ کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! اس ہوا کو ریاح بنانا، ریح نہ بنانا۔

اس کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ابوجید نے جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں اس قاعدہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں ریح کا لفظ رحمت ہوا کے معنیٰ میں بھی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ (یونس:22)

وہی اللہ عزوجل ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور ان کشتیوں کو رحمت والی ہوا لے کر چلتی ہے۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ریح (ہوا) کو برا نہ کہو پس جب تم کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو دعا کرو۔

اے اللہ عزوجل! ہم تجھ سے اس ریح (آندھی) کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا تو نے حکم دیا ہے اور ہم اس ریح کے شر سے اور جس چیز کا تو نے حکم دیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2522)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جب تیز ریح (آندھی) آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے۔
اے اللہ عزوجل! میں اس کی خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور جس چیز کو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی خیر کا تجھ سے [سوال] کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جس چیز کو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ [میں آ]تا ہوں۔ (صحیح البخاری:3606)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:
ہم نے جو قرآن مجید کی آیت پیش کی ہے (یونس:22) اور دیگر احادیث مبارکہ صحیحہ جو بیان کی ہیں ان سے یہ واضح ہو [گیا] ہے کہ قرآن مجید اور احادیث ثابتہ میں ریح اور ریاح کا ایسا فرق نہیں ہے کہ ریح کا لفظ عذاب کے ساتھ خاص ہو اور ریاح کا [رح]مت کے ساتھ خاص ہو بلکہ قرآن مجید اور احادیث ثابتہ میں ریح کا لفظ جس طرح عذاب کے لئے آیا ہے اسی طرح ریح [رحمت کے] لئے بھی آیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس حدیث مبارکہ سے ریح اور ریاح میں فرق پر استدلال کیا گیا ہے [اس کی] سند ضعیف ہے۔

علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ
امام ابوجعفر نے جو یہ فرمایا ہے کہ ریح اور ریاح میں یہ فرق نہیں ہے کہ ریح عذاب کے ساتھ خاص ہو اور ریاح رحمت کے [ساتھ] خاص ہو یہ بالکل بجا اور برحق ہے لیکن ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ کو رد کرنے کی جرأت نہیں کرتے [اس] حدیث مبارکہ کی سند کے ضعیف ہونے کے باوجود یہ حدیث مبارکہ ساقط الاعتبار نہیں ہے اس کی تاویل ممکن ہے اور اس کا [معنی صحی]ح ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے۔
اے اللہ عزوجل! اس ریح کو رحمت بنادے اور اس کو عذاب نہ بنا۔
اور اے اللہ عزوجل! اس کو ریاح بنادے اور اس کو ریح نہ بنا۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت سے نجات کی دعا کی ہے کیونکہ اگر یہ ریح ہلاک کرنے والی ہے تو اس کے بعد ادھر ادھر [سے] ہوائیں نہیں چلیں گی اور اگر یہ ہوا ہلاک کرنے والی نہیں ہے تو اس کے بعد شمال اور جنوب اور ادھر ادھر سے ہوائیں آتی [ہیں] تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہ فرمایا۔ اے اللہ عزوجل! ہمیں اس ریح سے ہلاک نہ کر دینا کہ اس کے بعد اور [طر]ف سے ہوا نہ چلے بلکہ ہمیں زندگی میں توبہ کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کی مہلت اور توفیق دینا اور اس ریح کے [بعد] پر ریاح کثیرہ اور ہر طرف سے ہوائیں چلائے رکھنا۔
([کت]اب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ: ج:1،ص361 تا363 مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

قوم عاد کا عذاب کو وادیوں میں آتے دیکھنا

قوم عاد نے عذاب کو وادیوں میں آتے دیکھ کر کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے حالانکہ وہ سخت آندھی ان کے لئے عذاب تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ ۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الاحقاف:24تا26)

پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلد طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو برباد کردے گی پھر وہ اسی طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آسکے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کرلیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

☆مفسرین فرماتے ہیں کہ

بہت دنوں سے قوم عاد پر بارش نہیں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سیاہ بادل بھیجا وہ ان کی وادی کی طرف سے اگا وہ اس بادل کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ بادل ہم پر برسنے کے لئے آیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت ھود علیہ السلام اپنی قوم میں بیٹھے ہوئے تھے جب ایک گہرا بادل آیا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہم پر برسنے کے لئے آیا ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں! بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم نے جلدی سے طلب کیا تھا پھر انہوں نے اس عذاب کی حقیقت بیان کی یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے اس بادل کے عذاب ہونے کا انہیں اس وقت پتہ چلا جب زور سے آندھی چلنی شروع ہوئی اور حضرت ھود علیہ السلام ان کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور آندھی کی شدت سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور

ؤں کے اوپر سے ان کے پالان گر گئے اور آندھی کے زور سے ان کے خیمے اور پالان ہوا میں ٹڈیوں کی طرح اڑنے لگے اور اڑ کران پر برسنے لگے اور آندھی کی شدت سے وہ خود اور ان کے مویشی زمین اور آسمان کے درمیان پرندوں کے پروں کی رح اڑنے پھر گرنے لگے پھر وہ گھبرا کر اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے آندھی کے زور نے ان کے دروازوں کو توڑ دیا اور ان کو اوندھا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ان کے اوپر سے ریت کو ہٹا دیا اور ان کے مردہ اجسام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ قوم عاد کے ہر فرد کو اور ان کی تمام سواریوں، مویشیوں اور ان کے تمام مال ومتاع کو اس آندھی نے تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر کسی بادل کو دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کبھی باہر جاتے اور کبھی اندر آتے اور جب وہ بادل برس جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھبراہٹ دور ہو جاتی۔

اور ارشاد فرماتے۔

مجھے از خود پتا نہیں ہے شاید کہ یہ بادل وہی ہے جیسا کہ قوم عاد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ط (الاحقاف:24)

پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3206)

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ھود علیہ السلام اور مومنین میں سے جو ان کے اصحاب تھے وہ آندھی کے اس عذاب سے محفوظ رہے اور آندھی اپنے غیظ و غضب سے قوم عاد کو اٹھا اٹھا کر پٹک رہی تھی اور پتھروں سے ان کو کچل رہی تھی اور وہ ریت کے نیچے اس طرح دفن ہو گئے تھے کہ ان کے اجسام نہیں دکھائی دے رہے تھے صرف ان کے گھر دکھائی دے رہے تھے۔

قوم عاد کو آندھی کا اٹھا اٹھا کر زمین پر جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے کی طرح مارنا

قوم عاد نے جب تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی آندھی بھیجی جو ان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی جس طرح وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّـآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ (القمر:18 تا 21)

عاد نے تکذیب کی تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا اڑرانا۔ بے شک ہم نے ان پر تیز و تند مسلسل چلنے والی آندھی منحوس دن میں بھیجی جو ان کو اٹھا کر زمین پر اس طرح مارتی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا اڑرانا۔

قوم عاد کو تیز گرجتی ہوئی آندھی سے ہلاک کردیا گیا تھا

قوم عاد کو تیز گرجتی ہوئی آندھی سے ہلاک کردیا گیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿﴾ (الحاقۃ:6)

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کردیا گیا۔

آندھی کا معنیٰ اور احادیث مبارکہ

آیت کریمہ میں ریح، صرصر اور عاتیہ کے الفاظ ہیں۔

ریح کے معنیٰ ہیں۔

آندھی

اور صرصر کے معنیٰ ہیں۔

بہت تند و تیز آندھی جس کے چلنے سے صرصر کی آواز آرہی ہو گرم لو اور باد سموم کو بھی صرصر کہتے ہیں جو مہلک ہوتی ہے سخت سرد ہوا کو بھی صرصر کہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

سخت سرد ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے۔ (لسان العرب: ج:8، ص:224 مطبوعہ دار صادر بیروت)

اور کثیر احادیث مبارکہ آندھی کے متعلق ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آندھی اللہ تعالیٰ کی خوشی کے آثار سے ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی لاتی ہے تم آندھی کو برا نہ کہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:5097)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب بھی آندھی چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔

اور یہ دعا کرتے کہ

اے اللہ عزوجل! اس آندھی کو رحمت بنادے اور اس کو عذاب نہ بنا۔

اے اللہ عزوجل! اس کو ریاح (خوشگوار ہوا) بنادے اور اس کو ریح (ناگوار آندھی) نہ بنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
قرآن مجید میں آندھی کے بارے میں یہ آیتیں ہیں۔
اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا صَرۡصَرًا فِىۡ يَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ ۝ (القمر:19)
بے شک ہم نے ان پر منحوس دن میں تیز لگاتار چلنے والی آندھی بھیجی۔
بدھ کی شام کو سخت سرد آندھی چلنی شروع ہوئی پھر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی یہ آندھی گھروں میں بند انسانوں کو ان کے گھر کے دروازے توڑ کر اٹھاتی اور انہیں زمین پر اس طرح پٹختی کہ ان کے سر دھڑ سے الگ ہو جاتے۔
وَفِىۡ عَادٍ اِذۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الرِّيۡحَ الۡعَقِيۡمَ ۝ (الذاریات:41)
اور قوم عاد میں عبرت ہے جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیج۔
وَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ ۚ (الحجر:22)
اور ہم پانی سے بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پانی پلاتے ہیں۔
وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ (الروم:46)
اور اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت سے چکھائے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ
قرآن مجید میں اکثر طور پر ریح کا لفظ ضرر پہنچانے والی آندھی کے لئے آیا ہے اور ریاح کا لفظ نفع پہنچانے والی اور برسانے ہواؤں کے لئے آیا ہے۔
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے کہ
اے اللہ عزوجل! تو اس آندھی کو ریاح بنا دے اور ریح نہ بنا۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:2456) (مسند شافعی: رقم الحدیث:502)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ حکم الٰہی عزوجل کے تابع ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:1978)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے ہمیں بادل دکھاتے تو اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ دعا کرتے!

اے اللہ عزوجل! میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اگر وہ بادل چھٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور اگر بادل برستا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! اس کو نفع پہنچانے والا بنادے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3889)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آندھی کو برا نہ کہو جب تم کوئی ناگوار چیز دیکھو تو کہو۔

اے اللہ عزوجل! ہم تجھ سے اس آندھی کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور جو اس میں خیر ہے اس کا سوال کرتے ہیں اور جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور جو شر اس میں ہے اور جس شر کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2256)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت میں رکھ۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3450)

قوم عاد پر سخت طوفانی آندھی چلی جس نے درخت اکھاڑ ڈالے

قوم عاد نے جب تکذیب کی تو ان پر سخت طوفانی آندھی چلی جس نے درختوں کو اکھاڑ ڈالا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تو سخت آندھی چلی جس نے درخت اکھیڑے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 181 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سخت آندھی نے گھروں کو توڑا

جب سخت آندھی چلی تو اس نے گھروں کو توڑ ڈالا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تو سخت طوفانی آندھی چلی جس نے درخت اکھیڑے گھر توڑے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سخت آندھی نے کفار کو اٹھا اٹھا کر پھینکا

آندھی اس قدر سخت اور تیز چلی کہ اس نے کفار کو اٹھا اٹھا کر پھینک دیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
تو سخت طوفانی آندھی چلی جس نے درخت اکھیڑے، گھر توڑے، کفار کو اٹھا اٹھا کر پھینکا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ہوا ناک سے گھستی پیٹ کو خراب کرتی دبر سے نکل جاتی

قوم عاد پر جب سخت آندھی چلی تو ان کے ناک سے گھس کر پیٹ میں داخل ہو جاتی پھر پیٹ کو خراب کرتی ہوئی دبر کے مقام سے نکل جاتی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے: تو سخت طوفانی آندھی چلی جس نے درخت اکھیڑے، گھر توڑے، کفار کو اٹھا اٹھا کر پھینکا اس طرح کہ ان کی ناکوں میں ہوا گھستی نظام بطن کو خراب کرتی ہوئی دبر کے راستے نکلتی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم عاد کا سانس بند ہو جانا

سخت آندھی کی وجہ سے قوم عاد کا سانس بند ہو جاتا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(سخت آندھی کی وجہ سے قوم عاد کا) سانس بند ہو جاتا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم عاد کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی

ہوا کے دباؤ کی وجہ سے قوم عاد کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
ہوا کے دباؤ سے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سخت آندھی کی وجہ سے قوم عاد مر جاتی

ہوا اس قدر تیز چلتی کہ قوم عاد کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی اور وہ مر جاتے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
ہوا کے دباؤ سے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی اور کافر مر جاتا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوم عاد پر اکثر بارشیں بند رہتی تھیں

قوم عاد پر اکثر بارشیں بند رہتی تھی جس کی وجہ سے وہ قحط زدہ رہتے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:
مفسرین فرماتے ہیں کہ
قوم عاد پر اکثر بارشیں بند رہتی تھیں اور قحط سالی کا نمونہ طاری رہتا تھا کیونکہ وہ یمنی علاقہ انتہائی مشرقی تھا جہاں خشکی زیادہ ہوتی تھی اس وقت بھی جب یہ تبلیغ فرمارہے ہیں تین سال بارشیں بند اولاد یا تو ہوتی نہیں یا ہوتی ہے تو سوکھی سڑی بیماری زدہ۔ اس لیے حضرت ھود علیہ السلام نے سب سے پہلے استغفار کا حکم دیا کیونکہ استغفار کا وظیفہ رزق اور اولاد، عزت وخوشحالی کے لئے اکسیر ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:166 نعیمی کتب خانہ لاہور)

آندھی بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی حتیٰ کہ مشرق ومغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی

قوم عاد پر اس قدر سخت آندھی چلی کہ جس کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔
حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ
جب اللہ تعالیٰ نے عقیم (تباہ کرنے والی آندھی) کی طرف وحی فرمائی وہ قوم عاد پر چلے اوران سے اس کا انتقام لے وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی حتیٰ کہ مشرق ومغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔
(تفسیر در منثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل والی آندھی کا لوٹ جانا

جب آندھی بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی کہ جس کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی تو خزان نے کہا یا اللہ ہم اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے اگر اس کی یہی حالت رہی تو مشرق اور مغرب کے درمیان سب کو تہس و نہس کر دے گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرما کر واپس لوٹا دیا اور وہ واپس لوٹ گئی۔
حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ
جب اللہ تعالیٰ نے عقیم کی طرف وحی فرمائی کہ وہ قوم عاد پر چلے اوران سے اس کا انتقام لے وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی حتیٰ کہ مشرق ومغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔
تو خزان (خازن الامیر) نے کہا: اے ہمارے رب عزوجل! ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے اگر یہ اسی حالت پر نکلتی رہی تو زمین کے مشارق ومغارب کے مابین ہر شے کو ہلاک اور تباہ وبرباد کر دے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ واپس لوٹ آ تو وہ واپس لوٹ گئی۔
(تفسیر در منثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

ہوا انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلنا

جب ہوا کو اللہ تعالیٰ نے واپس لوٹا لیا تو پھر دوبارہ انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلی۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے عقیم کی طرف وحی فرمائی کہ وہ قوم عاد پر چلے اور ان سے اس کا انتقام لے وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی حتیٰ کہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔

تو خزان نے کہا: اے ہمارے رب عزوجل! ہم اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتے اگر یہ ایسی حالت پر نکلتی رہی تو زمین کے مشارق و مغارب کے مابین ہر چیز کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ واپس لوٹ آ تو وہ واپس لوٹ گئی۔ پھر انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلی۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

آندھی قوم عاد کو پتھروں کے ساتھ زخمی کرتی گئی

آندھی اس قدر سخت اور تیز چلی کہ قوم عاد کو پتھروں کے ساتھ زخمی کرتی گئی۔

اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ

(حدیث کے آخر میں ہے) لیکن قوم عاد سے زمین و آسمان کے درمیان پوری شدت کے ساتھ چلتی ہوئی گزری اور انہیں پتھروں کے ساتھ زخمی کرتی گئی۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا سانپوں اور بچھوؤں کو حکم کہ قوم عاد کے راستوں پر بیٹھ جائیں

اللہ تعالیٰ نے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ قوم عاد کے راستوں پر بیٹھ جائیں اور قوم عاد کے کسی فرد کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں۔

(حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے) اللہ تعالیٰ نے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم دیا کہ وہ ان کے راستوں پر بیٹھ جائیں اور قوم عاد کے کسی فرد کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد پر آندھی مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن جاری رہی

اللہ تعالیٰ کی قوم عاد پر اس قدر ناراضگی ہوئی کہ جب قوم عاد پر آندھی بھیجی تو مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن جاری رہی۔

قرآن مجید میں ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا (الحاقۃ:7)

(اللہ تعالیٰ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا۔

مسلسل بدھ سے بدھ تک عذاب ہوا

اللہ تعالیٰ نے ان پر بدھ سے عذاب شروع فرمایا اور اگلے بدھ تک جاری رہا اور ہفتہ کے تمام دنوں میں ان پر مسلسل

عذاب جاری رہا۔

قوم عاد زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے

جب ہوا مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن جاری رہی تو یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ (الحاقۃ:7)

پس (اے مخاطب) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے۔

ہوا قوم عاد کے پچیس ہزار کے لئے عذاب

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو قوم عاد کے مومنین کے لئے رحمت بنا دیا اور کفار کے لئے غضب کہ جس سے پچیس ہزار کفار ہلاک کر دیئے گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

قدرت کے کرشمے ہیں کہ پچیس ہزار کفار کے لئے وہی ہوا عذاب بنی ہوئی ہے اور چار ہزار مومنین کے لئے ایک نبی کے صدقے وہی رحمت ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ہوا کبھی انتہائی گرم لو بن جاتی کبھی انتہائی سرد بن جاتی

قوم عاد پر جو ہوا چلی وہ کبھی انتہائی گرم لو بن جاتی اور کبھی انتہائی سرد بن جاتی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یہ عذاب آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل ہوا کی صورت میں طاری رہا۔ یہ ہوا کبھی ایک دم انتہائی گرم لو بن جاتی پھر اچانک ایک دم انتہائی سرد ہو جاتی۔ جس سے سرد گرم ہو کر جان ختم ہو جاتی جانور یا انسان کے پیٹ میں داخل ہو کر چھکنے کی طرح اس کو اٹھاتی پھر نیچے گرا کر چکنا چور کر دیتی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ہر قوم کو بدھ کے دن عذاب دیا گیا تھا

ہر قوم کو بدھ کے دن عذاب دیا گیا تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہر قوم کو بدھ کے دن عذاب دیا گیا تھا۔ (النکت والعیون: ج:5، ص:175 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام اور مومنین کی نجات

اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام اور آپ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی اور تکذیب کرنے والوں

ہ و برباد کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ٥ (الاعراف:72)

پس ہم نے ھود کو اور ان کے اصحاب کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ٥ (ھود:58)

اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ھود کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچالیا۔

تعالیٰ کا حضرت ھود علیہ السلام کو مومنین سمیت باڑے پر جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے جب قوم عاد پر عذاب نازل فرمانا چاہا تو حضرت ھود علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اپنے مومنین کو لے کر ایک ے میں علیحدگی اختیار کر لیں۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ

(حدیث مبارکہ کے درمیان میں ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ وہ اپنے مومنین لے کر ایک باڑے میں علیحدگی اختیار کر لیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

رت ھود علیہ السلام کا مومنین کو لے کر علیحدہ ہو جانا اور اپنے ارد گرد خط کھینچنا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اپنے سمیت مومنین کو لے کر باڑے میں چلے جاؤ تو حضرت ھود علیہ لام مومنین کو لے کر باڑہ میں تشریف لے گئے اور قوم سے علیحدہ ہو گئے جب وہ پہنچے تو اپنے ارد گرد خط کھینچ لیا تا کہ عذاب ل نہ ہو سکے۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ

(حدیث مبارکہ کے درمیان میں ہے) چنانچہ آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت قوم سے علیحدہ ہو گئے اور آپ علیہ لام نے ان کے ارد گرد خط کھینچا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

دھی حضرت ھود علیہ السلام کے باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ خط سے تجاوز کیا

جب حضرت ھود علیہ السلام مومنین سمیت باڑے میں تشریف فرما ہوئے تو آندھی باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ ہی آپ لسلام کے کھینچے ہوئے خط سے تجاوز کیا۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ
(حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے) پھر ہوا آئی مگر وہ حضرت ھود علیہ السلام کے باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ ہی اس خط سے تجاوز کیا۔ (درمنثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام اور مومنین پر صرف نفوس کو لطف اندوز کرنے والی ہوا چلی

حضرت ھود علیہ السلام اور مومنین پر ہوا صرف اس قدر چلی کہ ان کے نفوس لطف اندوز ہو سکیں۔
حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ
(حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے) ان پر صرف اتنی مقدار میں ہوا چلی جس سے ان کے نفوس لطف اندوز ہوں اور ان کی جسمانی جلدیں نرم رہیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:308، مطبوعہ کراچی)
حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف ہوا کو بھیجا تو حضرت ھود علیہ السلام اپنے ساتھ اہل ایمان کو لے کر ایک باڑہ میں علیحدہ ہو گئے اور ان پر ہوا صرف اتنی مقدار میں پہنچی جس سے ان کی جلدیں نرم رہیں اور ان کے نفوس لذت اندوز ہو سکیں لیکن قوم عاد پر وہ اتنی شدت سے چلتی رہی کہ وہ انہیں زمین و آسمان کے درمیان اٹھا لیتی اور پتھروں کے ساتھ ان کے سر پٹخ دیتی۔
(تفسیر نعیمی: ج:3، ص:309)

حضرت ھود علیہ السلام کے مومنین کے عذاب سے بچنے والوں کی تعداد

حضرت ھود علیہ السلام کے جن مومنین کو بچایا گیا ان کی تعداد یا تو تین ہزار تھی یا چار ہزار تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:182 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عاد کی زمین میں تانبے کا مینار عجائبات میں سے ہے

امام زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے موفقیات میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: دنیا کے عجائبات چار ہیں۔
ایک شیشہ جو کہ اسکندریہ کے منارہ سے معلق ہے پس بیٹھنے والا اس کے نیچے بیٹھتا ہے تو وہ وہاں سے قسطنطنیہ اور دونوں شہروں کے درمیان سمندر کے عرض کو دیکھ لیتا ہے اور ایک گھوڑا ہے جو کہ سرزمین اندلس میں تانبے کا بنا ہوا تھا وہ اپنی ہتھیلی کو جھکا کر اپنے ہاتھ کو پھیلائے ہوئے تھا یعنی اس کے پیچھے والے پاؤں نہیں تھے کوئی بھی ان شہروں تک نہیں پہنچا مگر چیونٹیوں نے ان کو کھا لیا ہے اور ایک تانبے کا مینار ہے جو عاد کی زمین میں ہے اور اس پر تانبے کا ایک سوار ہے سو جب اشہر حرام ہوتے تو اس سے پانی گرتا اور لوگ پیتے خوب سیراب ہوتے اور اپنے حوض بھر لیتے اور جب اشہر حرام اختتام کو پہنچتے تو وہ پانی گرنا بھی ختم ہو جاتا اور روم کی زمین میں تانبے کا ایک درخت ہے جس پر تانبے کی ایک چڑیا ہے جب زیتون کا موسم آتا ہے تو تانبے کی چڑیا زور

آتی پھر اڑنے والی ہر چڑیا تین زیتون لے کر آتی دو دو اپنے پاؤں اور ایک زیتون اپنی چونچ میں حتیٰ کہ وہ اس تانبے کی چڑیا پر آ کر پھینکتیں اور اہل روم انہیں نچوڑ لیتے جو تیل انہیں آنے والے موسم سرما تک اپنے کھانے کے لئے اور چراغوں میں جلانے کے لئے کفایت کر جاتا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:310، مطبوعہ کراچی)

قوم عاد کے پیچھے لعنت لگی رہنا

قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ○ (ھود:59 تا 60)

اور یہ ہیں قوم عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ظالم ہٹ دھرم کا حکم مانا۔ اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے پیچھے لگی رہے گی) سنو بے شک قوم عاد نے اپنے رب کا کفر کیا سنو ھود کی قوم عاد کے لئے پھٹکار ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا وادی عسفان سے گزر کر سرخ اونٹوں پر تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس مقام سے حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام سرخ اونٹوں پر گزرے ہیں ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں وہ چوغے پہنے ہوئے تھے اور ان پر دھاری دار چادریں تھیں وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے گئے تھے۔

(مسند احمد: ج:1، ص:432، مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام عرب کے نبی تھے

حضرت ھود علیہ السلام عرب کے تھے۔

روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) چار انبیاء کرام علیہم السلام عرب کے تھے۔

1۔ حضرت ھود علیہ السلام

2-حضرت صالح علیہ السلام

3-حضرت شعیب علیہ السلام

4-اور تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 361)

حضرت ھود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم بن ابی جعد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا تو جب حضرت ھود علیہ السلام کا ذکر ہوا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ذاك خليل الله" وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔(تفسیر در منثور: ج:3، ص:309، مطبوعہ کراچی)

خلیل کا معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

خلیل کا لفظ خلی سے بنا ہے خلی کا معنیٰ ہے۔

کسی چیز کو دو چیزوں کے درمیان رکھنا۔

خلہ (بالکسر) کے معنیٰ ہیں۔

تلوار کی میان یا غلاف کیونکہ تلوار کے درمیان ہوتی ہے۔

خلہ (بالفتح) کا معنیٰ ہے۔

اختلال اور پریشانی

اور اس کی تفسیر احتیاج کے ساتھ کی گئی ہے۔

اور خلہ بالضم کے معنیٰ ہیں۔

محبت کیونکہ محبت نفس میں سرایت کر جاتی ہے اور اس کے وسط میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا ہے کیونکہ وہ ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے یا اس سے خلیل فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے تھے یا اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے محبت کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معنیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر کام اور ہر بات کرنا اور ہر حال میں اس سے راضی رہنا۔

اور اللہ تعالیٰ کی آپ علیہ السلام سے محبت کا معنیٰ ہے۔

آپ علیہ السلام پر اکرام اور احسان کرنا اور دنیا و آخرت میں آپ علیہ السلام کی ثناء جمیل کرنا۔

(المفردات: ص155 تا156 مطبوعہ المکتبہ المرتضویہ ایران)

اور حبیب میں فرق

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ نے خلیل اور حبیب کا فرق بیان کرتے ہوئے امام ابوبکر بن فورک کے حوالے سے لکھا ہے۔

خلیل جو اللہ تعالیٰ تک بالواسطہ پہنچے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام:75)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھائی۔

اور حبیب وہ جو اللہ تعالیٰ تک بلا واسطہ پہنچے۔

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى○ (النجم:8تا9)

پھر (اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ہوا پھر دو کمانوں کی مقدار کے برابر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

خلیل کی مغفرت کا بیان طمع میں ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ○ (الشعراء:82)

اور جس سے میری امید وابستہ ہے وہ قیامت کے دن میری خطا معاف فرمادے گا۔

اور حبیب کی مغفرت کا بیان مرتبہ یقین ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا○ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الفتح:1تا2)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کام معاف فرمادے۔

خلیل نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں روز حشر شرمندہ نہ کرے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ○ (الشعراء:87)

اور مجھے روز محشر شرمندہ نہ کرنا۔

اور حبیب کو بن مانگے یہ مقام عطا فرمایا۔

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ج (التحریم:8)

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو نہ شرمندہ کرے گا نہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو۔

امتحان کے موقع پر خلیل نے کہا:

حسبی الله

مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

اور حبیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ازخود ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۠ (الانفال:64)

خلیل نے دعا کی۔

وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (الشعراء:84)

اور بعد کے آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری کر دے۔

اور حبیب کے لئے ازخود فرمایا:

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح:4)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

سو قیامت تک کلمہ، اذان، نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔

خلیل نے دعا کی۔

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:35)

اور مجھے اور میرے (خاص) بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے اجتناب پر برقرار رکھ۔

اور حبیب کے لئے بلا طلب ازخود فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب:33)

اے اہل بیت رسول! اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر کے تم کو خوب پاکیزہ کر دے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ چند آیات ذکر کی ہیں ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام افضیلت کی ایک جھلک معلوم ہو جاتی ہے اور ان آیات سے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مفہوم اخذ کرتا ہے اور تمہارا عزوجل ہی بہتر جانتا ہے کہ کون احسن طریقہ پر ہے۔ (شفاء: ج:1 ص133 تا 134 مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

خلیل پر حبیب کو فضیلت کس طرح؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی بنایا۔
اور مجھے حبیب بنایا۔
پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر فضیلت دوں گا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1494)

...کرام رضی اللہ عنہم کا خلیل اور کلیم کا ذکر کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔
ان میں سے بعض نے کہا: کس قدر حیرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔
دوسرے نے کہا: اس سے بھی حیرت اس پر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا۔
ایک اور نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔
اور دوسرے نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صفی اللہ بنایا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو سلام کیا۔
اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام سنا اور تمہارے تعجب کرنے پر مطلع ہوا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ ...ل ہیں اور وہ اسی طرح ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صفی ہیں اور وہ اسی طرح ہیں۔
خوب سن لو!
میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور فخر نہیں اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں گا اور فخر نہیں ہے اور میں سب ...پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کا ...کھٹکھٹاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے جنت کو کھولے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین داخل ہوں گے اور فخر نہیں اور میں تمام ...و آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور فخر نہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3636)

...ت ھود علیہ السلام کا مزار پر انوار

حضرت ھود علیہ السلام کے مزار پر انوار کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
ایک قول یہ ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام نے جامع دمشق میں ایک باغ بنایا تھا اور آپ علیہ السلام کا مزار مبارک وہیں پر ہے۔
...سرا قول یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام کا مزار مبارک مکہ مکرمہ میں ہے۔
اور تیسرا قول یہ ہے کہ
آپ علیہ السلام کا مزار مبارک یمن میں ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:27،ص:146 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
اور امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ
مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں۔
اور حضرت نوح علیہ السلام
حضرت ھود علیہ السلام
حضرت شعیب علیہ السلام
حضرت صالح علیہ السلام
اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبور بھی اسی ٹکڑے میں ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:62،ص:288 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
○ امام ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ
تین انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کسی نبی علیہ السلام کے مزار کا علم نہیں ہوسکا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر رکن بیت اللہ کے درمیان میزاب رحمت کے نیچے ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام کی قبر یمن کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے ریت میں ہے۔ اس پر درخت ہیں۔ اور وہ جگہ انتہائی سخت گرم ہے۔
اور تیسری حضور انور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار انور ہے پس ان تین انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات حق ہیں
امام ابن عساکر نے حضرت عثمان بن ابی العاتکہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ
مسجد دمشق کا قبلہ حضرت ھود علیہ السلام کی قبر انور ہے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ
حضرت ھود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت کے ایک سرخ ٹیلہ میں ہے۔ آپ علیہ السلام کے سر کی جانب درخت ہے۔ (تفسیر طبری: ج:8،ص:255 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات

مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں۔
حضرت ابن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ
مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں۔
اور حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ھود علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مزارات بھی اسی ٹکڑے میں ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:62، ص:288 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ھود علیہ السلام کی عمر مبارک چار سو بہتر (472) برس تھی

حضرت ھود علیہ السلام کی عمر مبارک چار سو بہتر برس تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ھود علیہ السلام کی عمر مبارک چار سو بہتر (472) برس تھی۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:309، مطبوعہ کراچی)

حضرت ھود علیہ السلام وہ مقدس نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قوم کی دنیاوی و اخروی بہتری کے لئے مبعوث فرمایا مگر افسوس کہ قوم نے تکذیب کی اور ہلاک کیے گئے اور ہمیشہ کے لئے عبرت کا نشانہ بن گئے اور جو ایمان لے آئے ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہے گی اور بروز حشر اللہ تعالیٰ ان کو اِس کا صلہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام کا عرس مبارک ہر سال پندرہ شعبان المعظم کو ہوتا ہے

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ لکھتے ہیں:

الاحقاف صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں آج کوئی آبادی نہیں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا اور قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ ان کا اصل وطن الاحقاف تھا جہاں سے نکل کر وہ گردو پیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔ آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور معروف ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے۔ موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ایک سو باون (152) میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ھود علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ھود کے نام سے ہی مشہور ہے ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس مبارک ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقام روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔

(تفہیم القرآن: ج:4، ص:615 مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور)

سید ابو الاعلیٰ مودودی جو دیو بندیوں کے وڈیرے ہیں ان کی اس عبارت سے پتا چلتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا عرس مبارک ہوتا ہے اور یہ صرف اہل سنت، بریلویوں کی اختراع نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان بزرگوں کا عرس مناتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان کے نزدیک بزرگوں کا عرس منانا جائز ہے۔

اہلسنت و جماعت، بریلوی بزرگوں کے عرس منانے کے قائل ہیں۔
اصل بات یہ ہے کہ عرس کے لغوی معنیٰ ہیں شادی اس لیے دلہن کو عروس کہتے ہیں۔ بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لیے عرس کہتے ہیں کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں۔
نم کنومة العروس التی لا یوقظة الا احب اهله الیه۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص:25 مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا اس لیے وہ دن روز عرس کہلایا یا اس لیے کہ وہ جمال مصطفیٰ کو یم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں تمام عالم ان ہی کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہٰذا یہ دن عرس کہلایا یا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی و صدقات کا ثواب پہنچانا اس اصل عرس کا ثبوت حدیث مبارکہ اور اقوال فقہاء کرام سے ہے۔
امام محمد بن عمر الواقد متوفی 207ھ بیان کرتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں داخل ہوتے تو یہ آواز بلند فرماتے۔
السلام علیکم! کیونکہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔
پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی طرح کرتے تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (بھی اسی طرح کرتے تھے) (کتاب المغازی: ج:1، ص:313 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)
امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں ایک بار قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔
(المصنف: ج:12، ص:32 مطبوعہ کراچی)
شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزیہ صفحہ 45 میں فرماتے ہیں:
دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ: ص:45)
زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا کوئی فرض جانتا ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا علماء کرام سے اچھا ہے عرس کا دن اس لیے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا ے اچھا ہے۔

مولوی عبدالقدوس گنگوہی مکتوب 182 میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں:

پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔

مولوی رشید احمد و اشرف علی صاحبان کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور ہیں خود اپنا عمل یوں بیان کرتے ہیں۔

فقیر کا مشرب اس امر میں ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

مولوی رشید بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات ص 92 میں فرماتے ہیں:

بہت سی اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ ت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔ غرضیکہ دنیا بھر کے مسلمان علماء صالحین اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے عقل بھی چاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ ولاً تو اس لیے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دو سنتوں کا مجموعہ نکر ہو سکتا ہے؟

مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا اب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا خواہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہاء زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیادہ کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔

دوم اس لیے کہ

عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی، کلمہ طیبہ، درود پاک پڑھتے ہیں بہت سی برکات جمع ہوتی ہیں۔

سوم یہ اس لیے کہ

ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلاتکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

چوتھے اس لیے کہ

طالبان کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر کسی عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں علماء صوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اسی سے بیعت کرلے۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق: ص 627 تا 628 مطبوعہ غوثیہ کراچی)

بہر حال عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے اور قرآن مجید پڑھ کر اور صدقہ وخیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث مبارکہ صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور شفاعت کرنے کی درخواست کرنا اس کا ثبوت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث مبارکہ سے ہے جس میں عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کرنے کی ہدایت کی۔ (معجم الصغیر: ج: 1، ص: 184 مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

ہر سال صالحین کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا ان کو سلام پیش کرنا اور ان کی تحسین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت ہے اور ان کے لئے ایصال ثواب کرنا اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگان دین سے سچی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ھود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے آٹھ سو برس بعد کے تھے

حضرت ھود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس بعد پیدا ہوئے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت ھود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس بعد پیدا ہوئے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 8، ص: 513 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت صالح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ آپ علیہ السلام ان کو بتوں کی عبادت سے منع فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمائیں مگر افسوس کہ قوم نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور قیامت تک کے لئے عبرت کا نشانہ بنا دیا گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب مبارک

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اس طرح لکھا ہے۔

صالح بن عبید بن آسف بن ماسخ بن عبید بن خادر بن ثمود۔ (معالم التنزیل: ج:2،ص:145 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب یہ ہے۔

صالح بن عبید بن آصف بن کاشح بن حاذر بن ثمود۔ (روح البیان: ج:6،ص:382 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں نسب مبارک اس طرح لکھا ہوا ہے۔

صالح بن عبید بن آصف بن ماسخ ابن عبید ابن حاذر ابن ثمود ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام۔

(تفسیر نعیمی: ج:8،ص:538 مطبوعہ لاہور)

اسی تفسیر میں پارہ بارہ میں لکھا ہوا ہے۔

صالح بن عبید بن آسف بن ماسخ بن عبید بن خاور بن ثمود بن عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہم السلام۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:190 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام امانت دار رسول

حضرت صالح علیہ السلام امانت دار رسول تھے جس طرح کہ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ۙ (الشعراء:143)

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی طرف بعثت

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ آپ علیہ السلام ان کو بتوں کی پوجا سے منع فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ (النمل:45)

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قبیلہ صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ (ھود:61)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ (الاعراف:73)

اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے (ہم قبیلہ) بھائی صالح کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام حضرت ھود علیہ السلام کے سو سال بعد مبعوث ہوئے

حضرت صالح علیہ السلام حضرت ھود علیہ السلام کے سو سال بعد مبعوث ہوئے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام کو حضرت ھود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد مبعوث کیا گیا تھا۔

(روح البیان: ج:6، ص:385 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت ھود علیہ السلام کی وفات کے سو سال بعد ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے قومی برادری خاندانی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:183 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر میں تبلیغ فرمائی

حضرت صالح علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر مبارک میں تبلیغ فرمانی شروع فرمائی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

آپ علیہ السلام (حضرت صالح علیہ السلام) نے بھی چالیس سال کی عمر مبارک میں تبلیغ فرمانی شروع کی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:190 مطبوعہ لاہور)

نبی کی بعثت کا زمانہ

نبی کی بعثت کے متعلق چند اقوال ہیں۔
علامہ محمود بن عمر زمخشری الخوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:
ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ (الکشاف: ج:3، ص:402 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ
ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی حکمت ظاہر ہے کیونکہ جب انسان چالیس سال کی عمر میں پہنچ جاتا ہے تو اس کے غضب اور شہوت کی قوت کم ہونے لگتی ہے اور اس کی عقل بڑھنے لگتی ہے اور اس وقت انسان جسمانی اعتبار سے کامل ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے لئے اس عمر کو اختیار فرمایا۔
(تفسیر کبیر: ج:8، ص:583 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)
علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:
چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی جاتی ہے۔ (تفسیر البیضاوی مع الکازرونی: ج:4، ص:286)
علامہ احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی۔
وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۝ (مریم:12)
اور ہم نے اس کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی۔
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں مبعوث فرمایا گیا اور چالیس کی عمر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اس لیے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کیے جانے کا حکم تغلیبی ہے (یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثریہ ہے)
(عنایۃ القاضی: ج:7، ص:285 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے چالیس سال کی عمر کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (33) سال کی عمر میں نبی بنایا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھارہ سال کی عمر میں نبی بنایا گیا تھا کیونکہ اس وقت ان پر یہ وحی کی گئی تھی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (یوسف:15)

اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ عنقریب تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہو گی۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وحی نبوت تھی۔

اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو بالغ ہونے سے پہلے نبوت دی گئی۔

(روح البیان: ج:6، ص:498 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے فرمایا ہے کہ

جس نبی کو بھی مبعوث کیا گیا ہے تو اس کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی عمر کے اول میں ہی نبی بنا دیا تھا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ

اغلب یہ ہے کہ ان پر وحی آنے کا سلسلہ چالیس سال کے بعد شروع ہوا ہو اور ہمارے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی معاملہ اسی طرح ہوا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا حتیٰ کہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔

(النکت والعیون: ج:5، ص:277 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ

جس کو بھی نبی بنایا گیا ہے چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہے۔

(تفسیر البیضاوی مع الخفاجی: ج:8، ص:470 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا گیا اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ ان کو چالیس سال سے پہلے مبعوث کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ غالب اور اکثری قاعدہ ہے کلیہ نہیں ہے۔ (روح البیان: ج:8، ص:639 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت

کے ساتھ سرفراز فرمایا۔(خزائن العرفان:ص:801 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ)

امام الحسین بن مسعود البغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کو پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا۔(معالم التنزیل: ج:4،ص:135 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔(الجامع الاحکام القرآن: 16،ص:181 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام علی بن احمد واحدی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوگئی تو آپ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا۔

(الوسیط: ج:4،ص:107 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ

اعم اور اغلب یہ ہے کہ نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واقع ہوا۔(روح المعانی: ج:26،ص:30 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی حنفی متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ہر نبی کو چالیس سال کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اشکال ہوتا ہے کہ ان کو بچپن کی ابتداء میں ہی نبی بنادیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اغلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی چالیس سال کے بعد کی جاتی ہے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا تھا۔(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی: ج:7،ص:599 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی بن محمد خازن متوفی 725ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا اکرام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے ساتھ خاص کرلیا۔(تفسیر خازن: ج:4،ص:125 مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور)

قاضی ابوالسعود محمد بن محمد حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ

کسی نبی کو چالیس سال سے پہلے مبعوث نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:6،ص:73 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابراہیم بن عمر البقائی متوفی 885ھ علامہ علی بن محمد خازن کے قول کے بعد لکھتے ہیں:

اسی وجہ سے چالیس سال کی عمر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا وقت ہے۔

(نظم الدرر: ج:7،ص:128 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ۙ (مریم:12)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا فرمادی۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی 333ھ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ

نبوت کسی استحقاق کی بناء پر ملتی ہے اس آیت کریمہ میں ان کا رد ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں بغیر کسی استحقاق کے نبوت عطا کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نبوت عطا فرمانا محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور افضال تھا ان کا استحقاق نہ تھا

(تاویلات اہل السنۃ: ج:3،ص:260 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

اس آیت میں حکم سے مراد نبوت ہے اور جب ان کو نبوت دی گئی تو ان کی عمر تین سال تھی۔ (معالم التنزیل: ج:3،ص:30 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں حکم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

1-حکمت یعنی تورات کی فہم اور دین کی فقہ

2-عقل

3-اس سے مراد نبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ان کی عقل کو پختہ کردیا اور ان کی طرف وحی فرمائی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا تھا۔

اور اس آیت کریمہ میں حکم کو نبوت پر محمول کرنے کی دو دلیلیں ہیں۔

1-اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات شریفہ بیان فرمائی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی سب سے اشرف صفت نبوت ہے اور مقام مدح میں نبوت کی صفت کا ذکر کرنا دوسری صفات کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے لہٰذا

آیت میں حکم کو نبوت پر محمول کرنا واجب ہے۔
2-حکم سے مراد حکم ہے جس کو غیر پر نافذ کیا جا سکے اور ایسا حکم صرف نبی دیتا ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
بچپن میں نبوت کا ملنا کیسے معقول ہو سکتا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ معترض معجزہ کا قائل ہے یا نہیں۔ اگر وہ معجزہ کا قائل نہیں ہے تو اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر وہ معجزہ کا قائل ہے تو بچہ میں عقل اور نبوت کا ہونا شق القمر اور سمندر کو چیرنے سے زیادہ مستبعد نہیں ہے۔
(تفسیر کبیر: ج:7، ص:516 تا 517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ
حکم سے مراد نبوت ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سات یا دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی اور اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس سال سے پہلے نبی نہیں بنایا گیا۔ (روح المعانی: ج:16، ص:105 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
نیز مزید راقم ہیں۔
جب بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی ہے تو ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بچپن میں اس نوع کی نبوت دی جائے اور جس کو سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم ہے اور اس کی تصدیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے تو وہ اس کو مستبعد نہیں قرار دے گا۔ (روح المعانی: ج:25، ص:92 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
میں کہتا ہوں کہ (مجاہد احقر)
ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف بچپن میں نبی تھے بلکہ جب کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی تھی اس وقت بھی نبی تھے اور عالم ارواح میں میثاق کے وقت بھی نبی تھے، جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے۔
سب سے پہلے بچپن میں نبی ہونے پر دلائل ملاحظہ فرمالیجئے۔
عتبہ بن عبد السلمی نے بیان کیا ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلی نشانی کیا تھی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں بنو سعد بن بکر کے ہاں اپنی دایہ کے پاس تھا میں اوران کا بیٹا بکریاں چرانے گئے۔ہم نے اپنے ساتھ ناشتہ نہیں لیا تھا۔

میں نے کہا: اے بھائی! جاؤ! ہماری ماں کے پاس سے ناشتہ لے کر آؤ۔میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس رہا کہ گدھ کی طرح دو سفید پرندے آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہیں؟

اس نے کہا: ہاں! پھر وہ دونوں میری طرف جھپٹے۔ان دونوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر پیٹھ کے بل گرا دیا پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکالا اور اس سے دو سیاہ لوتھڑے نکالے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔

برف کا پانی لاؤ! پھر انہوں نے اس پانی سے میرے پیٹ کو دھویا۔

پھر کہا: ٹھنڈا پانی لاؤ۔

پھر کہا: چھری لاؤ۔

پھر ٹھنڈا پانی میرے دل پر چھڑکا۔

پھر کہا: اس دل کو سیو اور اس پر نبوت کی مہر لگا دو۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔

ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھو۔پھر میں اپنے اوپر ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے بعض مجھ پر گر پڑیں گے۔

پھر ان میں سے کسی نے کہا: اگر ان کا امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان کا پلڑا بھاری ہوگا۔پھر میں اپنی رضاعی والدہ محترمہ کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مجھ پر افتاد آ جائے گی۔

انہوں نے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں اور مجھے اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا حتیٰ کہ ہم میری والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ گئے۔

میری رضاعی والدہ محترمہ نے کہا: کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی اور اپنے ذمہ کو پورا کر دیا؟ اور وہ واقعہ بیان کیا جو پیش آیا تھا۔میری والدہ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئیں۔

اور ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا تھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 343، مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 13841)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور وہ سوال پر بہت حریص تھے وہ آپ صلی اللہ

وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے جن کے متعلق دوسرے سوال نہیں کرتے تھے۔
انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتداء کیسے ہوئی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نے یہ سوال کیا ہے تو سنو!
میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جارہا تھا میں نے اپنے اوپر دو آدمیوں کی بات سنی۔
ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔
کیا یہ وہی ہے؟
دوسرے نے کہا: ہاں! ان دونوں نے مجھے پکڑ کر گرادیا پھر میرا پیٹ شق کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سونے کے طشت پانی لارہے تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیٹ کو دھو رہے تھے۔
پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔
ان کا سینہ چیرو اور جب میرا سینہ چیرا گیا تو مجھے کوئی درد نہیں ہوا۔
پھر کہا: ان کا دل چیرو! پھر میرا دل چیرا گیا۔
پھر کہا: اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو۔ پھر جمے ہوئے خون کے مشابہ کوئی چیز نکال کر پھینک دی گئی۔
پھر کہا: ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کردو۔ پھر چاندی کی مثل کوئی چیز داخل کی ان کے پاس کوئی سفوف تھا اس کو کا۔

پھر میرے انگوٹھے کو نرمی سے دبا کر کہا۔
اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں! پھر میرے دل میں چھوٹوں کے لئے بہت رحمت اور بڑوں کے لئے دل میں بہت نرمی

(دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 166، مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 13543)

ان دونوں احادیث صحیحہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی نبی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کی دلیل پر شق صدر کا واقعہ بیان فرمایا۔
امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوہ میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ جب بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور جو شخص نبی نہ ہو اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھے عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے)
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟

انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی ہے!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا تم نے میرے پاس کسی شخص کو دیکھا؟
انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام کو مخلوق میں سے دیکھے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی۔
اے اللہ عزوجل! اس کو تاویل کا علم عطا فرما اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو اہل ایمان سے رکھ۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 6287)

علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ نے اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ
جو شخص نبی نہ ہو اور وہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے میں منفرد ہو وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ: ص: 911 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں نبی نہ ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کی وجہ سے اپنے کے مطابق آخر عمر میں نابینا ہو جاتے اور جبکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے۔
☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق کائنات سے بھی پہلے کے نبی تھے حتیٰ کہ عالم ارواح میں میثاق کے وقت بھی نبی تھے پر دلائل درج ذیل ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب ہوئی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3609)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے اور میں عنقریب تم کو اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا۔ (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ محترمہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا ان کے لئے ایک نور نکلا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 252)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی اس سے کیا
ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ کے علم میں اس وقت نبی تھے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ
میں تو اس وقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبی تھے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالفعل نبی ہونا تو دنیا میں تھا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فرشتوں اور روحوں
پر اظہار ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف عرش پر، آسمان پر، جنت کے محلات اور
... پر، حوران بہشت کے سینوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے درختوں پر اور فرشتوں کی بھوؤں اور آنکھوں پر لکھا ہوا

اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ
اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف نبی تھی اور عالم ارواح میں روحوں کی تربیت کر رہی تھی جیسا کہ اس عالم
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف اجسام کی تربیت کر رہا ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا
ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4، ص474 تا 475 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب واجب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
(مشکوٰۃ المصابیح: رقم الحدیث: 5758)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی
حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین پر بغیر روح کے رکھا ہوا تھا۔
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:118 مطبوعہ دار الکتب
...ت) (مرقاۃ المفاتیح: ج:10، ص:28 مکتبہ پشاور)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں اس حال میں نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 833)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تخلیق میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 3)
امام محمد بن سعد متوفی 230ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
لوگوں نے کہا: چپ کر، چپ کر۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ و میں نبی تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
ابوالجد عا سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔
مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب نبی تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور مٹی کے درمیان تھے۔
عامر بیان کرتے ہیں کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب نبی بنایا گیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھ سے میثاق لیا گیا اس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم درمیان تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 1، ص: 118 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
حافظ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی وجوہ سے نبوت کو واجب فرمایا۔
1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں جیسا

چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم سے واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت واجب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں جیسا کہ ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کے علم سے واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت واجب ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔

اور اس سے ارشاد فرمایا:

لکھ! تو اس نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو لکھا سو اس میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریفہ کے ساتھ ذکر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر زمین پر رکھا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وجوب کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قول میں تھی فعل میں نہیں تھی اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل نبوت ہوگئی کیونکہ اصل کی تخلیق فرع کی تخلیق ہے۔ خصوصاً جب حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو وہ سب زندہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی ربوبیت پر شاہد بنایا۔ (عارضۃ الاحوذی: ج: 13، ص: 87 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی حنفی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ پوچھو کہ آیا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا۔ باقی انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی رسالت کے ایام محسوسہ میں ہی نبی تھے اگر تم یہ پوچھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا یا اس وقت بھی موجود تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت مقرر ہوتا ہے۔

نیز علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ

شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیہ میں لکھا ہے کہ

تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قطب الاقطاب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام اولین و آخرین لوگوں کی مدد کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر نبی اور ولی کی مدد فرمانے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار متقدمین اور متاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔

اگر تم یہ کہو کہ

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔

تو ان میں تطبیق کس طرح ہو گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان دونوں احادیث مبارکہ کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو پیدا کیا اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر فرمایا اور کبھی نور سے۔ (الیواقیت والجواہر: ص: 339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بلکہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم وجود کا فیضان کرنے کے لئے تمام موجودات کے لئے وسیلہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ سے تمام مخلوق پر جو فیضان ہوا ہے اس کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی شعاعیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے عکوس ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النور الحق اور النبی المطلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ اور جب انبیاء علیہم السلام ارحام اور اصلاب کے حجاب میں تھے جیسے جب رات کو ستارے ظاہر ہوتے ہیں اور سورج ظاہر نہیں ہوتا لیکن وہ ستارے اسی کے فیض سے روشن ہوتے ہیں اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جلوہ گر ہوئے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھپ گئے اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہی۔ (روح المعانی: ج: 15، ص: 183 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز مزید راقم ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الست ربکم

تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بلیٰ کہا۔ (روح المعانی: ج: 9، ص: 162 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لتومنن بہ ولتنصرنہ کی تقریر میں لکھا ہے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کی جو عظمت ہے وہ مخفی نہیں

اس کے ساتھ آیت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان کے زمانے میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف رسول ہوتے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک جمیع مخلوق کو عام ہے اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "بعثت الی الناس کافة" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی۔

"کنت نبیا و اٰدم بین الروح والجسد"

اور جس شخص نے اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی عزوجل میں نبی تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے اس کی اس معنیٰ تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع اشیاء کو محیط ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

"محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم)

لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ ہو کہ اس وقت کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت نہیں رہے گی کہ "میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے" اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔

پس اگر تم کہو کہ

ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اس اضافی رتبہ کو سمجھیں تو (ہم بتلاتے ہیں) بے شک نبوت ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور موصوف چالیس برس کے بعد ہوگا تو کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے متصف کیا جاسکتا ہے؟ پس اگر یہ اتصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لئے بھی اسی طرح صحیح ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ

بے شک احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا فرمایا ہے لہٰذا "کنت نبیا" کے فرمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روح کی طرف اشارہ فرمایا یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور حقائق کو سمجھنے سے

ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ حقائق کو صرف ان کا خالق جانتا ہے یا وہ نفوس مبارکہ جانتے ہیں نور الٰہی جن کی مدد کرتا ہے حقائق میں سے کسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا کوئی (وصف) عطا فرما دیا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو وصف نبوت عطا فرمایا اور اسی وقت اس کو فیض عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو گئے اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کو عرش پر لکھ دیا اور ملائکہ اور دیگر مخلوق کو اس پر آگاہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے وہ اس کو پہچان لیں۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ظہور بعد میں ہوا۔ فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اسی وقت بارگاہ الٰہیہ سے اوصاف شریفہ سے متصف ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تبلیغ کو مؤخر رکھا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس کمال کو پہنچا جس سے تبلیغ کا حصول ممکن ہوا اسی طرح بارگاہ الٰہی عزوجل سے پہنچنے والی ہر چیز مؤخر کی جس کا تعلق جسم شریف کے کمال کے ساتھ ہو سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معجّل ہے اس میں کوئی تاخیر نہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے حاصل ہونے اور کتاب وحکمت کے عطا ہونے میں بھی کوئی تاخیر نہیں ہے تاخیر بعثت فرمانے اور جلوہ گر ہونے میں ہے۔ (الخصائص الکبریٰ: ج: 1، ص 8 تا 11 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل ہیں کہ

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا: اے ابو الحسن! بے شک (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم رب العٰلمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن روا اور دست و پا والوں کے پیشوا تمام انبیاء ومرسلین کے سردار نبی ہوئے جب کہ آدم آب وگل میں تھے۔

(تجلی الیقین: ص: 8 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام پر بالغ ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی

حضرت صالح علیہ السلام پر بالغ ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام پر بالغ ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی۔

(روح البیان: ج: 6، ص: 385 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (النمل:45)
اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قبیلہ صالح کو مبعوث فرمایا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا (الاعراف:73)
اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے (ہم قبیلہ) بھائی صالح کو مبعوث فرمایا۔

ثمود کون؟

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے اس کا نام ثمود ہے، قوم ثمود، ثمود نام کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔

ثمود کا نسب نامہ

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
ثمود کا نسب یہ ہے۔
ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:145 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم ثمود کی رہائش مقام حجر میں تھی

قوم ثمود کی رہائش مقام حجر میں تھی۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
یہ قوم مقام الحجر میں رہتی تھی۔ (معالم التنزیل: ج:2، ص:145 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مقام حجر حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ ہے

قوم ثمود مقام حجر میں رہائش پذیر تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ ہے۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
یہ قوم مقام الحجر میں رہتی تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ ہے۔
(معالم التنزیل: ج:2، ص:145 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وادی القریٰ آج کل فج الناقہ سے مشہور و معروف ہے

حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب الحجر ہے آج کل یہ جگہ فج الناقۃ کے نام سے مشہور ہے ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں اور اس زمانہ میں بھی بعض مصری محققین نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ

انہوں نے ایک مکان دیکھا جس کو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہے اس میں متعدد کمرے اور ایک بڑا حوض ہے۔

مشہور مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ

الحجر کا یہ مقام جو حجر ثمود کہلاتا ہے شہر مدین سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح عاد کو عاد ارم کہا گیا ہے اسی طرح ان کی ہلاکت کے بعد ان کو ثمود ارم یا عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ ثمود کے زمانہ کا ٹھیک تعین تو نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بات بہر حال یقینی ہے کہ یہ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے صفحۂ ہستی پر نمودار ہو کر مٹ چکی تھی۔ ثمود بھی اپنے پیش رو بت پرستوں کی طرح ایک بت پرست قوم تھی اور اس کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ قوم ثمود بھی سامی اقوام کی ایک شاخ ہے۔ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت جو ایمان والے حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے یہ قوم ان ہی کی نسل سے ہے اس کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام اور قوم کے چھٹے دادے کا نام ہے

ثمود حضرت صالح علیہ السلام اور قوم کے چھٹے دادے کا نام ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ثمود حضرت صالح علیہ السلام اور قوم کے چھٹے دادے کا نام ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:189 مطبوعہ لاہور)

ثمود کی رہائش سنگلاخ پہاڑوں میں تھی

قوم عاد کے چوتھے دادا عاد تھے دوسرے بیٹے ثمود نے اپنی رہائش یمن سے دور اپنی رہائش سنگلاخ پہاڑوں میں رکھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے: قوم عاد کے چوتھے دادا عاد (تھے) دوسرے بیٹے ثمود نے اپنی رہائش یمن سے دور اپنی رہائش سنگلاخ پہاڑوں میں رکھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:189 مطبوعہ لاہور)

ثمود کی نسل بڑھ کر قوم ثمود کے نام سے مشہور ہوئی

ثمود نے چونکہ اپنی رہائش یمن سے دور سنگلاخ پہاڑوں میں رکھی اسی لیے ان کی نسل بڑھ کر قوم ثمود کے نام سے وہیں پہ مشہور ہوئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

دوسرے بیٹے ثمود نے اپنی رہائش یمن سے دور سنگلاخ پہاڑوں میں رکھی وہیں اس کی نسل بڑھ کر قوم ثمود کے نام سے مشہور ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:189 مطبوعہ لاہور)

ثمود کے متعلق دو اقوال

ثمود کے متعلق دو اقوال ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:
ثمود کے متعلق دو قول ہیں۔
ایک یہ ہے کہ
اس کے معنی ہیں تھوڑا پانی چونکہ مقام حجر جہاں یہ قوم آباد تھی وہاں پانی بہت تھوڑا تھا اس لیے اس قوم کو ثمود کہتے ہیں۔ یعنی تھوڑے پانی والی۔
دوسرے یہ کہ
یہ لوگ ثمود ابن عاد ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے اس لیے ان کو ثمود کہا جاتا تھا یعنی ثمود کی اولاد ثمود کی نسل یہ لوگ مقام حجر سے وادی قریٰ تک کی بستیوں میں رہتے تھے حجر حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:538 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کو قوم عاد کے بعد جانشین بنانا

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو قوم عاد کے بعد جانشین بنایا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ (الاعراف:74)
اور یاد کرو جب (قوم) عاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا جانشین بنایا اور زمین میں تم کو بسایا۔

قوم ثمود کا نرم زمین میں محلات بنانا

قوم ثمود نرم زمین میں محلات بناتی تھی۔
قرآن مجید میں ہے:
تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا (الاعراف:74)

قوم ثمود کا پہاڑوں کو تراش کر گھر بنانا

قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتی تھی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ (الاعراف:74)
اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔

پہاڑوں کو تراش کر اس لیے گھر بناتے تاکہ امن سے رہائش رکھیں

قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر اس لیے بناتے تھے تاکہ امن سے زندگی گزار سکیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ○ (الحجر:82)

وہ پہاڑوں کوتراش کر گھر بناتے تھے تا کہ امن سے رہیں۔

وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں

قوم ثمود نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشی تھیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ○ (الفجر:9)

اور ثمود کے لوگ تھے جنہوں نے وادی میں پتھروں کی چٹانیں تراشیں۔

قوم ثمود نے گرمیوں کے لئے نیچے زمین میں کوٹھیاں بنائی تھیں

قوم ثمود نے گرمیوں کے لئے زمین کے نیچے کوٹھیاں بنگلے بنائے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

مفسرین فرماتے ہیں کہ

ان لوگوں نے گرمیوں کے لئے نیچی زمین میں مکانات، بنگلے، کوٹھیاں بنائی تھیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:545 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود نے سردیوں کے لئے پہاڑوں پر شاندار کوٹھیاں بنائیں

قوم ثمود نے سردیوں کے لئے پہاڑوں کے اوپر شاندار بنگلے اور کوٹھیاں تعمیر کیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

سردیوں کے لئے اوپر پہاڑوں میں شاندار بلڈنگیں بنائی تھیں کیونکہ وہ بہت مالدار تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:8،ص:545 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود پتھروں کی کوٹھیاں کیوں بناتے تھے؟

قوم ثمود پتھروں کی کوٹھیاں اس لیے بناتے تھے کہ ان کی عمریں طویل ہوتی تھیں اور ان کی زندگی میں زمینی مکان گر جاتے تھے اس لیے وہ پتھروں کی کوٹھیاں تعمیر کرتے تھے تا کہ پرسکون لمبی زندگی گزار سکیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے: بعض نے فرمایا کہ

ان کی عمریں اتنی دراز ہوتی تھیں کہ ان کے زمینی مکان ان کی زندگی میں گر جاتے تھے اس لیے انہوں نے پتھروں کی کوٹھیاں بنائی تھیں پہاڑوں میں غرضیکہ یہ لوگ بڑی عمر والے، بڑی دولت والے، بڑے ہنر مند تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:8،ص:545 مطبوعہ لاہور)

ثمود میں سنگ تراشی کی ابتداء

ایک قول کے مطابق سنگ تراشی کی ابتداء قوم ثمود سے ہوئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

سنگ تراشی کی ابتداء ایک قول کے مطابق انہی سے شروع ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:190 مطبوعہ لاہور)

ثمود سنگ تراشی کی فنکار

قوم ثمود پہاڑوں میں خوب صورت مکان تعمیر کرنے کا فن جانتی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یہ قوم پہاڑوں میں بہت خوبصورت مکان تعمیر کرنے کا فن جانتی تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:190 مطبوعہ لاہور)

ثمود کے کثیر مکانات اور باغات بنانے پر ایک نبی کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وجہ پوچھنا

قوم ثمود نے کثیر مکانات، عمارات اور باغات بنائے تھے ایک نبی نے اللہ تعالیٰ سے اس کی وجہ پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

دنیا پرست، نوکر و خادم ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

روایت ہے کہ

قوم ثمود نے اتنی کثیر عمارات، مکانات اور باغات بنائے تھے کہ ایک نبی نے رب تعالیٰ سے عرض کیا مولیٰ اتنے مکانات

کیوں بنا رہے ہیں۔

رب تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ

یہ دنیا پرست، نوکر و خادم اور بحیثیت غلام ہیں کہ بنائے جائیں پھر میرے پیارے بندے اس میں آرام کریں اور ان میں

رہ کر، میرے نبیوں اور ولیوں کا چرچا ہو۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:190 مطبوعہ لاہور)

ثمود کی عمریں تین سو سال سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھیں

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو اس قدر طویل عمریں دیں کہ ان کی عمریں تین سو سال سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھیں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود کی عمریں تین سو سال سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھیں۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:51 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ثمود کی عمریں اس قدر طویل کہ ان کے زمینی مکان ان کی زندگی میں گر جاتے

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو اس قدر طویل عمریں عطا فرمائی تھیں کہ ان کے زمینی مکان ان کی زندگی میں گر جاتے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: بعض نے فرمایا کہ

ان کی عمریں اتنی دراز تھیں کہ ان کے زمینی مکان ان کی زندگی میں گر جاتے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:545 مطبوعہ لاہور)

ہر شخص کی عمر تین سو سال زیادہ سے زیادہ ہزار سال تھی

قوم ثمود میں ہر شخص کی عمر تین سو سال تھی زیادہ سے زیادہ ہزار سال تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
تفسیر مدارک نے فرمایا کہ
ہر شخص کی عمر تین سو سال تھی زیادہ سے زیادہ ہزار سال تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:190 مطبوعہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو طویل عمریں عطا فرمائیں

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو طویل عمریں عطا فرمائی تھیں۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں لمبی عمریں عطا فرمائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا سو جب انہوں نے ایسا دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیئے وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں غاریں سی بنا لیتے۔

(تفسیر در منثور: ج:3،ص:311 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا بتوں کی عبادت کرنا

قوم ثمود بت پرست تھی اور وہ بتوں کی عبادت کرتی تھی ان کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ حضرت صالح علیہ السلام ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمائیں اور بتوں کی عبادت سے منع فرمائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو حکم ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط (الاعراف:73)
صالح نے کہا! اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (ھود:61)

صالح نے کہا! اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (النمل:45)

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قبیلہ صالح کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

قوم ثمود کا دو فریق بن کر جھگڑنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا تو وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (النمل:45)

تو وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ تم بھلائی کی طلب سے پہلے برائی کو کیوں جلدی طلب کر رہے ہو؟

جب دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا:

اے میری قوم تم بھلائی کی طلب سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ (النمل:46)

صالح نے کہا! اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی کی طلب سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کر رہے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا! تم اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (النمل:46)

تم اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کو بدشگون کہنا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو کہا ہم آپ علیہ السلام کو اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کو بدشگون خیال کرتے

ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ (النمل:47)
انہوں نے کہا ہم آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بدشگون خیال کرتے ہیں۔

بدشگونی سے مراد؟

بدشگونی سے مراد نحوست ہے کسی انسان کی عقل کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لے اور اس کو منحوس سمجھے بعض لوگوں کا گمان ہے کہ گائے کا ڈکرانا اور کوے کا کائیں کائیں کرنا نحوست ہے اور بعض الو کو منحوس کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عرب بھی بدشگونی کے قائل تھے وہ کوئی کام کرنے سے پہلے پرندے کو اڑاتے اگر وہ ان کی دائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس کام کو مبارک سمجھتے اور اگر وہ پرندہ ان کی بائیں طرف اڑ جاتا تو وہ اس کام کو منحوس یعنی نامبارک اور بے برکت سمجھتے تھے۔

بدشگونی کی مذمت

احادیث مبارکہ میں بدشگونی کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:
بدشگونی لینا شرک ہے اور ہم میں سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے لیکن بدشگونی لینا توکل کو ختم کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:3538)
ایک اور روایت میں ہے:
قطن بن قبیصہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رمل (لکیریں کھینچ کر غیب کا حال معلوم کرنا) اور بدشگونی لینا اور فال نکالنے کے لئے پرندے کو اڑانا شیطان اعمال سے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3902)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر اس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے اور اگر

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا نام پسند نہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 3920)

رت صالح علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ آپ علیہ السلام کے فرمان مقدسہ کا ب یہ ہے کہ جس شہر اور مصیبت کو تم نحوست قرار دے رہے ہو وہ تمہاری تقدیر میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے اور تمہاری تقدیر وہ مصیبت تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے لکھی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم جس چیز کو بدشگونی اور مصیبت کہہ رہے ہو وہ تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ٥ (النمل: 47)

صالح نے کہا! تمہاری بدشگونی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم فتنہ میں مبتلا ہو۔

رت صالح علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا

حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے تو قوم کو ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پھر ارشاد فرمایا اس نے تم کو زمین سے پیدا فرمایا اور اس میں آباد کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (ھود: 61)

اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا۔

ی کی تحقیق

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اسْتَعْمَرَ کا لفظ آیا ہے اور یہ اعمر کے معنیٰ میں ہے۔ اعمر کا معنیٰ ہے عمر گزارنا اور اسی سے کا لفظ بنا ہے۔

علامہ زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: جو چیز تم کو تاحیات دی جائے وہ عمریٰ ہے۔

ثعلب نے کہا: عمریٰ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو مکان دے اور یہ کہے کہ یہ مکان تمہارے لیے تاحیات ہے اور جب یا تو وہ مکان دینے والے کی طرف لوٹ جائے گا۔

عمریٰ اصل میں عمر سے ماخوذ ہے اور رقبیٰ مراقبہ سے بنا ہے۔

رقبیٰ یہ ہے کہ

کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں پہلے مر گیا تو تم اس کے مالک ہو اور اگر تم پہلے مر گئے تو میں اس کا مالک ہوں گا اور ہر ایک

دوسرے کی موت کا انتظار کرتا رہے۔ (تاج العروس: ج:3، ص: 421 مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر)

عمریٰ کے متعلق احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تا حیات کوئی چیز دی۔ اور اس سے کہا کہ

''میں نے تم کو اور تمہارے وارثوں کو اس وقت تک کے لیے یہ چیز دی ہے جب تک تم میں سے کوئی باقی رہے'' سو یہ چیز اس کی ہو جائے گی جس کو دی گئی ہے اور اس چیز کے مالک کی طرف نہیں آئے گی کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 22)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تا حیات کوئی چیز دی گئی سو یہ چیز اسی کے لئے ہے جس کو دی گئی ہے۔ وہ چیز دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوگی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2625)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تا حیات کوئی چیز دی گئی وہ قطعی طور پر اس کی ہے دینے والے کے لئے اس میں کوئی شرط لگانا جائز ہے نہ استثناء کرنا۔

ابو سلمہ نے کہا: کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوئی ہے اور وراثت نے اس کا حق منقطع کر دیا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 24)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ایک شخص یہ کہے کہ میں نے تمام عمر کے لئے یہ مکان تم کو دیا جب تم فوت ہو جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہوگا یہ عمریٰ بالاتفاق صحیح ہے اور وہ شخص اس مکان کا مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارث مالک ہوں گے اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ (شرح مسلم: ج:2، ص:38 مطبوعہ نور محمد کراچی)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ عمریٰ کرنے والا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لئے دیا پھر یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہے یا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لئے دیا اور قید نہ لگائے۔ ان صورتوں میں مکان لینے والے یا اس کے ورثاء کی موت کے بعد، مکان دینے والے یا اس کے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ مسلمانوں کی لگائی ہوئی شرائط کا اعتبار ہوتا ہے اور اس لفظ کا مدلول لغوی بھی یہی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم القاضی عیاض: ج:5، ص:357 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ
جب عمریٰ کرنے والا اس کو مطلق رکھے تو جس کو وہ چیز دی گئی ہے وہ چیز اس کی اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہے اور جب اس نے یہ شرط لگائی کہ جب تم مر گئے تو یہ چیز میری ہو جائے گی تو اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔
ایک روایت یہ ہے کہ
عقد اور شرط دونوں صحیح ہیں اور جب معمرلہ مر جائے گا تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔
اور دوسری روایت یہ ہے کہ
عقد صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور وہ چیز معمرلہ کے بعد اس کے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گی۔
(المغنی: ج:5، ص: 401 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: جب کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا۔
میں نے تم کو عمر بھر کے لئے یہ مکان اور وہ مکان اس کے سپرد کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہے اور جس کے لئے ہبہ کیا گیا ہے وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء اس کے مالک ہوں گے اس لیے اس کی موت کے بعد اس کی واپسی کی شرط باطل ہے اور ہبہ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ (المبسوط: ج:12، ص94 تا 95 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو پس میرا رب قریب ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ (ھود: 61)
سو تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو پس میرا رب قریب ہے دعا قبول کرنے والا ہے۔

قوم کا حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے باپ دادا کے بتوں کی عبادت کرنے کا کہنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو بتوں کی عبادت سے منع فرمایا تو قوم نے کہا اے صالح علیہ السلام اس سے قبل آپ علیہ السلام ہماری امیدوں کے مرکز تھے کیا آپ علیہ السلام ہمیں ان کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (ھود: 62)
انہوں نے کہا! اے صالح اس سے پہلے آپ ہماری امیدوں کا مرکز تھے آپ ہمیں ان کی عبادت کرنے سے منع

کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔

قوم کا دین صالح علیہ السلام کو شک میں ڈالنے کا کہنا

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم نے کہا آپ علیہ السلام ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے اس نے ہمیں زبردست شک میں ڈال دیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ (ھود:62)

بے شک آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اس نے ہمیں زبردست شک میں ڈال دیا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام سے قوم کی امیدوں کی وجوہات

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے جو اپنی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں اس کی دو وجوہات تھیں۔

1- حضرت صالح علیہ السلام بہت ذکی وفہیم تھے اور فراخ دل اور بہت حوصلے والے تھے۔ اس لیے ان کی قوم کو یہ امید تھیں کہ وہ ان کے دین کی مدد کریں گے ان کے دین کو قوت اور استحکام پہنچائیں گے اور ان کے طریقوں اور مذہبی رسومات تائید کریں گے کیونکہ جب کسی قوم میں کوئی باصلاحیت نوجوان پیدا ہو تو اس سے اسی قسم کی امیدیں قائم کی جاتی ہیں۔

2- حضرت صالح علیہ السلام غریبوں کی مالی امداد کرتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے تھے اور بیماروں عیادت اور خدمت کرتے تھے اس وجہ سے ان کی قوم یہ سمجھتی تھی کہ وہ ان کے مددگاروں اور دوستوں سے ہیں اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا تو ان کو سخت تعجب ہوا کہ ان کو اچانک یہ کیا ہو گیا ہے اس لیے انہوں نے کہا آپ تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے کیا آپ علیہ السلام ہمیں ان کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ان سے اور تو کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے کہ اے صالح علیہ السلام بے شک تم تو ہم میں بہت لائق سمجھدار جانے جاتے تھے کیونکہ تمہارا حسن، تمہارا ڈیل ڈول، صحت، جوانی، تمہارا اٹھان پھر اس پر تمہاری شرافت، کم گوئی، نیچی نظریں، عبادت ریاضت غرضیکہ تمہاری ہر ادا عجیب مثال تھی ہم کو تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں ہم تم کو اپنا سردار بنانے کی سوچ رہے تھے خیال تھا کہ تم اپنے باپ دادوں کا دین خوب چمکاؤ گے اچھے اچھے بت بنایا کرو گے خود بھی پوجو گے اور نئے نئے طریقوں کو پجاؤ گے۔ آج سے پہلے ہم امید لیے بیٹھے تھے کہ تم ہمارے بادشاہ بنو گے کیونکہ تم اچھے حسب نسب اور دولت والے ہو کے ساتھ ساتھ نہایت حیادار، شرمیلے اور اسم بامسمیٰ تھے آج تم کو کیا ہو گیا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:192 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو اپنے رب عزوجل کی طرف سے روشن دلیل پر ہونے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا اے میری قوم یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب عزوجل کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میرے لیے سوا نقصان کے کس چیز میں زیادتی کر رہے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَ اٰتٰىنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِىْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ○ (ھود:63)

''صالح نے کہا! اے قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میرے لیے سوائے نقصان کے کس چیز میں زیادتی کر رہے ہو۔''

☆ حضرت صالح علیہ السلام نے بصورت شک کہا! اگر میں اپنے رب عزوجل کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں حالانکہ حضرت صالح علیہ السلام کو اس پر یقین تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور شک کی صورت کو اسی لیے اختیار کیا تاکہ ان کے مخالفین کے لئے ان کا کلام قبول ہونے کے زیادہ قریب ہو گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ فرض کرو میرے پاس میرے رب عزوجل کی روشن اور پختہ دلیل ہو اور مجھے کامل یقین ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب عزوجل کے احکام کی نافرمانی کر کے تمہارے طریقہ پر چلوں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا تو اس صورت میں سوائے مجھے نقصان پہنچانے کے تم میرے حق میں کیا اضافہ کرو گے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو ڈرنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ کیا تم نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (الشعراء:142)

جب ان سے ان کے ہم قبیلہ صالح نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے؟

حضرت صالح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ (الشعراء:144)

سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو تبلیغ پر اجرت طلب نہ کرنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا میں تم سے اس دین کی تبلیغ پر اجرت طلب نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ (الشعراء:145)

اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا رب العٰلمین کی طرف سے اجرت کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا میں تم سے تبلیغ دین پر اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العٰلمین پر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعراء:145)

میرا اجر صرف رب العٰلمین پر ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو باغوں، چشموں، کھیتوں اور کھجور میں امن کے ساتھ رہنے کا استفہامیہ سوال کرنا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کہ کیا تم باغوں میں، چشموں میں، کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں یہاں تم ہمیشہ امن سے رہو گے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ○ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ○

(الشعراء:146تا148)

کیا تم یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ رہو گے؟ باغوں میں اور چشموں میں، کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے خوشے نرم ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنانے سے منع فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ (الشعراء:149تا150)

اور تم خوشی سے اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

پہاڑ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

پہاڑ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ بلند و بالا پہاڑ کسی کے قائم کیے بغیر کھڑے نہیں ہو سکتے اور اس کو قائم کرنے والا خود ذات باری تعالیٰ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○ (الغاشیہ:19)

اور پہاڑوں کو کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں۔

قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال

قیامت کے دن پہاڑوں کے چھ احوال ہوں گے۔

1- پہلا حال یہ ہے کہ

پہاڑوں پر ایک ضرب لگا کر ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے گا اور اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ○ (الحاقۃ:14)

اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھالیا جائے گا اور ان کو ایک ضرب سے توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

2- دوسرا حال یہ ہے کہ

پہاڑ بکھرے ہوئے ذرات کے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ○ (واقعہ:5تا6)

اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ بکھرے ہوئے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

3- تیسرا حال یہ ہے کہ

وہ ریزہ ریزہ ہو کر سراب اور فریب نظر ہو جائیں گے اور حقیقت میں لاشی اور معدوم ہو جائیں گے اور جو شخص پہاڑوں کی جگہ دیکھے گا اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی جیسے کسی شخص کو دور سے ریگستان میں چمکتا ہوا پانی نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا اور اس حال کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا۔

وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ○ (النباء:20)

اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔

4- چوتھا حال یہ ہے کہ

پہاڑوں کو دھنک دیا جائے گا کیونکہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے مختلف حصوں میں پڑے ہوں گے
اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعہ ان کو دھنک ڈالے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًاo (طٰہٰ:105)

وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔

5- پانچواں حال یہ ہے کہ

پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِo (القارعۃ:5)۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔

6- چھٹا حال یہ ہے کہ

جس طرح کہ سوراخ یا روشن دان سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں اور ان میں روشنی کے باریک ذرات کے غبار دکھائی دیتے ہیں اسی طرح جب اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجے گا تو وہ پہاڑوں کے ذرات کو اڑائیں گی اور وہ شعاعوں میں باریک ذرات کے منتشر غبار کی طرح دکھائی دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةًۙ (الکہف:47)

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی حالت میں دیکھو گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِؕ (النمل:88)

اور آپ پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتے ہیں کہ یہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بھی بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ یاد کرو جب قوم عاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان کا جانشین بنایا اور زمین میں تم لوگوں کو بسایا تم نرم زمین میں محلات، کوٹھیاں، بنگلے بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ o (الاعراف:74)

اور یاد کرو جب عاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا جانشین بنایا اور زمین میں تم کو بسایا تم نرم زمین میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرنے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا تم حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ o الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ o (الشعراء:151تا152)

اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قوم کا کہنا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہے

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو کہا تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ o (الشعراء:153)

انہوں نے کہا! تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

جادو کا لغوی و شرعی معانی

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ فعل جس کا ماخذ نما معنی اور دقیق ہو اور اس کا سبب مخفی ہو اس کو جادو کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط: ج:2،ص:66 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی 986ھ لکھتے ہیں:

انسان اس وقت تک جادو میں مہارت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی شر کے ساتھ مناسبت نہ ہو۔

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب انسان جادو کے مخصوص کلمات بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہے وہ اس وقت غیر معمولی امور پیدا فرما دیتا ہے یا وہ ایسے بعض اجسام یا قوی امتزاج سے چیزیں بناتا ہے جن کو جادوگر ہی جانتا ہے کیونکہ بعض زہر قاتل ہوتے ہیں اور بعض زہریلی اشیاء انسان کو بیمار کر دیتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں۔ (مجمع بحار الانوار: ج:3،ص:47 مطبوعہ مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:
جادو کا اطلاق چند معانی پر کیا جاتا ہے۔
1- دھوکہ دہی، نظر بندی۔
قرآن مجید میں ہے:
سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (الاعراف:116)
فرعون کے جادوگروں نے لوگوں کی نظر بندی کردی۔
2- شیطان کے تقرب اور اس کی مدد سے اپنا مقصد پورا کرنا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرہ:102)
لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔
3- جادو اس فعل کا نام ہے جس کی قوت اور تاثیر سے اشیاء کی صورتیں اور حقیقتیں بدل جاتی ہیں سو جادوگر انسان کو گدھا بنا دیتا ہے۔ محصلین کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں۔
4- جس کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہو۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌo (سبا:43)
یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے۔
یعنی اس کلام کا سمجھنا بہت غامض اور دقیق ہے۔
سحر اور سحرۃ اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کی ظلمت دن کی ضوء اور روشنی سے مختلط ہوتی ہے۔ (المفردات: ج:1،ص298۔299 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)
سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
جادو وہ غیر معمولی اور خلاف عادت کام ہے جس کو حاصل کرنے میں برے کام کر کے شیطان کے تقریب سے مدد حاصل کی جاتی ہے خواہ وہ برے کام زبان سے کیے جائیں جیسے وہ منتر جن میں شرکیہ الفاظ ہوں اور شیطان کی تعریف کی جائے یا وہ برے کام دیگر اعضاء سے کیے جائیں جیسے ستاروں کی عبادت کرنا اور کسی کا نقصان کرنا اور دیگر فسق و فجور کے کام یا وہ برے کام اعتقاد سے کیے جائیں مثلاً ان کاموں کو اچھا اعتقاد کرنا جن سے شیطان کا تقرب اور اس کی محبت حاصل ہوتی ہے اور وہی شخص جادو کر سکتا ہے جو شر اور نفس کی خباثت میں شیطان کے مناسب ہو کیونکہ تعاون اور مدد کے لئے مناسبت شرط ہے پس جس طرح سے فرشتے صرف نیک انسانوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ان ہی پر فیضان کرتے ہیں جو دائمی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ

تقرب حاصل کرنے میں فرشتوں کے مشابہ ہوں اسی طرح شیاطین بھی ان ہی فساق اور فجار کے ساتھ تعاون کرتے ہیں جو
ل و فعل اور اعتقاد کی خباثت اور نجاست میں شیاطین کے مشابہہ ہوں اور ہماری اس تعریف سے جادوگر نبی اور ولی سے ممتاز
جاتا ہے۔ (روح المعانی: ج: 1، ص: 534 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سحر سے مراد وہ کام ہے جس کو حاصل کرنے میں شیطان سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور وہی انسان اس مقصد کو حاصل کر
سکتا ہے جو شر اور نفس کے خبث میں شیطان کے مناسب ہو کیونکہ کسی سے تعاون حاصل کرنے میں یہ شرط ہے کہ دونوں میں
مناسبت ہو اور اسی قید سے جادوگر نبی اور ولی سے ممتاز ہو جاتا ہے اور بعض حیرت ناک اور تعجب خیز کام جو شعبدہ بازی سے،
آلات، دوائیوں اور ہاتھ کی صفائی اور کرتبوں سے کیے جاتے ہیں وہ مذموم نہیں ہیں ان کو مجازاً جادو کہا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ
ان کا ماخذ غامض اور دقیق ہوتا ہے اور ان کا سبب مخفی ہوتا ہے۔

(انوار التنزیل مع عنایت القاضی: ج:2، ص: 347 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کسی غیر معمولی اور خلاف عادت کام کے ظہور کو جادو کہتے ہیں اور یہ
قاعدہ کسی استاذ کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے اور اسی تعریف سے جادو کا معجزہ اور کرامت سے فرق ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ معجزہ نبی
کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جس کی نیکی اور پاکیزگی معاشرہ میں مشہور ہوتی ہے اور جادو خبیث اور بدکار شخص سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور جادو کسی استاذ سے سیکھا جاتا ہے جبکہ معجزہ نبی سے بغیر کسی شخص کی تعلیم کے ظاہر ہوتا ہے اور معجزہ نبی اس لیے پیش کرتا ہے کہ وہ
لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نیکی اور پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور رسول قرار دیتا ہے
اور جادوگر دعویٰ نبوت کی دلیل کے لئے جادو پیش کرتا ہے نہ وہ لوگوں کی عبادت اور پرہیزگاری کی دعوت دیتا ہے بلکہ اس کا
مقصد لوگوں کو حیران کرنا اور کسی دنیاوی مفاد کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور نبی دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہوتا ہے اور اسی فرق سے
جادو اور کرامت کا فرق بھی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ کرامت بغیر تعلیم کے کسی نیک مسلمان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ کسبی
نہیں وہبی ہوتی ہے جبکہ سحر کسب اور تعلیم سے کسی فاسق اور شریر شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جادو کسی شخص کی طبیعت یا اس کی
فطرت کا خاصہ نہیں ہے اور یہ بعض جگہوں، بعض اوقات اور بعض شرائط کے ساتھ مخصوص ہے جادو کا معاوضہ دیا جاتا ہے اور اس کو
کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے جادو کرنے والا فسق کے ساتھ ملعون ہوتا ہے ظاہری اور باطنی نجاست سے ملوث ہوتا ہے اور دنیا و
آخرت میں رسوا ہوتا ہے اہل حق کے نزدیک جادو عقلاً جائز اور ثابت ہے قرآن اور سنت میں اس کا بیان ہے۔
معتزلہ نے کہا: جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ محض نظر بندی ہے اور اس کا سبب کرتب، ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی

ہماری دلیل یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرہ:102)
اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

اسی آیت میں مذکور ہے جادو کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں تفریق ہو جاتی تھی۔
نیز قرآن مجید میں ہے:
وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِo (الفلق:4)
آپ فرما دیجئے میں گرہوں میں بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
نیز حدیث مبارکہ میں ہے۔
ایک یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں بیمار رہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث:7563)
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔
یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰیo (طٰہٰ:66)
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ خیال ڈالا گیا کہ ان کے جادو کی وجہ سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ صرف نظر بندی ہے اور کسی کے ذہن میں خیال ڈالنا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے جادوگروں کا جادو یہی تخیل اور نظر بندی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی کوئی اور حقیقت نہیں ہے۔(شرح المقاصد: ج:5،ص79 تا 81 مطبوعہ ایران)
علامہ ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:
جادو وہ عمل ہے جس میں شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے کوئی کام کیا جاتا ہے نظر بندی کو بھی جادو کہتے ہیں ایک چیز کسی صورت میں دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ اس کی اصلی صورت نہیں ہوتی۔ کسی چیز کی کیفیت کے پلٹ دینے کو بھی جادو کہتے ہیں کوئی شخص کسی بیمار کو تندرست کرے یا کسی کے بغض کو محبت سے بدل دے تو کہتے ہیں اس نے اس پر جادو کر دیا۔(لسان العرب: ج:4،ص:348 مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران)

جادو کی اقسام

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی متوفی 947ھ لکھتے ہیں:
سحر کی درج ذیل اقسام ہیں۔
1- ستارہ پرستوں، افلاک پرستوں اور ان کو فاعل مختار ماننے والوں کا جادو۔
2- اصحاب الاوہام اور اصحاب نفوس قویہ کا جادو۔
3- ارواح ارضیہ مثلاً جنات سے استعانت کرنے والوں کا جادو۔
4- تخیلات، آنکھوں پر اثر ڈالنا کیونکہ آنکھ مشاہدہ میں خطا کرتی ہے۔ کشتی میں سوار شخص کو کنارے پر کھڑے ہوئے

درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بارش میں برسنے والے قطرات خطوط دکھائی دیتے ہیں۔

5- عجیب وغریب کام جو مختلف شعبدوں سے ظاہر ہوتے ہیں ان کے اسباب مخفی ہوتے ہیں جن کا عام لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔

6- ایسی دواؤں سے جادو کرنا جو حواس کو معطل اور عقل کو زائل کر دیتی ہیں۔

7- کسی کے دل کو تابع کر لینا وہ یہ ہے کہ انسان یہ دعویٰ کرے کہ اس کو اسم اعظم معلوم ہے اور جن اس کا تابع ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے پس جو شخص ناسمجھ ہوگا وہ اس کے دعویٰ کو سچا گمان کرے گا اور وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو جائے گا پھر جادوگر اس پر قادر ہوگا کہ اس میں جو فعل چاہے وہ کرے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ

اس بات کا انکار نہیں کیا جاتا کہ ساحر کے ہاتھ سے ایسے خلاف عادت کاموں کا ظہور ہوتا ہے جو عام انسانوں کی طاقت میں نہیں ہوتے وہ لوگوں کو بیمار کر دیتے ہیں شوہر اس کی بیوی میں تفریق کر دیتے ہیں عقل کو زائل کر دیتے ہیں۔ اعضاء کو ٹیڑھا کر دیتے ہیں۔

علماء کرام نے کہا ہے کہ

جادوگر سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو اس قدر پتلا کر لے کہ وہ سرکنڈے پر کھڑا ہو جائے، باریک دھاگے پر چلنے لگے، ہوا میں اڑنے لگے، پانی پر چلنے لگے اور کتے پر سواری کرے اور جادو ان کاموں کی علت ہے نہ موجب ہے ان کاموں کو جادو کے وقت اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جیسا کہ وہ کھانے اور پینے کے بعد انسان کے اندر سیری پیدا کرتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: 2:7: ص 45 تا 46 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جادو اور کرامت میں امتیاز

علامہ عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

جادو اور کرامت میں حسب ذیل فرق ہے۔

1- جادو خبیث اور فاسق شخص سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت اس نیک مسلمان سے ظاہر ہوتی ہے جو دائمی عبادت کرتا ہو اور برے کاموں سے بچتا ہو۔

2- جادو چند مخصوص برے کاموں کا نام ہے اور کرامت کے مخصوص اعمال نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور دائمی شریعت کی اتباع سے ظاہر ہوتا ہے۔

3- جادو صرف تعلیم اور تعلم سے حاصل ہوتا ہے اور کرامت اس طرح نہیں ہے بلکہ کرامت وہبی ہوتی ہے اور محض اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

4- جادو طلب کرنے والوں کے مطالب کے موافق نہیں ہوتا بلکہ معین اور محدود مطالب کے ساتھ مخصوص ہے اور کرامت

طلب کرنے والوں کے مطالب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس کے مخصوص مطالب نہیں ہیں۔

5- جادو مخصوص وقتوں، مخصوص جگہوں اور مخصوص شرائط سے ہوتا ہے اور کرامت کے لئے کسی وقت، کسی جگہ اور کوئی شرط ضروری نہیں ہے۔

6- جادوگر کو کبھی دوسرا جادوگر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے چیلنج کرتا ہے اور کرامت میں ایک ولی دوسرے کو چیلنج نہیں کرتا۔

7- جادو بغیر کوشش اور سخت جدوجہد کے حاصل نہیں ہوتا اور کرامت خواہ ہزار بار حاصل ہو اس کے لئے کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔

8- جادوگر فاسقوں کے کام کرتا ہے اور ناپاک رہتا ہے بعض اوقات غسل جنابت بھی نہیں کرتا، استنجاء نہیں کرتا، ناپاک کپڑے نہیں دھوتا کیونکہ ناپاکی اور نجاست کی جادو کے ظہور میں بہت تاثیر ہوتی ہے یہ اس کی ظاہری نجاست ہے اور اس کی باطنی نجاست کفر ہے اس کے برخلاف ولی کا ظاہر اور باطن پاک اور صاف ہوتا ہے۔

9- جادوگر خلاف شرع کاموں کا حکم دیتا ہے اور ولی شریعت کے موافق کاموں کا حکم دیتا ہے۔

ہم نے جادو اور کرامت میں جو فرق بیان کیے ہیں ان ہی سے جادو اور معجزہ میں بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

(دستور العلماء: ج:2،ص:120 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جادو کا شرعی حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے کام ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
1- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا
2- جادو کرنا
3- جس کو قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا۔
4- سود کھانا
5- یتیم کا مال کھانا
6- میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا

7-اور مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:388 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔

علامہ دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جادو کی یہ تعریف کی ہے کہ

یہ وہ کلام ہے جس میں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کی طرف حوادث کائنات کو منسوب کیا جاتا ہے۔

امام رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ

جادو کا سیکھنا اور سکھانا کفر ہے خواہ اس سے جادو کا عمل نہ کیا جائے کیونکہ شیطان کی تعظیم کرنا اور حوادث کی نسبت اس کی طرف کرنا یہ ایسا کام ہے کہ کوئی عاقل مسلمان یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ یہ فعل کفر نہیں ہے اگر جادو کا توڑ اسی کی مثل جادو سے کیا جائے تو یہ بھی کفر ہے جادو کے توڑ کے لئے کسی کو کرایہ پر لینا جائز ہے بہ شرطیکہ جادو سے یہ توڑ نہ کیا جائے۔ جادو کے ذریعہ اموال اور صفات میں تغیر ہو جاتا ہے اور حقائق بدل جاتے ہیں اگر یہ کام آیات قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ سے ہو جائیں تو پھر یہ کفر نہیں ہے البتہ اگر جادو کے ذریعہ دو آدمیوں کے درمیان عداوت پیدا کی جائے یا کسی کی جان اور مال کو نقصان پہنچایا جائے تو حرام ہے اگر کوئی شخص علی الاعلان جادو کرتا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال فئی ہے بہ شرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔

(شرح الکبیر: ج:4،ص:302 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں اہل علم کا اتفاق ہے جادو کے سیکھنے اور جادو کے عمل کی وجہ سے جادوگر کی تکفیر کی جائے گی خواہ وہ جادو کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس کے مباح ہونے کا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عراف، کاہن اور جادوگر کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ

ان کے ان افعال پر ان سے توبہ طلب کی جائے کیونکہ میرے نزدیک وہ حکماً مرتد ہیں اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔

راوی نے پوچھا: اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا؟

تو فرمایا: نہیں! بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔

راوی نے پوچھا: اس کو قتل کیوں نہیں کیا جائے گا؟

ارشاد فرمایا: جب تک وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کی توبہ اور رجوع کی توقع ہے۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ جادوگر کافر نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ
سلیمان نے کفر نہیں کیا۔
یعنی انہوں نے جادو نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی تکفیر کی جائے۔
اور فرشتوں نے کہا:
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ
ہم تو محض آزمائش ہیں تم تو جادو سیکھ کر کفر نہ کرو۔
ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جادو کرنا کفر ہے۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جادوگر کافر ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
حضرت حبیب بن کعب رضی اللہ عنہ
اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ
جادوگر کو بہ طور حد کے قتل کر دیا جائے گا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔
ان کی دلیل یہ ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو قتل کرنا صرف تین وجوں سے جائز ہے۔
1- ایمان لانے کے بعد کفر کرے۔
2- شادی کرنے کے بعد زنا کرے۔
3- یا ناحق قتل کرے۔

جادوگر نے اس میں کوئی کام نہیں کیا اس لیے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
جادو کرنا بھی ارتداد ہے۔
نیز حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
جادوگر کی حد اس کو تلوار سے مارنا ہے۔
اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر جادوگر کو قتل کردو۔ (المغنی: ج:9، ص34 تا 36 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ مرداوی حنبلی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:
جادوگر کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا۔
یہی مذہب ہے اور یہی جمہور اصحاب کا نظریہ ہے۔
ایک روایت یہ ہے کہ
اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور جو شخص دواؤں اور دھوئیں سے شعبدہ بازی کرتا ہو اس کو صرف تعزیر دی جائے گی۔
(الانصاف: ج:10، ص:350 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
فقہاء شافعیہ کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔
علامہ نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سات ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کیا ہے اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے اگر جادو کرنے والے کے قول یا فعل میں کوئی چیز کفر کی مقتضی ہو تو جادو کرنا کفر ہے ورنہ نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے اسی طرح جادو کے سیکھنے یا سکھانے میں کوئی قول یا فعل کفر کا مقتضی ہو تو کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔
ہمارے نزدیک جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔
ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ
جادو کا سیکھنا جائز ہے تاکہ انسان کو جادو کی معرفت ہو اور وہ جادو کے ضرر سے بچ سکے اور جادوگر کا رد کر سکے اور ان کے نزدیک جادو کی ممانعت جادو کرنے پر محمول ہے جادو سیکھنے پر نہیں۔ (شرح مسلم: ج:1، ص:65 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
فقہاء احناف کے نزدیک جادو کا شرعی حکم یہ ہے۔
علامہ ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: جادو کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے جادو کا سکھانا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی اباحت کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔

ہمارے بعض اصحاب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ
جادو کا سیکھنا اور جادو کا کرنا کفر ہے خواہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
حضرت حبیب بن کعب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت قیس بن سعد رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جادوگر سے توبہ طلب کئے بغیر اس کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔
حضرت جندب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جادوگر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلوار سے مار دیا جائے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ
جب تک جادوگر جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو کافر نہ کہا جائے اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے۔ جادوگر کو کافر قرار دینے نہ دینے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کرنا واجب ہے البتہ اس کو قتل کرنا واجب ہے جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کوشش کر کے جادو کرتا ہے اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا جائے۔

(فتح القدیر: ج:5،ص232 تا233 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ
جادوگر جب تک کسی کفریہ امر کا اعتقاد نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔
النہر الفائق میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور جادوگر کو مطلقاً قتل کر دیا جائے گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ
جو شخص کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرنے کے لئے کوئی عمل کرے وہ مرتد ہے اور اس کو قتل کر دیا جائے بہ شرطیکہ وہ تفریق میں اس عمل کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لئے جادو کرتا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور جو جادوگر تجربہ کرنے کے لئے جادو کرتا ہو اور اس پر اعتماد نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
جس شخص کا جادو کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی

اس میں مسلمان، ذمی، آزاد اور غلام برابر ہیں۔ جادوگر سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے جو ہمارے بعض اصحاب سے جادو کا حکم کفر نقل کیا ہے وہ اسی پر مبنی ہے کہ جادو کا تحقق کلمات کفریہ کہنے پر موقوف ہے۔ (ردالمحتار: ج:3، ص295 تا296 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر پکڑے جانے سے پہلے جادوگر نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا ورنہ توبہ قبول نہیں ہو گی اور قتل کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار: ج:3، ص:296 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کی تحقیق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا خیال یہ ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ نہیں گئے تھے۔

سفیان نے کہا: اگر چہ ایسا ہوتا تو یہ جادو کی زبردست قسم ہے۔

پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کچھ سوالات کیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جوابات دیئے۔ میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب جو آدمی سر کی جانب بیٹھا تھا۔

اس نے دوسرے سے کہا: اس شخص کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے!

اس نے پوچھا: اس پر کس نے جادو کیا ہے؟

اس نے کہا: لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ سے ہے اور یہود کا حلیف ہے یہ شخص منافق تھا۔

اس نے پوچھا: کس چیز پر جادو کیا ہے؟

اس نے کہا: کنگھی اور ان بالوں میں جو کنگھی میں جھڑ جاتے ہیں۔

آپ نے پوچھا: وہ کس جگہ ہیں؟

اس نے کہا: نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں لپیٹ کر ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنویں پر گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو نکال لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی وہ کنواں ہے جو مجھے (خواب میں) دکھایا گیا تھا اور اس کنویں کا پانی مہندی کی تلچھٹ کی طرح تھا اور اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی طرح تھے پھر جس پر جادو کیا گیا تھا اس کو کنویں میں

سے نکال لیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نشرہ (منتر) کیوں نہیں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں کسی شخص برائی کی ترغیب دوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2268)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دعا کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب دے دیئے ہیں۔

میں نے پوچھا: وہ کیا جواب ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا۔

پھر ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا۔

اس شخص کو کیا تکلیف کی ہے۔

اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے۔

اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟

اس نے کہا: لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے۔

اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟

اس نے کہا: ایک کنگھی اور اس میں لگے ہوئے بالوں میں نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں۔

اس نے کہا: وہ کہاں ہے۔

اس نے کہا: وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کنویں پر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس کے پاس کھجور کے درخت تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کا پانی مہندی کی تلچھٹ کی طرح ہے اور گویا کہ اس کے درخت شیطانوں کے سر ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! مجھے اللہ تعالیٰ نے اس عافیت میں رکھا اور شفا دے دی اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس فعل سے لوگوں میں شر پھیلے گا اور میں نے اس کنگھی کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5766)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: امام مازری نے کہا ہے کہ

بعض متبدعین نے اس حدیث مبارکہ کا انکار کیا ہے اور یہ زعم کیا ہے کہ یہ ماننے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت میں کمی ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا ہوتا اور احکام شرعیہ پر اعتماد نہیں ہوتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ڈالا جائے کہ آنے والا جبرائیل علیہ السلام ہے اور وہ حقیقت میں جبرائیل علیہ السلام نہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی ہے اور واقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نہ کی گئی ہو۔ اور یہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے باطل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز پہچانتے ہیں اس کے صدق پر معجزہ کی دلالت ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ان دلائل کے خلاف کسی چیز کو جائز قرار دینا باطل ہے اور جن کاموں کا تعلق امور دنیا سے ہے اور ان کاموں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہیں کیا گیا اور نہ ان کاموں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی فضیلت ہے اور وہ ایسے امور ہیں جو اکثر انسانوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں تو یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بعض ایسی چیزوں کا خیال ڈالا جائے جن کی واقع میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

بعض نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے عمل ازدواج کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل نہیں کیا ہوتا تھا اور کبھی عام لوگوں کی طرف بھی نیند میں اس قسم کا خیال آجاتا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس طرح کا کوئی خیال آجاتا ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا: ہوسکتا ہے کہ آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور آپ نے وہ کام نہ کیا ہو لیکن آپ نے یہ اعتقاد نہ کیا ہو کہ آپ کا تخیل صحیح ہے آپ کا اعتقاد اور یقین ہمیشہ درست رہتا ہے لہٰذا ملحدین کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کی تاویل جو مجھ پر منکشف ہوئی وہ زیادہ ظاہر اور جلی ہے اور ملحدین کے اعتراض سے بہت دور ہے اور وہ تاویل اسی حدیث مبارکہ سے مستفاد ہے اور یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ عروہ اور سعید بن مسیب سے بھی مروی ہے۔

اور اس میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنو زریق کے یہودیوں نے جادو کیا اور اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بینائی کمزور ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کنویں سے نکال لیا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19764)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے: عطا خراسانی یحییٰ بن معمر سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تک ان کے پاس نہیں جاسکے پھر جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا پیروں کی جانب۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔

(سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جادو کیا گیا ہے۔

دوسرے نے کہا: ہاں! ان پر ابوفلاں نے کنویں میں جادو کیا ہے۔ پھر جب صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالنے کا حکم دیا سو اس کو کنویں سے نکال لیا گیا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19765)

اور محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے اور ازواج کے پاس جانے اور کھانے پینے پر قادر نہ ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے اور اسی طرح مکالمہ کیا جس طرح صحیح بخاری میں ہے۔

اور اس کے آخر میں ہے۔

پھر جب وہ فرشتے چلے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم اس کنویں پر جاؤ اس کا پانی مہندی کے رنگ کا ہوگا تم اس میں سے پتھر کے نیچے سے کھوکھلا شگوفہ نکالنا۔ انہوں نے اس میں سے وہ شگوفہ نکالا اس میں گیارہ گرہیں تھیں اور اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔

1- قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ 2- قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی حتیٰ کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند ہوگئے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور کھانے پینے میں مشغول ہوگئے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 2، ص 198 تا 199 مطبوعہ دار صادر)

پس ان روایات سے ظاہر ہوگیا کہ جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اعضاء پر ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل سلیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد پر نہیں ہوا تھا اور حدیث مبارکہ میں یہ جو الفاظ ہیں کہ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کے پاس جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہیں جاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا تھا۔

ان کا معنیٰ یہ ہے کہ
پہلے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر خوش تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب جاتے تو جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر قادر نہ ہوتے۔
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔
اس کی وجہ یہ تھی کہ
جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں فرق پڑ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے یا کسی اور کو دیکھا ہے یا کسی اور کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا نہیں ہوتا تھا۔
اس کی وجہ یہ تھی کہ
جادو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر بہت متاثر ہوگئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رسالت بارے کوئی اشتباہ یا التباس ہو گیا ہو اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے گمراہوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کسی اعتراض یا طعن کی گنجائش ہو۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:7، ص86 تا 88 مطبوعہ دار الوفاء)
علامہ ابوالعباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی 656ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں راقم ہیں۔
بعض کج روون نے اس حدیث مبارکہ کو نبوت میں طعن کا ذریعہ بنالیا ہے۔
انہوں نے کہا: جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس نے ایک کام نہ کیا ہو اور اس کا گمان یہ ہو کہ اس نے وہ کام کرلیا ہے اس کی نبوت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ اعتراض ان کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔
کم فہمی یہ ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ جماع کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کرلیں گے لیکن جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل پر قادر نہ ہوتے تھے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری احادیث میں اس کی تصریح ہے۔
اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھا پی سکیں گے لیکن جادو کی وجہ سے جو مرض عارض

ہوا تھا اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے پر قادر نہیں ہوتے تھے۔

اور ان احادیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ

جادو کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل میں کوئی خلل ہو گیا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام خلط ملط ہو گیا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق معجزہ ثابت ہے اور امور تبلیغیہ میں غلطی واقع ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم رکھا ہے۔

اور معترض کی کم عقلی یہ ہے کہ

اس کو نبوات کے احکام اور معجزہ کی دلالت کا علم نہیں ہے گویا کہ وہ نہیں جانتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی بشر ہیں اور ان پر بیماری، درد، غضب، رنج اور غم، عجز، نظر لگنا، جادو کا کیا جانا اور دیگر تمام عوارض بشریہ کا اس طرح طاری ہونا ممکن ہے جس طرح یہ عوارض دوسرے لوگوں پر طاری ہوتے ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اس چیز سے معصوم ہیں کہ ان پر کوئی ایسی چیز طاری ہو جو معجزہ کی دلالت کے مناقض اور منافی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کی معرفت، ان کا صادق ہونا اور امور تبلیغیہ میں کسی غلطی کا واقع نہ ہونا۔

اسی معنیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الکھف:110)

''آپ فرما دیجئے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔''

بشر کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ تمام امور جائز ہیں جو دیگر انسانوں پر جائز ہیں اور نبوت کے خواص کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں سے ان تمام چیزوں میں ممتاز ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر نے نہ کجی کی اور نہ حد سے بڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشاہدہ کیا اس میں جھوٹ نہیں کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔

(المفہم: ج:5، ص570 تا 571 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قادر نہ ہوتے۔

اور ایک روایت میں فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی میں خلل ہوگیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر میں کچھ قصور ہوگیا تھا یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہوگئی تھی کیونکہ جادو کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہوسکتا تھا اور اس میں گمراہوں کے لئے نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:7،ص:365 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

7ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں حضور پر جادو کر، لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیر اوان میں پانی کے نیچے دبا دیا۔ اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہوگئی۔ چھ ماہ تک اثر رہا پھر جبرائیل امین علیہ السلام یہ دونوں سورتیں فلق و ناس لائے جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کنویں پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا۔ حضور نے یہ سورتیں پڑھیں ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہوگئی۔

اس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

ایک یہ کہ

جادو اور اس کی تاثیر حق ہے۔

دوسرے یہ کہ

نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے جیسے تلوار، تیر اور نیزے کا۔

یہ اثر خلاف نبوت نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان: ص:965 مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی حصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہیں کیا تھا اور ایک یہودی

عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے۔ اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کا اثر جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا٥ (بنی اسرائیل:47)

''ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔''

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں جنہوں نے دین کو کھیل بنالیا ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى٥ (طٰہٰ:69)

اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ

ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اثر ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرمادیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرمادیا تاکہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل سے ہوجائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر ہوا ہو اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر پہنچا ہو اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر معاملات مشتبہ ہوجاتے تھے ان الفاظ کا حدیث مبارکہ میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے اور جادوگر اپنی قوت مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت میں نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوت مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن: ج:1 ص:49 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ ان روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

معتزلہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا کئی وجوہ سے انکار کیا ہے۔

1- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ (طٰہٰ:69)

جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

2-اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں یہ فرمایا ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ (الفرقان:8)

اور ظالموں نے کہا تم لوگ تو صرف جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔

اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو جاتا تو کفار کے اس قول کی مذمت نہ کی جاتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا ہوا ہے۔

3-اگر جادو سے یہ کام ممکن ہوتا تو پھر معجزہ سے جادو ممتاز نہ ہوتا۔

پھر انہوں نے کہا: یہ دلائل یقینیہ ہیں اور جن روایات کا تم نے ذکر کیا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں جو ان دلائل قطعیہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ (تفسیر کبیر: ج:1 ص:626 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

سید محمد قطب شہید متوفی 1385ھ لکھتے ہیں: یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جبکہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے ہر فعل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبار احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا۔ عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورہ فلق اور سورہ ناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کمزور کرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن: جز:30 ص:294 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم کا ہماری طرح بشر کہنا

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم نے کہا تم ہماری طرح بشر ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ج (الشعراء:154)

تم صرف ہماری مثل بشر ہو۔

بشر کا معنیٰ

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

کھال کے ظاہر کو بشرہ کہتے ہیں اور کھال کے باطن کو ادمۃ کہتے ہیں واحد اور جمع دونوں کے لئے بشر آتا ہے البتہ تشنیہ بشرین آتا ہے قرآن مجید میں جہاں بھی لفظ بشر آیا ہے اس سے مراد انسان کا جثہ اور اس کا ظاہر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ (ص:71)

میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں۔

کفار انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ کم کرنے کے لئے ان کو بشر کہتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ○ (القمر:24)

پس وہ کہنے لگے کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک بشر کی اتباع کریں پھر تو بے شک ہم ضرور گمراہی اور عذاب میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے لئے کہ تمام لوگ نفس بشریت میں برابر ہیں لیکن وہ دوسروں سے علوم عامیہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (الکہف:110)

(اے محبوب) آپ فرمادیجئے میں بظاہر تم جیسا ہی بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

''میری طرف وحی کی جاتی ہے'' اس لیے فرمایا ہے کہ ہر چند کہ نفس بشریت میں، میں تمہاری مثل ہوں لیکن اس وصف میں، میں تم سے ممتاز ہوں کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (المفردات: ج:1،ص:60 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

امام خلیل احمد فراہیدی متوفی 175ھ لکھتے ہیں:

البشر ایک انسان خواہ مرد ہو یا عورت وہ بشر ہے اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ هو بشر، هما بشر اور هم بشر کہا جاتا ہے انسان کے چہرے اور جسم کی اوپری کھال کو بشرۃ کہتے ہیں۔ (کتاب العین: ج:1،ص:164 مطبوعہ ایران)

علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سید المرسی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

بشر کا مادہ ہے۔

ب، ش، ر

اس سے ایک لفظ بنا ہے الشرب جس کا معنیٰ ہے پینا اس کا مقلوب ہے البشر اس کا معنیٰ ہے بالشت اور اس کا ایک مقلوب الاربش ہے اس کا معنیٰ ہے مختلف رنگوں والا اور اس کا ایک مقلوب ہے البرش اس کا معنیٰ ہے سرخ اور سیاہ مخلوط رنگ۔

اور البشر کا معنیٰ ہے۔

اس میں واحد، جمع اور مذکر اور مؤنث مساوی ہیں اور انسان کے چہرے، سر اور جسم کی اوپر والی کھال کو البشرہ کہتے ہیں جس خوش خبری دی جائے اس کو بشارت کہتے ہیں اور جماع کو مباشرت کہتے ہیں، مسکراہٹ اور خوشی کے اظہار کو البشر کہتے ہیں، بارش برسانے والی ہواؤں کو المبشرات کہتے ہیں، ہر چیز کے اول کو تباشر کہتے ہیں، خوبصورت چہرے والے کو البشیر کہتے ہیں۔

(المحیط الاعظم: ج:8، ص52 تا60 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

انبیاء کرام علیہم السلام کا بشر ہونا ہمارے لیے وجہ احسان ہے

انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لئے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو نہ دیکھ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے اور نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتداء کر سکتے یہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا امتنان اور احسان ہے کہ اس نے انسان کے لئے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا۔

اس لیے ارشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:164)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعۃ:2)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبۃ:128)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ عز و جل! اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دے۔

قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ:129)

اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف:109)

اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

ان دلائل سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا بشر ہونا ہمارے لیے وجہ احسان ہے ورنہ اگر فرشتہ ہوتا تو کوئی شخص بھی

احکام من وعن بجانہ لاسکتا اور نہ ہی ان سے استفادہ حاصل کرسکتا۔

کفار کا انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہنے کی وجوہ

کفار انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر اس لیے کہتے تھے کہ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کے لئے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ٥ (الانبیاء:3)

اوران ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی یہ تو تمہاری ہی مثل بشر ہے کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جارہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کا یوں رد فرمایا:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ٥ (الانعام:9)

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ کررہے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے جس پر قرآن مجید و احادیث مبارکہ و اقوال بزرگان دین شاہد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (مائدہ:15)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور آ گیا۔

مفسرین کے اقوال

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا کہ نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔

امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام جلال الدین محلی متوفی 863ھ فرماتے ہیں:

نور سے مراد نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (تفسیر جلالین: ص:97 مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی کا قول

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ متوفی 951ھ فرماتے ہیں:

مفسرین کا یہ قول ہے کہ یہاں نور سے مراد (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(تفسیر بیضاوی: ج:2، ص:307 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی کا قول

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی متوفی 741ھ فرماتے ہیں:
اس آیت کریمہ میں نور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ نے انہیں نور اس لیے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔ (تفسیر خازن: ج:2،ص:23 مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مصر)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی کا قول

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی 710ھ فرماتے ہیں:
نور سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت ملتی ہے جس طرح کہ رب عزوجل نے انہیں سورج فرمایا۔ (تفسیر مدارک التنزیل: ج:1،ص:276 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت احمد بن محمد صاوی مالکی کا قول

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی متوفی 1241ھ فرماتے ہیں:
رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین: ج:1،ص:258 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ اسماعیل حقی حنفی کا قول

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں:
نور سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

(تفسیر روح البیان: ج:2،ص:447 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 68ھ فرماتے ہیں:
بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور یعنی محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

(تنویر المقباس: ص:72 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام حسین بن مسعود بغوی کا قول

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ فرماتے ہیں:
تمہارے پاس نور آنے سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر بغوی: ج:2،ص:22 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام علی بن احمد واحدی کا قول

امام علی بن احمد الواحدی متوفی 468ھ فرماتے ہیں:
قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔
(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ج:1، ص:313 مطبوعہ الدار الشامیہ بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ فرماتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
وہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (زاد المسیر: ج:2، ص:316 مطبوعہ مکتب الاسلامیہ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی کا قول

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی 875ھ فرماتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ سے مراد نور سیدنا محمد مصطفیٰ ہیں۔ (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن: ج:1، ص:453 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی مطبوعات بیروت)

امام محمد بن محمد عمادی ابومسعود کا قول

امام محمد بن محمد عمادی ابومسعود متوفی 951ھ فرماتے ہیں:
نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر ابومسعود: ج:3، ص:18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی کا قول

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ فرماتے ہیں:
حضرت زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
وہ نور محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(تفسیر فتح القدیر: ج:2، ص:23 مطبوعہ دار الفکر بیروت) (تفسیر قرطبی: ج:6، ص:118 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث مبارکہ سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ثابت ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں مجھے خبر عطا فرمائیے کہ سب اشیاء سے پہلے
لیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا
پھر وہ نور قدرت الٰہی عزوجل سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ
تھے نہ آسمان نہ زمین نہ چاند نہ سورج نہ جن تھے اور نہ ہی انسان تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو
ر کے چار حصے کیے۔

1- ایک حصہ قلم سے
2- دوسرے سے لوح محفوظ
3- تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ: ج:1 ص:71 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ث مبارکہ:2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا انہوں نے ایک دوسرے پر فضائل
ھا تو پھر مجھے پھیلتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا تو پوچھا۔
اے اللہ عزوجل! یہ کون ہے؟
تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
یہ تیرا فرزند احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہے۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:5 ص:483 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ث مبارکہ:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: ص: 519 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)

حدیث مبارکہ: 4

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ: ج: 1، ص: 7 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔

مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت عطا فرمائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں پڑھیے!

تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے۔ تو ہم اس نور اور روشنی میں ہیں اور اسی سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔

(معجم الکبیر: ج: 4، ص: 213 مطبوعہ مطبعۃ الزہراء عراق)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ

جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی سے چمکتا تھا حضرت عبدالمطلب ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو بارش آتی تھی اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے حضرت عبدالمطلب کو سجدہ کیا۔

(مواہب اللدنیہ: ص: 21 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

شب ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایسا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ مشرق و مغرب ان

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارکہ ہوئی اور پیدا ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا۔

(دلائل النبوہ لابی نعیم: ج: 1، ص: 76 مطبوعہ دار النفائس بیروت)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان کی والدہ محترمہ نے ان سے بیان کیا کہ جب ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے پھر جب ولادت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر چیز میں نور ہی نظر آیا۔ (معجم الکبیر: ج: 25، ص: 186 مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم موصل)

حدیث مبارکہ: 9

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 22315)

حدیث مبارکہ: 10

ہند بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عظمت والے وجاہت والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ (الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ: ص: 34 مطبوعہ دار الثقافیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں مبارکہ سے نور نکلتا۔

(سنن داری: رقم الحدیث: 58)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے حمیرا!! افسوس ہو۔ پھر تین بار ارشاد فرمایا اس شخص کے لئے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔

(خصائص الکبریٰ: ج: 1، ص: 107 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور چاند کی طرف بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 57)

علماء کرام کے اقوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے متعلق علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔

(شرح زرقانی: ج: 1، ص: 55 مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت)

علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی کا قول

علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ہر چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنائی گئی ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ صحیحہ میں وارد ہوا۔

(الحدیقۃ الندیہ: ج: 2، ص: 375 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

امام ابن الحاج مالکی کا قول

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سب سے پہلے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا پس نور عرش نور مصطفیٰ [صلی اللہ] علیہ وسلم سے ہے نور قلم نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لوح محفوظ کا نور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ دن کا نو[ر] صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ معرفت کا نور شمس وقمر کا نور اور آنکھوں کا نور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

(المدخل لابن الحاج: ج: 2، ص: 34 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ شہاب سید محمود آلوسی بغدادی کا قول

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ فرماتے ہیں:

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔

حدیث شریفہ میں ہے۔

اے جابر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔

یہ بھی آیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (تفسیر روح المعانی: ج: 17 ص: 105 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن حجر مکی ہیتمی کا قول

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق نے جو حدیث مبارکہ بیان کی ہے یہ وہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔

(فتاویٰ حدیثیہ: ص: 247 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

عبدالحق محدث دہلوی کا قول

عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

درحدیث صحیح وارشدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ (مدارج النبوۃ: ج: 2 ص: 2 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ نظام حسین بن محمد قمی

علامہ نظام حسین بن محمد قمی متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(تفسیر نیشاپوری: ج: 8 ص: 66 مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے یہ دونوں قرآن مجید کے وصف ہیں اور عطف کے لئے لفظی تغایر کافی ہے اس کے مقابلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظہور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب مبین ہیں

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسرار کے جامع ہیں اور احکام، احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔
(شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض: ج: 1، ص: 114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کا قول

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔ (خزائن العرفان: ص: 176 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الفاسی المالکی اشہر بابن الحاج متوفی 737ھ لکھتے ہیں:
امام ابو عبد الرحمن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الدلات میں نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔
اللہ عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کو اس امت سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اس امت کے نبی سے زیادہ کوئی عزت والا پیدا کیا ہے اور ان کے بعد نبیوں کا مرتبہ ہے پھر صدیقین کا اور پھر اولیاء کرام کا۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اور وہ نور عرش کے ستون کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتا رہا پھر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے نور سے باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا۔
اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں:
فقیہہ خطیب ابو الربیع نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں چند عظیم باتیں لکھی ہیں۔
ان سے یہ روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو پیدا کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے قلب سے مٹی لے کر آئیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور جنت کے فرشتے اور رفیق اعلیٰ کے فرشتے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے اس کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ سفید موتی کی طرح ہوگئی اس مٹی کا نور تھا اور اس کی شعاع عظیم تھی حتیٰ کہ فرشتوں نے اسی مٹی کے ساتھ عرش، کرسی، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کے گرد طواف کیا اور فرشتوں نے اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو پہچان لیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادہ خلقت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں پرندوں کی آواز کی مانند اس کی آواز سنی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب عزوجل! یہ کیسی آواز ہے؟

ارشاد فرمایا: یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی تسبیح ہے وہ خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ ان کو تمہاری پشت سے نکالے گا تم میرے عہد اور میثاق پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رحموں میں رکھنا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میں تیرے عہد اور میثاق پر قائم ہوں اور ان کو صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں رکھوں گا۔ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر صف باندھے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دیکھتے تھے اور سبحان اللہ کہتے تھے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت میں یہ ہے کہ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا اور یہ نور اللہ عزوجل کے سامنے سجدہ کرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔

پہلے حصہ سے عرش کو پیدا کیا۔

دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا۔

تیسرے حصہ سے لوح کو پیدا کیا۔

پھر قلم سے ارشاد فرمایا:

چل لکھ!

اس نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! میں کیا لکھوں؟

ارشاد فرمایا:

میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ لکھ دیا۔ پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔

پہلے حصہ سے عقل کو پیدا فرمایا۔

دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا فرمایا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا۔

تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا فرمایا اور آنکھوں کے نور کو پیدا فرمایا اور چوتھے حصہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا۔

حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان میں ودیعت فرما دیا۔ پس عرش کا نور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور لوح کا نور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور دن کا نور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور عقل کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور معرفت کا نور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے اور سورج، چاند اور آنکھوں کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں:

اس معنیٰ میں بکثرت روایات ہیں جو ان پر مطلع ہونا چاہے وہ ابوالربیع کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کرے اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے وہ جو معنیٰ میں میرے باپ ہیں اور صورۃً میرے بیٹے ہیں۔

اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابھی حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (المدخل: ج:2، ص30 تا33 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی 812ھ لکھتے ہیں:

حکماء نے کہا ہے کہ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے جس طرح کہ صریح حدیث میں وارد ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ اور دوسری دو حدیثوں میں مطابقت ہے وہ حدیثیں یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور مطابقت اس طرح ہے کہ

معلول اول اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات کا بہ حیثیت مبراء تعقل کیا جائے تو وہ عقل اور اس لحاظ سے کہ وہ موجودات اور نفوس علوم کے صدور میں واسطہ ہے تو وہ قلم ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے اضافہ میں واسطہ ہے وہ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہے۔ (شرح مواقف: ج:7، ص:254 مطبوعہ ایران)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

امام احمد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔
پھر اس سے ارشاد فرمایا:
لکھ! تو اس نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ دیا۔
حضرت حسن، حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مختار ہے اور ابن جریر اور ابن جوزی کا بھی یہی مذہب ہے
ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا پھر ان کو ممتاز کیا۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو ان مختلف روایات میں کس طرح موافقت ہوگی۔
میں کہتا ہوں کہ
ان میں موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔
(عمدۃ القاری: ج:15، ص:109 مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور یہ زجاج کا مختار ہے۔
ابو علی جبائی معتزلی نے کہا: نور سے مراد قرآن ہے کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اختصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغائر کس طرح ہوگا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہاں عنوان کا تغائر کافی ہے معطوف علیہ میں قرآن مجید کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغائر کو تغائر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لئے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی: جز:6، ص:97 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) میں نور سے مراد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا اسی نور کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ باتیں بیان فرما دیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے۔

(جامع البیان: ج:6،ص:220 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں نور سے مراد کے متعلق) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔(الوسیط: ج:2،ص168 تا 169 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی کا قول

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں) نور سے مراد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر سمرقندی: ج:1،ص:424 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں) نور سے مراد سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج:3،ص:384 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے پر دیوبندیوں، وہابیوں کے اقوال

دیوبندیوں اور وہابیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ثابت کیا ہے مگر افسوس آج کل کے دیوبندی، وہابی اپنے وڈیروں کے مذہب سے پھر گئے۔

اشرف علی تھانوی کا قول

دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی نور محمدی کے باب میں لکھتے ہیں:

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر کرتے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں اس ضمن میں کہتے ہیں۔

(ف) اس سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

(نشر الطیب: ص:6 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

یہی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

(شلج الصدر: ص:2)

عبدالرحیم کا قول

شاہ عبدالرحیم لکھتے ہیں:

فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمد یہ سے پیدا ہیں۔

حضور کا فرمان ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر آپ نہ ہوتے تو اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (انفاس رحیمیہ: ص:13)

مولوی اسماعیل دہلوی کا قول

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانچہ روایت "اول ما خلق نوری" برآں دلالت می دارد یعنی جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نور اس پر دلالت کرتی ہے۔ (یک روزہ: ص:11 مطبوعہ ملتان)

مولوی رشید گنگوہی کا قول

مولوی رشید گنگوہی لکھتے ہیں:

سوال اول ماخلق الله نوری اور لولاك لما خلقت الافلاك . یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق نے اول ماخلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص:157 مطبوعہ محمد سعید کمپنی کراچی)

مولوی اسماعیل کا دوسرا قول

مولوی اسماعیل لکھتے ہیں:

جو اندھا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔ (مذہب امامت: ص:16 مطبوعہ ہند)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

(منصب امامت: ص:16 مطبوعہ ہند)

مولوی حسین احمد کا قول

مولوی حسین احمد اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ لکھتے ہیں:

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ

ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے یہ ہی معنیٰ لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور نبی الانبیاء کے ہیں۔ (کتاب الشہبات الثاقب: ص:50)

مولوی رشید کا دوسرا قول

مولوی رشید لکھتے ہیں:

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔

نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر ونذیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ (امداد السلوک: ص:85)

آگے مزید راقم ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور تواتر سے ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔ (امداد السلوک: 86)

نواب وحید الزمان کا قول

نواب وحید الزمان متوفی 1328ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی کو پھر ہوا کو پھر دوات کو، قلم اور روح کو پیدا کیا

کو پیدا کیا پس آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کی پیدائش کا مادہ اولیٰ نور محمدی ہے۔

(ہدایۃ الھدی: ص:56 مطبوعہ سیالکوٹ)

اس تمام طویل بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور پیدا فرمایا ہے اور یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کا ہے پھر بعد میں ودیعت ہوتے ہوتے اس دنیا میں تشریف لائے۔

نبی کو نام یا بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہ ابو البشر ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی ہیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب وگل میں ہیں۔

خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

کنت نبیا و اٰدم بین الماء و الطین

اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا ہو تو کافر ہے۔

عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ

جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو **ھذ الرجل** یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے۔

اسی طرح جو کہتے ہیں کہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحیٰ تیرا

یہ تیرا انتہائی نازک کلمہ ہے جیسے اے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیرے قربان اے ماں تو کہاں ہے۔

اے اللہ عزوجل تو ہم پر رحم فرما۔

اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

1-قرآن کریم میں ہے۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ (نور:63)

رسول کو پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٥

(پارہ:26، الحجرات: آیت نمبر:2)

اور ان کے خصوصیات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو۔ ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔

نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔

بلکہ یوں کہو۔

یارسول اللہ! یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توقیر وعزت کے ساتھ۔

تفسیر روح البیان زیر آیت لَا تَجْعَلُوْا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض بعض کو نام سے پکارتے ہیں۔

جیسا کہ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یا ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ۔

لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جس طرح کہ

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یایها النبی یایها الرسول . (تفسیر روح البیان: ج:6، ص:240 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ان آیت قرآنیہ اور اقوال مفسرین سے معلوم ہوا کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے، نداء میں کلام میں ہر ادا میں دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔

ماں کو والدہ صاحبہ

باپ کو والد ماجد

بھائی کو بھائی صاحب
(ان) جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔
اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی
یا باپ کو ماں کا شوہر کہے
یا اس کا نام لے کر پکارے
یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگر چہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب و گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو خلیفۃ الاعظم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ (یا بشر) کہنا حرام ہے۔

گھر میں بہن، بیوی، ماں، بیٹی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جدا گانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے۔
دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا انہوں نے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کرسی دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ، معاذ اللہ۔
رب تعالیٰ جس کو خاص درجہ عطا فرمائے اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا حرام ہے۔

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ
تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب عزوجل سے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔
خود پروردگار عزوجل نے قرآن مجید میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اخا مومنین کہہ کر نہ پکارا بلکہ
يَآيُّهَا النَّبِيُّ
يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ
يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ
يَآيُّهَا الْمُدَّثِّر
وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب عزوجل ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

قرآن مجید نے کفار کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ
وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہتے تھے۔
قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (پارہ:22،سورہ یٰسین:36،آیت:15)
کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔
اور جگہ فرمایا گیا۔
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ o (پارہ:18،سورہ المومنون:23،آیت:34)
اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو۔
اس قسم کی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔
اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام علیہم السلام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ
اس نے کہا:
خلقتنی من نار و خلقة من طين
خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔
مطلب یہ ہے کہ
ان سے افضل ہوں۔اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردہ
یہ سب ابلیسی کلام ہے۔(سعید الحق فی تخریج جاء الحق:ص:394 مکتبہ غوثیہ کراچی)
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کہو بلکہ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو۔(تفسیر کبیر:ج:2،ص:425 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)
ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی 671ھ فرماتے ہیں:
(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) نرمی اور آہستگی کے ساتھ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر پکارو اور ترش روئی کے ساتھ
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو۔(قرطبی:ج:12،ص:294 مکتبہ حقانیہ پشاور)
شیخ ابو محمد تریدی متوفی 333ھ فرماتے ہیں:

جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارو تو تمہارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام کے ساتھ پکارتے ہو ہاں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نام سے پکارو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح خاص ہو کہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہ نام تمہارے درمیان خاص ہے اور تمہاری مثل بھی نہیں جس طرح کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (تاویلات اہل سنت: ج:3، ص:486 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ فرماتے ہیں:

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتے ہوئے

یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یاعبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو اور عاجزی اور نرمی کے ساتھ

یانبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہا کرو۔ (تفسیر بغوی: ج:3، ص:359 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

امام ابوعبداللہ احمد بن محمود نسفی متوفی 710ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اس طرح نہ بنالو جس طرح تم ایک دوسرے کو اپنے والدین کے رکھے ہوئے نام سے بلاتے ہو اور

یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو لیکن تعظیم وتوقیر اور نرم آواز کے ساتھ

یانبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہا کرو۔ (مدارک التنزیل: ج:3، ص:522 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد الخازن متوفی 741ھ فرماتے ہیں:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

نبی کو آپ کے نام سے پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور

یامحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہ کہا کرو لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور عظمت بیان کرتے ہوئے نرمی اور عاجزی کے ساتھ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر خازن: ج:3، ص:365 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ جلال الدین محلی متوفی 863ھ فرماتے ہیں:
تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان کا نام لینا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہتے رہو بلکہ عاجزی اور نرمی اور نرم لہجے میں
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (جلال الدین مع حاشیہ الجمل: ج:5، ص:323 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابو بکر احمد رازی لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزی اور تعظیم کے ساتھ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر پکارو اور
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ (احکام القرآن حصاص: ج:3، ص:490 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابو جعفر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پکارو
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نرمی اور عاجزی کے ساتھ (اور)
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو۔ (تفسیر طبری: ج:19، ص:229 مطبوعہ موقع مجمع الملک المصحف الشریف)
علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام کے ساتھ۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر سمرقندی: ج:3، ص:232 مطبوعہ مکتبہ شاملہ)
تفسیر اللباب لابن عادل میں ہے۔
حضرت سعید بن جبیر اور کثیر جماعت نے فرمایا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتے ہوئے
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت سے پکارتے ہوئے
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو۔ (تفسیر اللباب لابن عادل: ج:12، ص:153 مکتبہ شاملہ)
علامہ محمود بن عمر زمخشری متوفی 538ھ لکھتے ہیں:
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لینے اور پکارنے کو اسی طرح نہ بنالو جس طرح تم ایک دوسرے کو اپنے والدین کے رکھے ہوئے ناموں سے پکارتے ہو اور
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر نہ پکارو لیکن تعظیم وتوقیر، آہستہ آواز اور عاجزی کے ساتھ
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر پکارا کرو۔ (کشاف: ج:3،ص:260 مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ فرماتے ہیں:

ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اس آیت میں روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی اور عاجزی کے ساتھ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہہ کر پکارو اور ترش روی کے ساتھ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو۔ (درمنثور: ج:6،ص:211 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ

تمہارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان کا نام لینا ایسا نہ ہو جس طرح تم ایک دوسرے کو کہہ کر پکارتے ہو جس طرح کہ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور بلند آواز سے دور سے آواز یا باہر ہی سے آواز بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عظیم لقب سے جس طرح کہ

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یایھا النبی

یایھا الرسول۔ (تفسیر روح البیان: ج:9،ص:181 مکتبہ شاملہ مکہ مکرمہ)

علامہ شیخ سلمان جمل متوفی 1204ھ فرماتے ہیں:

تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہوئے

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور کنیت کے ساتھ پکارتے ہوئے

یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ کہا کرو بلکہ تعظیم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہتے ہوئے ندا کرو اور مخاطب کرو۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین: ج:5، ص:323 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

احمد بن صاوی متوفی 1241ھ فرماتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوسرے کی طرح نہ پکارو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام اقدس سے پکارتے ہوئے
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت سے پکارتے ہوئے
یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)
مت کہا کرو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہونا ہو یا پکارنا ہو تو تعظیم و توقیر سے پکارو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا امام المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)
یارسول رب العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم)
وغیرہ پکارا کرو اس آیت کریمہ سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوا کہ وہ الفاظ جن میں تعظیم نہ ہو ان کے ساتھ نبی کو پکارنا جائز نہیں نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ کو ہلکا جانا وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں ملعون ہوگا۔

(تفسیر صاوی: ج:4، ص:1421 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ فضل رسول بدایونی متوفی 1289ھ فرماتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ظاہر و باطن ہر حالت میں واجب ہے۔
اللہ عزوجل نے فرمایا:
رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جس طرح کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ان کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکارتے ہوئے
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ کہا کرو بلکہ

یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہا کرو جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے۔ (المعتقد والمنتقد: ص139 تا 140 مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی)
قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ فرماتے ہیں:
ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام میں سبقت نہ کرو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے خطاب سے نہ پکارو۔
اور جس طرح تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عظیم الفاظ سے پکارو جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر پکارو اور یہ اسی آیت کی طرح ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ
ترجمہ: رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ (الشفاء بعریف حقوق المصطفیٰ: ج:2، ص:40 مطبوعہ وحید کتب خانہ پشاور)
ملا علی قاری متوفی 1014ھ فرماتے ہیں:
اور جس طرح تم ایک دوسرے کو اپنے والدین کے رکھے ہوئے ناموں سے پکارتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے نہ پکارو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی تعظیم و توقیر کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عظیم الفاظ سے پکارو جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا محبوب ہے یعنی جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا جانا اچھا لگتا (یعنی) نبوت و رسالت کے اوصاف کے ساتھ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
یا حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یا خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہہ کر پکارا کرو اور یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور بعد از وصال بھی ہے۔
(شرح الشفاء: ج:3، ص:386 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔
زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں۔ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی میرا جھنڈا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے)؟

اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ راقم ہیں۔

جواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اختصار ہوتا ہے۔
عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کافر بولے! تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر کہتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ " قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ٥" "تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو" واقعی جب ان خبثا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا سا بشر جانیں۔ زید کو قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا، زید اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے تھے جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا ہے لہٰذا ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ٥

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اس شبہ میں رکھتے جس دھو کے

میں اب ہیں۔ ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا جاننا ظاہر بینوں کو اباطنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری باا ولیا بردا شتند

انبیاء را ھمچو خود پند اشتند

ان کا کھانا پینا، سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں۔

حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی

ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت وتعظیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو ونسیان۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

ان لاانسی ولکن انسی لیستن بی

میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال بشری کھانا پینا، سونا، جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور کی اقتداء کریں کیا نہیں دیکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔

یہ نہ فرمایا کہ

میں نے انہیں دوست رکھا۔

اور ارشاد فرمایا:

تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ علیہ وسلم!

معلوم ہوا کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریمہ دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کسی چیز کی حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے انہیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل

عث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم، تواضع و تانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔ اول، دوم، ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے یہاں اس غلو کے سدباب کے لئے تعلیم باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں۔ ہاں یوحی الی رسول ہوں۔ دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا کلمہ۔ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

قل سبحٰن ربی هل كنت الابشرا رسولا

آپ فرما دیجئے پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں انسان رسول ہوں۔

انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم میں جمع فرمائے گئے۔

اشهد ان محمداً عبده ورسوله

بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں۔ شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اختصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا۔ نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افترا اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن کر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا **بهذا فضلكم محمد صلى الله عليه وسلم**۔ ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا۔

یٰموسیٰ انی انا الله رب العلمین

اے موسیٰ! بے شک میں اللہ تعالیٰ ہوں رب سارے جہان کا۔

کیا پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب عزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔

اس نے وہاں فرمایا:

یموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین

اسی نے یہاں بھی فرمایا:

سبحانی ما اعظم شانی ۔

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ

لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص143 تا 145 مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہنے والے کافر تھے

جن لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو یہ کہا کہ تم صرف ہماری مثل بشر ہو وہ کافر تھے مومنین نے نہ کہا تھا کہ تم صرف ہماری مثل بشر ہو اس سے پتہ چلا کہ نبی کو محض بشر کہنا کفار کا طریقہ رہا ہے اور جو نبی کو محض بشر کہے وہ خود سوچ لے کہ میں کس زمرے میں آتا ہوں۔

قوم ثمود کا کہنا کہ کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی اتباع کریں

قوم ثمود نے کہا کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی پیروی کریں پھر تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَ بَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ؀ (القمر:24)

سوانہوں نے کہا! کیا ہم اپنی جنس میں سے ایک بشر کی اتباع کریں! بے شک پھر تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔

قوم ثمود کا کہنا کہ کیا ہم میں سے صرف ان پر وحی کی گئی ہے

قوم ثمود نے یہ کہا کہ ہم میں سے صرف ان پر ہی وحی نازل کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا (القمر:25)

کیا ہم میں سے صرف ان ہی پر وحی نازل کی گئی ہے۔

☆ قوم ثمود کا مطلب یہ تھا کہ آل ثمود میں سے صرف ان کو رسالت کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے حالانکہ آل ثمود میں (حضرت) صالح (علیہ السلام) سے زیادہ خوش حال اور مال دار لوگ بھی رہتے ہیں پھر ان پر کس طرح وحی نازل ہو سکتی ہے۔

قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) جھوٹا متکبر کہنا

قوم ثمود اتنی بد بخت قوم تھی کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے کہہ ڈالا کہ وہ بہت بڑے جھوٹے متکبر

ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ (القمر:25)

بلکہ وہ بہت بڑے جھوٹے متکبر ہیں۔

☆ان کا مطلب تھا کہ وہ اپنے دعویٰ کے مطابق رسول نہیں ہیں بلکہ وہ رسالت کا دعویٰ کر کے ناحق ہم پر اپنی بڑائی جتانا چاہتے ہیں اور خود کو یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ میں تم سے افضل و اعلیٰ ہوں حالانکہ وہ اس طرح نہیں لہٰذا جھوٹے متکبر ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ کل ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا رد کرتے ہوئے فرمایا اے بدبختو تم میرے نبی کو جھوٹا متکبر کہتے ہو کل تمہیں سب کچھ پتا چل جائے گا کہ کون جھوٹا متکبر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ (القمر:26)

عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے۔

نبی کو معصوم نہ ماننا کلمہ کفر ہے

نبی تمام گناہوں سے منزہ ہوتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹ جیسے کبیرہ گناہ سے بھی منزہ ہوتے ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ

ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام معصوم ہیں دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ارشاد فرمایا:

پہلے شخص کا قول حق و عقیدہ اہل سنت اور دوسرے کا قول صریح گمراہی و رفض و کلمہ کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:ج:29،ص:333 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

انبیاء کرام کفر و شرک و دیگر کبائر سے معصوم ہوتے ہیں

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کفر و شرک اور دیگر کبائر سے معصوم ہوتے ہیں تو پھر حضرت صالح علیہ السلام کیسے جھوٹے متکبر ہو سکتے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کفر وشرک اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہ صفات ضمیمہ سے نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(روح البیان: پ:23، ص:45 تحت الآیۃ:44)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے حتیٰ کہ جھوٹ تکبر سے بھی منزہ ہوتا ہے۔
منح الروض الازہر میں ہے۔
نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

(منح الروض الازہر، ص:56)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔
اس کے برخلاف حسین نجار (معتزلی) نے یہ کہا ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔ (شفاء: ج:2، ص:125 مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)
انبیاء کرام علیہم السلام کے معصوم ہونے پر مزید دلائل حسب ذیل ہیں:
1- اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کی اتباع حرام ہوگی حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (آل عمران:31)
آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تمہیں اللہ تعالیٰ محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔
2-- جس سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (الحجرات:6)
اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔
اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔
3- فاسق نبوت کا اہل نہیں ...

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ○ (البقرہ:124)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

اور کبھی بھی کوئی نبی فاسق نہیں ہوا۔

4-اگر نبی سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذا پہنچے گی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (الاحزاب:57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

5-انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ○ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ (ص:45،46)

اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں۔ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلص کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ○ (ص:82تا83)

ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم۔میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔

6-گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ○ (ص:47)

اور بے شک وہ ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

7-انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ (الصف:3)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہمیشہ کے لئے راضی ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن:26تا27)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے اور اس کے رسول ہیں۔
اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے راضی نہیں ہے۔

8- اگر معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے۔
قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا○ (جن:23)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

9- انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء کرام علیہم السلام بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہونگے۔ فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ○ (آل عمران:33)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم و آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔
اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○

اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔
معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔

(تفسیر کبیر: ج:1،ص:302 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام اپنے زمانہ میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

(شرح مواقف: ص:689 مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ)

لہٰذا جب ثابت ہوا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں تو قوم ثمود ایک مقدس نبی پر کلمہ کفر کہہ کر کافر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی خود پاکدامنی بیان فرمائی

جب قوم ثمود نے کہا وہ بہت بڑے جھوٹے متکبر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تم میرے نبی کو جھوٹا متکبر کہتے ہو عنقریب کل تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے یعنی میرے نبی سچے ہیں اور تم جھوٹے ہو قیامت کے دن تمہیں اپنے اعمالوں کا علم ہو جائے گا۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ (القمر:26)

عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا متکبر ہے۔

قوم ثمود کے متکبر سرداروں کا مومنین کو حضرت صالح علیہ السلام کا اپنے رب کی طرف سے مبعوث ہونے کا سوال کرنا

قوم ثمود کے متکبر سرداروں نے ان کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے کیا تم لوگوں کو یہ یقین ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط (الاعراف:75)

ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے کیا تمہیں اس پر یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں۔

مومنین کا قوم ثمود کے متکبر سرداروں کو منہ توڑ جواب دینا

جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے انہوں نے قوم ثمود کے متکبر سرداروں کو کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام جس چیز کے ساتھ بھی بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف:75)

انہوں نے کہا وہ جس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا کہنا کہ تم جس چیز پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں

جب مومنین نے متکبر سرداروں کو یہ کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام جس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں تو ان متکبروں نے کہا تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ (الاعراف:76)

متکبرین نے کہا تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں۔

کفر کا معنیٰ

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

لغت میں کفر کا معنیٰ ہے۔

کسی شے کو چھپانا۔

رات کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو چھپا لیتی ہے۔

کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔

جو شخص نعمت کو چھپائے اور اس کا شکر ادا نہ کرے اس کے فعل کو کفر اور کفران کہتے ہیں۔

سب سے بڑا کفر وحدانیت یا شریعت یا نبوت کا انکار کرنا ہے۔

قرآن مجید میں کفر کا لفظ کفران نعمت اور کفر باللہ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○ (النمل:40)

تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے پرواہ بزرگی والا ہے۔

اس آیت میں کفر کا لفظ کفران نعمت اور ناشکری کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ (البقرہ:41)

اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو۔

اس آیت کریمہ میں کفر، کفر بالقرآن کے معنیٰ میں ہے۔ جب کافر کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے متعارف وہ شخص جو وحدانیت یا شریعت یا نبوت یا ان تینوں کا انکار کرے۔ (المفردات: ص433 تا434 مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ایران)

کفار کی تین اقسام

ایمان کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کفار کی تین اقسام ہیں۔

1- جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جائے اور تادم مرگ کفر پر قائم رہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتا اور اس کو جبراً یا سزاءً ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے لئے سخت سزا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی اس کو مہلت دی جائے گی البتہ ان میں سے جو شخص نادم اور تائب ہو گیا اور اس نے بداعمالیوں کی تلافی کی اور نیک اعمال کر لیے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اس کے لئے رحمت اور مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

2- جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور مسلسل کفر کرتے رہے اور موت کو دیکھ کر توبہ کی یا صرف زبان سے توبہ کی اور دل سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول نہیں فرمائے گا۔

3- جو کافر کفر پر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی کسی نیکی کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا خواہ اس نے عبادت کی نیت سے روئے زمین کے برابر سونا خیرات کیا ہو اور نہ روئے زمین کے برابر سونا آخرت میں اس کے عذاب کا فدیہ ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (المائدہ:36)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور چیزیں (بھی) ہوں تاکہ وہ ان کو قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ دیں تو وہ ان سے قبول نہیں کی جائیں گی اور ان کے لئے نہایت دردناک عذاب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے۔

قیامت کے دن ایک کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا یہ بتا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ تمام زمین کو بھر لے کیا تو اس کو فدیہ میں دے گا؟

وہ کہے گا۔

ہاں!

اس سے کہا جائے گا۔

تجھ سے تو دنیا میں اس سے کہیں آسان چیز (اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے) کا سوال کیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری: ج:2، ص:968 مطبوعہ نور اصح المطابع کراچی)

کفار سے دوستی کی ممانعت

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ محبت اور دوستی رکھیں اور کفار کے ساتھ دوستی اور محبت نہ رکھیں کیونکہ کفار ہمیشہ سے مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (آل عمران:28)

''ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے ماسوا اس (صورت) کے تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

☆ اس آیت کے شان نزول میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

یہودیوں میں سے کعب بن اشرف، ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید کی بعض انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باطنی دو[ستی تھی] تا کہ وہ ان مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کریں۔ حضرت رفاعہ بن منذر، حضرت عبداللہ بن جبیر اور حضرت سعد بن [خیثمہ] نے انصار سے کہا کہ

وہ ان یہودیوں کے ساتھ باطنی دوستی رکھنے سے اجتناب کریں لیکن یہ مسلمان نہیں مانے اور ان یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھنے پر مصر رہے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس [نے ایسا] کیا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں بالکل نہیں ہے۔ (جامع البیان: ج:2،ص:152 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

امام بخاری متوفی 286ھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روضہ خاخ (جگہ کا نام) میں جاؤ وہاں ایک عورت سفر کر رہی ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے لے [لو] گھوڑے دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم روضہ میں پہنچ گئے تو وہاں وہ مسافرہ تھی۔

ہم نے اس سے کہا۔

وہ خط نکالو!

اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے کہا: وہ خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے اتار دیئے جائیں گے۔ تب اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے وہ [خط نکالا] وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف [سے]

رف ہے۔اس خط میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مشرکوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقدامات کی
ی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حاطب (رضی اللہ عنہ) یہ کیا معاملہ ہے؟

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں میں قریش کے قرابت میں سے نہیں ہوں، میں ان سے مل جل کر رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ والوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ مکہ مکرمہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے اموال کی حفاظت کرلیں گے نے چاہا یہ کہ جب مکہ والوں کے ساتھ میری کوئی رشتہ داری نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کردوں اور اس احسان کی وجہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں میں نے یہ فعل کسی کفر یا اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت عطا فرمایئے تاکہ میں اس منافق کی گردن
ں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شخص بدر میں حاضر ہو چکا ہے تمہیں کیا پتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر کی متوجہ ہوا۔

اور ارشاد فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ (صحیح بخاری: ج: 1 ص: 422 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے موالات کی ممانعت فرمائی گئی جس پر قرآن مجید کی آیات کریمہ صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: 1)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کو دوستی کا پیام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (آل عمران: 118)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (المجادلۃ: 22)

(اے محبوب) جولوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ انہیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ (النساء:140)

جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (الانعام:68)

اے جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ○ (الممتحنۃ:13)

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

☆ کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرنا اور ان کی تعظیم اور تکریم کرنا تو مطلقاً حرام ممنوع ہے البتہ غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے نیکی اور صلہ رحمی کرنا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الممتحنۃ:8)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور عدل کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میری والدہ محترمہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔
میری والدہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری: ج:1، ص:355 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قبیلہ بنت عبدالعزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس گوہ، ترس (سبزی) اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا۔ (مسند احمد: ج:4 ص:4 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
روم کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہدیئے بھیجے جن میں ایک سونٹھ کا گھڑا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان کو ایک ٹکڑا دیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال: ج:5، ص:1787 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
دومۃ الجندل کے ایک عیسائی سردار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوند کا ایک گھڑا ہدیہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا ایک ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: ج:5، ص:1787 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشک، عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو کی ایک شیشی ہدیہ کی اور مسلمان ہو گیا۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال: ج:6، ص:2114 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
قریش کو سخت قحط سالی پہنچی حتیٰ کہ انہوں نے سوکھی ہوئی ٹہنیاں بھی کھالیں اور اس وقت قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی خوش حال نہیں تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔
اے چچا! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور قریش کو جس قحط سالی کا سامنا ہے وہ بھی آپ کے علم میں ہے آیئے ان کے پاس چلیں اور ان سے ان کے بعض بچوں کو لے لیں پس وہ گئے۔
اور کہا:
اے ابو طالب! آپ کو اپنی قوم کا حال معلوم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی بھی یہی کیفیت ہے ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ اپنے بعض بچوں کو ہمیں دے دیں۔
ابو طالب نے کہا: میرے لیے عقیل کو چھوڑ دو اور جو تمہیں پسند ہو وہ کرو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر کو لے لیا وہ دونوں جب تک مستغنی نہ ہوئے ان کے پاس رہے۔
سلیمان بن داؤد نے کہا: حضرت جعفر عباس کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔
(مجمع الزوائد: ج:8،ص:53 مطبوعہ ادارۃ الکتاب العربی بیروت)
ذمی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی برتاؤ کرنا، خرید و فروخت، قرض کا لین دین، بیمار پرسی اور تعزیت وغیرہ کرنا جائز ہے البتہ مرتدین سے کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک طویل القامت لمبے اور بکھرے ہوئے بالوں والا مشرک آیا جو بکری لے کر جا رہا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا۔
یہ بکری فروخت کرو گے یا بطور تحفہ دو گے؟
اس نے کہا: بلکہ میں فروخت کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بکری خرید لی۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور لوہے کی ایک زرہ گروی رکھ دی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کی روٹی اور چربی لے کر گئے درآں حالیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ

ں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اپنے اہل کے لئے اس سے جو لئے تھے۔
(صحیح بخاری: ج:1، ص:295 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے گئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: اسلام قبول کرلو۔ اس نے اسلام قبول کرلیا۔
سعید بن مسیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ
جب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے گئے۔
(صحیح بخاری: ج:2، ص:845 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: عبد الرحمٰن بن ابی یعلیٰ سے روایت ہے کہ
سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ دونوں کھڑے ہو گئے
انہیں بتایا گیا کہ یہ ذمی کا جنازہ تھا۔
انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ
یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ روح نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: ج:1، ص:175 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

کافروں، ظالموں اور بد عقیدہ لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے ان کے ساتھ نرم رویہ اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا اور ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا مدارات ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسانی، بدزبانی اور ان کے ہاتھوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دوستی، محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 455ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا صدقہ ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقل کی اصل مدارات ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے۔

ابن المسیب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد بڑی عقل مندی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی نہ ہو اس کے عمل میں کسی قابل ذکر چیز کا گمان نہ کرو۔

1- خوف خدا عز وجل جو اس کو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے روکے۔

2- حلم کی وجہ سے وہ جاہل سے باز رہے۔

3- وہ خلق جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ رہے۔

وہیب مکی سے روایت ہے کہ

جس شخص میں تین صفات نہ ہوں اس کے عمل کا اعتبار نہ کرو۔

1- خوف خدا جس کی وجہ سے وہ حرام کاموں سے باز رہے۔

2- حلم جس کی وجہ سے وہ جاہل کو لوٹا دے۔

3- وہ خلق جس کی وجہ سے لوگوں کی مدارات کرے۔ (شعب الایمان: ج:6،ص:339 تا 344 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن میتب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ محبت سے رہا جائے اور کوئی شخص مشورہ سے مستغنی نہیں ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں برے ہیں وہ آخرت میں بھی برے ہوں گے۔ (شعب الایمان: ج:6،ص: 501 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

سعید بن میتب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے مشورہ کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہوگا لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں نیک ہوں گے۔ (المصنف: ج:8،ص:361 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
یہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی اور اس سے بہت نرم گفتگو کی جب وہ چلا گیا۔
تو میں نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق جو فرمایا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ملائمت کے ساتھ بات کی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
اے عائشہ رضی اللہ عنہا! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم بعض لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پرلعنت کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری: ج:2،ص:905 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
مدارات کے جواز میں اور بھی احادیث مبارکہ ہیں تاہم اتنی مدارات نہیں کرنی چاہئے جس سے دینی حمیت جاتی رہے اور مدارات کرنے والے کے متعلق مداہنت کا گمان کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:
وَدُّوْا لَوْتُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ٥ (القلم:9)
انہوں نے یہی چاہا کہ (دین کے معاملہ میں) آپ ان سے بے جا نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔
علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
دل میں جو بات چھپائی ہے اس کے خلاف بیان کرنا مداہنت ہے۔
ابوالہیثم نے کہا: مداہنت کا معنیٰ ہے قول میں نرمی اور کلام میں کسی کی موافقت کرنا۔
ہمارے شیخ نے کہا: اصل میں مداہنت کا معنیٰ ہے کسی چیز کو تیل لگا کر حسی طور پر نرم کرنا بعد میں اس کا استعمال معنوی نرمی میں ہوا اس کا مجازاً استعمال بہ طور تحقیر کیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص اپنے دین یا اپنی رائے میں متعلب نہیں ہوتا وہ اس میں مداہنت کرتا ہے اور اب مداہنت کا لفظ اس معنیٰ میں حقیقت عرفیہ ہے اور مدارات کا معنیٰ کلام میں مطلقاً نرمی کرنا ہے۔
(تاج العروس: ج:9،ص:205 مطبوعہ مطبعۃ الخیریہ مصر)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: کسی کی ناحق طرف داری کرنا مداہنت ہے جو شخص نیکی کا حکم دے نہ برائی کو مٹائے حقوق کو ضائع کرے اور دکھاوا کرے وہ مداہن ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:13،ص:293 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ منیریہ مصر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

مداہنت یہ ہے کہ کوئی شخص برائی دیکھے اور اس کو نہ مٹائے اور باوجود قادر ہونے کے شرم کے سبب دینی بے غیرتی اور بے حمیتی سے رشوت لے کر یا کسی کی جانب داری کے سبب اس سے منع نہ کرے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:4،ص:174 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداہنت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والوں کی مثال یہ ہے کہ بحری جہاز میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ لوگ بالائی منزل میں بیٹھے ہوں اور کچھ نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی کے لئے بالائی منزل میں جاتے ہوں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو تب نچلی منزل والوں نے ایک کلہاڑی لے کر جہاز کے نچلے حصہ کو توڑنا شروع کیا (تاکہ سمندر سے پانی لے لیں)

پھر بالائی منزل والوں نے توڑنے والوں سے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا: تم کو ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے اب اگر انہوں نے توڑنے والوں کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو وہ ان کو بھی بچالیں گے اور خود کو بھی اور اگر انہوں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ ان کو بھی ہلاک کر دیں گے اور خود کو بھی۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:369 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: مداہنت ممنوع ہے اور مدارات مطلوب ہے۔

اور ان میں فرق یہ ہے کہ

مداہنت کا شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر بھی ہو لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری کی وجہ سے یا خوف کے سبب یا طمع کی وجہ سے یا دینی بے حمیتی کی وجہ سے اس برائی کو نہ روکے۔

اور مدارات یہ ہے کہ

اپنی جان یا مال یا عزت کے تحفظ کی خاطر اور متوقع شر اور ضرر سے بچنے کے لئے خاموش رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

کسی باطل کام میں بے دینوں کی حمایت کرنا مداہنت ہے اور دین داروں کے حق کی حفاظت کی خاطر نرمی کرنا مدارات ہے۔ (مرقات: ج:9،ص:331 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ

دین کی حفاظت اور ظالموں سے بچنے کے لئے جو نرمی کی جائے وہ مدارات ہے اور ذاتی منفعت، طلب دنیا اور لوگوں سے فوائد حاصل کرنے کے لئے دین کے معاملہ میں جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے۔

(اشعۃ اللمعات: ج:4،ص:174 مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

بدعقیدہ لوگوں سے معاملات کی ممانعت کے کثیر احادیث مبارکہ و آثار ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے آخر کے کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا نہ ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔
(صحیح مسلم: ج:1 ص:9 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو تم نے سنا نہ ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم: ج:1 ص:10 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں ان کی توبہ نہیں ہے میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔
(مجمع الزوائد: ج:1 ص:188 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے ان سے اجتناب کرو۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قدریہ اس امت کے مجوس ہیں وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج:2 ص:275 تا 293 مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور)
ایک اور روایت میں ہے: وضین بن عطاء سے روایت ہے کہ

اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکوکاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب عزوجل! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔ (شعب الایمان: ج:7،ص:53 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: ایوب سے روایت ہے کہ

ابوقلابہ نے کہا: گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان سے بحث کرو کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلا کردیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کردیں گے۔ (سنن داری: ج:1،ص:90 مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

ایک اور روایت میں ہے: ابوجعفر فرماتے ہیں کہ

گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں کج بحثی کرتے ہیں۔

(شعب الایمان: ج:7،ص:60 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے:

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمالیا اور میرے لیے اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمایا عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو برا کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا ان کے ساتھ نہ پینا نہ کھانا اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔ (کتاب الضعفاء: ج:1،ص:126 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کفار کے لئے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لئے تنگی

کفار کے لئے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لئے تنگی کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں اقدس کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گڑ گئے تھے۔ میں رونے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک قیصر وکسریٰ کس قدر عیش وآرام میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4913)
ایک اور حدیث میں روایت کرتے ہیں۔
میں نے نظر اٹھا کر گھر میں دیکھا تو خدا کی قسم مجھے تین کچی کھالوں کے سوا اور کچھ نہیں نظر آیا۔
میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر وسعت کرے کیونکہ فارس اور روم پر وسعت کی گئی اور ان کو دنیا دی گئی حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کیا تم کو شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اچھی چیزیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں۔
میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے استغفار کیجئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2468)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3645)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ عطا فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4110)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر ایک مڑی ہوئی چادر دیکھی اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک گدا بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا تو وہ گئی اور اس نے یہ بستر بھیج دیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس کو واپس کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑوں کو روانہ کر دے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1468)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے۔
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی اور بستر کی سختی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف پہنچتی ہے اور یہ قیصر اور کسریٰ ریشم اور دیباج کے بستر پر سوتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کہو کسریٰ اور قیصر کے بستر دوزخ میں ہیں اور میرا یہ بستر اور میری چارپائی کا انجام جنت ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 704)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ظلم نہیں کرتا اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور اس کی پوری جزاء اس کو آخرت میں دی جائے گی اور کافر نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو نیکیاں کی ہیں اس کی پوری جزا دنیا میں دے دی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی ایسی نیکی نہیں ہوگی جس کی جزا دی جائے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2808)

آخرت میں کفار کے اعمال ضائع ہونا

آخرت میں کفار کے اعمال ضائع ہوں گے جو وہ نیکی سمجھ کر کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں سزا دے گا۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـاؕ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: 116 تا 117)
بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز نہیں بچا سکیں گے وہ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ جس چیز کو دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں (جلا دینے والی) سخت سردی ہو جو ان لوگوں کی کھیتوں پر پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پھر وہ ہوا اس کھیت کو جلا ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ (الشعراء: 88)
جس دن نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖؕ (آل عمران: 91)
سو ان میں سے کسی سے زمین پر سونا (بھی) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا خواہ وہ اسے فدیہ میں دے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰـهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان:23)

اور انہوں نے (اپنے زعم میں) جو بھی نیک عمل کیے ہم ان کی طرف قصد فرمائیں گے پھر ہم انہیں (فضا میں) بکھرے ہوئے (غبار کے) باریک ذرے بنادیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا (النور:39)

کافروں کے اعمال زمین میں چمکتے ہوئے ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے کچھ بھی نہ پایا۔

☆ جس طرح اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کے سبب ان کے کھیتوں کو جلا ڈالتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ آخرت میں کافروں کے اعمال کو برباد اور رائیگاں کر دے گا اور ان کے اعمال کو قبول نہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے برے اعمال کی سزا دی ہے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ایمان کے ساتھ ایسے اعمال کر کے نہ لائے جنہیں اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ ایمان کے بغیر کسی شخص کا کوئی نیک عمل قبول نہیں فرماتا۔

قرآن مجید میں ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (النحل:97)

جس مرد یا عورت نے نیک عمل کیا بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم ان کے بہترین کاموں کا ان کو ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح حکم فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا اور ان کے تمام اعمال آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ نیک اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر سلامت رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

کفار کو دوگنا عذاب

قیامت کے دن کفار کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَهُمُ

الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ٥ (ھود:20تا22)

یہ لوگ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار تھا ان کے لئے عذاب کو دگنا کیا جائے گا یہ (شدت کفر کی وجہ سے حق کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ یہ (بغض کی وجہ سے حق کو) دیکھتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہا بلاشبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ٥ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ٥ (ھود:106تا107)

رہے بدبخت لوگ تو وہ دوزخ میں ہوں گے اور ان کے لئے اس میں چیخنا اور چلانا ہوگا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں مگر جتنا آپ کا رب چاہے بے شک آپ کا رب جو بھی ارادہ کرتا ہے اس کو خوب پورا کرنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ٥ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ٥ (البقرہ:161تا162)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر پر مر گئے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ٥ (الاعراف:40)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ (النساء:56)

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا ہم عنقریب ان کو آگ میں داخل کردیں گے جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھیں۔

کفار کے لئے عذاب کی مہمانی

کفار کے لئے دوزخ میں سخت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہوگی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُکَذِّبِیۡنَ الضَّآلِّیۡنَ ۙ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ۙ وَّ تَصۡلِیَۃُ جَحِیۡمٍ ۙ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ حَقُّ الۡیَقِیۡنِ ۙ (الواقعہ:92تا95)

اور اگر وہ تکذیب کرنے والا گم راہوں میں سے ہے تو اس کے لئے سخت کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے اور دوزخ میں جلانا بے شک یہی ضرور حق الیقین ہے۔

کفار کا جہنم میں گھومنا

کفار جہنم میں گھومتے رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

ہٰذِہٖ جَہَنَّمُ الَّتِیۡ یُکَذِّبُ بِہَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۘ یَطُوۡفُوۡنَ بَیۡنَہَا وَ بَیۡنَ حَمِیۡمٍ اٰنٍ ۚ (الرحمٰن:43تا44)

یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرمین تکذیب کیا کرتے تھے وہ اس دن اس (جہنم) میں اور سخت کھولتے ہوئے پانی میں گھوم رہے ہوں گے۔

☆ جب کفار دوزخ کے قریب ہوں گے تو ان سے دوزخ کے پہرے دار کہیں گے یہ ہے وہ جہنم جس کی تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا دوزخ میں حال بیان فرمایا ان کو پینے کے لئے کھولتا ہوا مشروب دیا جائے گا اور ان پر بھوک مسلط کی جائے گی اور ان کو کھانے کے لئے شجر زقوم کا پھل دیا جائے گا وہ اس کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا پھر وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے۔

تو ان سے کہا جائے گا۔

کھولتے ہوئے پانی کے پاس جاؤ وہ اس کو پئیں گے تو وہ ان کے مونہوں کو جلا دے گا اور وہ پانی ان کے پیٹوں میں جوش مار رہا ہوگا اور ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہوگا اس کو نکال کر باہر کردے گا پھر ان پر دوبارہ بھوک مسلط کی جائے گی پھر دوبارہ کبھی تھوہر کے درخت کے پاس جائیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی کے پاس جائیں گے۔ (بحر العلوم: ج:3، ص:309)

دوزخ میں کفار کا تمنا کرنا کہ کاش وہ مسلمان ہوتے

دوزخ میں کفار گناہ گار مسلمانوں کو دوزخ سے نکلتے دیکھ کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

قرآن مجید میں ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○ (الحجر:2)

بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

حافظ ابوبکر عمرو بن ابی عاصم الضحاک الشیبانی متوفی 287ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب دوزخ والے دوزخ میں جمع ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ اہل قبلہ بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

تو کفار کہیں گے۔

کیا تم مسلمان نہیں تھے؟

وہ کہیں گے۔

کیوں نہیں!

پھر کفار کہیں گے۔

تو تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں آ گئے ہو۔

مسلمان کہیں گے۔

ہمارے گناہ تھے ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر گرفت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سنے گا پھر ارشاد فرمائے گا۔

جو لوگ اہل قبلہ سے ہیں ان کو دوزخ سے نکال لو۔

جب دوزخی یہ معاملہ دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے۔

کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی دوزخ سے اس طرح نکال لیا جاتا جس طرح ان کو نکال لیا گیا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○ (الحجر:2)

بسا اوقات کفار یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (کتاب السنۃ: رقم الحدیث:843)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو بھی دوزخ میں ڈال دے گا۔
مشرکین کہیں گے۔
تم دنیا میں یہ گمان کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ دوزخ میں ہو۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کو سنے گا تو ان کے لئے شفاعت کی اجازت دے دے گا پھر فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین شفاعت کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔
جب مشرکین یہ معاملہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ
کاش ہم بھی ان کی مثل ہوتے تو ہمیں بھی ان کے ساتھ دوزخ سے نکال لیا جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ○

چونکہ دوزخ سے نکالے ہوئے ان مسلمانوں کے چہرے سیاہ ہوں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا۔
پھر وہ دعا کریں گے۔
اے ہمارے رب عزوجل! ہم سے یہ نام دور کر دے اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ وہ جنت کے دریا میں نہائیں تو ان سے وہ سیاہی دور ہو جائے گی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8106)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا سو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ دوزخ میں رہیں گے پھر مشرکین ان کو عار دلائیں گے۔
اور کہیں گے کہ
تم اپنے ایمان اور اپنی تصدیق کی وجہ سے ہماری مخالفت کیا کرتے تھے اب ہم نہیں دیکھ رہے کہ تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچایا ہو پھر مہر موحد کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے نکال لے گا۔
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ○ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5142)

کفار کی دنیا اور آخرت میں رسوائی

کفار دنیا میں بھی رسوا ہیں اور آخرت میں بھی رسوا ہوں گے۔
قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المجادلۃ:5تا6)

بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسی طرح رسوا کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ رسوا کیے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل فرمائیں اور کافروں کے لئے ذلت والا عذاب ہے جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کیے ہوئے کاموں کی خبر دے گا جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمالیا ہے اور وہ ان کو بھول چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

قیامت کے دن کفار کے چہروں پر غبار آلود اور سیاہی کا چھایا ہونا

قیامت کے دن کفار کے چہرے غبار آلود ہونگے اور ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (عبس:40تا42)

اوراس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی وہی لوگ کافر بدکار ہیں۔

کفار کو کوئی چیز عذاب سے نہ روک سکے گی

کفار کو مال ودولت واولاد عذاب سے ہرگز نہ روک سکے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (الرعد:18)

جن لوگوں نے اپنے رب کے دین کو قبول کیا ان کے لئے نیک انجام ہے اور جن لوگوں نے اس کے دین کو قبول نہیں کیا اگر ان کے پاس تمام روئے زمین کی چیزیں اور اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوتیں تو وہ اپنے آپ کو (عذاب سے) چھڑانے کے لئے ان کو فدیہ میں دے دیتے ان ہی لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ ٹھہرنے کی کیسی بری جگہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ (آل عمران

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ (کے عذاب) سے ہرگز نہ بچا سکیں گے اور یہی

لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ (آل عمران:91)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے ان میں سے کسی سے تمام روئے زمین کے برابر سونا نہیں قبول کیا جائے گا خواہ وہ اس کو فدیہ میں دے ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

دوزخ میں کافروں کے سرداروں اور پیروکاروں کا مناظرہ

دوزخ میں کافروں کے سرداروں اور پیروکاروں کے درمیان مناظرہ ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ○ جَهَنَّمَ ج يَصْلَوْنَهَا ج فَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ هٰذَا لا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ○ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ○ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ج لَا مَرْحَبًا م بِهِمْ ط اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ○ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ قف لَا مَرْحَبًا م بِكُمْ ط اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ج فَبِئْسَ الْقَرَارُ ○ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ○ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ○ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ○ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ○ (ص:55تا64)

اور بے شک سرکشوں کا ضرور برا ٹھکانہ ہے (یعنی) جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے کیا ہی برا بچھونا ہے یہ ہے پس وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کو چکھیں اور اسی طرح کا دوسرا عذاب ہے (وہ دیگر دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے) یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے ان کو خوش آمدید نہ ہو بے شک یہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں (آنے والے کہیں گے) بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لئے خوش آمدید نہیں ہے تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لیے پیش کیا ہے سو وہ کیسی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے وہ کہیں گے! اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لیے اس عذاب کو مہیا کیا ہے اس کے عذاب کو دوزخ میں دگنا کر کے زیادہ کر دے۔ دوزخی کہیں گے کیا سبب ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جنہیں ہم (دنیا میں) برے لوگوں میں شمار کرتے تھے کیا ہم نے ناحق مذاق اڑایا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیں بے شک دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ط كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ط حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا لا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ط قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ (الاعراف:38)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا! تم سب سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے جو فرقے پہلے دوزخ میں داخل ہو چکے ہیں ان کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں داخل ہوگا وہ اپنی مثل کے دوسرے گروہ کو لعنت کرے گا حتیٰ کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلے والے لوگوں کے متعلق کہیں گے اے ہمارے رب! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا سو تو ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب ہی کا دگنا عذاب ہے لیکن تم کو علم نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا٥ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا٥ (الاحزاب:67 تا68)

اور (پیروکار) کہیں گے! اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی پیروی کی جنہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا اے ہمارے رب تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اس نیکی کا اجر ملے گا اور جو اس کے بعد اس نیک طریقہ پر عمل کرے گا اس کی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا خود اس کو بھی اس برے طریقہ کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس برے طریقہ پر عمل کریں گے ان کی برائی کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1017)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو عذاب سے ڈرانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی اور وعظ ونصیحت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ

ایک دن ثمود اپنی مجلس میں جمع ہوئے وہاں حضرت صالح علیہ السلام بھی آ گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے حسب معمول ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی ان کو وعظ اور نصیحت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1 ص:134 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قوم ثمود میں فقراء، غرباء کی دو اقسام

قوم ثمود میں بعض فقراء، غرباء وہ تھے جو ایمان لے آئے تھے اور بعض وہ تھے جو کفر پر ہٹ دھرم رہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

قوم ثمود میں فقراء، غرباء دو قسم کے تھے۔

بعض وہ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔

بعض وہ جو کافر ہے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:549 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی ذات مقدسہ پر طعن کیا

حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات بتائیں تو قوم نے اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کی صفات پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کی ذات پر طعن کیا اور وہ بھی ان لوگوں کے سامنے جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب تعالیٰ کی ذات وصفات بتائیں قوم نے رب عزوجل یا اس کی صفات پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کی ذات مقدسہ پر طعن کیا وہ بھی غرباء مومنوں کے سامنے پتہ لگا کر اصل ایمان نبی کا ماننا ہے اصل کفران کا انکار غالباً یہ سوال بطور تعجب ان بدنصیبوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبی جان لینے پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے کم عقلو کیا تمہاری عقل میں یہ بات آگئی کیا تم نے مان لیا جان لیا کہ حضرت صالح علیہ السلام جیسے مسکین آدمی کو رب نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جن کے پاس نہ مال ہے نہ بڑی جماعت نہ جسمانی شہ زوری نہ کوئی اور کمال۔

(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:550 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم کا عجیب وغریب جواب دینا

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم نے عجیب وغریب جواب دیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اے صالح (علیہ السلام) غم ہم کو اس بات کا ہے کہ تم تو ہمارے ضعیفوں کے مددگار، یتیموں کے فریادرس، بیکسوں کے مشکل کشا تھے اس وجہ سے تم ہم کو سب سے پیارے تھے تم سے ہم لڑنا جھگڑنا تمہارا دشمن ہونا نہیں چاہتے تھے اب تم نے یہ کون سا راہ اختیار کیا کہ ہم کو دشمن ہونا پڑے گا کیونکہ معاملہ دین کا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:192 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام سے قوم کا نبوت پر معجزہ طلب کرنا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا اگر تم سچوں میں سے ہو تو اپنی نبوت پر کوئی معجزہ لاؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (الشعراء:154)

اگر تم سچوں میں سے ہو (تو اپنی نبوت پر) کوئی معجزہ لاؤ۔

معجزہ کی تعریفات

معجزہ کی تعریف میں علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو عام بشر کی عادت اور اس کی طاقت کے خلاف ہو اور وہ فعل حقیقتاً صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوا ہو اور بہ ظاہر وہ مدعی نبوت سے صادر ہوا ہو۔ (اعلام النبوۃ: ص: 42 مطبوعہ دار احیاء العلوم بیروت)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے خلاف ہو اور خیر اور سعادت کی دعوت دیتا ہو اور اس کام کو پیش کرنے والا نبوت کا مدعی ہو اور اس خلاف عادت کام سے اس کے اس دعویٰ کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اس خلاف عادت کام کو معجزہ کہتے ہیں۔ (کتاب التعریفات: ص: 153 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

معجزہ اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جو دعویٰ نبوت سے مقرون ہو اور اس سے نبوت کے مدعی کا صدق ظاہر ہو۔

(المسامرہ: ص: 213 مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان)

علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی کا قول

علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 793ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خرق عادت ہو اور اس کے ساتھ اس کے معارضہ کا چیلنج مقرون ہو اور اس کا معارضہ نہ کیا جا سکے۔

ایک قول یہ ہے کہ

معجزہ وہ امر ہے جس سے نبوت یا رسالت کے مدعی کے صدق کے اظہار کا قصد کیا گیا ہو۔

اور بعض علماء کرام نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ

وہ امر اس کے دعویٰ کے موافق ہو۔

اور بعض علماء کرام نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ

وہ امر زمانہ تکلیف کے مقارن ہو کیونکہ ایام تکلیف کے ختم ہونے کے بعد بھی خوارق کا ظہور ہوگا لیکن ان سے تصدیق

صد نہیں کیا جائے گا۔ (شرح المقاصد: ج:5،ص: 11 مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران)

معجزہ کی شرائط

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی 923ھ لکھتے ہیں:

معجزہ وہ کام ہے جو خلاف عادت ہو اور معارضہ کے چیلنج کے ساتھ مقرون ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام کے صدق پر دلالت کرتا ہو اس کو معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ بشر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔

اس کی حسب ذیل شرائط ہیں۔

1- معجزہ وہ کام ہونا چاہئے جو خلاف عادت ہو۔ جس طرح کہ

چاند کا دو ٹکڑے ہونا

انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا

لاٹھی کا اژدھا بن جانا

پتھر سے اونٹنی کا نکالنا

اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے جو عادت کے مطابق ہوں۔

2- اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے۔

اور بعض نے کہا: اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعویٰ مقرون ہو۔

3- مدعی رسالت نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی شخص اس فعل کی مثل نہ لا سکے۔

اور بعض نے کہا: معارضہ سے مامون ہونے کے ساتھ دعویٰ رسالت ہو اس قید سے وہ امور خلاف عادت نکل گئے جو دعویٰ ت سے پہلے صادر ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ ان کو ص کہتے ہیں۔ اسی طرح اس قید سے اولیاء اللہ کی کرامات بھی خارج ہو گئیں کیونکہ ان کے ساتھ دعویٰ نبوت مقرون نہیں

قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ

معجزہ کی تعریف میں جو تحدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جائے اس کی دلیل کتاب ہے نہ سنت میں نہ اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کی صدور میں معارضہ اور مقابلہ کو طلب نہیں کیا جاتا۔

ل کے طور پر

کنکریوں کا کلمہ پڑھنا

انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا

ایک صاع (چار کلو گرام) طعام سے دو سو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا

آنکھ میں لعاب دہن ڈالنا
بکری کے گوشت کا کلام کرنا
اونٹ کا شکایت کرنا۔
اور بڑے بڑے معجزات اور تحقیق یہ ہے کہ
سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہیں کی گئی۔

4- چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے خلاف ہو تو وہ معجزہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اہانت ہوگی۔

واضح رہے کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں معجزہ کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ معجزہ کے لئے آیت، بینہ اور برہان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ (الانعام:124)
لَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ (الاعراف:101)
فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ (القصص:32) (مواہب اللدنیہ: ج:2، ص 191 تا 194 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونا

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونے پر محدثین، فقہاء کرام اور متکلمین کے چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الانباری کا قول

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد الانباری متوفی 577ھ لکھتے ہیں:
معجزہ میں شرط یہ ہے کہ
وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو کیونکہ معجزہ اس حیثیت سے دلالت کرتا ہے کہ وہ مدعی نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تصدیق ہے اگر معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہ ہو تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مدعی نبوت کی تصدیق کی ہے۔

(کتاب الداعی الی الاسلام: ص: 281 مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ)

علامہ میر سید شریف جرجانی کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:
ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ
وہ نبی کی قدرت میں نہ ہو کیونکہ اگر معجزہ نبی کا مقدور ہوگا جیسے اس کا ہوا کی طرف چڑھنا اور پانی پر چلنا تو وہ اللہ

طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہیں ہوگا اور یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا کیونکہ جب اس فعل پر قادر ہوگا اور دوسرا کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہوگا تو وہ فعل معجزہ ہوگا۔

علامہ آمدی نے کہا: آیا معجزہ نبی کی قدرت میں ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

بعض آئمہ کرام نے یہ کہا ہے کہ

ہوا کی طرف چڑھنا اور پانی پر چلنا میں محض چڑھنا یا چلنا معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ نبی کے لئے مقدور ہوتا ہے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے لئے اس پر قدرت پیدا کردے۔ اس مثال میں جو چیز معجزہ ہے وہ اس مثال میں نفس قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کا مقدور نہیں ہے۔

اور بعض آئمہ کرام نے کہا ہے کہ

اس مثال میں ہوا کی طرف چڑھنا یا پانی پر چلنا ہی معجزہ ہے کیونکہ یہ فعل مخارق عادت ہے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (شرح المواقف: ج:8، ص223 تا 224 مطبوعہ ایران)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا قول

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی 1067ھ اس قول کے زیادہ صحیح ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دوسرے اس فعل سے عاجز ہوں اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق حاصل ہوجائے گی اور یہی مقصود ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

جو اس کے قائل ہیں کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ نفس قدرت معجزہ ہے اور یہ نبی کا مقدور نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم نفس قدرت کو معجزہ نہیں کہتے بلکہ اس خاص فعل کو معجزہ کہتے ہیں اور اس خاص فعل پر نبی قادر ہے اور اس کا غیر قادر نہیں ہے اور معجزہ سے یہی مقصود ہے۔ (حاشیہ سیالکوٹی علی شرح المواقف: ج:8، ص:224 مطبوعہ ایران)

امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے خلاف عادت افعال (معجزات) پورے ہوتے ہیں جس طرح ہماری ایک صفت ہے جس کی وجہ سے ہماری حرکات قدرت اور اختیار سے ہوتی ہیں اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں۔ (احیاء العلوم: ج:5، ص:53 مطبوعہ دارالخیر بیروت)

علامہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 793ھ لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز کو وجود میں لانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے خاص طور پر
مردوں کو زندہ کرنے
لاٹھی کو سانپ بنانے
چاند کو شق کرنے
اور پتھر کو سلام کرنے میں۔

علاوہ ازیں حکیم قادر مختار نے انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات صادر کرنے کے لئے جو قدرت اور اختیار عطا کیا ہے وہ مطلوب کی افادیت میں کافی ہے اسی وجہ سے معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ معجزہ یا اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یا اس کے حکم سے واقع ہوتا ہے یا اس کے قدرت اور اختیار دینے کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ (شرح المقاصد: ج:5،ص:17 مطبوعہ ایران)

علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن احمد سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1188ھ لکھتے ہیں:
شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات، قدرت، فعل اور تاثیر سے متعلق ہیں۔
ان کی حسب ذیل انواع ہیں۔
1- بعض معجزات عالم علوی میں ہیں جیسے
چاند کا دو ٹکڑے ہونا
آسمان کا آگ کے گولوں سے محفوظ رہنا
اور آسمان کی طرف معراج۔
2- بعض فضا میں ہیں۔ جیسے استسقاء اور استصحاء میں بادلوں کا آنے اور جانے میں آپ کی اطاعت کرنا۔
3- انسانوں، جنات اور حیوانوں میں آپ کا تصرف کرنا۔
4- درختوں، لکڑیوں اور پتھروں میں آپ کا تصرف کرنا۔
5- آسمان کے فرشتوں کا آپ کی تائید کرنا۔
6- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا قبول ہونا۔
7- ماضی اور مستقبل کے غیوب کی خبریں دینا۔
8- کھانے پینے کی چیزوں اور پھلوں کا زیادہ ہو جانا اس کے علاوہ اور کئی انواع کے معجزات ہیں جن میں آپ کی نبوت اور رسالت کے دلائل اور علامات ہیں۔

(لوامع الانوار الالٰہیہ: ج:2،ص:293 تا 294 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار میں ہونے پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے جنات اور شیاطین پر تصرف کے متعلق یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گزشتہ رات ایک بہت زبردست جن نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا تا کہ میری نماز خراب کر دے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو دھکا دیا میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی۔

اے اللہ عز وجل! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو نا کام لوٹا دیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1189)

درختوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے متعلق یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کرنے لگا۔

کس طرح پہچانوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو درخت سے بلاؤں تو تم گواہی دو گے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا تو کھجوروں کا وہ خوشہ درخت سے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر گر گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوٹ جاؤ تو وہ لوٹ گیا پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3668)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مسجد کی چھت کھجور کے شہتیروں پر بنائی گئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک شہتیر سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس شہتیر کے رونے کی آواز سنی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3585)

اور انسانوں پر تصرف کے متعلق یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے جارہے تھے تو اثناء سفر میں ہم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''کن ابا خیثمہ''
ابوخیثمہ ہوجا تو وہ ابوخیثمہ ہوگیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6883)
علامہ شرف الدین نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
کن یہاں تحقیق اور وجود کے لئے ہے یعنی اے شخص تجھے چاہئے کہ تو حقیقتاً ابوخیثمہ ہوجا۔
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 11 ص: 6910 مطبوعہ مکتبہ الباز مکہ مکرمہ)

اشکال

معجزات پر نبی کی قدرت نہ ہونے پر بعض علماء کرام نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔
وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ (الرعد: 38)
کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہر وعدہ کے لئے ایک نوشتہ تقدیر ہے۔

جواب

اس آیت کریمہ میں نشانی سے مراد کفار کے فرمائشی معجزات ہیں اور اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ تم جن معجزات کی فرمائش کرتے ہو وہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر پیش نہیں کرسکتا۔ اس آیت کریمہ میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی نبی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے بھی کوئی معجزہ پیش نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ جب معجزات پر قدرت عطا فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا اذن ہی ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں تصریح ہے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔
علامہ نووی شافعی متوفی 676ھ اور علامہ محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ نے حدیث مبارکہ جریج کی شرح میں لکھا ہے کہ

بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔

(شرح مسلم: ج:2،ص:314 مطبوعہ کراچی، عمدۃ القاری: ج:7،ص:283 مطبوعہ مصر)

اور جب بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں تو بعض اوقات انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا ان کے اختیار سے واقع ہونا زیادہ لائق ہے۔

معجزات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صدور میں دیوبند کا موقف

علماء دیوبند کے نزدیک معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ظاہراً اور حقیقتاً نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے خلق کے لحاظ سے نہ کسب کے لحاظ سے اور نبی سے معجزہ کا صدور ایسے ہی ہے جیسے کاتب کے قلم سے لکھنے کا صدور ہو جیسے قلم بے اختیار ہوتا ہے ایسے ہی نبی بے اختیار ہوتا ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ لکھتے ہیں:

بعض افعال خاصہ الٰہیہ بعض اوقات فرشتوں اور نبیوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان افعال کے وقوع میں ان کی کوئی قوت اختیار، قدرت اور اقتدار نہیں ہوتا لہٰذا ان افعال کو کھانے اور پہننے کی طرح افعال اختیاریہ اور اعمال مقدور میں سے شمار نہیں کرنا چاہئے اور ان کی مثال کاتب اور قلم کی سی ہے جس طرح لکھنے میں قلم کی کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے اسی طرح ان افعال کے صدور میں نبیوں کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ،ص:173 مطبوعہ کراچی)

مولانا حیدر علی ٹونکی نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔

اور وہ جو عوام کا گمان ہے کہ کرامت اولیاء کا خود اپنا فعل ہوتا ہے یہ باطل ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی تکریم اور تعظیم کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور ولی کا اور نہ ہی نبی کا اس کے صدور میں اختیار ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وتقدس کے افعال میں کسی کا اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ،ص:175 مطبوعہ کراچی)

بلکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جس کو اس نے نبی کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ہے اس کے برخلاف دوسرے افعال میں ان افعال کا کسب بندہ سے ہے اور ان افعال کا خلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور معجزہ میں بندہ کا کسب بھی نہیں ہوتا۔

پس اس آیت کا معنیٰ یہ ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:17)

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے صورتاً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن وہ خاک کی مٹھی حقیقتاً اللہ نے پھینکی تھی۔

اور یہ معنیٰ مراد نہیں ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی جبکہ آپ نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی اس لیے کہ یہ بھی تمام افعال میں جاری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ،ص:176 مطبوعہ کراچی)

سو افعال اختیاریہ میں عادتاً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات وتصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے قلم کے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص: 177 مطبوعہ کراچی)

معجزات کے صدور میں علماء اہل سنت کا موقف اور دیو بندیوں کا رد

اس مسئلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ

معجزات اور کرامات ہوں یا عام افعال، تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ عام افعال عادیہ میں جس طرح عام مسلمانوں کا کسب اور اختیار ہوتا ہے اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح معجزات اور کرامات میں کسب اور اختیار انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہوتا ہے اور ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس طرح کہ ہم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً نقل کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے محدثین فقہاء کرام اور متکلمین کا بھی یہی نظریہ ہے البتہ بعض معجزات اور کرامات جو ان کے حاملین سے متصف اور مباشر نہیں ہوتے ان کے صدور میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا خلقاً نہ کسباً جیسے

قرآن مجید کا نزول

مردوں کو زندہ کرنا

چاند کا شق ہونا وغیرہ۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے اپنے موقف کے ثبوت میں لکھا ہے کہ

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ آپ نے خلقاً خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ آپ نے کسباً خاک کی مٹھی پھینکی تھی لیکن اہل سنت کے معتمد اور مستند مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں پھینکی تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی کسباً پھینکی تھی ان عبارات کو نقل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ آیت کریمہ کا شان نزول اور پس منظر بیان کر دیں۔

امام حسین بن محمد فراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ

جب جنگ بدر کے دن مسلمانوں اور کافروں کے لشکر بالمقابل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود کنکر کی ایک مٹھی بھر کر کفار کے چہروں پر ماری۔

اور ارشاد فرمایا:

ان کے چہرے قبیح ہو جائیں تو ہر کافر کی آنکھوں یا منہ یا نتھنوں میں اس میں سے کچھ نہ کچھ گر گیا اور اس کے بعد کافروں کو شکست ہو گئی۔ (معالم التنزیل: ج: 2، ص: 200 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

واضح رہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ خاک کی مٹھی کفار کے چہروں پر مارنے کا واقعہ جنگ بدر میں پیش آیا تھا لیکن احادیث مبارکہ میں یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ حنین میں پیش آیا تھا۔ (صحیح مسلم مغازی: 4539)

بہر حال خاک کی مٹھی ایک ہزار کافروں کے منہ پہ ماری جائے اور وہ خاک ہر کافر کی آنکھوں اور منہ میں چلی جائے یہ فعل خرق عادت اور معجزہ ہے تو اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ (الانفال: 17)

اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں ماری جب آپ نے ماری تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ مٹھی ماری تھی۔

شیخ رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ

اس میں خلق اور کسب دونوں کی نفی ہے اور یہ معنیٰ نہیں ہے کہ خاک کی مٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً نہیں ماری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی تا کہ معجزہ میں نبی کا کسب ثابت ہوتا ہو لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کے مستند اور معتمد مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے کہ خاک کی مٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً نہیں ماری جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کسباً ماری تھی اور معجزہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسب اور اختیار ثابت کیا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاک کی مٹھی مارنے کو ثابت بھی کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی بھی کی ہے اس لیے اس معنیٰ پر حمل کرنا واجب ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی خلقاً نہیں ماری اور کسباً ماری تھی۔ (تفسیر کبیر: ج:5،ص:466 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ نے بھی امام رازی کی عبارت کو نقل کر کے اس سے بندوں کا کسب کرنے پر استدلال کیا ہے۔ (روح المعانی: ج:9،ص:185)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خاک کی مٹھی کو پھینکنا ثابت کیا گیا ہے اس سے مراد وہی مخصوص پھینکنا ہو جس نے عقلوں کو حیران کر دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا اثبات حقیقتاً ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل اس قدرت سے کیا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی اور وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے مؤثر تھی لیکن چونکہ عام انسانوں کی قدرت سے اس قسم کا اثر واقع نہیں ہوسکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی اور اس کو اپنے لیے ثابت فرمایا۔ (روح المعانی: ج:9،ص:186 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں بیان ہے کہ بندہ کا فعل بندہ کی طرف کسباً منسوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلقاً منسوب ہوتا ہے۔ (مدارک علی ہامش الخازن: ج:2،ص:185 مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:
اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلقاً وہ مٹھی نہیں پھینکی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسباً وہ مٹھی پھینکی تھی۔ (عنایۃ القاضی علی البیضاوی: ج:4، ص:261 مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی 1204ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فعل کی نفی باعتبار ایجاد کے حقیقتاً ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فعل کا اثبات باعتبار کسب ہے۔ (الفتوحات الالٰہیہ: ج:2، ص:235 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بہ اعتبار کسب کے معجزات صادر ہوتے ہیں اور ان کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے ان معجزات کو صادر کرتے ہیں۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام حامل معجزہ ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام مقدس انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات سے نوازا جو انہوں نے اپنی قوم کے روبرو ظاہر فرمائے اور قوم ان انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان بھی لے آئی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (الاعراف:101)

بے شک ان بستیوں والوں کے پاس ان کے رسول واضح معجزات لے کر آئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ تو صراحتاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ رسولوں کو واضح معجزات عطا فرمائے تھے اگرچہ ذکر صرف حضرت صالح علیہ السلام کے اس معجزہ کا کیا ہے کہ انہوں نے ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکالی اور اس آیت کریمہ سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزہ دے کر بھیجا کیونکہ اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہو تو وہ کس بنیاد پر اپنی رسالت کو ثابت کرے گا اور اگر نبی کے پاس معجزہ نہ ہو تو نبی صادق اور نبی کاذب میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اس کے علاوہ بھی حدیث مبارکہ میں اس پر بھی دلیل ہے کہ ہر نبی کو معجزہ عطا فرمایا گیا۔

جیسا کہ روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر نبی کو اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ایک بشر ان پر ایمان لے آئے اور مجھے وحی (قرآن مجید) عطا کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4981)

اس آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات کی دولت سے

ہے۔

زمانے کے اعتبار سے معجزات کا ظہور

ہر نبی کو معجزات زمانے کے لحاظ سے دیئے جاتے ہیں جس قسم کے لوگ ہوں اور اس زمانے میں جس چیز کا چرچا ہو۔ جیسا کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا چرچا تھا اور وہ لوگ جادوگری بڑی کثرت سے کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے حیران کن کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے توڑ کے معجزات عطا فرمائے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۝ وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ۝ (الاعراف:117 تا 122)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا سو حق کا غلبہ ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کا بطلان ظاہر ہو گیا پس فرعون اور اس کے درباری مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے اور جادوگر سجدے میں گر پڑے انہوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

☆ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں طب اور حکمت کا بہت غلبہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحائی کا ایسا کمال دے کر بھیجا جو ان کی تمام طب اور حکمت پر غالب آ گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (المائدہ:112 تا 115)

جب حواریوں نے کہا! اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے (عیسیٰ نے) کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے دعا کی اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرما تا کہ (وہ دن)

ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (ہو جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں اس خوان کو تم پر نازل فرمانے والا ہوں۔ پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔

امام ابو عبداللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاصبہانی متوفی 396ھ لکھتے ہیں:

سلیمان الخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ (طعام کا خوان) کا سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو سخت ناپسند فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو رزق حلال زمین سے دیا ہے اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مائدہ کا سوال نہ کرو کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانی ہوگی۔ تم سے پہلے قوم ثمود نے اپنے نبی سے نشانی کا سوال کیا تھا وہ اس نشانی میں مبتلا کیے گئے پھر اس نشانی کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے جب ان کی قوم نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھی اور بہت گریہ وزاری سے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما! اللہ تعالیٰ نے دو بادلوں کے درمیان ان پر سرخ دستر خوان نازل کیا بنو اسرائیل اس کو نازل کرتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو کر بار بار دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ عزوجل اس خوان کو رحمت بنانا اور اس کو غضب نہ بنانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے کہ وہ دستر خوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر ٹھہر گیا حواریوں کو اس سے خوشبو آئی جیسی انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے یہود اس خوان کو دیکھ کر غیظ وغضب سے جل گئے حواری اس دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے وہ خوان ایک رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص سب سے زیادہ عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا وہ اس کو کھولے گا۔

حواریوں نے کہا: یاروح اللہ! آپ علیہ السلام اس کو کھولنے کے لائق ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وضو کیا نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اپنے اور قوم کے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر اس کو کھولا تو اس میں بہت بڑی بھنی ہوئی مچھلی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اور اس سے گھی بہہ رہا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی سبزیاں تھیں اور نمک اور سرکہ تھا اور پانچ روٹیاں تھیں ایک روٹی پر زیتون ایک پر کھجور اور باقیوں پر انار تھے۔

شمعون نے کہا: یاروح اللہ علیہ السلام! یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام سے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہ دنیا کا طعام ہے نہ آخرت کا طعام ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کرو وہ تم کو مزید عطا فرمائے گا۔
انہوں نے کہا: یاروح اللہ علیہ السلام! ہم چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام ہمیں اس نشانی میں ایک اور نشانی دکھائیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ عزوجل! کیا تمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے جو اس کے علاوہ نشانی کا سوال کرتے ہو۔
جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلی سے فرمایا: اے مچھلی! تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو جا۔ وہ مچھلی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوبارہ زندہ ہوگئی وہ شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور پھڑکنے لگی۔ حواری خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا اب نشانی دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو۔
پھر آپ علیہ السلام نے مچھلی سے ارشاد فرمایا:
اے مچھلی! اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ پہلے کی طرح بھنی ہوئی ہو جا۔
پھر انہوں نے کہا: اے روح اللہ! آپ علیہ السلام کھانے کی ابتداء کریں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ عزوجل! وہی کھانے کی ابتداء کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ حواری اور ان کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کھانے سے کہیں وہ مثلہ نہ ہو جائیں یا ان پر کوئی آفت نہ آئے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء اور اپاہجوں کو بلایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے رزق اور اپنے نبی علیہ السلام کی دعا سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرو اور اللہ تعالیٰ کے شکر پر ختم کرو تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی سو اس مائدہ سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے کھایا اور ان میں سے ہر شخص سیر ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں نے دیکھا وہ طعام اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی پھر وہ مائدہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور جس فقیر نے اس مائدہ سے کھایا تھا وہ غنی ہوگیا اور جس اپاہج نے کھایا وہ تندرست ہوگیا اور وہ لوگ تادم حیات اسی طرح رہے پھر حواری اور ان کے اصحاب میں سے نہ کھانے پر پشیمان ہوئے اور تادم مرگ ان کے دل میں اس سے کھانے کی حسرت رہی۔ چند دنوں بعد پھر مائدہ نازل ہوا پھر ہر جگہ سے امیر اور غریب، صحت مند اور بیمار، چھوٹے اور بڑے بنو اسرائیل اس پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو باری مقرر فرمادی۔ ایک دن مائدہ نازل ہوتا اور ایک دن مائدہ نازل نہ ہوتا۔ چالیس دن تک یہی معمول رہا جب تک وہ کھاتے رہتے مائدہ ان کے سامنے رہتا اور جب وہ کھا چکتے تو وہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا وہ اس کو دیکھتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کی نظروں سے غائب ہو جاتا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس مائدہ سے یتیموں، فقیروں اور اپاہجوں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کردیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلادیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ .
آپ علیہ السلام ہمیں مائدہ کے نزول کے متعلق مطمئن کریں کیونکہ بہت لوگ اس میں شک کرتے ہیں (کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم ! اگر تم نے اس میں شک کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اس شرط سے مائدہ نازل کیا تھا جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہوگا۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ عزوجل ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔ شام کو شک کرنے والے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صورتیں تھیں اور رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔ صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کر کے کھانے لگے۔ پھر باقی بنو اسرائیل خوفزدہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرنے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلتے تو وہ خنزیر دوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام کے پاس آتے اور آپ علیہ السلام کے پیروں پر گرتے اور زار و قطار روتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہر شخص کا نام لے کر پکارتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔
آپ علیہ السلام فرماتے: میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا تھا گویا میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا وہ تین دن تک اسی طرح بلکتے رہے اور ان کے گھر والے ان کو دیکھ کر روتے رہے۔ لوگوں کے دل ان کا حال دیکھ کر پگھل گئے پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری کر دے سو چوتھے روز وہ مر گئے اور زمین پر ان کا مردہ نہیں دکھائی دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے مردہ جسم کہاں گئے البتہ یہ ایسا عذاب تھا جس سے ان لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور زمین پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ (کتاب العظمۃ :ص 363 تا 367 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو عبد الرحمان سلمی رضی اللہ عنہ نے کہا:
مائدہ کا طعام روٹی اور مچھلی تھا۔
حضرت عمار بن یاسر اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: مائدہ آسمان سے نازل ہوتا تھا اور اس میں جنت کے پھل تھے
اور وہب بن منبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو کی روٹیاں اور مچھلیاں نازل فرمائی تھیں۔
اور یہ تین اقوال امام ترمذی کی حدیث مبارکہ کے خلاف ہیں۔ اس میں مذکور ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسمان سے مائدہ نازل ہوا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:6 ،ص: 287 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے دور اقدس میں لوگ عجیب وغریب باتیں کیا کرتے تھے اور بتوں کو پوجتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ○ (الشعراء:155 تا156)

صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے (پانی) پینے کا ہے تم اس کے ساتھ کوئی بُرائی نہ کرنا ورنہ بڑے دن کا عذاب تم کو پکڑ لے گا۔

روایت ہے کہ

انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ

اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے مطالبہ پر غور کرنے لگے۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر: ج:8،ص:525، ج:19،ص:171)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں پہنچ کر فرمایا۔ اے لوگو نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو یہ قوم صالح ہے جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی نشانی بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیج دی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:15866)

ایک روایت میں ہے: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:15867)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے راستے سے اپنا پانی

پیتی تھی اور جتنا وہ لوگ اس کے ناغہ کے دن پانی پیتے تھے اس سے اس دن اتنا دودھ دوہ لیتے تھے پھر وہ لوٹ جاتی تھی۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15868)

ایک اور روایت میں ہے: امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو اونٹنی بطور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی۔
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔
یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15873)

☆ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت غلبہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام دے کر بھیجا جس کی نظیر لانے سے تمام جن وانس عاجز ہو گئے۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود گھڑ لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے کر آؤ۔

قرآن مجید میں ہے:
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ (ھود: 13)
کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے آپ فرمائیے کہ پھر تم اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ (اور اپنی مدد کے لئے) اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن مجید کے ساتھ چیلنج کیا کہ اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ لیکن مخالفین کی کثرت اور علوم و فنون اور زبان و بیان کی روز افزوں ترقی کے باوجود کوئی شخص قرآن مجید کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○ (بنی اسرائیل: 88)
آپ فرما دیجئے! اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد (بھی) کریں۔
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:
فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ○ (الطور: 34)

اسی جیسی ایک بات بھی بنا کر پیش کرو اگر تم سچے ہو۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (البقرہ:23)
اور اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی ایک سورت بھی لا کر دکھا دو اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (یونس:38)
آپ فرما دیجئے! تم اس کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ۔
پھر کفار نے جیسے جیسے معجزات طلب کیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے ویسے معجزات دکھائے جس طرح کہ چاند کا دو ٹکڑے فرما کر کفار کو دکھانا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے ان میں ولید بن مغیرہ
ابوجہل بن ہشام
العاص بن وائل
العاص بن ہشام
الاسود بن عبد یغوث
الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزی
زمعۃ بن الاسود
النضر بن الحارث وغیرہم تھے۔
پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے (رسول) ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں اس کا نصف ابوقبیس (مکہ کا پہاڑ) پر ہو اور اس کا نصف قعیقعان (مکہ کا دوسرا پہاڑ) پر ہو۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
اگر میں نے ایسا کر دیا تو تم اس پر ایمان لے آؤ گے۔
انہوں نے کہا: ہاں۔ اور وہ چاند کی چودھویں رات تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چاند کے

اسی طرح دوٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نداء فرما رہے تھے۔

اے ابوسلمہ بن عبدالاسد اور اے الارقم بن ابی الارقم! گواہ ہو جاؤ۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 209)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دوٹکڑے ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3636)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اہل مکہ مکرمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاند پھٹنا دکھا دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دوٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف تھا۔

لوگوں نے کہا: (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا۔

پھر ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3289)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

شق القمر کا معجزہ بہت عظیم تھا اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کا معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبیعی سے خارج واقع ہوا اور کسی شخص کی دسترس میں نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔ (فتح الباری: ج: 7، ص: 580 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: شق القمر کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم اور تفسیر ابن جریر میں ہے کہ

اہل مکہ مکرمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معجزہ دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دکھایا کہ چاند دوٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دوٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے یہ روایت کی ہے کہ ہر طرف سے مکہ مکرمہ میں مسافرین آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ چاند دوٹکڑے ہو گیا ہے۔ (روح المعانی: جز: 17، ص: 113 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

انہوں نے مکہ مکرمہ میں چاند کے دو ٹکڑے دیکھے اور ان سے دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے منیٰ میں چاند کے دو ٹکڑے دیکھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3869)

اور ان دونوں احادیث مبارکہ میں ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ
منیٰ بھی مکہ مکرمہ میں ہے اس لیے ان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہوا۔ قدیم فلاسفر نے چاند کے شق ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک چاند پہلے آسمان میں ہے اور آسمانوں میں خرق اور التیام محال ہے اسی طرح ان کا شب معراج آسمان کے دروازوں کو کھلوانے پر بھی اعتراض ہے اسی طرح انہوں نے قیامت کے دن سورج کے لپیٹے جانے پر بھی اعتراض کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ کافر ہیں تو پہلے ان سے اسلام کے ثبوت پر مناظرہ کیا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہیں تو جو چیز صریح قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ (التکویر:1)

اور

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر:1)

اس کا انکار کرنے سے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ
اگر شق القمر ہوا ہوتا تو اس کو تمام دنیا کے لوگ دیکھتے اور اس کو نقل کرتے اور اس کا مشاہدہ صرف اہل مکہ کے ساتھ خاص نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
شق القمر رات کے وقت ہوا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی لوگ آسمان کی طرف التفات کر دیکھتے تھے اور کئی مرتبہ رات کو چاند گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہی ان کو دیکھتے ہیں اسی طرح چاند کا شق ہونا بھی رات کو وقوع پذیر ہوا نیز ایک لحظہ کے بعد چاند کے دونوں ٹکڑے پھر جڑ گئے تھے اس لیے اکثر لوگ اس کو نہیں دیکھ سکے اور چونکہ ایک لحظہ کے لئے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اس لیے کئی دیکھنے والوں نے اسے شدت حیرت کی وجہ سے نظر کے دھوکے پر محمول کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات بعض علاقہ والوں کے لئے چودھویں ہو اور بعض دوسرے علاقہ والوں کے لئے وہ چودھویں رات نہ ہو۔ بعض لوگوں نے شق القمر کا اس لیے انکار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ عام لوگوں سے مخفی نہ رہتا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کا تعلق حس اور مشاہدہ سے ہے اور تمام لوگ اس کو دیکھ سکتے ہیں اور جو چیز عجیب و غریب ہو اس کو لوگ ضرور دیکھتے ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو یہ ستاروں کے علم کی کتابوں میں ضرور درج ہوتا کیونکہ ان سب لوگوں کا اس کو ترک کرنے پر اتفاق کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چاند کو شق کرنے کا واقعہ رات میں رونما ہوا کیونکہ دن میں چاند کا ظہور نہیں ہوتا اور رات کو اکثر لوگ اپنے گھروں میں سوئے ہوئے تھے اور بعض صحراء میں سفر کرنے والے بیدار ہوئے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ اس وقت کسی اور کام میں مشغول ہوں یہ واقعہ تو چشم زدن میں ہوگیا تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ ستارہ شناس ہر وقت رصد گاہوں میں بیٹھ کر چاند کو تکتے رہیں اور کبھی غافل نہ ہوں اور یہ ہوسکتا تھا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا ہو تو اکثر لوگوں کو پتا نہ چلا ہو اور اس واقعہ کو ان ہی لوگوں نے دیکھا جنہوں نے اس کے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ واقعہ تو صرف ایک لحظہ میں رونما ہوگیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ قرآن مجید کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ حد تواتر کو نہ پہنچے کیونکہ ہر نبی کا وہ معجزہ جو عامۃ الوقوع ہو اور اس کا ادراک حس سے اور مشاہدہ سے ہوسکتا ہو اور پھر قوم اس کی تکذیب کرے تو اس قوم کو ہلاک کردیا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس لیے جس معجزہ کے ساتھ آپ نے دوسروں کو اس کی نظیر لانے کا چیلنج کیا وہ معجزہ عقلی تھا اس لیے اس معجزہ کے ساتھ ان ہی لوگوں سے معارضہ کیا گیا جن کو زیادہ عقل اور فہم دی گئی تھی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ

کسی ستارہ شناس نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ اس نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

کسی ستارہ شناس نے یہ بھی نہیں کہا اس نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں دیکھے۔ اس واقعہ کو بہ کثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور قرآن مجید میں اس کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے اس کے علاوہ اہل مکہ نے مکہ مکرمہ کے اطراف میں لوگوں کو بھیجا تھا اور انہوں نے آکر یہ خبر دی کہ انہوں نے چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ مسافر رات کو چاند کی روشنی میں سفر کرتے تھے اور انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ

جب آدمی کسی چیز کو قصداً دیکھنا نہ چاہے تو اس کو دیکھنے سے مانع بہت سی چیزیں ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ مکرمہ کے علاوہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی نگاہوں کو اس واقعہ سے پھیر لیا ہو تا کہ یہ مشاہدہ اہل مکہ کے ساتھ خاص ہو جائے جیسا کہ اور بہت سے معجزات کے مشاہدہ کے ساتھ اہل مکہ خاص تھے اور دوسروں کو صرف ان کے بیان کرنے سے ان معجزات کا علم ہوا ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

شق القمر کا معجزہ بہت عظیم معجزہ تھا اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہوا اور کسی شخص کی دسترس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔ (فتح الباری: ج: 7، ص 580 تا 581 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم مدائن سے ایک فرسخ کے سفر پر رہتے تھے تو جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا لہٰذا میں اپنے باپ کی معیت میں جمعہ کی نماز پڑھنے آیا۔
حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔
سنو قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند کے ٹکڑے ہونے کا معجزہ ظاہر ہو گیا ہے تفکر کرو یہ فانی جہان ہے اور مقابلہ کا میدان ہے اور کل مقابلہ اور سبقت کرنے کا نتیجہ سامنے آئے گا۔
میں نے کہا: ابا جان! کیا مخلوق دوڑے گی۔
تو میرے باپ نے کہا: تو تو ہے ہی جاہل یہ اعمال کی دوڑ ہے۔
جب دوسرا جمعہ آیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہی واقعہ (چاند کا دو ٹکڑے ہونا) دہرایا۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
چاند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو ٹکڑے ہوا۔ آج مقابلہ کا میدان ہے اور کل مقابلہ اور سبقت کرنے کا نتیجہ سامنے آئے گا پیچھے رہنا دوزخ ہے سبقت کرنا جنت ہے۔ (مستدرک: ج:4، ص:651)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند گرہن ہوا۔
تو مشرکین نے کہا: چاند پر جادو ہو گیا ہے تو یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔
قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ (معجم الکبیر: ج:11، ص:250)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گواہ رہو۔ (مسند احمد: ج:7، ص:303)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔
تو مشرکین نے کہا: یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔
تو کچھ لوگوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے دوسری جگہوں سے مسافرین کو آنے دو دیکھتے ہیں وہ کیا اس کے بارے میں کہتے ہیں پھر مختلف جگہوں سے مسافر آ گئے تو تمام نے اس بات (یعنی چاند کے دو

ٹکڑے ہونے کی) تصدیق کی۔ (صحیح البخاری: جز: 11، ص: 467)

ایک اور روایت میں ہے: مکہ مکرمہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔

تو مشرکین نے کہا: یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے، مسافرین سے پوچھیں اگر انہوں نے دیکھا ہے تو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں اگر ان مسافروں نے نہیں دیکھا تو یہ جادو ہی ہے چنانچہ ہر اطراف سے آنے والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی گواہی دی۔ (مشکل الآثار للطحاوی: جز: 2، ص: 201)

اعتراض

اگر یہ کہا جائے کہ تمام روئے زمین کے دوسرے ملک والوں میں چاند کا ٹکڑے ہونا کیوں مشہور و معروف نہیں؟

جواب

اس کی نفی کون کرتا ہے بہت وقت گزر گیا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے علمی آثار اور ذخائر ضائع ہو گئے ہوں کفار اور نبوت کا انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے تھے ممکن ہے کہ جس وقت ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی خبر ہوئی ہو تو انہوں نے اس خبر کو چھپالیا ہو اور جان بوجھ کر بھلا دیا ہو۔ اس کے علاوہ بھی کئی سیاحت کرنے والوں کا قول ہے کہ ہندوستان میں ایک عالی شان اور دیو ہیکل عمارت ہے جس پر یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہونے کی رات اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہ معجزہ کافی رات گزر جانے کے بعد ظہور ہوا اکثر وجوہات کی وجہ سے دوسرے مسلک والے اس کو ملاحظہ نہ کر سکے کیونکہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا بھی تھا اور کثیر لوگ سو رہے تھے اور ممالک میں چاند کے طلوع اور غروب ہونے کا ایک وقت بھی نہیں اس کے علاوہ بھی کئی وجوہات ہیں۔

اللہ تعالیٰ (اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔ (معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص: 164 اکبر بک سیلرز لاہور)

☆ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کیے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو بھی واپس لوٹایا تھا جس پر کثیر دلائل ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی تھی اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اے اللہ عز و جل! بے شک علی (رضی اللہ عنہ) تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا تو ان پر سورج لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا پھر غروب کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 390)

ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے تمام طرق اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ بلا شک وشبہ موضوع ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کے واپس والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مودودی صاحب نے تو پکا پکایا حلوہ کی صورت میں اقوال بیان کر دیئے مگر اس کی تہہ تک نہیں پہنچا۔ سورج کو لوٹانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو لوٹایا تھا جس طرح علماء ومحدثین مفسرین کے اقوال سے ثابت کیا جاتا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: سورج کو لوٹانا بہت عظیم معجزہ ہے اور ابن الجوزی نے اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں درج کر کے خطا کی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو کتاب الرد علی الروافض میں درج کر کے اس کو موضوع کہا یہ اس کی بھی خطا ہے۔ (فتح الباری: ج:6، ص:247 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن عراقی الکنانی متوفی 963ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ

اس حدیث مبارکہ کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے اور اس کو یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے دوسری سند میں ابن عقدہ ہے اور رافضی ہے اس پر کذاب کی تہمت ہے نیز اس سند میں عبدالرحمٰن بن شریک ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے نیز یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس کی سند میں داؤد بن فراہیج ہے اس کو شعبہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ

فضیل بن مرزوق ثقہ اور بہت زیادہ سچا راوی ہے صحیح مسلم اور سنن اربعہ کی مصنفین نے اس سے استدلال کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن شریک کی ابو حاتم کے علاوہ دوسرے آئمہ کرام نے توثیق کی ہے اور امام بخاری نے کتاب الادب میں اس سے روایت کیا ہے اور ابن عقدہ بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں اور ان کی جرح اور تعدیل میں لوگوں کا اختلاف ہے اور جن لوگوں نے ان پر حدیث وضع کرنے کی تہمت لگائی ہے ان کی امام دارقطنی نے تکذیب کی ہے۔

حمزہ السہمی نے کہا ہے کہ

ان پر وضع کی تہمت کو طفیلی ہی لگا سکتا ہے۔

اور داؤد بن فراہیج کی ایک قوم نے توثیق کی ہے پھر اس حدیث کو آئمہ اور حفاظ کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ان میں امام طحاوی ہیں اور امام سیوطی نے اس حدیث مبارکہ کی اسانید کے تتبع میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس ہے اور اس رسالہ کو امام شافعی کے اس قول پر ختم کیا ہے جس نبی کو بھی کوئی معجزہ دیا گیا ہمارے نبی کو اس جیسا یا اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ج:1، ص:379 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد بن ابراہیم السخاوی متوفی 902ھ اس حدیث مبارکہ کے متعلق لکھتے ہیں:
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے امام جوزی نے بھی ان کی پیروی کی اور اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے لیکن امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور صاحب شفاء نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ (المقاصد الحسنہ: ص: 236 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آ جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج رکا رہا۔ یہ حدیث منقطع ہے۔
لیکن امام طبرانی کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا۔
اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔
اور مسند احمد میں جو روایت ہے کہ
حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا اور کسی کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ
انبیاء کرام سابقین علیہم السلام میں سے کسی اور کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد نبی کے لئے سورج ٹھہرایا گیا ہو۔
اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے۔
اور تحقیق یہ ہے کہ
ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع قرار دینے کی خطا کی ہے۔

واللہ اعلم

البتہ! قاضی نے جو یہ نقل کیا ہے کہ
یوم خندق کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو لوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رد الشمس کا تیسرا

ہے۔(فتح الباری: ج:6،ص:222 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی بناء پر اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے فاسد عقیدے میں ہے مگر اس عظیم معجزے کو نظرانداز کیا جائے اور ضعیف حدیث قرار دیا جائے یہ خطاء ہے۔

جیسا کہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے ابن عقدہ کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے کیونکہ وہ رافضی تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

محض کسی راوی کے رافضی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا یقین کر لینا صحیح نہیں ہے جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے ثقہ ہو اور غالباً اسی وجہ سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض: ج:3،ص:11 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ کی سند کو حسن کہا ہے۔

جیسا کہ حافظ ہیثمی متوفی 807ھ نے لکھا ہے کہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے اور ایک حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے وہ ابراہیم بن حسن سے مروی ہے اور وہ ثقہ راوی ہیں امام ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔(مجمع الزوائد: ج:8،ص:297 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جارہی تھی اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! بے شک علی (رضی اللہ عنہ) تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے تو ان پر سورج لوٹا دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:390)

امام ابوجعفر متوفی 321ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث نبوت کی عظیم علامتوں میں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند رکھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے سورج لوٹانے کی دعا کی اس سے نماز عصر کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔
(شرح مشکل الآثار: ج:3، ص:98 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ اسماعیل بن محمد عجلانی متوفی 1162ھ لکھتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

اور علامہ ابن جوزی نے کہا: یہ موضوع ہے۔

لیکن ان کی خطا ہے اسی وجہ سے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس حدیث کو امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام طبرانی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

احمد بن صالح کہتے تھے کہ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی اس حدیث مبارکہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (کشف الخفاء ومزیل الالباس: ج:1، ص:220 مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کو لوٹایا گیا۔

حافظ ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں اور امام ابن مندہ اور امام ابن شاہین نے اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا اور سو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلایا نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! بے شک تیرا بندہ علی (رضی اللہ عنہ) اپنے نبی کی خدمت میں مشغول تھا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹا دیا حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی اور سورج غروب ہو گیا یہ صہباء کا واقعہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا دوسرا متن یہ ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے ایک دن آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھا ہوا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج لوٹا دیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھ لی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو گیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اس حدیث مبارکہ کو الشفاء میں نقل کیا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اور کہا ہے کہ

یہ سب معجزات سے ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

امام احمد بن صالح یہ فرماتے ہیں کہ

جس شخص کا مقصد علم ہو اس کو چاہئے کہ وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کو حفظ کرے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے تخریج رافعی میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی کوئی اصل نہیں ہے اور ابن تیمیہ نے ان کی پیروی کی ہے اور روافض کے رد میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔

اور ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ

اس کی سند میں احمد بن داؤد ہے۔

دار قطنی نے اس کے متعلق کہا ہے۔

وہ متروک الحدیث ہے اور کذاب ہے۔

اور ابن حبان نے کہا ہے کہ

وہ حدیث وضع کرتا تھا۔

پھر ابن جوزی نے کہا: یہ حدیث باطل ہے اور جس نے اس کے موضوع ہونے سے غفلت کی اس سے اس میں محض فضیلت کی صورت کو دیکھا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور سورج کے لوٹ آنے سے وہ نماز ادا نہیں ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ابن الجوزی کی غلطی ہے اس پر حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ رد کر چکے ہیں اور اہل علم کو معلوم ہے کہ ابن الجوزی احادیث صحیحہ کو احادیث موضوعہ میں درج کر دیتے ہیں اور اس پر ان کے معاصر اور ان کے بعد کے بکثرت علماء نے رد کیا ہے۔

جس طرح کہ

حافظ عراقی نے نکت الصلاح میں نقل کیا ہے اور اس حدیث کو متعدد حفاظ نے صحیح کہا ہے۔

حتیٰ کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کا متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے اس لیے ابن جوزی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور ابن جوزی کا یہ کہنا کہ

اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

اس کا جواب یہ ہے: اس میں فائدہ ہے اور یہ ہے کہ سورج کے لوٹنے سے وقت لوٹ آتا ہے۔

اور رہا اس کا یہ کہنا کہ

سورج کا لوٹ آنا قضا نماز کو ادا نہیں بناتا۔ اس کا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ارشاد میں یہ جواب دیا ہے کہ جب سورج غروب ہو اور پھر لوٹ آئے تو اس کے لوٹ آنے سے وقت بھی لوٹ آئے گا۔

اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

اور شہاب الدین خفاجی نے شرح الشفاء میں لکھا ہے کہ

اگر سورج کے لوٹنے کے بعد بھی یہ نماز قضا ہی رہتی تو پھر سورج کے لوٹانے کا کیا فائدہ تھا کیونکہ یہ نماز ایک عذر کی بناء قضاء ہوئی تھی۔

اور عذر یہ تھا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے اور یہ فضیلت ہے اور جب وہ نماز لوٹائی گئی تو وہ فضیلت حاصل

ئی۔

اور دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ

یہ نماز ادا ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی نے التذکرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

جب سورج لوٹ آیا تو گویا وہ غروب نہیں ہوا۔

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ ایک گھنٹہ مؤخر ہو گیا۔ (اتحاف السادۃ المتقین: ج:7، ص 191 تا 192 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

ہر نبی کے معجزے کا صدور اس زمانے کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں فصاحت و بلاغت کا بہت غلبہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام دے کر مبعوث فرمایا جس کی نظیر لانے سے تمام جن وانس عاجز ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا معجزہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا کفار نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً چاند کو دو ٹکڑے فرما دیا اس قسم کے اور بھی معجزات عظیمہ ہیں۔

قوم ثمود کا نشانی لے کر آنے کا مطالبہ کرنا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ علیہ السلام سچے نبی ہیں تو کوئی نشانی لے آئیں۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے کہا: اے صالح! اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:314 مطبوعہ کراچی)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا آپ علیہ السلام نے انہیں دعوت حق دی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ (علیہ السلام) ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں۔

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا ایمان لانے کے لئے دس ماہ کی گابھن اونٹنی کا مطالبہ کرنا جو فوراً بچہ جن دے

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کی نبوت پر یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ علیہ السلام واقعی سچے نبی ہیں تو آپ علیہ السلام اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً ہی بچہ جن دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اگر آپ (علیہ السلام) اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ جن دے تو آپ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئیں گے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا بیٹھ کر ان کے مطالبہ پر غور وفکر کرنا

جب قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً جن دے تو آپ علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگ گئے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:525 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آ کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ سے پتھر سے اونٹنی نکالنے کی دعا کرو

جب حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر قوم کے مطالبہ پر غور وفکر فرما رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے۔

تب ان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے۔

(تفسیر کبیر: ج:8، ص:525 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا مطالبہ پورا کرنے پر ایمان لانے پر قوم سے پختہ قسمیں لینا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد ایمان لے آئیں گے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اونٹنی نکال دینے کی دعا کرنا

حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کا مطالبہ پورا فرمادے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

پھر حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کردے۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو زمین کے کسی پہاڑ کی طرف جانے کا حکم

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تا کہ تمہارا مطالبہ پورا کروں۔

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ثمود نے کہا: اے صالح! اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو۔ (تفسیر عبد الرزاق: رقم الحدیث: 911)

پہاڑ کا پھٹنا اور اونٹنی کا نکلنا

قوم کے مطالبہ سے پہاڑ پھٹ گیا اور اس سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ثمود نے کہا: اے صالح (علیہ السلام) اگر آپ علیہ السلام سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں؟

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تو وہ پہاڑ پھٹ پڑا اور اس کے شگاف سے اونٹنی اسی طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔ (تفسیر عبد الرزاق: رقم الحدیث: 911)

اللہ تعالیٰ کا چٹان سے قوم کے مطالبہ کے مطابق اونٹنی نکالنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ سے پہاڑ سے اونٹنی نکالنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے قوم کے مطالبہ کے مطابق نکال دی۔

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کردے تب اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی جوان طلب کردہ صفات کے مطابق تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:134 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی

اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کے لئے نشانی بنائی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (الاعراف:73)

بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے نشانی آچکی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (ھود:64)

اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے۔

اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ

اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر معجزہ کئی وجوہ سے ہے۔

1- اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اس اونٹنی کو پیدا فرمایا۔

2- اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے اندر اس اونٹنی کو پیدا کیا پھر اس پہاڑ کو شق کر کے اس اونٹنی کو نکالا۔

3- اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نر کے اس اونٹنی کو حاملہ بنایا۔

4- اللہ تعالیٰ نے بغیر ولادت کے مکمل جسامت اور شکل وصورت کے ساتھ اس اونٹنی کو پیدا کیا۔

5- روایت ہے کہ ایک ایک دن وہ کنوئیں سے پانی پیتی تھی اور ایک دن پوری قوم پیتی تھی۔

6- اس سے بہت زیادہ مقدار میں دودھ حاصل ہوتا تھا جو پوری قوم کے لئے کافی ہوتا تھا۔

یہ وہ وجوہات ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر قوی دلیل ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ یہ اونٹنی ہے

جب قوم نے اونٹنی کا مطالبہ کیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی ان کے سامنے کھڑی کردی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ (الشعراء:155)

صالح نے کہا! یہ اونٹنی ہے۔

پہاڑ کا حاملہ عورت کی طرح پھول کر پھٹنا اور وسط سے اونٹنی کا نکلنا

حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پہاڑ حاملہ عورت کی طرح پھول کر پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15867)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو میلہ میں تبلیغ کرنا

حضرت صالح علیہ السلام نے جو قوم کو تبلیغ کی وہ ایک میلہ میں کی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

اے میری قوم میں نے تم کو بہت اچھی طرح سمجھایا مگر تم نے نہ سمجھا تم اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ میں نبی ہوں اور خدا تعالیٰ کا خاص پیغام، خالص سچا دین لے کر تمہارے پاس آیا ہوں تو اچھا اب اس طرح سمجھنے کی کوشش کرو اور خوب غور کرو اور بعد غور کے مجھ کو بتاؤ اگر میں ہوں سچائی پر اور حقیقت بھی یہی ہے اور جو کچھ میں نے تم کو تبلیغ کی ہے وہ بالکل درست ہے میرے رب عزوجل کی طرف سے ہے اور اس اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور حکمت بالغہ سے مجھ کو نبوت عطا کی ہو جس کو تمہاری عقلیں نہیں مانتیں حالانکہ یہ حقیقت اور یقین ہے جس کو میں ہی سمجھتا ہوں شک تو صرف تم کو ہے لہٰذا تم بتاؤ کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے عتاب سے کون بچائے گا اور کون میرا مددگار ہو گا اگر میں تمہاری منت وسماجت مان کر یا تمہارے ڈرانے دھمکانے سے مرعوب ہو کر اس اللہ جل شانہ کی نافرمانی کروں یا اس طرح کہ تبلیغ رسالت چھوڑ کر شرک وکفر کی برائی بیان کرنا چھوڑ کر بیٹھ جاؤں اور گوشہ تنہائی اختیار کر لوں بس اپنی عبادت وریاضت میں لگا رہوں تم ڈوبتوں کو نہ بچاؤں جس ڈیوٹی، عہدے اور ذمہ کے ساتھ یہاں بھیجا گیا ہوں وہ انجام نہ دوں تو تم میں سے کون ہمت والا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے اس لیے کہ میری خلوت نشینی میرے لیے گناہ ہے ہر شخص کا گناہ اس کی ذمہ داریوں کے مطابق ہوتا ہے تمہاری ذمہ داری تو صرف عبادت خدا تعالیٰ کرنا ہے مگر میری ذمہ داری عبادت کرنا بھی ہے کرانا بھی ہے تمہارا کام تو فسق، کفر، شرک، بت سازی، برائی سے بچنا ہے لیکن میرا

کام تم کو ان تمام برائیوں سے بچانا ہے۔تمہاری خلوت نشینی کی عبادات تم کو مفید مگر مجھ کو میری خلوت نقصان دہ یا اس طرح تمہاری خواہش کے مطابق تمہارے دین کو سچا کہہ دوں۔ ذرا سوچو کہ تمہاری ان امیدوں سے جو تم نے مجھ سے لگائی ہوئی تھیں لگائی ہیں میرا فائدہ ہوگا کہ نقصان۔ یہ دوسرا طریقہ آسان ہے جس سے میں تم کو تبلیغ کر رہا ہوں مگر اب بھی تم سمجھنے کے قریب معلوم نہیں ہوتے تمہاری عقلیں نہ معلوم تم کو کس طرف لے جارہی ہیں مگر میں شروع سے سمجھتا ہوں کہ پس تم میرے لیے کچھ زیادہ نہ کرو گے سوائے اس کے کہ اور زیادہ میرا نقصان در نقصان ہوگا تمہارے ساتھ ملنے سے تو تم مجھ کو سرداری، بادشاہت لالچ دے رہے ہو مگر میں جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ لگنے سے میرا کتنا نقصان ہے۔ ناراض رب تعالیٰ، اعمال کی بربادی عذاب عتاب، ناشکری کی سزا وغیرہ وغیرہ اور غور کرو کہ جب میں تمہارے اس شرکیہ راستے کو تمہارا خسارہ کہہ رہا ہوں پس اگر میں اس میں مبتلا ہو گیا فرض محال تو پھر میں دگنے تگنے خسارے میں ہوں گا..... حضرت صالح علیہ السلام کی یہ تبلیغ بہت بڑے میلے میں ہوئی تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص198 تا199 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کا مطالبہ قوم کے سردار جندع بن عمرو نے کیا

جس نے اونٹنی کا مطالبہ کیا تھا وہ قوم کا سردار جندع بن عمرو تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حسب عادت مشرکوں نے معجزہ طلب کیا۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کون سا معجزہ مانگتے ہو۔

تو ان کے سردار جندع بن عمرو نے کہا: اس کاثبہ نامی چٹان سے ایک موٹی تازی خوبصورت حاملہ اونٹنی پیدا ہو تب ہم سب آپ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے پختہ وعدے لے لئے ان کے اس مطالبہ کا ذکر سورہ شعراء میں ہے جب آپ علیہ السلام نے یہ ایمان لانے کا وعدہ سب کفار سے لے لیا تب آپ علیہ السلام نے نفل حاجت پڑھے اور اس معجزہ کے عطا کی دعا مانگی رب تعالیٰ نے قبول فرمالی دیکھتے دیکھتے اسی وقت چٹان پھولنا شروع ہوئی اور پھر پھٹی جس میں سے جوان خوبصورت حسب مطالبہ دس ماہ کی اونٹنی برآمد ہوئی۔

تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

اے میری قوم! یہ لو اپنا مطالبہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:199 مطبوعہ لاہور)

پہاڑ کے صخرہ سے اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا تھا

قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے پہاڑ کے صخرہ سے اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے: ایک بار آپ علیہ السلام کی قوم نے کہا: ہم لوگ اپنے میلہ میں جا رہے ہیں وہاں اپنے بتوں سے دعا کریں گے آپ اپنے رب سے دعا کریں اگر آپ کی دعا آپ کے رب نے قبول کر لی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: بتاؤ! میں کیا دعا کروں۔ تو قوم کے سردار جندع بن عمرو نے ایک پہاڑ کے صخرہ کی طرف اشارہ کیا جس کا نام کاثبہ تھا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس چٹان سے ایک حاملہ اونٹنی خوب موٹی تازی نکالے جو نکلتے ہی بچہ جن ے۔ آپ علیہ السلام نے اس قوم سے عہد و پیان لیا کہ اگر میں نے یہ معجزہ تم کو دکھا دیا تو تم ایمان لانا سب نے عہد کیا۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی عزوجل میں دعا کی۔ دعا کرتے ہی چٹان میں سے ایسی آواز آئی جیسے جانور بچہ جنتے وقت آواز نکالتا ہے پھر پتھر پھٹا اور ایک عظیم الجثہ موٹی تازی حاملہ اونٹنی اس میں سے نکلی اس نے نکلتے ہی بچہ جنا جو خود اس کے برابر تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا شدہ اونٹنی جو تم نے مانگی تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:539 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کو چند وجوہ سے نشانی فرمایا گیا

اونٹنی کو چند وجوہ سے نشانی فرمایا گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

1-بغیر ماں باپ پیدا ہوئی۔

2-پتھر سے نکلی۔

3-خوب فربہ اور جوان پیدا ہوئی۔

4-حاملہ پیدا ہوئی پیدا ہوتے ہی بچہ دیا۔

5-بچہ چھوٹا سا نہیں دیا بلکہ اپنی برابر کا دیا۔

6-ایک دن چھوڑ کر ایک دن کنویں پر پانی پیتی تھی اور سارا کنواں پی جاتی تھی۔

7-جب پانی کی باری ہوتی تھی تو اس دن کوئی جانور کنویں پر پانی پینے نہیں آتا تھا۔

8-وہ اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم ثمود کو کافی ہوتا تھا اور اس کی باری کے دن وہ لوگ اس دودھ سے گزارہ کرتے تھے ن کھیتوں، باغوں کو وہ چر لیتی تھی اس کے سبزہ اور پھل میں بہت برکت ہوتی تھی جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک معجزہ ہت سے معجزات کا مجموعہ تھا ان وجوہ سے وہ ایک نشانی نہ تھی بلکہ آیات یعنی نشانیوں کا مجموعہ تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:8،ص:540 مطبوعہ لاہور)

درت کی پانچ نشانیاں

اور مقام پر رقم ہے۔

اور دیں ہم نے قوم حجر کو بہت سی اپنی قدرت کی آیتیں (یعنی نشانیاں) یا اس طرح کہ چونکہ ان کو اپنی پتھر سازی پر ناز تھا پتھر سے بڑے بڑے مکان پہاڑوں کے اندر ہی اندر کھودتے بناتے چلے جاتے تھے اور دیگر بڑے بڑے جانور تراشتے تھے م نے حضرت صالح علیہ السلام کو پتھر ہی کا معجزہ عطا فرمایا کہ اس سے ایک اونٹنی بھاگتی دوڑتی نکل آئی جس میں ہماری قدرت

کی پانچ نشانیاں تھیں۔

1- بہت بڑی کہ آج تک اور تا قیامت اتنا بڑا کوئی جانور پیدا نہ ہوا نہ ہوگا۔

2- اور اونٹنی نے نکلتے ہی بہت بڑا بچہ جنا اور دو دن بعد پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔

روایتوں میں ہے کہ

قیامت کے قریب وہ دابۃ الارض کے نام سے نکلے گا۔

3- پہاڑ سے نکلنا کہ بہت بڑی چٹان پھٹی اس میں اونٹنی چیختی چلاتی نکل آئی چٹان پھر کافی دیر کے بعد اسی طرح بند ہوگئی۔

4- وہ اونٹنی بستی کا سارا پانی پی جاتی تھی اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن پیتی اور کھاتی کچھ نہ تھی۔

5- ہر روز دودھ اتنا دیتی تھی کہ بستی کے ہزاروں انسانوں کو کافی سے زیادہ ہوتا تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:14، ص 121 تا 122 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کا چٹان سے نکل کر قوم کے سامنے بیٹھنا اور فوراً بچہ جن دینا

قوم ثمود نے جب حضرت صالح علیہ السلام سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کا پہاڑ سے نکلنے کا مطالبہ کیا جو فوراً بچہ جن دے تو حضرت صالح علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اونٹنی پہاڑ کی چٹان سے نکلی جو قوم ثمود کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور فوراً بچہ جن دیا۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ

اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور وہ فوراً ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔

آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:525 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معجزہ دیکھ کر بہت ساری قوم کا ایمان لے آنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے مطالبہ کے مطابق پہاڑ سے اونٹنی نکلوا دی تو ان میں سے بہت ساری قوم ایمان لے آئی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا تو ان میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم کا سردار جندع ابن عمرو اور خاندان کا مسلمان ہو جانا

اونٹنی جیسے عظیم الشان معجزہ کو دیکھ کر قوم کا سردار جندع ابن عمرو اور اس کے خاندان والے ایمان لے آئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یہ معجزہ دیکھ کر جندع ابن عمرو اور اس کے خاندان کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:540 مطبوعہ لاہور)

جندع ابن عمرو اور خاندان کے علاوہ باقی قوم کافر رہی

جندع ابن عمرو اور اس کا خاندان تو ایمان لے آئے مگر باقی قوم کافر ہی رہی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یہ معجزہ دیکھ کر جندع ابن عمرو اور اس کے خاندان کے لوگ مسلمان ہو گئے باقی قوم کافر رہی۔

(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:540 مطبوعہ لاہور)

اکثر قوم کا کفر اور گمراہی پر ہٹ دھرم رہنا

عظیم الشان معجزہ کو دیکھ کر جندع ابن عمرو اور اس کا خاندان ایمان لے آئے مگر اکثر قوم کفر اور گمراہی پر قائم رہی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمرو بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا تو ان میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو زمین میں اونٹنی کے چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دینے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دو۔

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے وسط سے اونٹنی نکلی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

یہ اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دو۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15866)

اونٹنی قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی اور پانی پیتی تھی

اونٹنی قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی اور پانی پیتی تھی۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو اونٹنی بطور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی۔
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔
یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15875)

اپنے نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے تھے تو مقام حجر میں پہنچ کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اپنے نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے ہوئے تھے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں پہنچ کر ارشاد فرمایا:
اے لوگو! اپنے نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو یہ قوم صالح ہے جس نے اپنے نبی سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی نشانی بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیج دی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15866)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حجر سے اونٹنی کو تیز دوڑانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو اپنی اونٹنی کو تیز دوڑایا۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الحجر سے گزرے۔
تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جن لوگوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں کے پاس سے بغیر روئے نہ گزرنا کہ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے پھر

پ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو تیز دوڑایا اور اس مقام کو پیچھے چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3380)

ضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو کنویں سے ایک دن خود پانی پینے اور ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کا فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم یہ اونٹنی ہے ایک دن خود پانی پینا اور ایک دن اونٹنی پانی پئے گی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (الشعراء: 155)

صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے (پانی) پینے کا ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے (پانی) پینے کا ہے۔

ونٹنی کا اپنی باری پر قوم کے راستے سے اپنا پانی پینا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم اور اونٹنی کے لئے پانی پینے کے دن مقرر فرما دیئے تو اونٹنی اپنی باری پر قوم کے راستے سے اپنا پانی پیتی تھی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے (قوم) راستے سے اپنا پانی پیتی تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15868)

ٹنی اپنی باری پر کنویں کا سارا پانی پی جاتی

اونٹنی اپنی باری پر کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

ایک دن وہ پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی اور جس دن وہ پانی پینے جاتی تو کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

م ثمود کا اپنی باری پر پانی پینا

قوم ثمود کے لئے جو پانی پینے کا دن مقرر تھا وہ اپنی باری پر پانی پیتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

ایک دن وہ (اونٹنی) پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کا اپنی باری پر اگلے دن کا پانی جمع کر لینا

قوم ثمود کا چونکہ پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا اس لیے وہ اگلے دن کے لئے بھی پانی جمع کر لیتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود اپنی باری پر اگلے دن کی ضروریات کے لئے پانی جمع کر کے رکھتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1 ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود اونٹنی کے پانی پینے کے دن اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیتے

ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ قوم ثمود اونٹنی کے پانی پینے کے دن اونٹنی کا دودھ دوہ کر پی لیتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس دن وہ سب لوگ اس اونٹنی کا دودھ (دوہ کر) پی لیتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 1 ص: 135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کا ناغہ کے دن اونٹنی سے دودھ دوہ لینا

قوم ثمود کی جس دن پانی پینے کی باری نہ ہوتی اس دن اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے راستے سے اپنا پانی پیتی تھی اور جتنا وہ لوگ اس کے ناغہ کے دن پانی پیتے تھے اس سے اس دن اتنا دودھ دوہ لیتے تھے پھر وہ لوٹ جاتی تھی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15868)

قوم ثمود اونٹنی کی باری پر اس کو کھلی فضاء میں لے جا کر دودھ دوہتے

جب اونٹنی کے پانی پینے کی باری کا دن ہوتا تو قوم ثمود اونٹنی کو کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں بہت لمبی عمریں عطا فرمائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا سو جب انہوں نے ایسا ہوتے دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیئے وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں غاریں سی بنا لیتے اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشی اعتبار سے خوشحال تھے۔

تو انہوں نے کہا: اے صالح (علیہ السلام) ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس کے سبب ہم یہ جان لیں کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اونٹنی پیدا فرمائی پانی پینے کے لئے ایک دن اس کے لئے اور ایک دن ان کے لئے مقرر تھا۔ پس جب اس کے پانی پینے کا دن ہوتا تو وہ اس کو کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:311 تا 312 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود دودھ سے چھوٹے بڑے برتن اور مشکیزے بھر لیتی

قوم ثمود اونٹنی کا دودھ دوہ کر اپنے برتنوں اور مشکیزوں کو بھر لیتے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:312 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود اونٹنی کے پانی پینے کے دن اونٹنی کو کنویں سے دور بھگا دیتے اور وہ پانی نہ پی سکتی

قوم ثمود اونٹنی کے پانی پینے کے دن اونٹنی کو کنویں سے دور بھگا دیتے اور وہ پانی نہ پی سکتی تھی حالانکہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے برتن سب بھر لیتے اور مشکیزوں کو بھی بھر لیتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود اونٹنی کے پانی پینے کے دن اونٹنی کو کنویں سے دور بھگا دیتے اور وہ پانی نہ پی سکتی تھی حالانکہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے برتن سب بھر لیتے اور مشکیزوں کو بھی بھر لیتے تھے اور جب ان کے پانی پینے کا دن ہوتا تو اسے پانی سے دودھ بھگا دیتے اور کوئی پانی نہ پی سکتی جبکہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔

(تفسیر در منثور: ج:3،ص:311 تا 312 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی نو سو یا پندرہ سو قبیلوں کو گھر گھر جا کر دودھ دیتی

اونٹنی نو سو یا پندرہ سو قبیلہ والوں کے گھر گھر کے سامنے جاتی اور وہ دودھ دوہ لیتے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

لو یہ میرا معجزہ ہے تمہارے لیے نشانی قدرت ہے اب وعدے کے مطابق ایمان لاؤ پس اس کی حالت پر اس کو چھوڑ دو یہ خود ہی اپنی غذا کھانا بھی پانی بھی حاصل کرتی رہے گی نہ اس کو باندھو نہ روکو نہ بھگاؤ نہ جھڑکو نہ اس کے غذا کی مشقت کرو یہ خود ہی کھیتوں کے پتے کھائے گی اور ایک دن کا سارا پانی کنویں، تالاب کا پئے گی اور تم کو اتنا کثیر دودھ دے گی کہ تم سارے قبیلے سے نہ ہو سکے گا وہ قبیلہ والے پندرہ سو تھے ایک روایت میں (900) نو سو تھے یہ اونٹنی خود ہی کھا پی کر بازار میں آ جاتی اور ہر گھر کے سامنے آ جاتی گھر والا نکلتا اور دودھ دوہ لیتا سارے برتن بھر لیتا جب آخری برتن بھر جاتا تو اونٹنی کو علم ہو جاتا تو خود ہی آگے چلی

جاتی حتیٰ کہ سارا قبیلہ دودھ حاصل کرتا اور جانے کی بھی لوگوں کو مشقت نہ کرنی پڑتی نہ تلاش کرنا پڑتا نہ انتظار۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:199 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کے دودھ سے لوگ تندرست، بچے اولاد موٹے تازے ہوگئے

قوم ثمود اونٹنی کے دودھ سے تندرست ہوگئے اور بچے اولاد موٹی تازی ہوگئی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(اونٹنی کے دودھ سے) لوگ تندرست ہوگئے بچے اولاد موٹی تازی ہوگئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:13، ص:199 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود سے دودھ بچ جاتا کبھی کم نہ ہوا

قوم ثمود اس قدر اونٹنی سے دودھ دوہ لیتے کہ پیٹ بھر کر پینے کے باوجود بھی بچ جاتا ان سے کبھی دودھ کم نہ ہوا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(اونٹنی کے دودھ سے) لوگ تندرست ہوگئے اور بچے اولاد موٹی تازی ہوگئی دودھ بچ رہتا کمی نہ ہوتی اونٹنی سے فائدہ حاصل کرتے رہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا وعدۂ ایمان سے پھر جانا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ اس پہاڑ سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی نشانی دکھاؤ جو فوراً بچہ جن دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ جب اونٹنی نے بچہ بھی جن دیا اور ان کو دودھ بھی پلاتی رہی مگر پھر بھی وہ بدبخت ایمان نہ لائے اور اپنے کیے ہوئے وعدہ سے پھر گئے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(وہ) اونٹنی سے فائدہ حاصل کرتے رہے مگر اپنے وعدۂ ایمان سے پھر گئے اور ایمان نہ لائے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کی چاہت کے مطابق اونٹنی دودھ دیتی

قوم ثمود جس قدر چاہتی اتنا ہی اونٹنی ان کو دودھ دیتی۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تو لوگ جتنا چاہتے اونٹنی انہیں دودھ دیتی۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:266 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود ایمان سے کب پھری؟

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا وہ لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے پھر جب ان کا وصال ہوا تو ان کی قوم نے کفر اختیار کر لیا اور اسلام سے پھر گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی طرف بھیجا۔

فرمایا کہ میں صالح ہوں۔

لوگوں نے کہا: حضرت صالح علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں اگر تم صالح (علیہ السلام) ہو تو کوئی نشانی لاؤ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی بھیج دی ان لوگوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور کفر اختیار کیا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا ایک کپڑا بننے والے نے اس کی کونچیں کاٹی تھیں جسے قدار بن سالف کہتے تھے۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:266 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کے پانی پینے کے دن ان کے چوپائے بھی پانی پیتے اور زمینوں کے لئے بھی ہوتا

جس دن قوم ثمود کے پانی پینے کا دن ہوتا اس دن ان کے چوپائے بھی پانی پیتے اور زمینوں کے لئے بھی ہوتا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس روز اونٹنی کی باری ہوتی تو وہ سارے کا سارا پانی پی جاتی اور جس روز لوگوں کی پانی کی باری ہوتی تو یہ ان کے لئے ان کے چوپاؤں اور ان کی زمینوں کے لئے ہوتا۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:266 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو اونٹنی کو نقصان پہنچانے سے روکنا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اونٹنی کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اگر تم نے اس کو نقصان پہنچایا تو تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو اونٹنی بہ طور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15873)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو اونٹنی کو برے ارادے سے چھونے سے منع فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ

تعالیٰ کی زمین میں چھوڑ دو تا کہ یہ کھاتی پھرتی رہے اور اس کو برائی کے ارادے سے نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَـٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (الاعراف:73)

بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرتی رہے اور اس کو برائی (کے ارادہ) سے نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب گرفت میں لے لے گا۔

اور روایت ہے کہ

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ثمود نے کہا: اے صالح (علیہ السلام)! اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں؟

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تو وہ پہاڑ پھٹ پڑا اور اس کے شگاف سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چھوڑ دو تا کہ کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ارادہ سے نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا اس کے لئے پانی کی باری ہے اور تمہارے لیے پینے کی باری کا ایک دن مقرر ہے۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

قوم ثمود کو شیطان کا فتنہ میں مبتلا کرنا

قوم ثمود اونٹنی کے پانی کی تقسیم سے تنگ آ گئی جس کی وجہ سے شیطان نے ان کو اونٹنی کے مارنے کے فتنے میں مبتلا کر دیا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ

ایک دن ثمود اپنی مجلس میں جمع ہوئے وہاں حضرت صالح علیہ السلام بھی آ گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے حسب معمول ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی ان کو وعظ اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

ثمود نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اگر آپ علیہ السلام! اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ دے تو ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد وہ ایمان

آئیں گے پھر حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کر دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی جوان کی طلب کردہ صفات کے مطابق تھی۔ جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا توان میں سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر کھانے دو وہ جہاں چاہتی چرتی تھی ایک دن وہ پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی اور جس دن وہ پانی پینے جاتی تو کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔ ثمود اپنی باری پر اگلے دن کی ضروریات کے لئے پانی جمع کر کے رکھتے تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس دن وہ سب لوگ اس اونٹنی کا دودھ پی لیتے تھے پھر شیطان نے ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص134 تا 135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کا پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آنا

حضرت صالح علیہ السلام نے چونکہ قوم کے لئے ایک دن اور اونٹنی کے لئے ایک دن مقرر فرمایا تھا اسی لیے وہ اس پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ گئے اور اونٹنی کو مارنے کا منصوبہ بنانے لگے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کا اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں کرنا

جب قوم ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ گئے تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں کرنے لگے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

(قوم ثمود) اونٹنی سے فائدہ حاصل کرتے رہے مگر اپنے وعدہ ایمان سے پھر گئے اور ایمان نہ لائے چند ماہ اسی طرح گزر گئے مگر چونکہ کافر تھے کافر ہمیشہ کا فسادی ہے اس کو ایمان کی کوئی چیز گوارہ نہیں ہوتی خواہ اس میں کتنا ہی آرام کتنی ہی لذت و نفع کیوں نہ ہو اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شروع ہو گئیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کبھی کہتی اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے

قوم ثمود اونٹنی کے خلاف سازشوں میں کبھی یہ کہتی اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شروع
گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کبھی کہتی ہمارا کھیت کھا جاتی ہے

قوم ثمود اونٹنی کے خلاف سازشوں میں کبھی یہ کہتی اونٹنی ہمارا کھیت کھا جاتی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شروع
گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ کبھی کہتی ہمارے کھیت کھا جاتی ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کبھی کہتی اس کے جسم سے بد بو آتی ہے

قوم ثمود اونٹنی کے خلاف سازشوں میں کبھی یہ کہتی کہ اونٹنی کے جسم سے بد بو آتی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شروع
گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ کبھی کہتی ہمارے کھیت کھا جاتی ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ کبھی کہتے اس کے جسم
بد بو آتی ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کبھی کہتی اس سے ہمارے جانور ڈرتے ہیں

قوم ثمود اونٹنی کے خلاف سازشوں میں کبھی یہ کہتی کہ اونٹنی سے ہمارے جانور ڈرتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شرو
گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ کبھی کہتی ہمارے کھیت کھا جاتی ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ کبھی کہتے اس کے جسم
بد بو آتی ہے۔ کبھی کہتے اس سے ہمارے جانور ڈرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا سوائے ایک دن کے پانی پینے کے عذر کے کچھ نہ تھا

قوم ثمود کا زیادہ تر عذر یہ تھا کہ ایک دن کا سارا پانی پی جاتی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شر
گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ کبھی کہتی ہمارے کھیت کھا جاتی ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ کبھی کہتے اس کے

بدبو آتی ہے۔ کبھی کہتے اس سے ہمارے جانور ڈرتے ہیں۔ زیادہ تر یہی عذر تھا کہ یہ ایک دن کا سارا پانی پی جاتی ہے اور ایک دن ہمارے لیے ہوتا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود یہ نہ سوچتی کہ پانی کے بدلے کتنا دودھ دیتی ہے

قوم ثمود پانی کا عذر تو بنا رہی تھی مگر یہ نہ سوچا کہ پانی کے بدلے تم کو کس قدر دودھ دیتی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اسی فسادی طبیعت کی بناء پر حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ بھی گوارہ نہ ہوا تو اونٹنی کے خلاف مختلف سازشیں شروع ہو گئیں کبھی کہتے اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے۔ کبھی کہتی ہمارے کھیت کھا جاتی ہے حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔ کبھی کہتے اس کے جسم سے بدبو آتی ہے۔ کبھی کہتے اس سے ہمارے جانور ڈرتے ہیں۔ زیادہ تر یہی عذر تھا کہ یہ ایک دن کا سارا پانی پی جاتی ہے اور ایک دن ہمارے لیے ہوتا ہے۔ یہ نہ سوچتے کہ پانی کے بدلے تم کو کتنا دودھ دیتی ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:200 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا اونٹنی کو قتل کرنے کی سازش کرنا

قوم ثمود نے پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ کر یہ سازش سوچی کہ اونٹنی کو قتل کر دیا جائے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

قوم ثمود نے یہ سازش کی تھی وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت صالح علیہ السلام کو قوم کی سازش پر وحی فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم عنقریب اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ

تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم سے سازش کرنے پر قوم کا انکاری ہونا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے پوچھا کہ کیا تم اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالو گے تو انہوں نے کہا ہم تو اس طرح کرنے والے نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم سے اس بارے میں پوچھا۔

توانہوں نے کہا: ہم اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:3،ص:312 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم سے فرمانا کہ عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اونٹنی کی کونچیں کاٹے گا

حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم سے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا پوچھا تو انہوں نے انکار کر دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اونٹنی کی اونچیں کاٹ ڈالے گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم سے اس بارے میں پوچھا۔

توانہوں نے کہا: ہم اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3،ص:1029 مطبوعہ کراچی)

قوم کا پیدا ہونے والے بچہ کی علامت پوچھنا اور اس کو قتل کرنے کا کہنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے یہ فرمایا کہ عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گا تو قوم نے کہا اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم سے اس بارے میں پوچھا۔

توانہوں نے کہا: ہم اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔

قوم نے کہا: اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے؟ قسم بخدا! جونہی ہم اس کو پائیں گے تو اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

(تفسیر درمنثور: ج:3،ص:312 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا بچہ کی علامات بتانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو بچہ کی علامات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ بچہ زرد سرخ رنگ والا، نیلا، سرخی ملا سفید رنگ اور سرخ رنگ والا ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تیری قوم

عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام نے قوم سے اس بارے میں پوچھا۔

توانہوں نے کہا: ہم اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔

قوم نے کہا: اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے؟ قسم بخدا! جونہی ہم اس کو پائیں گے تو اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ بچہ اشقر (زرد سرخ رنگ والا) ازرق (نیلا) اصہب (سرخی ملا سفید رنگ) اور احمر (سرخ رنگ والا) ہوگا۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:312 مطبوعہ کراچی)

وہ بچہ کیسے پیدا ہوا؟

وہ بچہ شیخ مرد اور عورت سے پیدا ہوا جو انہوں نے کفو نہ ملنے کی وجہ سے نکاح کیا تھا بعد میں وہ بچہ پیدا ہوا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

شہر میں تو انتہائی طاقتور اور غلبہ رکھنے والے شیخ تھے ان میں سے ایک بیٹا تھا جو نکاح کی رغبت رکھتا تھا اور دوسرے کی بیٹی تھی جس کے لئے وہ کوئی ہم کفو مرد نہیں پا رہا تھا وہ دونوں ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔

تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرے لیے کون سی شے مانع ہے کہ تو اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر رہا؟

تو اس نے جواب دیا۔

میں اس کے لئے کوئی ہم کفو لڑکی نہیں پا رہا۔

تو اس نے کہا: میری بیٹی اس کی ہم کفو ہے میں اس کی شادی کر دیتا ہوں سو اس نے شادی کر دی تو ان دونوں کے ملنے سے وہ بچہ پیدا ہوا۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:312 مطبوعہ کراچی)

شہر کے آٹھ فسادی گروہ کا آٹھ دایوں کو لے کر پولیس مقرر کرنا اور بچہ کی تلاش کرنا

شہر میں آٹھ فسادی گروہ تھے جو فساد پھیلا رہے تھے تو انہوں نے بچہ کی تلاش کے لئے گاؤں سے آٹھ دایاں چنیں جن کے ساتھ پولیس مقرر کی تاکہ بچہ کی تلاش کریں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اس وقت شہر میں آٹھ گروہ تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اس کی کونچیں کاٹنے والا تمہیں میں پیدا ہوگا تو انہوں نے گاؤں سے آٹھ دایاں عورتیں چنیں اور ان کے ساتھ پولیس مقرر کی کہ وہ سارے شہر میں چکر لگائیں اور جب وہ کسی عورت کو درد میں مبتلا دیکھیں تو پھر نظر رکھیں کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ اگر پیدا ہونے والا بچہ ہو تو پھر اس کو خوب الٹ پلٹ کر کے دیکھیں کہ وہ کیسا ہے؟ اور

اگر وہ بچی ہو تو اس سے اعراض برت لیں۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

دایوں کا بچہ کو پانا اور شور مچانا

جب تلاش کے بعد بچہ مل گیا تو دایوں نے شور مچایا کہ یہی وہ بچہ ہے کہ جس کی حضرت صالح علیہ السلام نے نشاندہی فرمائی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: چنانچہ انہوں نے جب اس بچے کو پالیا تو ان عورتوں نے خوب شور مچایا کہ یہی وہ بچہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے کی ہے۔

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

پولیس کا بچہ کو اٹھانے کا ارادہ کرنا مگر اس کا دادا حائل ہو جانا

جب پولیس نے بچے کو اٹھانے کا ارادہ کیا تو اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر حضرت صالح علیہ السلام نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود ہی اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پولیس نے اس بچہ کو اٹھانے کا ارادہ کیا مگر اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا۔

اور کہنے لگا۔

اگر (حضرت) صالح (علیہ السلام) نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود اس کو قتل کریں گے۔

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

بچہ دوسرے بچوں کی نسبت تیزی سے نشوونما پایا وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتا جس قدر دوسرے بچے ایک ہفتہ میں بڑھتے ہیں اور ہفتہ میں اس قدر بڑھتا جس قدر دوسرے بچے ایک مہینہ میں بڑھتے ہیں اور ایک مہینہ میں اس قدر بڑھتا جس قدر دوسرے بچے سال میں بڑھتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پولیس نے اس بچہ کو اٹھانے کا ارادہ کیا مگر اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا۔

اور کہنے لگا۔

اگر (حضرت) صالح (علیہ السلام) نے اسی کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود اس کو قتل کریں گے۔

یہ ایک شریر بچہ تھا۔ وہ ایک دن اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑھتے ہیں وہ ایک ہفتہ میں اتنی نشوونما پاتا تھا جس قدر دوسرے بچے ایک مہینہ میں نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک مہینہ میں اس قدر بڑھتا تھا جس قدر عام بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

آٹھ فسادی گروہ اور شیخ برادران کامل کر بچہ کو عامل بنا دینے کا کہنا

جو آٹھ فسادی گروہ تھے وہ اور دونوں شیخ برادران اکٹھے ہوئے تو انہوں نے اس بچہ کو اپنے اوپر عامل بنا دینے کا کہا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

پس وہ آٹھ گروہ جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے وہ جمع ہوئے اور وہ دونوں شیخ بھی ان میں شامل ہوئے۔

تو انہوں نے کہا: اس بچے کے مقام و مرتبہ اور اس کے دادا کی عظمت و شرف کی وجہ سے اس بچے کو ہم پر عامل بنا دیجئے۔

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں نہ سوتے بلکہ اپنی مسجد میں رات گزارتے صبح کو آکر تبلیغ فرماتے

حضرت صالح علیہ السلام اس فسادی قوم کے ساتھ گاؤں میں آرام نہ فرماتے بلکہ رات اپنی مسجد میں گزارتے اور صبح کو آکر ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں ان کے ساتھ نہیں سوتے تھے بلکہ وہ رات اپنی مسجد میں گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تو ان کے پاس آتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ جب شام ہوتی تو اپنی عبادت گاہ کی طرف نکل جاتے اور وہیں رات گزارتے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:312 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا بچہ کو قتل کر دینے کا حکم فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو حکم دیا کہ وہ اس بچہ کو قتل کر دیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں یہ فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ (علیہ السلام) ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

ایک بچہ کے سوا سب کو قتل کر دینا

قوم نے ایک بچہ کے سوا سب کو قتل کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو یہ ارشاد فرمایا: عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ (علیہ السلام) ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟
تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ان کے قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔
چنانچہ انہوں نے ایک کے سواسب بچوں کو قتل کر ڈالا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

قوم کا اسی بچہ کو بالغ دیکھ کر خواہش کرنا کہ اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو وہ بھی اسی کی مثل ہوتے

قوم نے جب اس بچہ کو بالغ دیکھا تو پچھتائے کہ کاش ہم اپنی اولاد کو اگر قتل نہ کرتے تو وہ بھی اس کے مثل بالغ ہوتے۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں یہ فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔
تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں چنانچہ انہوں نے ایک کے سواسب بچوں کو قتل کر ڈالا۔
آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا: (کاش!) اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (بالغ وخوبصورت بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے۔
(تفسیر درمنثور: ج:1، ص:313 مطبوعہ کراچی)

اپنے بچوں کے قتل کے انتقام میں حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنانا

حضرت صالح علیہ السلام نے اس مخصوص بچہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا مگر انہوں نے خود ہی اپنی اولاد کو قتل کر ڈالا اب اس انتقام کے لئے وہ حضرت صالح علیہ السلام کو نعوذ باللہ قتل کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔
تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔
چنانچہ انہوں نے ایک بچہ کے سواسب بچوں کو قتل کر ڈالا۔
آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

(کاش)! اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ (تفسیر درمنثور: ج:3،ص:313 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے چٹان کے نیچے بیٹھنا اور چٹان کا ان کے اوپر گرنے کی وجہ سے ہلاک ہونا

قوم حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے منصوبہ کے مطابق چٹان کے نیچے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر چٹان کو گرادیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہو گا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک بچہ کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا: (کاش)! اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرادیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔

(تفسیر درمنثور: ج:3،ص:313 مطبوعہ کراچی)

ہلاکت کی خبر سن کر لوگوں کا ان کی طرف دوڑے چلے جانا اور کچلا ہوا دیکھ کر چیختے چلاتے واپس گاؤں کو بھاگنا

قوم کے لوگوں نے جب ان ہلاک ہونے والوں کی خبر سنی تو وہ ان کی طرف دوڑ پڑے اور ان کو کچلا ہوا دیکھ کر گاؤں کو چیختے چلاتے پلٹ آئے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک بچہ کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

(کاش)! اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔ جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں۔ لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

قوم کا کہنا کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا حضرت صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوئے کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا؟

قوم کے لوگ جب چیختے چلاتے واپس گاؤں آ گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا (حضرت) صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوا کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا؟

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

توانہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک بچہ کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا: (کاش)! اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔ جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں۔ لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔

اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا (حضرت) صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوا کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کو مارنے کے لئے تمام گاؤں والوں کا جمع ہونا مگر ڈر کر پیچھے ہٹ جانا

انتقام لینے کے لئے تمام گاؤں والے جمع ہوئے مگر عذاب کے ڈر کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

توانہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک بچہ کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

(کاش)! اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان بچہ) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو

واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا۔ پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی۔ جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں۔ لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔

اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا (حضرت) صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوا کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ چنانچہ اونٹنی کو مارنے کے لئے گاؤں کے تمام کے تمام لوگ جمع ہوئے پھر ڈر کے مارے اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

مصدع اور قیدار کو صدوق نامی حسین لڑکی کا اونٹنی کے قتل پر خود کو اور ایک حسین عورت کو انعام کے طور پر پیش کرنا

جب کوئی شخص اونٹنی کے قتل پر راضی نہیں ہوا تو صدوق نام کی ایک حسین عورت نے مصدع اور قیدار کو یہ پیش کش کی کہ اونٹنی کے قتل پر میں خود اور ایک حسین لڑکی پیش کروں گی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے۔ تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بطور انعام دی جائیں گی۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مصدع اور قیدار کے علاوہ سات اشخاص کا اونٹنی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانا

مصدع اور قیدار کے علاوہ سات اشخاص نے منصوبہ بنایا کہ جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے تو اس کو قتل کر دیں گے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بہ طور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور اشخاص نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اونٹنی کے قتل کے منصوبہ کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل خانہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانا

ان لوگوں نے یہ بھی سازش کی تھی کہ جب اونٹنی کو قتل کر ڈالیں گے تو اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قتل کر ڈالیں

گے پھران کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے۔

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آچکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بہ طور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام (نعوذ باللہ) اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے پھران کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

نو آدمیوں کا گھات لگا کر بیٹھنا اور اونٹنی کے سامنے آنے پر مصدع کا تیر مارنا اور قیدار کا اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر ہلاک کرنا

نو اشخاص اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے تیر مارا اور قیدار نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر ہلاک کر دیا۔

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آچکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بہ طور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ

وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام (نعوذ باللہ) اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے پھران کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے۔ یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 134 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اونٹنی کی کونچیں کاٹنا

قوم ثمود کے اشخاص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (الاعراف:77)

پھر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

اونٹنی سے تنگ آ کر کونچیں کاٹنا

قوم ثمود نے اونٹنی سے تنگ آ کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ثمود نے کہا: اے صالح! اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا۔

زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تو وہ پہاڑ پھٹ پڑا اور اس کے شگاف سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چھوڑ دو تا کہ کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ارادے سے نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا اس کے لئے پانی پینے کی باری ہے اور تمہارے لیے پینے کی باری کا ایک دن مقرر ہے جب وہ اس پابندی سے تنگ آ گئے تو انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

اونٹنی کی کونچیں کاٹنے پر پچھتاوا کرنا

جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو پھر پچھتانے لگے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ٥ (الشعراء:157)

پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پس وہ پچھتائے۔

اونٹنی کو مصدع کا پنڈلی کے گوشت پر تیر مارنا قیدار کا کونچوں پر تلوار مارنا

مصدع نے اونٹنی کی پنڈلی کے گوشت پر مارا اور قیدار نے کونچوں پر تلوار ماری جس کی وجہ سے اونٹنی ہلاک ہوگئی۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

جب اونٹنی پانی پی کر لوٹ رہی تھی تو وہ اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے اس کے راستہ میں ایک چٹان تھی اس کے قیدار نامی ایک شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس چٹان کے دوسرے نچلے حصہ میں مصدع نام کا ایک اور شخص چھپ کر بیٹھا ہوا

جب وہ اس کے پاس سے گزری تو مصدع نے اس کے گوشت پر تاک کر تیر مارا اور قیدار تلوار کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی کونچوں پر تلوار ماری۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10988)

اونٹنی کا چیخ کر گر جانا

جب مصدع نے اونٹنی کے گوشت پر تاک کر تیر مارا اور قیدار نے تلوار کو اس کی کونچوں پر مارا تو اونٹنی چیخ کر گر پڑی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

جب اونٹنی پانی پی کر لوٹ رہی تھی تو وہ اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے اس کے راستہ میں ایک چٹان تھی اس کے نیچے قیدار نامی ایک شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس چٹان کے دوسرے نچلے حصہ میں مصدع نام کا ایک اور شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا جب وہ اس کے پاس سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی کے گوشت پر تاک کر تیر مارا اور قیدار تلوار کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی کونچوں پر تلوار ماری وہ چیخ مار کر گر پڑی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10988)

اونٹنی کی ٹانگوں کو باندھنا پھر لبہ پر نیزہ مار کر نحر کر دینا

جب اونٹنی چیخ مار کر گر پڑی تو انہوں نے اس کی ٹانگوں کو باندھ دیا پھر اس کے لبہ پر نیزہ مارا اور اس کو نحر کر دیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم 327ھ روایت کرتے ہیں۔

امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

جب اونٹنی پانی پی کر لوٹ رہی تھی تو وہ اس کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے اس کے راستہ میں ایک چٹان تھی اس کے نیچے قیدار نامی ایک شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اور اس چٹان کے دوسرے نچلے حصہ میں مصدع نام کا ایک اور شخص چھپ کر بیٹھا ہوا تھا جب وہ اس کے پاس سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی کے گوشت پر تاک کر مارا اور قیدار تلوار کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی کونچوں پر تلوار ماردی وہ چیخ کر گر پڑی انہوں نے اس کی ٹانگوں کو باندھ دیا پھر اس کے لبہ (گردن کے نچلے حصہ) پر نیزہ مارا اور اس کو نحر (ذبح) کر دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10988)

قوم ثمود کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کرکے اونٹنی کی کونچیں کاٹنا

حضرت صالح علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اس اونٹنی کو قوم اذیت نہ دے ورنہ ان کو ہلاک کر دیا جائے گا تو قوم نے وہی کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کرکے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر پر اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اپنے نبی سے علامات اور معجزات طلب نہ کرو کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام سے یہ

مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی نشانی بھیج دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اونٹنی کو بھیج دیا وہ اس درے سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن اس کی باری نہیں ہوتی تھی وہ اس کا دودھ اس طرح دوہتے تھے جیسا کہ وہ اس سے پانی لے رہے ہیں اور اسی درے سے واپس جاتی تھی پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کر لی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ (مستدرک: ج:2،ص:371 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

قوم کا حضرت صالح علیہ السلام پر غضب ناک اور ناراض ہونا

حضرت صالح علیہ السلام نے جب مخصوص بچہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو قوم کے نو اشخاص نے اپنے بچوں کو قتل کر ڈالا پھر جب دسواں بچہ جوان ہوا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ کاش ہمارا بیٹا بھی زندہ ہوتا تو اسی طرح کا ہوتا چنانچہ وہ حضرت صالح علیہ السلام پر غضب ناک اور ناراض ہوئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا آپ علیہ السلام نے انہیں دعوت حق دی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ علیہ السلام ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں پس آپ علیہ السلام اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کے لئے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لئے تو ان تمام نے اس کا اقرار کیا ناقہ کے لئے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس میں وہ پانی پیا کرتی تھی دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام کے دونوں پہاڑ بہت تنگ تھے اس نہر پر ناقہ کا نشان قیامت تک باقی رہے گا پانی پینے کے بعد وہ ناقہ واپس آئی اور ان کے پاس ٹھہری رہتی حتیٰ کہ وہ دودھ دوہ لیتے اور وہ انہیں خوب سیراب کرتی اور جس دن وہ پانی پینے کے لئے آتے تو وہ نہ آتی ناقہ کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

اس مہینہ میں تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور اس کے ہاتھ پر تم ہلاک ہو جاؤ گے تو اس مہینہ میں سے نو افراد کے گھر بچے پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو ذبح کر دیا پھر دسویں آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے پاس اس سے قبل کوئی اولاد نہیں تھی اس دسویں بچے کا باپ سرخ نیلا تھا یہ بچہ بہت تیزی سے نشوونما پاتا جب کبھی یہ نو افراد کے پاس سے گزرتا اور وہ اسے دیکھتے تو کہتے اگر ہمارے بیٹے بھی زندہ ہوتے تو اس کی مثل ہوتے چنانچہ تمام افراد حضرت صالح علیہ السلام پر غضب ناک اور ناراض ہوئے۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:316 تا 317 مطبوعہ کراچی)

گوشت بنا کر سب کا تقسیم کر کے کھانا

قوم ثمود نے جب اونٹنی کو ذبح کر دیا تو انہوں نے گوشت بنایا پھر سب میں تقسیم کر کے کھالیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

پس ان سب نے اونٹنی کے ٹخنے کی پچھلی رگیں کاٹ دیں جس سے سارا خون بہہ گیا اور اونٹنی مرگئی اور اس کا بچہ جنگل میں غائب ہوگیا یا پہلے کونچیں یعنی ٹخنے کی رگیں کاٹیں پھر ساتھ ہی گلا کاٹ کر ذبح کر دیا دونوں (روایتیں) ملتی ہیں ذبح کرنے والا اور کاٹنے والا صرف ایک شخص قیدار بن سالف تھا مگر چونکہ سب کفار کے مشورے اور حکم سے اس نے ایسا کیا اس لیے عقروا جمع فرمایا پھر گوشت بنا کر سب نے تقسیم کر کے کھالیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:200 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کا ذبیحہ چھپ کر بدھ کی رات کو ہوا تھا

جس دن اونٹنی کو ذبح کیا گیا وہ بدھ کی رات تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اونٹنی کا ذبیحہ چھپ کر بدھ کی رات کو ہوا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:200 مطبوعہ لاہور)

چھپنا حضرت صالح علیہ السلام کے رعب وجلال کی وجہ سے تھا

قوم ثمود نے جو چھپ کر رات کو ذبح کیا وہ چھپنا حضرت صالح علیہ السلام کے رعب اور ہیبت وجلال کی وجہ سے تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

اونٹنی کا ذبیحہ چھپ کر بدھ کی رات کو ہوا تھا اور یہ چھپنا حضرت صالح علیہ السلام کے خداداد رعب اور ہیبت سے تھا اگر چہ حضرت صالح علیہ السلام اکیلے ہی تھے مگر رعب وجلال کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سردار خوشامدی بنے رہتے تھے منہ اٹھا کر بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور کچھ خاموشی اور حق پرستی کا رعب بھی تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:200 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی سے قوم ثمود کے جانور بدکتے بھاگتے تھے

قوم ثمود کے جانور اونٹنی سے بدکتے تھے کیونکہ وہ بہت موٹی اور ڈیل ڈول والی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

قوم ثمود کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے غیبی اونٹنی پیدا فرمائی جس نے پیدا ہوتے ہی قدآور بچہ دیا یہ ماں اور بچہ ثمود کی بستی میں رہنے سہنے لگے قوم ثمود کو تین دشواریوں کا سامنا ہوا ایک یہ کہ وہ اونٹنی بہت موٹی اور ڈیل ڈول والی تھی۔ ان کے دوسرے جانور اسے دیکھ کر بدکتے بھاگتے تھے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:555 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ سات ہاتھ تھی

اونٹنی جس جگہ بیٹھتی وہ جگہ سات ہاتھ تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں ثمود کی زمین میں گیا میں نے وہ جگہ ناپی جس میں وہ اونٹنی بیٹھتی تھی سات ہاتھ تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:555 مطبوعہ لاہور)

اونٹنی اور بچہ قوم ثمود کے کھیت کھاتے تھے

اونٹنی اور بچہ قوم ثمود کے کھیت کھاتے تھے کسی کو ان کے مارنے یا نکالنے کی اجازت نہ تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
دوسری مصیبت انہیں یہ پڑی کہ یہ ماں اور بچہ ہر طرف پھرتے تھے ہر ایک کا کھیت کھاتے انہیں مارنے یا نکالنے یا ہانکنے کی اجازت نہ تھی جیسے آج حرم شریف کے شکاری جانور جنہیں بھڑکانا بھگانا حرام ہے انہیں یہ بات گراں معلوم ہوتی تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:555 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود پر تیسری دشواری

قوم ثمود کو تیسری دشواری یہ لاحق تھی اونٹنی کنویں کا سارا پانی پی جاتی اور اس کو خشک کر دیتی ان میں سے کسی کو ایک قطرہ لینے کی اجازت نہ تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
تیسری یہ کہ ہر تیسرے دن اونٹنی اس کنویں کا پانی سارا پی کر اس کو خشک کر دیتی تھی انہیں اس میں سے ایک قطرہ لینے کی اجازت نہ تھی پھر چوبیس گھنٹہ میں پانی کنویں میں جمع ہوتا پھر یہ پیتے اگر چہ وہ دودھ بھی اتنا دیتی تھی کہ یہ سب لوگ پی کر سیر ہو جاتے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص555 تا556 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کی دو حسینہ جمیلہ عورتوں کی فتنہ انگیزی

قوم ثمود کی دو حسینہ جمیلہ عورتیں اونٹنی کو قتل کرنے کا بھی سبب بنیں جو کہ انہوں نے اونٹنی کے قتل پر خود کو پیش کیا تھا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
قوم ثمود میں دو عورتیں تھیں بڑی خوبصورت اور بڑی ہی مال دار جن کی لڑکیاں ان سے بھی بڑھ کر حسینہ جمیلہ تھیں ایک کا نام عنیزہ ام غنم، دوسری کا نام تھا صدقہ بنت مختار ان کی کھیتی باڑی بھی بہت تھی اور ان کے جانور بھی بہت زیادہ تھے ان دونوں کو حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی یہ چاہتی تھیں کہ کسی صورت سے یہ اونٹنی ماردی جائے صدقہ نے اپنے چچا زاد بھائی مصدع ابن دہر کو بلایا بولی میں بیوہ ہوں تجھ سے نکاح کر لوں گی بشرطیکہ تو اونٹنی کو ہلاک کر دے پھر دوسرے شخص قیدار ابن سالف کو بلایا جو درحقیقت حرامی تھا اس سے بولی کہ تو بھی اونٹنی کے ذبح میں مدد کر اور میری جس بیٹی سے چاہے نکاح کر لے دونوں نے بہت خوشی سے یہ بات منظور کر لی ان دونوں نے اپنے ساتھ نو آدمی اور ملائے ساری قوم نے ان سے ہر طرح تعاون کا وعدہ کیا سکیم یہ بنائی کہ پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرو پھر اونٹنی کو ذبح کرو۔ صالح علیہ السلام دن بھر شہر میں رہتے تبلیغ کرتے تھے رات میں شہر کے باہر ایک پہاڑ کے دامن میں مسجد تھی وہاں عبادت کرتے تھے یہ لوگ پہاڑ کے غار میں چھپ گئے ان پر غار گر گیا وہ تو وہاں ہی ختم ہو گئے بقیہ ان دونوں نے شور مچادیا کہ صالح علیہ السلام نے ہمارے نو آدمی مار

اس پر بستی کے لوگ طیش میں آ کر بولے کہ اب ہم اونٹنی ضرور ذبح کریں گے چنانچہ ان کے مشورہ سے قیدار اور مصدع دونوں اس پہاڑ کے دامن میں جا چھپے جہاں سے اونٹنی نکلی تھی جب اونٹنی مع اپنے بچہ کے ادھر سے نکلی کنویں کا پانی پی کر تو مصدع نے اس کے تیر مارا جس سے اونٹنی کی پنڈلی سخت زخمی ہوگئی اور وہ گر گئی پھر قیدار تلوار لئے ہوئے جلدی سے نکلا اس نے پہلے تو اونٹنی کے پاؤں کاٹے پھر اس کو ذبح کر دیا اونٹنی نے تین آوازیں نکالیں اور جان دے دی۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:556 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کے قبیلہ میں ابوزمعہ کے شکل کی طرح کا قاتل

قوم ثمود کے قبیلہ میں ابوزمعہ کی شکل کی طرح کا ایک شخص تھا جو اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے اٹھا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قوم ثمود کے قبیلہ میں ابوزمعہ کی شکل کی طرح کا ایک شخص تھا وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے اٹھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:15866)

اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے بعد بچہ کا چیختا ہوا پہاڑ کی طرف بھاگنا

جب اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو بچہ چیختا ہوا پہاڑ کی طرف بھاگ گیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

ابوالہذیل سے روایت ہے کہ

جب اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئیں تو اس کا بچہ چیختا ہوا پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا پھر دوبارہ کو نہیں دیکھا گیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:10989)

قوم ثمود کا بچہ کے پیچھے پکڑنے کے لئے بھاگنا

قوم ثمود بچہ کے پیچھے بھاگے تاکہ اس بچہ کو پکڑ لیں مگر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو بلند ہونے کا حکم دیا وہ آسمان کی طرف اس قدر بلند ہوا کہ کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ارشاد فرمایا:

(روایت کچھ نقل کے بعد ہے) انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آ پہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔

اور کہنے لگے۔

جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی تو ایک بد بخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

اپنی ناقہ کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام تشریف لائے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! (علیہ السلام)!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پا لو گے! سو اگر تم نے اس کو پا لیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا لے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:315 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کو بچہ کا دیکھ کر رونا اور آنسو بہانا

حضرت صالح علیہ السلام جب گاؤں میں تشریف لے گئے تو اونٹنی کے بچہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا اور رونے لگا حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ارشاد فرمایا:

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آ پہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔

اور کہنے لگے۔

جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان

کے ساتھ رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہوگئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔

تو ایک بدبخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا المختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

اپنی ناقہ کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام تشریف لائے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! (علیہ السلام)!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پا لو گے! سو اگر تم نے اس کو پا لیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا لے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے جب اونٹنی کے بچہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا حتیٰ کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ (تفسیر در منثور، ج:3، ص:314 مطبوعہ کراچی)

بچہ کا حضرت صالح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر خوب شدت سے تین بار بلبلانا

جب بچہ نے حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھا تو اس قدر رویا کہ آنسو بہنے لگ گئے اور آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر خوب شدت سے تین بار بلبلایا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ارشاد فرمایا:

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آ پہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔

اور کہنے لگے۔

جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہوگئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔

تو ایک بد بخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

اپنی ناقہ کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام تشریف لائے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! (علیہ السلام)!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پا لو گے! سو اگر تم نے اس کو پا لیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا لے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے جب اونٹنی کے بچہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا حتیٰ کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا پھر دوسری اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:314 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا فرمانا کہ بچہ کے ہر بلبلانے کے بدلہ موت ہے

جب بچہ تین بار خوب شدت سے بلبلایا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر بلبلانے کے بدلہ میں موت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ارشاد فرمایا:

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام

راستے میں ایک گھاٹ پر آپہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔
اور کہنے لگے۔
جب آپ ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔
تو ایک بدبخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔
تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ ناقہ کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔
تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔
اپنی ناقہ کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام تشریف لائے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔
اے اللہ تعالیٰ کے نبی! (علیہ السلام)!
فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پالو گے! سو اگر تم نے اس کو پالیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھا لے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے جب اونٹنی کے بچہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا حتیٰ کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا پھر دوسری اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
(بچہ کے) ہر بار بلبلانے کے بدلہ ایک موت ہے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:314 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کر کے بچہ کو پکڑنے کا کہنا

قوم ثمود نے جب اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تم پر لازم ہے

کہ اس کے بچے کو پکڑلو۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
قوم ثمود نے جب اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے۔
اور کہنے لگے کہ
تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑلو۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کے بچہ کا قارہ پہاڑ پر چڑھ جانا

قوم ثمود نے بچہ کو پکڑنے کے لئے اشارہ کیا تو بچہ قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
قوم ثمود نے جب اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے۔
اور کہنے لگے کہ
تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑلو۔ لیکن اونٹنی کا بچہ قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کے بچہ کا قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تین بار یارب میری ماں کہنا

جب اونٹنی کا بچہ قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔
یارب میری ماں! یارب میری ماں! یارب میری ماں!
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے۔
اور کہنے لگے کہ
تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑلو لیکن اونٹنی کا بچہ قارہ پہاڑ پر چڑھ گیا حتیٰ کہ جب دن ہوا تو اس نے منہ قبلہ شریف کی طرف کیا۔
اور کہنے لگ گیا۔
یارب میری ماں! یارب میری ماں! یارب میری ماں!
تو اس وقت ان پر سخت اور کرخت بھیج دی گئی۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کے بچہ کا کہنا کہ یارب عزوجل میری ماں کہاں ہے؟

جب اونٹنی کا بچہ پہاڑ پر چڑھ گیا تو کہنے لگا کہ یارب عزوجل میری ماں کہاں ہے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کا بچہ چلا گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔
اور اس نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میری ماں کہاں ہے؟ (تفسیر درمنثور: ج:3،ص:317 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کے بچہ کا پہاڑ میں غائب ہوجانا

جب اونٹنی کو ذبح کر دیا گیا تو اس کا بچہ یہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہوگیا۔
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:
امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ
ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آچکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بہ طور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہوگیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ
وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کریں گے۔
پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ
ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اس کا بچہ یہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہوگیا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

پہاڑ کا پھٹنا اور بچہ کا پہاڑ میں سما جانا

جب اونٹنی ماری گئی تو اس کا بچہ پہاڑ میں گیا وہ پہاڑ پھٹا جس مین بچہ سما گیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(پچھلا قصہ نقل کے بعد لکھتے ہیں) چنانچہ قوم کے مشورہ سے قیدار اور مصدع دونوں اس پہاڑ کے دامن میں جا چھپے جہاں

سے اونٹنی نکلی تھی جب اونٹنی مع اپنے بچہ کے ادھر سے نکلی کنویں کا پانی پی کر تو مصدع نے اس کے تیر مارا جس سے اونٹنی کی پنڈلی سخت زخمی ہوگئی اور وہ گر گئی پھر قیدار تلوار لئے ہوئے جلدی سے نکلا اس نے پہلے تو اونٹنی کے پاؤں کاٹے پھر اس کو ذبح کر دیا اونٹنی نے تین آوازیں نکالیں اور جان دے دی اس کا بچہ اس پہاڑ میں گیا وہ پہاڑ پھٹا بچہ اس میں سما گیا قوم نے اونٹنی کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:556 مطبوعہ لاہور)

قرب قیامت اونٹنی کا بچہ نکلے گا

قیامت کے قریب اونٹنی کا بچہ پہاڑ سے نکلے گا جس کو دابۃ الارض کہا جائے گا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

بعض نے فرمایا کہ

(بچہ) وہ بھاگ کر اس میں غائب ہو گیا جہاں اس کی ماں نکلی تھی اس طرح کہ پتھر چرا اور وہ اس میں سما گیا قریب قیامت جو دابۃ الارض نکلے گا وہ وہی بچہ ہوگا جس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:554 مطبوعہ لاہور)

قرب قیامت اونٹنی کا بچہ یا دابۃ الارض نکلنے کی تحقیق

آیا دابۃ الارض اونٹنی کا بچہ ہوگا یا کوئی اور چیز ہوگی؟ اور اس کی صورت کیا ہوگی؟ اور کہاں سے نکلے گا؟ اس کی تحقیق یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تین چیزوں کا ظہور ہوگا تو کسی ایسے شخص کے لئے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

1- سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

2- دجال

3- اور دابۃ الارض۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:158)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور (دابۃ الارض) کا ذکر فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے دھر میں تین مرتبہ خروج ہوں گے وہ ایک جنگل کی انتہاء سے نکلے گا اور اس کا ذکر ایک شہر یعنی مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوگا پھر وہ ایک لمبے عرصے تک چھپا رہے گا پھر وہ دوسری بار نکلے گا اور اس کا ذکر جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کا ذکر شہر

مکہ مکرمہ میں بھی داخل ہو جائے گا پھر لوگ اس مسجد میں ہوں گے جس کی عزت اور حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مساجد سب سے زیادہ ہے یعنی مسجد حرام میں۔ اس وقت وہ لوگ صرف اس بات سے خوف زدہ ہوں گے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ اونٹنی کا بچہ بلبلا رہا ہوگا اور اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا پھر کچھ لوگ اس کو دیکھ کر منتشر ہو جائیں گے اور مومنین کی ایک جماعت اپنی جگہ ثابت رہے گی اور وہ یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے سو وہ اونٹنی کا بچہ ان سے ابتداء کرے گا اور ان کے چہروں کو روشن کر دے گا حتیٰ کہ ان کے چہرے روشن ستارے کی مانند ہو جائیں گے وہ زمین میں پھرے گا کوئی شخص اس کو پکڑ نہیں سکے گا اور کوئی شخص اس سے بھاگ کر نجات نہیں پا سکے گا حتیٰ کہ کوئی شخص اس سے بچنے کے لیے نماز کی پناہ لے گا۔

تو وہ اس کے پیچھے آ کر کہے گا۔

اے فلاں! اب تو نماز پڑھ رہا ہے پھر وہ اس کے سامنے سے آ کر اس کے چہرے پر نشان لگا دے گا پھر چلا جائے گا لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے۔

مومن کافر سے کہہ رہا ہوگا۔

اے کافر میرا حق ادا کر۔ (سنن ابوداؤد طیالسی: رقم الحدیث: 1069)

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ

اس کے جسم پر بالوں کے روئیں ہوں گے اس کی چار ٹانگیں ہوں گی اور وہ ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ جساسہ ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ انسانوں کی شکل پر ہوگا اس کا اوپر کا دھڑ بادلوں میں ہوگا اور نچلا دھڑ زمین میں ہوگا۔

ایک روایت میں ہے۔

وہ تمام حیوانوں کی شکل کا جامع ہوگا۔

الماوردی اور الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس کا سر بیل کا سا ہوگا اور آنکھیں خنزیر کی سی ہوں گی، کان ہاتھی کی طرح ہوں گے، اس کے سینگ بارہ سنگھے کی طرح ہوں گے اور اس کی گردن شتر مرغ کی طرح ہوگی، اس کا سینہ شیر کی طرح ہوگا اور اس کا رنگ چیتے کی طرح ہوگا، اس کی کوکھ بلی کی طرح ہوگی اور دم مینڈھے کی طرح ہوگی اور اس کی ٹانگیں اونٹ کی طرح ہوں گی اور اس کے ہر جوڑ کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا وہ مومن کے چہرہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے سفید کر دے گا اور کافر کے چہرے کو حضرت سلیمان علیہ السلام

کی انگوٹھی سے سیاہ کردے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16597)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دابۃ (الارض) زمین سے نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا وہ مومن کے چہرے پر عصا مار کر اس کو روشن کردے گا اور کافر کی ناک کی چونچ پر انگوٹھی سے نشان لگا دے گا حتیٰ کہ گھروں سے نکل کر لوگ اس کے گرد جمع ہوں گے۔

وہ کہے گا۔

یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4066)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ مکرمہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے وہاں ایک خشک زمین تھی جس کے گرد ریت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسی جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا۔ (سنن ابن ماجہ: 4067)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دابۃ الارض کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم اس کی دم بھی ہوگی اور اس کی داڑھی بھی ہوگی ہر چند کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصریح نہیں کی مگر اس میں اشارہ ہے کہ وہ انسانوں میں سے ہوگا۔ (النکت والعیون: ج:6، ص:226 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: جس زمین سے وہ نکلے گا اس کے متعلق چار قول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

1 - وہ تہامہ کی بعض وادیوں سے نکلے گا۔

2 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اجیاد کی گھاٹیوں میں ایک چٹان سے نکلے گا۔

3 - حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ صفا سے نکلے گا۔

4 - حضرت ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

وہ بحر سدوم سے نکلے گا۔ (النکت والعیون: ج:4، ص:227 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: بعض متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ

دابۃ الارض انسان ہوگا وہ باتیں کرے گا اور کفار اور اہل بدعت سے مناظرہ اور مجادلہ کر کے ان کو ساکت کر دے گا سو جس نے ہلاک ہونا ہوگا وہ دلائل سے آگاہ ہو کر ہلاک ہوگا اور جس نے حق پر قائم رہنا ہوگا وہ دلائل سے آگاہ ہو کر حق پر قائم رہے گا۔

ہمارے استاذ امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی متوفی 656ھ نے فرمایا ہے کہ

دابۃ الارض کی صورت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

جس نے کہا ہے کہ دابۃ الارض انسان ہوگا اس کا قول قرآن مجید کے ان الفاظ کے قریب ہے: ''وہ باتیں کرے گا''۔

لیکن اس کی بناء پر اس دابۃ الارض میں کوئی خارق (خلاف) عادت چیز نہیں ہوگی اور نہ وہ اس دن نشانیوں میں سے ہوگا جن کا حدیث میں ذکر ہے کیونکہ کفار اور اہل بدعت سے مناظرہ کرنے والے اور ان کو ساکت کرنے والے انسان تو بہت ہیں سو وہ کوئی خاص چیز نہیں ہوگا اور اس کا قیامت کی دس نشانیوں میں ذکر کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوگی پھر ایسے فاضل، کامل اور مناظر انسان کو دابۃ الارض کہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور ایسے فاضل مناظر کو دابۃ الارض (زمین کا جانور) کہنا فصحاء کی عادت کے خلاف ہے اور تعظیم علماء اور دستور عقلاء کے منافی ہے۔ اس لیے دابۃ الارض کی صحیح تفسیر وہی جو ہم اس سے پہلے مفسرین سے نقل کر چکے ہیں اور جس تفسیر کا حدیث مبارکہ میں ذکر ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 13، ص: 218 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی 754ھ لکھتے ہیں: دابۃ الارض کی ماہیت میں اس کی شکل میں اس کے نکلنے کی جگہ میں اس کی تعداد میں اس کی مقدار میں اور یہ کہ وہ لوگوں کے ساتھ کیا کرے گا اس میں بہت اختلاف ہے اور یہ اقوال آپس میں متعارض ہیں اور بعض اقوال بعض کی تکذیب کرتے ہیں اس لیے ہم نے اس کے ذکر کو ترک کر دیا کیونکہ اس کے ذکر کرنے میں اوراق کو سیاہ کرنا ہے اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔ (البحر المحیط: ج: 8، ص: 629 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: علامہ ابوالحیان اندلسی کا یہ کلام برحق ہے اور میں نے اس سلسلہ میں اقوال نقل کیے ہیں وہ صرف اس لیے کہ جس کو دابۃ الارض کے متعلق تفصیل کو جاننے کا تجسس اور شوق ہو اس کی تسکین ہو سکے پھر دابۃ الارض کے متعلق جو احادیث مبارکہ ہیں ان میں سنن ترمذی کی حدیث اقرب الی القبول ہے اور وہ یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا عصا سے مومن کا چہرہ روشن کرے گا اور انگوٹھی سے کافر کی ناک پر مہر لگائے گا حتیٰ کہ گھروں سے لوگ اس کے گرد جمع ہوں گے۔

وہ کہے گا: سنو! یہ مومن ہے اور سنو یہ کافر ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 87)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ

دابۃ الارض کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ چار پاؤں والا بہت عجیب وغریب جانور ہے یہ نوع انسان سے اصلاً نہیں ہے اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں اس کو زمین سے نکالے گا اور زمین میں یہ اشارہ ہے کہ یہ توالد کے طریقہ سے نہیں

نکلے گا بلکہ اس طرح نکلے گا جس طرح زمین سے حشرات الارض نکلتے ہیں اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

(روح المعانی: ج:20،ص:36 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح قول کے مطابق دابۃ الارض حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: اس سلسلہ میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے اور یہی سب سے صحیح قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13،ص:217 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دو پہاڑوں کے درمیان موجودہ نہر پر اونٹنی کا نشان قیامت تک باقی رہے گا

دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اس نہر پر اونٹنی کا نشان قیامت تک باقی رہے گا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا آپ علیہ السلام نے دعوت حق دی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ علیہ السلام ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں۔ پس آپ علیہ السلام اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کے لئے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لئے تو ان تمام نے اس کا اقرار کر لیا اونٹنی کے لئے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس سے وہ پانی پیا کرتی تھی دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام سے دونوں پہاڑ تنگ آگئے تھے اس نہر پر اونٹنی کا نشان قیامت تک باقی رہے گا......الخ۔ (تفسیر در منثور: ج:3،ص:316 مطبوعہ کراچی)

اونٹنی کو قتل کرنے والے نو اشخاص کے نام

اونٹنی کو قتل کرنے والے نو اشخاص کے نام درج ذیل ہیں۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (جنہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں) ان کے نام یہ تھے۔

1-زعمی 2-رعیم 3-ہریم 4-ودار 5-صواب

6-ریاب 7-مسطع 8-مصداع

9-اور ان کا سردار قیدار بن سالف اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:16466)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے نام یہ ہیں:

1-زعمی 2-زعیم 3-ہرمی 4-ہریم 5-داب

6-ہواب 7-ریاب 8-سبطع

9-اور قدار بن سالف جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔(تفسیر درمنثور:ج:5،ص:324 مطبوعہ کراچی)

قیدارابن سالف بدکاری سے پیدا ہوااور بدترین مخلوق میں سے ہے

قیدارابن سالف بدکاری سے پیدا ہوااور یہ بدترین مخلوق میں سے ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:تفسیر ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ
قیدارابن سالف ابن خدع پستہ قد نیلی آنکھ سرخ رنگ تھا اس کی ماں تھی تو سالف کی بیوی مگر اس نے ایک شخص صہنان سے بدکاری کی جس سے یہ پیدا ہوا بدترین مخلوق میں سے قیدار ابن سالف ہے۔(تفسیر نعیمی:ج:8،ص:556 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا اونٹنی کے قتل کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو(نعوذ باللہ)قتل کرنے کی سازش

قوم ثمود نے یہ سازش کی تھی کہ اونٹنی کو جب قتل کرلیں گے تو بعد میں حضرت صالح علیہ السلام اوران کے اہل کو بھی (نعوذ باللہ)قتل کردیں گے۔
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:
امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ
ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آچکے تھے لیکن وہ اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کردو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بطور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہوگیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کردیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ
وہ اونٹنی کو قتل کرکے حضرت صالح علیہ السلام اوران کے اہل کو بھی قتل کردیں گے۔
پھران کے وارثوں سے کہیں گے کہ
ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے......الخ۔(البدایہ والنہایہ:ج:1،ص:135 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

نواشخاص کا حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل خانہ کو(نعوذ باللہ)قتل کرنے کی قسمیں کھانا

نوفسادی اشخاص نے قسمیں کھائیں کہ ہم ضرور رات کو حضرت صالح علیہ السلام اوران کے اہل خانہ پر شب خون ماریں گے پھران کے وارثوں سے کہیں گے ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر نہ تھے۔
قرآن مجید میں ہے:

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ○ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ (النمل:48تا49)

اور (ثمود کے) شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے انہوں نے کہا سب آپس میں یہ قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں پھر ان کے وارث سے ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر ہی نہ تھے اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی مشاورت

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی مشاورت کی مگر وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں یہ فرمایا کہ

عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ (علیہ السلام) ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں چنانچہ انہوں نے ایک کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (جوان لڑکا) ہوتا یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہا: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو پکڑنے اور (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ

قوم ثمود میں نو افراد تھے جنہوں نے آپس میں یہ قسمیں کھائیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کو رات کو پکڑ لیں گے اور (نعوذ باللہ) ان کو قتل کر دیں گے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

قوم میں حضرت صالح علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے بھی تھے حق کو ماننے والے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والے تھے اور حق کی تکذیب کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے تھے اس بارے میں قوم میں جھگڑا تھا۔

انہوں نے بدفالی لیتے ہوئے کہا: جو مصیبت پہنچی ہے وہ تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اعمال کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بلکہ تم کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی میں آزمایا گیا ہے۔ شہر میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے نو افراد تھے جنہوں نے باہم یہ قسم اٹھائی کہ وہ رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو پکڑ لیں گے اور ان کو قتل کردیں گے......الخ۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:484 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کو شہر کے افراد کا باہم قسم اٹھا کر (نعوذ باللہ) ہلاک کرنے کا منصوبہ

حضرت صالح علیہ السلام کو شہر کے افراد نے باہم یہ قسم اٹھائی کہ وہ آپ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ہلاک کردیں گے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے فاذاهم فريقن لی يختصمون کی تفسیر میں ہے کہ

فریقن سے مراد مومن اور دوسرا فریق کافر ہے۔

مومن کہتے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں۔

اور کافر کہتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے نہیں۔

انہوں نے کہا: ہم نے آپ (علیہ السلام) سے بدفالی لی۔

شہر میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے افراد تھے انہوں نے باہم یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ اس کو (حضرت صالح علیہ السلام) کو ہلاک کردیں گے۔ (تفسیر طبری: ج:19، ص:197 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

قوم ثمود کا خفیہ سازش کرنا اور اللہ تعالیٰ کا خفیہ تدبیر فرمانا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل وعیال کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا سوچا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (النمل:50)

اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں ہوا۔

فرشتوں کا خفیہ سازش کرنے والوں کو پتھروں سے ہلاک کرنا

قوم ثمود کے نو افراد حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے جب آپ علیہ السلام کے گھر گئے فرشتوں نے ان پر پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ

ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے وہ شب خون مارنے کے لئے رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16468)

مقررہ وقت پر قتل کرنے والوں کا نہ پہنچنا اور قوم کا حضرت صالح علیہ السلام کے پاس جا کر ان کو ہلاک پانا

جب نو افراد مقررہ وقت پر نہ پہنچے تو قوم پریشان ہوئی اور اسی حالت میں حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے اور ان کو ہلاک پایا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ

ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے وہ شب خون مارنے کے لئے رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا جب وہ مقررہ وقت پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر گئے وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16468)

قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنا اور قبیلہ والوں کا ہتھیار نکال لینا

قوم ثمود جب حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کو ہلاک پایا اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام نے ان کو ہلاک کیا ہے پھر وہ آپ علیہ السلام پر حملہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو قبیلہ والے آگے آئے ہتھیار نکال لئے کہ تم حضرت صالح علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکتے۔

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ

ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے وہ شب خون مارنے کے لئے رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

جب وہ مقررہ وقت پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر گئے وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پوچھا۔

کیا آپ علیہ السلام نے ان کو قتل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہتھیار نکال لیے۔

اور کہا: تم آپ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکتے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16468)

حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ والوں کا قوم ثمود کو عذاب کا وعدہ یاد کروانا

جب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ علیہ السلام کے قبیلہ والوں نے ہتھیار نکال لیے اور کہا تم ان کو قتل نہیں کر سکتے انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے تم پر تین دن میں عذاب آئے گا اگر یہ سچے ہوئے تو تم اپنے رب عزوجل کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ اگر بالفرض جھوٹے ہوئے تو تم تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا۔

امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے وہ شب خون مارنے کے لئے رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔

جب وہ مقررہ وقت پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر گئے وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پوچھا۔

کیا آپ علیہ السلام نے ان کو قتل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہتھیار نکال لیے۔

اور کہا: تم آپ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکتے۔
انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم پر تین دن میں عذاب آئے گا اگر یہ سچے ہیں تو تم اپنے رب عزوجل کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ اور اگر یہ (بالفرض) جھوٹے ہیں تو پھر تم تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16468)

قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کے کیے ہوئے تین دن میں عذاب کے وعدے کے انتظار میں واپس جانا

جب حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ والوں نے یہ کہا کہ انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم پر تین دن میں عذاب آئے گا اگر یہ سچے ہیں تو تم اپنے رب عزوجل کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ اور اگر یہ بالفرض جھوٹے ہیں تو پھر تم تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا تو پھر ان نو اشخاص کے حمایتی واپس چلے گئے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ
ان نو آدمیوں نے مل کر اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
پھر انہوں نے کہا: چلو مل کر (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں اگر وہ سچے ہیں تو ان کے عذاب آنے سے پہلے ہم ان کو ہلاک کر چکے ہوں گے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو ہم ان کو ان کی اونٹنی کی طرح ان کے انجام تک پہنچا دیں گے وہ شب خون مارنے کے لئے رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے پتھر مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا۔ جب وہ مقررہ وقت پر اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں پہنچے تو ان کے ساتھی ان کو تلاش کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر گئے وہاں دیکھا کہ وہ خون میں لت پت پڑے تھے اور پتھروں سے ان کو کچل دیا گیا تھا۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے پوچھا: کیا آپ علیہ السلام نے ان کو قتل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہتھیار نکال لیے۔
اور کہا: تم آپ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکتے۔
انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم پر تین دن میں عذاب آئے گا اگر یہ سچے ہیں تو تم اپنے رب عزوجل کو زیادہ غضب میں نہ لاؤ اور اگر یہ (بالفرض) جھوٹے ہیں تو پھر تم تین دن کے بعد جو چاہے کر لینا۔
تو پھر ان آدمیوں کے حمایتی واپس چلے گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16468)

حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے والے نو افراد کیسے ہلاک ہوئے

حضرت صالح علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے والے نو افراد پر چٹان گری اور وہ ہلاک ہو گئے۔ مگر بعض روایتوں میں فرشتوں کے پتھر مارنے کا ذکر ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ چٹان بھی فرشتوں نے گرائی تھی اور پتھر بھی فرشتوں نے مارے۔
امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم میں حضرت صالح علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے بھی تھے حق کو ماننے والے اور ان

خدمت میں حاضر ہونے والے تھے اور حق کی تکذیب کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے بھی تھے۔ اس بارے میں قوم میں جھگڑا تھا۔

انہوں نے بدفالی لیتے ہوئے کہا: جو مصیبت پہنچی ہے وہ تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اعمال کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بلکہ تمہیں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی میں آزمایا گیا ہے۔

شہر میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے نو افراد تھے جنہوں نے باہم یہ قسم اٹھائی کہ وہ رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو پکڑ لیں گے اور ان کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں گے۔ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ وہ جلدی جلدی حضرت صالح علیہ السلام کی طرف جا رہے تھے تا کہ وہ اسے قتل کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چٹان کو گرا دیا جس نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ پھر ہم اس کے ولی سے کہیں گے یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلہ والوں سے کہیں گے انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ خفیہ تدبیر فرمائی کہ ان پر چٹان گرا دی جس نے سب کو ہلاک کر دیا دیکھو تو سہی ان کا مکر کیسا تھا اور ان کے مکر کا انجام کیسے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی تمام قوم کو ہلاک کر دیا۔ (تفسیر عبد الرزاق: ج:2، ص:484 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان نو افراد نے (یعنی 1-زعمی، 2-زعیم، 3-ہرمی، 4-ہریم، 5-داب، 6-ہواب، 7-ریاب، 8-سطیع، 9-قیدار بن سالف) ہی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔

تو انہوں نے کہا: ہم رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر حملہ کریں گے اور ان سب کو قتل کر دیں گے پھر حضرت صالح علیہ السلام کے اولیاء سے کہیں گے ہم نے تو اس میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ہمیں اس کا کچھ علم ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ (جامع البیان: ج:19، ص:136 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے **فاذاھم فریقن یختصمون** کی تفسیر میں ہے کہ

فریقن سے مراد ایک فریق مومن اور دوسرا فریق کافر ہے۔

مومن کہتے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں۔

اور کافر کہتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے نہیں۔

انہوں نے کہا: ہم نے آپ علیہ السلام سے بدفالی لی۔ شہر میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے افراد تھے انہوں نے باہم یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں گے وہ حضرت صالح علیہ السلام تک نہیں پہنچے حتیٰ کہ انہیں اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔ (جامع البیان: ج:19، ص:195 تا 197 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو گی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیسا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں چنانچہ انہوں نے ایک کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا۔

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان خوبصورت لڑکا) ہوتا یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کے قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہا: ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی جیسے جیسے ان کے بارے میں لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں لوگ چیختے ہوئے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔

اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا (حضرت) صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوئے کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا چنانچہ اونٹنی کو مارنے کے لئے گاؤں کے تمام کے تمام لوگ جمع ہوئے پھر ڈر کے مارے اس سے پیچھے ہٹ گئے مگر اس دس سالہ بچے نے (اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں) (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر معذرت کرنا

قوم ثمود کے جب نو افراد نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو قوم کے دوسرے لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی فلاں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی ہیں ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: ارشاد فرمایا: انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آ پہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔ اور کہنے لگے۔

جب آپ (علیہ السلام) ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ (نعوذ باللہ) رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے سو اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی تو ایک بدبخت انسان نے ان میں

سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ اس کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا۔ الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں اونٹنی گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

اپنی اونٹنی کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام آئے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ عزوجل کے نبی!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:313 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو عذاب سے چھٹکارے کا حل بتانا

جب قوم حضرت صالح علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم دیکھو کیا تم اونٹنی کے بچے کو پالو گے تو اگر تو تم نے پالیا پھر تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھالے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: ارشاد فرمایا: انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آپہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔

اور کہنے لگے: جب آپ (علیہ السلام) ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ (نعوذ باللہ) رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی (یعنی وہ اس کے نیچے دب گئے) پھر وہ اکٹھے ہو کر ناقہ کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی تو ایک بد بخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ اس کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا۔ الختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں اونٹنی گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا: اپنی اونٹنی کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام آئے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ عزوجل کے نبی!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اب لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پالو گے؟ سو اگر تم نے اس کو پالیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھالے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آگیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ وہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص313 تا314 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ مجھے جس کا خوف تھا وہی ہوا

جب انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو آپ علیہ السلام کو اس کی خبر معلوم ہوئی اور آپ علیہ السلام نے قوم کو فرمایا آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آچکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے۔ تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کردو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بہ طور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ

وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے۔

پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ

ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اس کا یہ بچہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہو گیا حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس کی خبر ہوئی۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کا عذاب طلب کرنا

جب قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے صالح (علیہ السلام) ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہم کو ڈراتے تھے اگر تم واقعی ہی رسولوں میں سے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○

(الاعراف:77)

پھرانہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اوراپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہااے صالح! ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہم کوڈراتے تھے اگرتم رسولوں میں سے ہو۔

حضرت صالح علیہ السلام کاقوم کوتین دن کی مہلت کے بعد عذاب کی خبر دینا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کوارشاد فرمایا کہ تم تین دن عیش کرلوتین دن کے بعدتم پرعذاب آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ○ (ھود:65)

سوانہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تب (صالح نے) کہاتم صرف تین دن مزے اٹھالو (پھرتم پرعذاب آجائے گا) یہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے جو(ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے کہا: اے صالح! (علیہ السلام)! اگرآپ علیہ السلام سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلوتو وہ پہاڑ پھٹ پڑااوراس کے شگاف سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کواللہ تعالیٰ کی زمین میں چھوڑ دوتا کہ کھاتی پھرے اوراس کو برائی کے ارادہ سے نہ چھونا ورنہ تم کودردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا اس کے لئے پینے کی باری ہے اورتمہارے لیے پینے کی باری کاایک دن مقرر ہے جب وہ اس سے تنگ آگئے توانہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشادفرمایا: تم صرف تین دن اپنے گھروں میں فائدہ اٹھالوپھرتم پرعذاب آئے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کاوعدہ ہے جوکبھی جھوٹانہ ہوگا......الخ۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنے رب عزوجل کی نافرمانی کی اوراس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں پھراللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وعید سنائی کہ وہ اپنے گھر میں تین دن تک عیش کرلیں یہ اللہ تعالیٰ کی وعید تھی جو جھوٹی نہیں تھی پھرایک زبردست چنگھاڑ آئی اورزمین کے مشارق اورمغارب میں جس قدرلوگ تھے وہ سب ہلاک کردیئے گئے

سوا ایک شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا اس کو اللہ تعالیٰ کے حرم نے عذاب سے بچا لیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون شخص تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ابو رغال تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15879)
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ
ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے لیکن وہ اس اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بطور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات اور آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔
انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ
وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے۔
پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ
ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اس کا بچہ یہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہو گیا۔
حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس کی خبر معلوم ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا اب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا۔

(البدایہ والنہایہ ج 1 ص 135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: ارشاد فرمایا: انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آ پہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔
اور کہنے لگے۔
جب آپ علیہ السلام ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم ان کو قتل کر ڈالیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے (نعوذ باللہ) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی پھر وہ اکٹھے ہو کر اونٹنی کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی تو ایک بد بخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔
تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ اونٹنی کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا المختصر اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس

کے نتیجے میں اونٹنی گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک شخص کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا: اپنی اونٹنی کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں پس آپ علیہ السلام آئے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ عزوجل کے نبی!

فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پالو گے! سو اگر تم نے اس کو پالیا تو قریب ہے اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھالے چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔

پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑ لیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے جب اونٹنی کے بچے نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا حتیٰ کہ اس کے آنسو بہہ پڑے پھر وہ آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا پھر دوسری بار پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔

ہر بار بلبلانے کے بدلے ایک موت ہے پس تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اندوز ہولو (پھر تم پر عذاب نازل ہو گا) یہ ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص313 تا314 مطبوعہ کراچی)

امام ابوجعفر ابن جریر متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالطفیل علیہ السلام سے روایت ہے کہ

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔

ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں اگر آپ (علیہ السلام) سچے ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

چلو! پس وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ زمین کے ایک بلند حصے کی طرف نکل گئے تو اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو حاملہ عورت پر دردزہ کے وقت طاری ہوتی ہے پھر وہ زمین پھٹ گئی تو اس کے اندر سے ایک اونٹنی باہر آئی۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے پس تم اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور برائی کے ارادہ سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔''

اور جب انہوں نے اکتا کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

تو پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

لطف اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

(جامع البیان: ج:8، ص:264 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کون سے تین دن عیش کرنے کو فرمایا

حضرت صالح علیہ السلام نے جو تین دن عیش کرنے کے بتائے وہ تین دن بدھ، جمعرات اور جمعہ تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

پس ان سب نے اونٹنی کے ٹخنے کی پچھلی رگیں کاٹ دیں جس سے سارا خون بہہ گیا اور اونٹنی مرگئی اور اس کا بچہ غائب ہو گیا یا پہلے کونچیں یعنی رگیں کاٹیں پھر ساتھ ہی گلا کاٹ کر ذبح کر دیا دونوں روایتیں ملتی ہیں۔ ذبح کرنے اور کاٹنے والا صرف ایک شخص قیدار بن سالف تھا مگر چونکہ سب کفار کے مشورہ اور حکم سے اس نے ایسا کیا اس لیے عقروا جمع فرمایا پھر گوشت بنا کر سب نے تقسیم کر کے کھالیا۔ کفار کی خباثت دیکھ کر انتہائی غم و غصہ و جلال کی حالت میں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کرلو عیش اپنے اپنے شہر یا اپنے گھروں یا اپنے ٹھکانوں علاقوں میں ..... صرف تین دن

1- بدھ

2- جمعرات

3- جمعہ

اونٹنی کا ذبیحہ چھپ کر بدھ کی رات کو ہوا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص200 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو عذاب آنے کی نشانی بتانا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم صبح اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے دوسری صبح کو سرخ ہوں گے تیسری صبح سیاہ ہوں گے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا تم پر عذاب آنے کی نشانی یہ ہے کہ پہلے دن جب تم صبح کو اٹھو گے تمہارے چہرے زرد ہوں گے دوسری صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے اور تیسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

حضرت صالح علیہ السلام کا عذاب کی خبر دیتے ہوئے فرمانا کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے ہوں گے

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو ارشاد فرمایا کہ تم تین دن عیش کر لو پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:

اس عذاب کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10993)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن جب تم صبح کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے پیلے ہوں گے۔

(تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

دوسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو عذاب کی نشانی بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب دوسرے دن کی صبح ہو گی تو تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

ایک اور سند سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے کی علامت یہ ہے پہلے دن تم صبح کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے پیلے ہو جائیں گے دوسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے......الخ۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:

اس عذاب کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔الخ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10993)

تیسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو عذاب کی نشانی بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب تیسرے دن کی صبح ہوگی تو تمہارے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

ایک اور سند سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تم صبح کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے دوسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن صبح کو تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔الخ

(تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:

اس عذاب کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔الخ۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10993)

پہلے دن سرخ، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہونے کی روایت

پہلے جو روایات ذکر کی گئی ہیں ان میں پہلے دن قوم ثمود کے چہرے پیلے، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہونے کے متعلق تھیں مگر یہ روایت بھی ملتی ہے کہ ان کے پہلے دن چہرے سرخ، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

ابن عطا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے والا ہے۔

انہوں نے پوچھا۔

اس عذاب کی علامت کیا ہے؟

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15880)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔

تو آپ علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔

تو انہوں نے پوچھا۔

اس کی علامت کیا ہے۔

تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔

پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے دوسرے دن زرد ہو جائیں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔

(تفسیر در منثور: ج 3 ص 316 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو عذاب کی بشارت دینے پر قوم کا مذاق اڑانا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو عذاب کی بشارت دی تو قوم مذاق اڑانے لگی:

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔

اور ارشاد فرمایا:

تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

مذاق اڑانے پر جمعرات کے دن چہرے زرد ہونے کی خبر دینا

جب قوم نے مذاق اڑایا تو حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا جب تم جمعرات کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔
اور ارشاد فرمایا:
تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔
اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟
اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے۔
وہ اتوار کو اول کہتے تھے۔
پیر کو اھون (آسان) کہتے تھے۔
منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے۔
بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے۔
جمعرات کو مونس کہتے تھے۔
اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔
ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔
انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔
حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
جب مونس (جمعرات) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

مذاق اڑانے پر جمعہ کے دن چہرے سرخ ہونے کی خبر دینا

جب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑایا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
جب تم جمعہ کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔
امام عبد الرحمٰن بن محمد ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔
اور ارشاد فرمایا:
تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟
اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے۔
وہ اتوار کو اول کہتے تھے۔
پیر کو اھون (آسان) کہتے تھے۔
منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے۔
بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے۔
جمعرات کو مونس کہتے تھے۔
اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔
ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔
انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔
حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
جب مونس (جمعرات) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔
جب تم عروبہ (جمعہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

مذاق اڑانے پر قوم کو ہفتہ کے دن چہرے سیاہ ہونے کی خبر دینا

جب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑایا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم ہفتہ کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔
اور ارشاد فرمایا:
تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔
اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟
اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے۔
وہ اتوار کو اول کہتے تھے۔
پیر کو اھون (آسان) کہتے تھے۔

منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے۔
بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے۔
جمعرات کو مونس کہتے تھے۔
اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔
ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔
انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔
حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
جب مونس (جمعرات) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔
جب تم عروبہ (جمعہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔
جب تم شبار (ہفتہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

مذاق اڑانے پر اتوار کے دن عذاب آنے کی خبر دینا

جب حضرت صالح علیہ السلام کا قوم نے مذاق اڑایا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پھر اتوار کے دن تم پر عذاب آ جائے گا۔

امام عبدالرحمن بن محمد ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔
اور ارشاد فرمایا:
تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔
اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟
اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے۔
وہ اتوار کو اول کہتے تھے۔
پیر کو اھون (آسان) کہتے تھے۔
منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے۔
بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے۔
جمعرات کو مونس کہتے تھے۔

اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔
ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔
انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔
حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
جب مونس (جمعرات) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔
جب تم عروبہ (جمعہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔
جب تم شبار (ہفتہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔
پھر پہلے دن (اتوار) تم پر عذاب آ جائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

قوم ثمود میں دنوں کے نام

قوم ثمود میں دنوں کے نام اس طرح تھے وہ اتوار کو اول، سوموار کو اہون، منگل کو دبار، بدھ کو جبار، جمعرات کو مونس، جمعہ کو عروبہ اور ہفتہ کو شبار کہتے تھے۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں تو وہ رونے لگے۔
اور ارشاد فرمایا:
تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی کی بے حرمتی کی اب تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت ہو۔
انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔
اچھا یہ عذاب کب آئے گا اور اس کی علامت کیا ہے؟
اور انہوں نے دنوں کے اس طرح نام رکھے تھے۔
وہ اتوار کو اول کہتے تھے۔
پیر کو اہون (آسان) کہتے تھے۔
منگل کو دبار (مصیبت) کہتے تھے۔
بدھ کو جبار (درست) کہتے تھے۔
جمعرات کو مونس کہتے تھے۔
اور جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔
ہفتہ کو شبار (عمر) کہتے تھے۔

انہوں نے بدھ کے دن اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔
حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:
جب مونس (جمعرات) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔
جب تم عروبہ (جمعہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے۔
جب تم شبار (ہفتہ) کے دن اٹھو گے تو تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔
پھر پہلے دن (اتوار) تم پر عذاب آجائے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10992)

پہلے دن کی صبح ہونے پر قوم ثمود کے چہرے سرخ ہونا

حضرت صالح علیہ السلام نے جس طرح قوم کو خبر دی کہ پہلے دن کی صبح تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے تو حضرت صالح علیہ السلام کی خبر سچی ثابت ہوئی کہ ان کے پہلے دن کی صبح ہونے پر چہرے سرخ ہو گئے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔
تو انہوں نے پوچھا۔
اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن زرد ہو جائیں گے۔
تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔
سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے۔ (تفسیر در منثور: ج: 3، ص: 316 مطبوعہ کراچی)

دوسرے دن کی صبح ہونے پر قوم ثمود کے چہرے زرد ہونا

جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو قوم کے چہرے زرد ہو گئے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔
تو انہوں نے پوچھا۔
اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن زرد ہو جائیں گے۔
تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔
سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے۔
جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

تیسرے دن کی صبح ہونے پر قوم ثمود کے چہرے سیاہ ہونا

جب تیسرے دن کی صبح ہوئی تو قوم ثمود کے چہرے سیاہ ہو گئے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔
تو انہوں نے پوچھا۔
اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن زرد ہو جائیں گے۔
تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔
سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے۔
جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔

پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا پہلے دن صبح کو چہرے سرخ ہونے پر ایک دوسرے سے پوچھنا کہ تمہارا چہرہ کیوں سرخ ہو گیا؟

جب پہلا دن صبح کا ہوا تو قوم ثمود کے چہرے سرخ ہو گئے تھے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے والا ہے!

انہوں نے پوچھا۔

اس عذاب کی علامت کیا ہے؟

حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔

اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔

اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:15880)

قوم ثمود کا دوسرے دن صبح کو چہرے زرد ہونے پر ایک دوسرے سے پوچھنا کہ تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟

قوم ثمود پر جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تم پر عذاب آنے والا ہے!
انہوں نے پوچھا۔
اس عذاب کی علامت کیا ہے؟
حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔
پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔
اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔
اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟
اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15880)

قوم ثمود کا تیسرے دن صبح کو چہرے سیاہ ہونے پر ایک دوسرے سے پوچھنا کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟

جب قوم ثمود پر تیسرا دن ہوا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا ہے۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:
تم پر عذاب آنے والا ہے!
انہوں نے پوچھا۔
اس عذاب کی علامت کیا ہے؟
حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔
اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔
اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟
اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟
اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔
اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15880)

قوم ثمود کو تیسرے دن کے بعد عذاب کا پختہ یقین ہونا

قوم ثمود کے جب پہلے دن چہرے سرخ، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہو گئے تو ان کو پختہ یقین ہو گیا کہ اب عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:
تم پر عذاب آنے والا ہے!
انہوں نے پوچھا۔
اس عذاب کی علامت کیا ہے؟
حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔
پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔
اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔
اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟
اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟

اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔
اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟
حتیٰ کہ ان کو عذاب کا یقین ہو گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15880)
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔
تو انہوں نے پوچھا۔
اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن زرد ہو جائیں گے۔
تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔
تو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔
تو اب ان کو عذاب کا یقین ہو گیا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا عذاب کے یقین ہونے پر خوشبو لگانا، کفن پہننا اور اپنے گھروں میں مقیم ہو جانا

قوم ثمود کو جب عذاب آنے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے بدن پر خوشبو لگائی، کفن پہنا اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے اور عذاب کا انتظار کرنے لگ گئے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔
تو انہوں نے پوچھا۔

اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن زرد ہو جائیں گے۔
تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔
تو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔
تو اب ان کو عذاب کا یقین ہو گیا۔
چنانچہ انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن پہن لیے اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے۔ (تفسیر درمنثور، ج:3،ص:316 مطبوعہ کراچی)
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:
تم پر عذاب آنے والا ہے۔
انہوں نے پوچھا۔
اس عذاب کی علامت کیا ہے؟
حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔
پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ ہو گیا؟ اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا؟ اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا حتیٰ کہ ان کو عذاب کا یقین ہو گیا پھر انہوں نے خوشبو لگالی، کفن پہنے اور اپنے گھروں میں ٹھہر گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث:15880)

قوم ثمود کا خود قبر نما گڑھے کھود لینا

قوم ثمود نے گھروں میں خود قبر نما گڑھے کھود لیے تا کہ اس میں چھپ جائیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تفسیر روح البیان نے فرمایا:

کافران تین دنوں میں خوف سے اپنے گھروں سے نہ نکلے بلکہ قبر نما گڑھے کھود لئے تا کہ ان میں چھپ جائیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

قدرت نے خود ان سے قبریں کھدوالیں تا کہ مسلمان ان کو دفن نہ کرتے پھریں

قدرت باری تعالیٰ نے خود ہی ان سے قبریں کھدوالیں تا کہ مسلمان ان کو دفن کرتے نہ پھریں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تفسیر روح البیان نے فرمایا:

کافران تین دنوں میں خوف سے اپنے گھروں سے نہ نکلے بلکہ قبر نما گڑھے کھود لئے تا کہ ان میں چھپ جائیں قدرت نے خود ان سے قبریں کھدوالیں کہ مسلمان کہاں تک ان کو دفن کریں گے نہ کریں تو تعفن پھیل جائے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا چوتھے دن سورج نکلنے سے عذاب نہ آنے پر خوشی سے گھروں سے دل لگی کرتے ہوئے نکلنا

جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک عذاب نہ آیا اور قوم ثمود خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک کوئی عذاب نہ آیا سب خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایک دم اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں قوم ثمود کے سامنے تشریف لانا

جب قوم خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیبت ناک شکل میں تشریف لائے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک کوئی عذاب نہ آیا سب خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے تو یکدم حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں نمودار ہوئے۔ سر آسمان تک، بہت سے پیر پر، سفید

دانت، پروں میں مختلف رنگ (تھے) (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ہیبت ناک شکل میں دیکھ کر الٹے پاؤں اپنے گھروں کو بھاگنا

جب قوم ثمود نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں دیکھا تو ڈر کے مارے اپنے گھروں کی طرف بھاگ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک عذاب نہ آیا سب خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے تو یکدم حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں نمودار ہوئے سر آسمان تک، بہت سے پیر پر، سفید دانت، پروں میں مختلف رنگ اس خطرناک شکل کو دیکھ کر پھر الٹے پاؤں گھروں کو بھاگے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا بھاگ کر قبر نما گڑھوں میں گھس جانا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ہیبت ناک شکل میں دیکھا تو الٹے پاؤں گھروں کو بھاگے اور ان ہی قبر نما گڑھوں میں جا کر گھس گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک کوئی عذاب نہ آیا سب خوشی وشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے تو یکدم حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں نمودار ہوئے سر آسمان تک، بہت سے پیر پر، سفید دانت، پروں میں مختلف رنگ اس خطرناک شکل کو دیکھ کر پھر الٹے پاؤں گھروں کو بھاگے اور ان ہی قبر نما گڑھوں میں جا گھسے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبردست چیخ مارنے سے قوم ثمود کی روحیں جسموں سے نکل گئیں

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زبردست چیخ ماری تو قوم ثمود کی روحیں ان کے جسموں سے نکل گئیں۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

ابن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

تم پر عذاب آنے والا ہے!

انہوں نے پوچھا۔

اس عذاب کی علامت کیا ہے؟

حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اس کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
اور دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

پھر پہلے دن جب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ اے فلاں شخص تمہارا چہرہ سرخ کیوں ہو گیا اور جب دوسرا دن ہوا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اے فلاں شخص! تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارا چہرہ سیاہ کیوں ہو گیا؟ حتیٰ کہ ان کو عذاب کا یقین ہو گیا پھر انہوں نے خوشبو لگالی، کفن پہنے اور اپنے گھروں میں ٹھہر گئے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری جس سے ان کے جسموں سے ان کی روحیں نکل گئیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15880)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔
تو آپ علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:
بلاشبہ تم پر عذاب آنے والا ہے!
تو انہوں نے پوچھا۔
اس کی علامت کیا ہے؟
تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔
پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
دوسرے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔

تو اب انہیں عذاب کا یقین ہو گیا چنانچہ انہوں نے خوشبو لگالی اور کفن پہن لیے اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان پر ایک سخت چیخ لگائی جس کے سبب ان تمام کی روحیں بدنوں سے نکل گئیں۔

(تفسیر در منثور، ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

قوم ثمود کا زلزلہ کے عذاب سے صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہونا

قوم ثمود کو زلزلہ کے عذاب نے پکڑ لیا جس کی وجہ سے صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ٥ (الاعراف:78)

تو ان کو زلزلہ (کے عذاب) نے پکڑ لیا پس وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

چمک اور کڑک کا عذاب آیا

تین دن کے بعد قوم ثمود پر چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور سب کو تباہ کر دیا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

ثمود پانی کی باری کی تقسیم سے تنگ آ چکے تھے لیکن وہ اونٹنی کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے تب صدوق نام کی ایک حسین اور مالدار عورت نے مصدع اور قیدار کے سامنے یہ پیشکش کی اگر تم دونوں اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں خود اور ایک اور حسین لڑکی تم کو عیش کے لئے بطور انعام دی جائیں گی آخر یہ طے ہو گیا کہ وہ راستہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور جب اونٹنی چراگاہ کی طرف جائے گی تو اس کو قتل کر دیں گے اور سات آدمیوں نے ان کی مدد کی اور یہ نو آدمی مل کر اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ

وہ اونٹنی کو قتل کر کے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو بھی قتل کر دیں گے۔

پھر ان کے وارثوں سے کہیں گے کہ

ہم تو موقع واردات پر موجود ہی نہ تھے یہ لوگ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جب اونٹنی سامنے آئی تو مصدع نے اس کو تیر مارا اور قیدار نے اس کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اس کا بچہ دیکھ کر پہاڑی میں غائب ہو گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا اب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا پھر چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود ہولناک چنگھاڑ کے سبب گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے گویا کہ کبھی رہے ہی نہ تھے

قوم ثمود پر ہولناک چنگھاڑ آئی جس کے سبب وہ سب گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے گویا کہ کبھی رہے ہی نہ تھے

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ٥ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوۡدَاۡ

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝ (ھود:67 تا68)

اورظلم کرنے والوں کو ہولناک چنگھاڑ نے آدبوچا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئے گویا کہ وہ ان میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ سنو! بے شک قوم ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا۔ سنو! قوم ثمود کے لئے پھٹکار ہے۔

زبردست چنگھاڑ نے مشرق ومغرب کے لوگوں کو ہلاک کردیا

چنگھاڑ ایسی زبردست آئی کہ مشرق ومغرب کے لوگ ہلاک ہوگئے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ تبوک کے سفر میں جب ہم مقام حجر پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں لوگوں کو معجزات طلب کرنے سے منع کرتا ہوں یہ صالح علیہ السلام کی قوم ہے جس نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اونٹنی کو بھیج دیا وہ اس راستہ سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن اس کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن وہ پانی پیتی تھی اس دن وہ قوم اس اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیتی تھی اور پھر لوٹ جاتی تھی اس قوم نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وعید سنائی کہ وہ صرف تین دن اپنے گھروں میں مزے اڑالیں (پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا) یہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے جو (ہرگز) جھوٹی نہیں ہوگی (پھر تین دن کے بعد) ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئی جس نے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے لوگوں کو ہلاک کردیا سوا اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہونے کی وجہ سے بچ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ ابورغال ہے۔

پوچھا گیا۔

وہ کون ہے؟

ارشاد فرمایا:

وہ ابوثقیف ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:6،ص:2050 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ نے ہولناک چیخ بھیجی

قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ نے ہولناک چیخ بھیجی جس نے ان کو ہلاک کردیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:
اس عذاب کی علامت یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔
پھران کے چہروں پر نشان پڑ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہولناک چیخ بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:6، ص:2050 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

اتوار کی صبح کو دن چڑھنے کے بعد ہولناک چیخ کا آنا اور ہر چھوٹا اور بڑا ہلاک ہونا

جب اتوار کی صبح کو دن چڑھا تو ایک ہولناک چیخ آئی جس سے ہر چھوٹا اور بڑا ہلاک ہو گیا۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ
اتوار کی صبح کو دن چڑھنے کے بعد ایک ہولناک چیخ آئی جس سے ہر چھوٹا اور بڑا ہلاک ہو گیا۔
(تفسیر امام ابن حاتم: رقم الحدیث:10999)

بارہ ہزار قبیلے میں سے ہر قبیلہ کے بارہ ہزار جنگجو کا عذاب کے مقابلہ کے لئے تلواریں لے کر راستے پر بیٹھنا

جب قوم ثمود پر عذاب آنے کا یقین ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر عذاب آ گیا تو کیا کرو گے پھر عذاب کے مقابلہ کے لئے بارہ ہزار قبیلہ میں سے ہر قبیلہ کے بارہ ہزار جنگجو تلواریں لے کر راستے پر بیٹھ گئے۔
علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
بعض تفاسیر میں ہے کہ
جب ان کو عذاب آنے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ایک دوسرے کو کہا۔
اگر وہ عذاب آ گیا تو تم کیا کرو گے پھر عذاب سے مقابلہ کے لئے انہوں نے اپنی تلواریں اور اپنے نیزے سنبھال لیے اور اپنے جتھوں کو تیار کر لیا ان کے بارہ ہزار قبیلے تھے اور ہر قبیلہ میں بارہ ہزار جنگجو تھے وہ تمام راستوں پر بیٹھ گئے اور وہ اپنے گمان میں عذاب سے لڑنے کے لئے تیار تھے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:55 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا فرشتے کو حکم دینا کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ موکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان

کے ہاتھ جل گئے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ مؤکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:55 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گرمی کی شدت سے زبانیں لٹک کر سینے تک آنا

قوم ثمود پر گرمی کی اتنی شدت ہوئی کہ پیاس کی شدت سے ان کی زبانیں لٹک کر سینے تک پہنچ گئیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ مؤکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے اور پیاس کی شدت سے ان کی زبانیں لٹک کر سینے تک پہنچ گئیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:55 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جن کے ساتھ جانور تھے وہ بھی مر گئے

قوم ثمود میں سے جس کے ساتھ بھی جانور تھے وہ سب مر گئے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ مؤکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے اور جن کے ساتھ جانور تھے وہ بھی مر گئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:56 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

چشموں کا پانی جوش سے ابلنے لگ گیا

سورج کی شدت سے چشموں کا پانی جوش سے ابلنے لگا۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ مؤکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے اور جن کے ساتھ جانور تھے وہ بھی مر گئے اور چشموں کا پانی جوش سے ابلنے لگا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:56 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا موت کے فرشتے کو غروب آفتاب تک روحیں قبض کرنے کا حکم فرمانا

اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دیا کہ قوم ثمود کی روحیں غروب آفتاب تک قبض کر لی جائیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ مؤکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان

کے ہاتھ جل گئے اور جن کے ساتھ جانور تھے وہ بھی مر گئے اور چشموں کا پانی جوش سے ابلنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دیا کہ غروب آفتاب تک ان کی روحیں قبض کرلی جائیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:56 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گرج دار چنگھاڑ سنائی دینے سے سب منہ کے بل گر کر ہلاک ہوگئے

اللہ تعالیٰ نے گرج دار چنگھاڑ بھیجی جس کو سننے سے قوم ثمود سب کے سب منہ کے بل گر کر ہلاک ہوگئے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم دیا جو سورج کے ساتھ موکل ہے کہ ان کو گرمی کا عذاب پہنچائیں پھر سورج کی گرمی سے ان کے ہاتھ جل گئے اور جن کے ساتھ جانور تھے وہ بھی مر گئے اور چشموں کا پانی جوش سے ابلنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے فرشتے کو حکم دیا کہ غروب آفتاب تک ان کی روحیں قبض کرلی جائیں۔ پھر ایک گرج دار چنگھاڑ سنائی دی جس سے وہ سب منہ کے بل گر کر ہلاک ہوگئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:56 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوم ثمود کو کچھ بھی نہ بچاسکا

قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تا کہ امن سے رہیں جب صبح ہوئی تو دردناک چنگھاڑ نے ان کو ہلاک کردیا اور جو کچھ وہ کرتے رہے تھے وہ ان کو ہرگز نہ بچاسکا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۝ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (الحجر:82تا84)

وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے تا کہ امن سے رہیں پس صبح ہوتے ہی ایک چنگھاڑ نے ان کو پکڑ لیا اور جو کچھ وہ کرتے رہے تھے وہ ان کو نہ بچاسکا۔

جن کو عذاب نے پکڑا ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے

جن کو عذاب نے پکڑا ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (الشعراء:158تا159)

سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے بے شک آپ کا رب ہی ضرور غالب ہے بہت رحم فرمانے والا ہے۔

خفیہ سازش کرنے والوں کی ہلاکت

قوم ثمود کے نو افراد نے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

(النمل:49 تا 52)

انہوں نے کہا سب آپس میں قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے پھر ان کے وارث سے ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کے قتل کے موقع پر حاضر ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں ہوا سو آپ دیکھئے کہ ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے پڑے ہیں بے شک اس (واقعہ) میں اہل علم کے لئے ضرور نشانی ہے۔

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً کیوں فرمایا؟

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً

اس کے متعلق علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

خَاوِيَةً خوی سے بنا ہے اس کا معنیٰ ہے خالی ہونا اور کھوکھلا ہونا۔

عرب کہتے ہیں۔

نخوی بطنہ من الطعام

اس کا پیٹ کھانے سے خالی ہے۔

اور جب کوئی گھر خالی ہو تو کہا جاتا ہے۔

خوی الدار

قوم ثمود کے مکان بھی اجڑے ہوئے تھے مکینوں سے خالی تھے۔

اس لیے ارشاد فرمایا:

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً (المفردات: ج:1،ص:217 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

قوم ثمود کا ہولناک کڑک کو دیکھتے دیکھتے ہلاک ہونا

قوم ثمود نے جب سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ہولناک کڑک کو بھیجا جس نے ان کو پکڑ لیا اور وہ اس عذاب کو دیکھ رہے تھے اور اسی میں ان کی ہلاکت ہوگئی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّى حِينٍ ۞ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۞ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ۞ (الذاریات:43تا45)

اور قوم ثمود میں (بھی عبرت انگیز نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ تم ایک عارضی مدت فائدہ اٹھالو تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو ایک ہولناک کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے پس وہ نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکتے تھے۔

ہولناک آواز کی وجہ سے چورا چورا ہو گئے

قوم ثمود ہولناک آواز کی وجہ سے چورا چورا ہو گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۞ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۞ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۞ (القمر:29تا31)

سو انہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑہ بنانے والے کی روندی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے۔

☆ اس آیت کریمہ میں هَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ کے الفاظ ہیں۔

حظیرۃ محظورۃ کے معنیٰ میں ہے اس کا لفظی معنیٰ ہے ممنوعہ چیز رکاوٹ یہ اس باڑ کو کہتے ہیں جو خشک جھاڑیوں اور لکڑیوں سے جانوروں کی حفاظت کے لئے بنائی ہے۔

هَشِيمِ کا معنیٰ ہے۔

خشک گھاس یا کٹا ہوا خشک کھیت۔

اس آیت کے معنیٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ

جس طرح ایک باڑ بنانے والے کی خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہیں

بھی اس باڑ کی مانند ہمارے عذاب سے چورا چورا یا ریزہ ریزہ ہو گئے۔

قوم ثمود نے کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا تو چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا

قوم ثمود نے کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ○ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ○ (الحاقۃ: 4تا5)

ثمود اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا۔ بہر حال ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔

قوم ثمود کو ان کے گناہ کی وجہ سے ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا○ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ○ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا○ وَ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا○ (الشمس: 12تا15)

جب (اس قوم کا) سب سے بد بخت اٹھا سو اللہ کے رسول نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرو انہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو ہلاک کر کے ان کی بستی کو ہموار کر دیا اور ان سے انتقام لینے سے اسے کوئی خوف نہیں ہے۔

عذاب زمین میں بولنے والی ہر چیز کا بھی تھا جس کے ساتھ ان کے سینوں میں دل کٹ گئے

قوم ثمود پر جو عذاب آیا وہ ایک سخت آواز تھی اس میں ہر قسم کی گرج کی آواز بھی تھی اور زمین میں بولنے والی ہر شے کی آواز بھی تھی جس کے ساتھ ان کے سینوں میں دل کٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں ہی زمین پر پڑے رہ گئے۔

حجاج اور ابن جریج نے کہا ہے کہ

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا کہ

عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ہاتھ پیر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

تو انہوں نے کہا: پھر آپ علیہ السلام ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے ایک کے سوا سب بچوں کو قتل کر ڈالا!

آپ نے فرمایا: سو جب وہ بچہ بالغ ہوا تو انہوں نے کہا:

اگر ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کرتے تو ہم میں سے ہر آدمی کے لئے اسی کی مثل (نوجوان لڑکا) ہوتا۔ یہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) کا عمل ہے چنانچہ انہوں نے آپس میں آپ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے مشاورت کی۔

اور کہنے لگے کہ

ہم مسافر بن کر نکلیں گے اور لوگ ہمیں ظاہراً اس حالت پر دیکھیں گے پھر ہم فلاں مہینے کی فلاں رات کو واپس لوٹیں گے اور اس کی عبادت گاہ کے قریب گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ ابھی تک ہم سفر پر ہی ہیں جیسے پہلے تھے چنانچہ وہ آئے اور آپ علیہ السلام کی تاک میں بیٹھنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو ان پر گرا دیا اور اس نے انہیں کچل ڈالا پس انہوں نے کچلی ہوئی حالت میں صبح کی جیسے جیسے ان کے بارے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف چلے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب کچلے پڑے ہیں لوگ چیختے چلاتے گاؤں کی طرف واپس لوٹے۔

اے اللہ تعالیٰ کے بندو!

کیا (حضرت) صالح (علیہ السلام) اس پر راضی نہیں ہوئے کہ اس نے انہیں اپنے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا۔ چنانچہ اونٹنی کو مارنے کے لئے گاؤں کے تمام کے تمام لوگ جمع ہوئے پھر ڈر۔ کے مارے اس سے پیچھے ہٹ گئے مگر اس دس سالہ بچے نے (اس اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں) پھر بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کی طرف لوٹتی ہے۔

ارشاد فرمایا:

انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا اور چل پڑے حتیٰ کہ حضرت صالح علیہ السلام کے راستے میں ایک گھاٹ پر آپہنچے اور آٹھ افراد اس میں چھپ گئے۔

اور کہنے لگے کہ

جب آپ (علیہ السلام) ہماری طرف نکل کر آئیں گے تو ہم انہیں قتل کر دیں گے پھر ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور ان کے ساتھ رات گزاریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو وہ ان پر ہموار ہو گئی۔ پھر اکٹھے ہو کر اونٹنی کی طرف چل پڑے وہ اس وقت اپنے حوض پر کھڑی تھی۔ تو ایک بدبخت انسان نے ان میں سے ایک کو کہا۔

تو اس کے پاس آ اور اس کی کونچیں کاٹ دے چنانچہ وہ اونٹنی کے پاس آیا مگر اس کام کو بہت بڑا کام سمجھ کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس نے دوسرے کو بلایا تو اس نے بھی اسے انتہائی عظیم عمل سمجھ کر اس سے انکار کر دیا۔ الغرض اس نے کئی افراد کو بلایا مگر کسی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں کی حتیٰ کہ وہ خود چل کر اس کی طرف گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ جا کر اس کی کونچوں پر ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں ناقہ گر گئی اور پاؤں مارنے لگی تو اسی دوران ان میں سے ایک آدمی کی نظر حضرت صالح علیہ السلام پر پڑی۔

تو اس نے آپ علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

اپنی اونٹنی کو دیکھ لو اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں۔
پس آپ علیہ السلام آئے تو وہ نکل کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کرنے لگے اور آپ علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔

اے اللہ عزوجل کے نبی!
فلاں نے اس کی کونچیں کاٹی ہیں اس لیے ہمارا اس میں کوئی گناہ نہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
تم دیکھو کیا تم اس کے بچے کو پالو گے؟ سو اگر تم نے اس کو پالیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عذاب اٹھالے۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف گیا جسے القارۃ قصیر کہا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کو پکڑلیں لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے جب اونٹنی کے بچہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو رو پڑا حتیٰ کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا پھر دوسری بار پھر تیسری بار اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا:
ہر بلبلانے کے بدلے ایک موت ہے۔ پس تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اندوز ہولو اور یہ ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ خبردار! عذاب کی نشانی یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔
دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے۔
اور تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔
چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ان کے چھوٹے بڑے اور مردوں اور عورتوں کے چہرے اس طرح زرد ہو چکے تھے گویا ان پر زعفران کا طلا کر دیا گیا ہے۔
جب شام ہوئی تو وہ سارے کے سارے چیخنے چلانے لگے۔ موت کا ایک دن گزر گیا اور عذاب تم پر آچکا ہے پھر جب انہوں نے دوسرے دن صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سرخ ہو چکے تھے گویا انہیں خون سے رنگ دیا گیا ہے وہ چیخ و پکار کرنے لگے، شور و غوغا مچانے لگے اور رونے لگے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہے پھر جب شام ہوئی تو مل جل کر چیخ و پکار کرنے لگے کہ ہمارے مقررہ وقت میں دو دن گزر گئے اور عذاب آچکا ہے اور جب انہوں نے تیسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سیاہ ہو چکے تھے گویا ان پر تارکول کا طلا کر دیا گیا ہو وہ سارے کے سارے چلائے خبردار! تم پر عذاب آچکا ہے پس انہوں نے کفن پہن لیے اور خوشبو لگالی ان کی خوشبو صبر (ایلوا) اور مغر (گوند) تھا اور ان کے کفن چمڑے کے تھے پھر انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور وہ اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرانے لگے کبھی وہ آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی وہ

زمین کی طرف وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان پر عذاب کہاں سے آئے گا کیا آسمان سے ان کے اوپر عذاب آئے گا یا پاؤں کے نیچے سے زمین کی طرف سے یعنی کیا انہیں زمین میں دھنسایا جائے یا ان کے اوپر پتھر برسائے جائیں گے پھر جب انہوں نے چوتھے دن کی صبح کی تو ان کے اوپر آسمان کی جانب سے ایک سخت آواز آئی اس میں ہر قسم کی گرج کی آواز بھی تھی اور زمین میں بولنے والی ہر چیز کی آواز بھی تھی اس کے ساتھ ان کے سینوں میں دل کٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں ہی زمین پر پڑے رہ گئے۔

(مستدرک: ج:2، ص:617 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک ہی کرخت چیخ نے قوم ثمود کو ساکت کر دیا

قوم ثمود پر ایک ہی کرخت چیخ آئی جس نے ان کو ساکت کر دیا۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جس وقت انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔

تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا:

تین دن تک لطف اٹھالو۔

پھر آپ علیہ السلام نے ان کو ارشاد فرمایا:

تمہارے عذاب کی نشانی یہ ہے کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے۔

پھر دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔

اور پھر تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔

تو ان کے چہرے اس طرح ہو گئے پس جب تیرا دن آیا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کفن پہن لیے اور خوشبو لگالی پھر ایک ہی کرخت چیخ نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں وہیں ساکت کر دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا!

میں اسے قتل نہیں کروں گا حتیٰ کہ تمام کے تمام راضی ہو جائیں۔ پس وہ پردہ دار عورت کے پاس گئے اور انہیں جا کر کہا کیا تم اس پر راضی ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں!

اور بچوں کے پاس بھی گئے حتیٰ کہ تمام نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

(تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:83 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم ثمود کو اونٹنی کے بچہ کے بلبلانے کے وقت شدید اور کرخت آواز نے سب کو ہلاک کر دیا

جب قوم ثمود نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تو اونٹنی کا بچہ سخت بلبلایا اسی وقت ایک شدید اور کرخت آواز آئی جس نے سب کو ہلاک

کر دیا۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ لکھتے ہیں: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کا بچہ چلا گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔
اور اس نے کہا: اے میرے رب عزوجل! میری ماں کہاں ہے؟ وہ سخت بلبلایا تو اس وقت ایک شدید اور کرخت آواز نازل ہوئی اور اس نے تمام کو ہلاک کر دیا۔ (تفسیر عبدالرزاق: ج:2، ص:82 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

زلزلے سے تمام مکانات گر گئے اور بستی چٹیل میدان بن گئی

جب کرخت چیخ آئی تو قوم ثمود کے تمام لوگ ایک دم مر گئے اور زلزلے سے مکانات ایسے گر گئے کہ وہ بستی ایک چٹیل میدان کی طرح دکھائی دینے لگی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

تفسیر روح البیان نے فرمایا:

کافران تین دنوں میں خوف سے اپنے گھروں سے نہ نکلے بلکہ قبر نما گڑھے کھود لئے تا کہ اس میں چھپ جائیں قدرت نے خود ان سے ان کی قبریں کھدوا لیں کہ مسلمان کہاں تک ان کو دفن کریں گے نہ کریں تو تعفن پھیل جائے جب چوتھا دن ہوا تو سورج نکلنے تک کوئی عذاب نہ آیا سب خوشی خوشی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے تو یکدم حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی ہیبت ناک شکل میں نمودار ہوئے سر آسمان تک، بہت سے پیر پر، سفید دانت، پروں میں مختلف رنگ اس خطرناک شکل کو دیکھ کر پھر الٹے پاؤں گھروں کو بھاگے اور ان ہی قبر نما گڑھوں میں جا گھسے تب چیخ آئی تو سب کے سب ایک دم مر گئے اور زلزلے سے تمام مکانات ایسے گر گئے کہ وہ بستی ایک ویران میدان چٹیل نظر آنے لگی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

عذاب اشراق کے وقت آیا

عذاب اشراق کے وقت آیا تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

یہ عذاب اشراق کے وقت آیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

مسلمانوں کا صبح کے وقت عذاب شدگان کو خرگوش کی طرح پیر نکال کر اوندھے پڑے دیکھنا

جب عذاب ختم ہوا تو مسلمان صبح کو اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تو دیکھا کہ عذاب شدگان خرگوش کی طرح پاؤں نکال کر اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

جب عذاب ختم ہوا مسلمان اس بستی سے باہر آئے تو دیکھا کہ صبح ہی صبح اوندھے پڑے ہوئے ہیں اپنے گھروں میں......
یعنی اس طرح اوندھے پڑے تھے جس طرح خرگوش پڑے ہوتے ہیں پیر نکال کر کچھ لوگ سمجھے شاید زندہ ہیں مگر حرکت نہیں کرتے قریب جا کر معلوم ہوا کہ مردہ ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12 ،ص:208 مطبوعہ لاہور)

حرم شریف میں ابو رغال پر عذاب کا معلق ہونا مگر جب باہر آیا تو وہ بھی عذاب میں گرفتار ہو گیا

ابو رغال حرم شریف میں تھا تو عذاب اس پر معلق رہا حتیٰ کہ جب باہر آیا تو وہ بھی عذاب میں گرفتار ہو گیا۔
امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نشانیوں کا سوال نہ کرنا کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے نشانیوں کا سوال کیا تھا وہ اس راستہ سے آتے تھے اور اس راستہ سے لوٹتے تھے انہوں نے اپنے رب عزوجل کی حکم عدولی کی انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر ایک ہولناک آواز نے ان کو پکڑ لیا آسمان کے نیچے جتنے بھی لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا ماسوا ایک شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا۔
عرض کیا گیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون تھا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ ابو رغال (تھا) جب وہ حرم سے باہر آیا تو وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہو گیا۔ (تفسیر عبد الرزاق: رقم الحدیث:915)
ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
غزوہ تبوک کے سفر میں جب ہم مقام حجر پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا:
میں لوگوں کو معجزہ طلب کرنے سے منع کرتا ہوں۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے جس نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اونٹنی کو بھیج دیا وہ اس راستہ سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن اس کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن وہ پانی پیتی تھی اس دن وہ قوم اس اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیتی تھی اور پھر لوٹ جاتی تھی اس قوم نے اپنے رب عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔
تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ وعید سنائی کہ
وہ صرف تین دن اپنے گھروں میں مزے اڑا لیں (پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جائے گا)
یہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے جو ہرگز (جھوٹی) نہیں ہوگی (پھر تین دن کے بعد) ایک زبردست چنگھاڑ کی آواز آئی جس نے

اس زمین کے مشرق اور مغرب کے لوگوں کو ہلاک کر دیا سوا اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حرم میں ہونے کی وجہ سے بچ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ ابورغال ہے۔

پوچھا گیا۔

وہ کون ہے؟

ارشاد فرمایا:

وہ ابوثقیف ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10990)

ابورغال کی قبر سے سونے کی شاخ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف گئے تو ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ابورغال کی قبر ہے اس حرم شریف کی وجہ سے اس سے عذاب دور ہو گیا تھا جب وہ حرم سے نکلا تو اس جگہ اس کو وہی عذاب آ پہنچا تو اس کو دفن کر دیا گیا۔

اور اس کی نشانی یہ ہے کہ

اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن کی گئی تھی اگر تم اس قبر کو کھودو گے تو اس شاخ کو حاصل کر لو گے تو لوگوں نے اس قبر کو کھود کر اس سے وہ سونے کی شاخ نکال لی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3088)

الذریعہ لڑکی کا چیخ کے عذاب سے بچنا مگر جب کنویں پر گئی تو پانی پیتے ہی مر گئی

قوم ثمود میں ایک الذریعہ لڑکی تھی جو حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت رکھتی تھی یہ ہولناک چیخ سے بچ گئی مگر جب کنویں پر پانی پینے کے لئے گئی تو پانی پیتے ہی مر گئی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

اتوار کی صبح کو دن چڑھنے کے بعد ایک ہولناک چیخ آئی جس سے ہر چھوٹا اور بڑا ہلاک ہو گیا ماسوا الذریعہ نامی ایک لڑکی

کے وہ حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت رکھتی تھی اس نے تمام لوگوں کو عذاب میں گرفتار دیکھا پھر وہ کنویں پر گئی اور اس سے پانی پیتے ہی مر گئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 10999)

عذاب کی روایات میں تطبیق

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ تھی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے یہ آسمان سے چنگھاڑ تھی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بجلی کی کڑک تھی ان میں تطبیق یہ ہے کہ یہ تھی تو چنگھاڑ ہی جو بجلی کی کڑک کی مانند تھی مگر اس کو بجالانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی تھے۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ آسمان سے ایک چنگھاڑ آئی تھی جس میں ہر بجلی کی کڑک تھی جس کی ہیبت اور ہولناکی سے ان کے دل پھٹ گئے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 9، ص: 55 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس چیخ کے متعلق دو قول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

اس سے مراد بجلی کی کڑک ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ بہت زبردست اور ہولناک چیخ تھی جس کو سن کر وہ سب اپنے گھروں میں منہ کے بل اوندھے گر گئے اور اسی حال میں مر گئے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ چیخ ماریں اور ان کی چیخ سے سب اسی وقت مر گئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

وہ چیخ موت کا سبب کیسے بن گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس چیخ سے ہوا میں تموج پیدا ہو گیا اور جب وہ زبردست تموج ان کے کانوں تک پہنچا تو ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور اس کا اثر ان کے دماغ تک پہنچا اور وہ علی الفور مر گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
بادلوں کے پھٹنے سے وہ چیخ پیدا ہوئی ہو اور اس سے بجلی گری ہو اور اس بجلی سے وہ سب جل کر مر گئے ہوں۔
(تفسیر کبیر: ج:6،ص370 تا 371 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:
کڑک دار چیخ نے جو ہیبت میں چنگھاڑ کی مثل تھی یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز تھی یا آسمان کی طرف سے بجلی کی کڑک کی طرح تھی جس کی گونج ایسی تھی کہ ہر طرف سے بجلیوں کے کڑکے معلوم ہوتے تھے۔
صحیح یہ ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی طرف سے ایک ہی چنگھاڑ ماری وہ گونج کی صورت میں کئی طرف سے آئی اور آناً فاناً تمام کفار کو ختم کر دیا اس چیخ سے زلزلہ بھی پیدا ہوا اس لیے اس کو رجفۃ کہا گیا ہے جیسا کہ اعراف میں ہے فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ یعنی اتنی سخت تھی کہ زمین بھی دہل گئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص 207 تا 208 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام کی مقدس زبان سے نکلی ہوئی عذاب کی خبر پوری ہوئی

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے ارشاد فرمایا تھا کہ تم تین دن عیش کر لو تین دن کے بعد تم ہلاک ہو جاؤ گے تو یہ ایسا ہی ہوا جس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے: بعض مفسرین نے فرمایا کہ
خزی سے مراد شرمندگی ہے کہ اگر چوتھے دن عذاب نہ آتا تو مسلمانوں کو اور حضرت صالح علیہ السلام کو کفار کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا وہ مذاق اور خوشی سے تالیاں بجاتے لیکن چونکہ ہمارے نبی کی زبان پاک سے نکل چکا تھا کہ تین دن بعد عذاب آئے گا ہم نے اپنے سارے قانونوں کو توڑ کر نبی کی بات رکھ لی اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا کیونکہ ہم کو جہان یا جہان کا قانون پیارا نہیں ہم کو تو اپنا نبی پیارا ہے قانون تو نبی کی اداؤں سے بنتے ہیں۔

جو شب کو کہہ دیا دن ہے تو دن نکل آیا
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:207 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے منع فرمایا تھا مگر انہوں نے آپ علیہ السلام کے فرمان مقدسہ پر عمل نہ کر کے جھٹلایا۔ جس کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کے جھٹلانے پر یہ آیات کریمہ شاہد ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝ (الشمس:11)
ثمود نے اپنی سرکشی سے (اپنے رسول کو) جھٹلایا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (الشعراء:141)
ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی۔
☆ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی۔
کسی ایک رسول کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے تمام رسولوں کا ایک ہی مشن ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ (القمر:23)
ثمود نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی۔

قوم ثمود کے کتنے افراد ہلاک ہوئے

قوم ثمود کے ہلاک ہونے والے ایک روایت کے مطابق چار ہزار تھے ایک روایت کے مطابق پندرہ سو تھے بعض کے مطابق نو سو تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے: (ہلاک ہونے والے) وہ ایک روایت کے مطابق چار ہزار تھے اتنے ہی ان کے مومن ہو گئے تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:207 مطبوعہ لاہور)
ایک اور مقام پر راقم ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ
تعداد کفار کتنی تھی۔
بعض نے کہا: پندرہ سو تھی۔
بعض نے نو سو بعض نے چار ہزار بتائی ہے۔
بعض نے کہا: مسلمانوں کی تعداد چار ہزار اور کفار پندرہ سو تھے۔
بعض نے کہا: قوم ثمود آٹھ ہزار نفر پر مشتمل تھی۔
ان میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ
مکانات پندرہ سو تھے ان میں آٹھ ہزار افراد قوم ثمود تھے جن میں صرف امراء و سردار نو سو تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نجات

جب عذاب آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین کو اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ○ (ھود:66)

پس جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت سے اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی بے شک آپ کا رب ہی زبردست قوت والا بہت غلبہ والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ○ (النمل:53)

اور ہم نے ایمان والوں اور متقی لوگوں کو نجات دے دی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ○ (حم السجدہ:18)

اور ہم نے ان لوگوں کو (اس عذاب سے) بچالیا جو ایمان لے آئے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا مومنین کو حرم شریف میں جانے کا حکم فرمانا

حضرت صالح علیہ السلام نے مومنین سے ارشاد فرمایا اس عذاب شدہ علاقے سے کوچ کر کے حرم شریف میں مقیم ہو جاؤ۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کر لی۔

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے لہٰذا یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور ان کے امن کے ساتھ جا ملو (یعنی سرزمین حرم میں جا کر مقیم ہو جاؤ)

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:317 مطبوعہ کراچی)

حج کا چاند دیکھنا

جب حضرت صالح علیہ السلام نے مومنین کو حرم شریف جانے کا حکم فرمایا تو انہی ساعتوں میں انہوں نے حج کا چاند دیکھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کر لی۔
تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے لہٰذا یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور ان کے امن کے ساتھ جاملو (یعنی سرزمین حرم میں جا کر مقیم ہو جاؤ)
پس انہوں نے انہی ساعتوں میں حج کا چاند دیکھا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:317 مطبوعہ کراچی)

مسلمان اپنے مکانوں میں محفوظ رہے

عذاب کے وقت مسلمان اپنے مکانوں میں تھے تو وہ اس عذاب سے محفوظ رہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
(عذاب سے) صرف مسلمان اپنے مکانوں میں محفوظ رہے..... جب عذاب ختم ہوا مسلمان بستی سے باہر آئے تو دیکھا کہ صبح ہی صبح اوندھے پڑے ہوئے ہیں اپنے گھروں میں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:208 مطبوعہ لاہور)

مکہ مکرمہ جاتے وقت حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین کا ہلاک شدہ کی لاشوں سے گزرنے پر غور سے حسرت سے دیکھ کر نفرت سے اپنا منہ پھیر لینا

حضرت صالح علیہ السلام نے جب مومنین کو مکہ مکرمہ جانے کا حکم ارشاد فرمایا تو ان کا گزر ہلاک شدگان کی لاشوں پر ہوا ان کی لاشوں کو غور سے حسرت کے ساتھ ملاحظہ فرما کر ان سے منہ پھیر لیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے:
حضرت صالح علیہ السلام کا یہ واقعہ عذاب الٰہی آنے سے کچھ دن بعد ہوا کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام مومن جماعت کے ساتھ عذاب آنے سے پہلے ہی اس بستی سے نکل کر کسی دور جنگل میں تشریف لے گئے تھے جب ان پر عذاب آچکا اور یہ سب ہلاک ہو چکے تو آپ علیہ السلام اس جنگل سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے راہ میں اس بستی پر گزرے ان کی لاشیں غور سے حسرت سے ملاحظہ فرمائیں پھر نفرت سے ان سے منہ پھیر لیا۔ تولی کا فاعل حضرت صالح علیہ السلام ہیں اور عنھم میں ھم کا مرجع وہ ہلاک شدہ کفار ثمود ہیں یعنی عذاب آچکنے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام مع مومن قوم کے ان کی لاشوں پر گزرے پھر نفرت کے ساتھ ان سے منہ پھیرا۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص559 تا 560 مطبوعہ لاہور)

ذریعہ بن سالف کے ہاتھ پاؤں کھلنا اور وادی القریٰ میں جا کر لوگوں کو عذاب کی خبر دینے کے بعد ہلاک ہونا

ذریعہ بن سالف حضرت صالح علیہ السلام سے عداوت رکھتی تھی اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کے ہاتھ پاؤں کھل گئے یہ اس

عذاب شدہ علاقہ سے بھاگ کر وادی القریٰ میں پہنچی وہاں وادی القریٰ والوں کو آنکھوں دیکھے عذاب کی خبر دی پھر اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہے پانی پلاؤ جب پانی پلایا گیا تو پانی پینے سے وہاں ہی ہلاک ہوگئی اور اس کو اس قدر مہلت ہلاکت کی خبر پہنچانے کے لئے دی گئی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

ایک بے دست پا لونڈی جس کا نام ذریعہ بنت سالف تھا جسے حضرت صالح علیہ السلام سے بہت ہی عداوت تھی وہ بچ رہی اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کے ہاتھ پاؤں کھل گئے یہ اس علاقہ سے بھاگی حتیٰ کہ وادی القریٰ پہنچی وہاں کے باشندوں کو قوم ثمود کی ہلاکت کا آنکھوں دیکھا حال بتایا بولی مجھے سخت پیاس لگی ہے پانی پلاؤ اسے پانی پلایا گیا وہ پانی پیتے ہی وہاں ہی ڈھیر ہوگئی گویا اس لونڈی کو ہلاکت کی خبر پہنچانے کے لئے اتنی مہلت دی گئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:561 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین کا مکہ مکرمہ پہنچنا اور وہاں ہی مقیم رہنا

حضرت صالح علیہ السلام اور مومنین جب مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے تو وہیں پر ہی اپنی رہائش گاہیں بنالیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کرلی۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور ان کے امن کے ساتھ جا ملو (یعنی سرزمین حرم میں جا کر رہو) پس انہی ساعتوں میں انہوں نے حج کا چاند دیکھا اور وہ چل پڑے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ داخل ہوگئے اور پھر یہیں مقیم رہے۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:317 مطبوعہ کراچی)

حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد

ایک قول یہ ہے کہ دو ہزار آٹھ سو افراد ایمان لائے ایک قول یہ ہے کہ چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

قوم عاد میں سے مردوں اور عورتوں کو ملا کر دو ہزار آٹھ سو افراد ایمان لائے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے۔

کعب احبار نے کہا: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے بارہ ہزار قبیلے تھے اور ہر قبیلہ میں عورتوں اور بچوں کے سوا بارہ ہزار مرد تھے اور قوم عاد ان سے چھ گنا زیادہ تھی۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:122 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے: (ہلاک ہونے والے) وہ ایک روایت کے مطابق چار ہزار تھے اتنے ہی ان کے مومن ہو گئے تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:207 مطبوعہ لاہور)
ایک اور مقام پر راقم ہیں: حضرت صالح علیہ السلام پر کل چار ہزار آدمی ایمان لائے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:561 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود اور مدین کے عذابوں میں فرق

قوم ثمود اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو ایک ہی جیسا عذاب آیا فرق صرف یہ ہے کہ قوم ثمود پر نیچے سے چیخ آئی اور قوم شعیب علیہ السلام پر اوپر سے آئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
بجز قوم صالح اور قوم مدین کے کسی زمانے میں دو قوموں کو ایک جیسا عذاب نہیں آیا یہ دونوں قومیں چیخ سے ہلاک ہوئیں اور زلزلہ بھی آیا اور اسی طرح اوندھے ہو کر مرے فرق صرف اتنا تھا کہ قوم صالح پر نیچے سے چیخ آئی اور قوم مدین پر اوپر سے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:285 مطبوعہ لاہور)

قوم ثمود کا گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دینا

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہدایت دی تھی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی جس کے سبب ہلاک کر دیئے گئے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ؀ (حم السجدہ:17)

اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

سوال

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی تھی تو پھر انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر کیسے ترجیح دی اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ تاحیات ایمان پر قائم رہتے۔

جواب

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں۔
1- ایسے راستے کو دکھانا جو انسان کو مطلوب تک پہنچا دے خواہ انسان اس راستے پر چل کر مطلوب تک پہنچے یا نہ پہنچے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؀ (الشوریٰ:52)

اور بے شک آپ ضرور سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

2-ایسی رہنمائی کرنا جو انسان کو مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿البقرہ:264﴾

اور اللہ تعالیٰ کافروں تک نہیں پہنچاتا یعنی ان کو صاحب ایمان نہیں بناتا۔

اس تمہید کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ

اس آیت میں ہدایت کا دوسرا معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ پہلا معنیٰ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات پر دلائل قائم کردیئے تھے اور ان کو عقل عطا کی تھی جس سے وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر منزل تک پہنچ سکتے تھے پھر عقل کی مدد کے لئے رسولوں کو بھیجا اور ان کی معجزات سے تائید فرمائی لیکن انہوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں رہنا پسند کرلیا۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہم یہاں پر ہدایت کا دوسرا معنیٰ بھی مراد لے سکتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے سے وہ ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ دیکھنے کے بعد ان کی تصدیق کردی تھی لیکن بعد میں وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے اور انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اطاعت پر ان کی نافرمانی کو ترجیح دی اور ان کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حجر پر پہنچتے وقت روتے گزرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الحجر سے گزرے تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جن لوگوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں کے پاس سے بغیر روئے نہ گزرنا کہیں تم پر بھی ویسا عذاب نہ آجائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو تیزی سے دوڑایا اور اس مقام کو پیچھے چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:3380)

حجر کا معنیٰ اور حجر کون سا علاقہ تھا

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 175ھ لکھتے ہیں: حجر کا معنیٰ حرام ہے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے سے حرمت والے مہینوں میں ملتا تو کہتا حجرا محجورا یعنی اس مہینہ میں تم سے لڑائی حرام ہے تو وہ اس سے لڑائی کی ابتداء نہیں کرے گا۔

(کتاب العین: ج:1،ص:348 مطبوعہ ایران)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: حجر کا معنیٰ منع کرنا ہے۔

عقل کو بھی اس لیے حجر کہتے ہیں کہ وہ غلط کاموں اور خواہشات نفسانیہ سے منع کرتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ (الفجر:5)

بے شک اس عقل والے کے لئے بہت بڑی قسم ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ (الانعام:138)

اور مشرکین نے کہا یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں۔

اور جس گھر کا پتھروں سے احاطہ کیا جائے اس کو بھی الحجر کہتے ہیں جیسا کہ سورہ الحجر میں ہے اور بے شک وادی حجر کے رہنے والوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ (الحجر:80)

ثمود کی آبادیاں پتھروں کو تراش کر بنائی گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے اس شہر سے گزرتے تھے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ مکہ مکرمہ اور تبوک کے درمیان ایک وادی ہے جس میں ثمود رہا کرتے تھے۔

طبری نے کہا: یہ حجاز اور شام کے درمیان کی سرزمین ہے اس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:10، ص:42 مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

مسلمانوں کا وادی حجر کے کنویں سے پانی بھرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انڈیل دینے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی حجر میں ٹھہرے جو قوم ثمود کی سرزمین ہے مسلمانوں نے اس کے کنویں سے پانی پیا اور اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ انہوں نے کنویں سے جو پانی نکالا ہے اس کو انڈیل دیں اور گندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو یہ حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں جس کنویں پر اونٹنی آیا کرتی تھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3379)

وادی حجر اور ممنوعہ علاقوں میں نماز پڑھنے کا حکم

قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی 543ھ نے فرمایا ہے کہ

وادی حجر میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا عذاب نازل ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ

بغیر روئے اس جگہ سے نہ گزرو۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اوڑھی اور اونٹنی کو تیز بھگا کر اس وادی سے نکل گئے تھے۔

اور وہ جو حدیث مبارکہ میں ہے کہ

میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا گیا ہے۔
وادی حجر کی زمین کا یہ ٹکڑا روئے زمین کے عموم سے مستثنٰی ہے لہٰذا وادی حجر کی مٹی سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے کنویں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور نہ اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔
نیز حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معتبرہ اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 317)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔
1- جس جگہ جانور کی لید ڈالی جائے
2- جس جگہ جانور ذبح کیے جائیں
3- قبرستان
4- عام گزرگاہ سڑک
5- حمام
6- پانی کے پاس اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ
7- بیت اللہ کی چھت۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 346)
قاضی ابن العربی مالکی فرماتے ہیں کہ
وادی حجر کو ان سات کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ آٹھ جگہیں ہوئیں۔
اور ہمارے علماء کرام نے ان کے ساتھ آٹھ اور جگہوں کا اضافہ فرمایا:
1- نجس زمین کا ٹکڑا
2- غصب کی ہوئی زمین
3- جب نمازی کے سامنے نجس دیوار ہو
4- عیسائیوں کا گرجا
5- یہودیوں کا معبد
6- جس گھر میں مجسم صورتیں ہوں
7- اونچی نیچی زمین
8- جس جگہ نمازی کے سامنے کوئی شخص سویا ہوا ہو یا کوئی شخص نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا ہو۔
یہ کل ملا کر سولہ جگہیں ہیں جہاں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اور ان ممنوعہ جگہوں میں سے وہ جگہ بھی ہے جس جگہ میں کسی دوسرے شخص کا حق ہو اور جس جگہ کوئی نجاست موجود ہو جہاں کسی نجاست کا غلبہ ہو اور جس جگہ کسی عبادت کی وجہ سے منع کیا گیا ہو۔ جس جگہ کسی نجاست کی وجہ سے نماز پڑھنا منع ہے وہاں اگر کوئی پاک کپڑا اچھا کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز جائز ہے جیسے مقبرہ اور حمام میں المدونہ میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے اور ہمارے علماء کرام نے نجاست کی وجہ سے نئے اور پرانے قبرستان میں فرق کیا ہے اور جب قبرستان میں نجاست کی وجہ سے نماز پڑھنا ممکن ہے تو مشرکین کے قبرستان میں یہ ممانعت اور موکد ہو جاتی ہے اور اس لیے بھی کہ وہ وادی حجر کی طرح عذاب کا محل ہے۔

نیز یہ احادیث بھی ہیں۔

حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 972)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس مرض میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تھا۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیا کرام علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنایا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1330)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے المجموعۃ میں کہا ہے کہ

اونٹوں کے باڑے میں کپڑا اچھا کر بھی نماز نہ پڑھے اس کی گویا دو وجہیں ہیں۔

1 - ایک نجاست

2 - اور دوسرے اونٹوں کے حملہ کا خوف۔

اور اگر وہاں ایک اونٹ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

جس کپڑے پر تصویریں چھپی ہوں اس پر بغیر ضرورت کے نماز نہ پڑھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غصب شدہ گھر میں نماز جائز نہیں ہے۔

قاضی ابن العربی فرماتے ہیں کہ

اگر غصب شدہ زمین پر مسجد بنالی ہے تو اس میں نماز جائز ہوگی۔

(احکام القرآن: ج:3،ص109 تا 111 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کیا قوم ثمود نادم ہوئے تھے

قوم ثمود اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے بعد نادم ہوئے تھے مگر اب نادم ہونا ان کا سودمند نہ تھا تو ان پر عذاب نے آلیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝

(الشعراء:157 تا 158)

پھر بھی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پس وہ نادم ہوئے سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اعتراض

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب وہ نادم ہوگئے تھے تو پھر ان پر عذاب کیوں نازل کیا گیا؟

جواب

اس کے دو جواب ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ

ان کی ندامت توبہ کرنے والوں کی ندامت نہ تھی بلکہ وہ ڈرنے والوں اور خوف زدہ لوگوں کی ندامت تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اگر ان کی ندامت توبہ کرنے والوں کی ندامت بھی ہو تو وہ اس وقت نادم ہوئے جب ان کا نادم ہونا سودمند نہ تھا کیونکہ عذاب کا مشاہدہ اور معائنہ کرنے سے پہلے توبہ مفید ہوتی ہے اور انہوں نے عذاب کا مشاہدہ اور معائنہ کرنے کے بعد توبہ کی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝ (النساء:18)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کرلی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر میں مرجاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قوم عاد کے سواروں اور پیادوں نے عدن سے لے کر عمان تک کے علاقے کو بھرا ہوا تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا تو ان کی وراثت کو میری ان جوتیوں کے بدلہ میں کون خریدے گا۔ پھر وہ خود کہتے کہ کوئی نہیں خریدے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15882)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ان کی ندامت سے ان کو اس لیے فائدہ نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے ندامت کے باوجود توبہ نہیں کی بلکہ جب ان کو عذاب کا یقین ہو گیا تو پھر حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے انہیں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ

وہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے پر نادم نہیں تھے بلکہ اس پر نادم تھے کہ انہوں نے اونٹنی کے ساتھ ہی اس کے بچہ کو بھی کیوں قتل نہیں کر دیا اور اس کو نکل کر بھاگنے کا موقع کیوں دیا لیکن یہ جواب بعید ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:13، ص:122 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ اونٹنی تھا

جب قوم نے کسی معجزہ کو طلب کیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ یٰـقَوْمِ هٰـذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَـكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ○ (ھود: 64)

اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے سو اس کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تم کو عنقریب عذاب پہنچے گا۔

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں بہت لمبی عمریں عطا فرمائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا سو جب انہوں نے ایسا ہوتے دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیئے وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں غاریں سی بنا لیتے اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشی اعتبار سے خوشحال تھے۔

تو انہوں نے کہا: اے (حضرت) صالح (علیہ السلام)! ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس کے سبب ہم یہ جان لیں کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اونٹنی پیدا فرمائی پانی پینے کے لئے ایک دن اس کے

لئے اور ایک دن ان کے لئے مقرر تھا پس جب اس کے پانی پینے کا دن ہوتا تو وہ اسے کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے اور جب ان کے پانی پینے کا دن ہوتا تو اسے پانی سے دور بھگا دیتے اور وہ کوئی پانی نہ پی سکتی جبکہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔

(مستدرک: ج:2، ص:617 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف مبعوث فرمایا آپ علیہ السلام نے ان کو دعوت حق دی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ علیہ السلام ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے کر آئیں پس آپ علیہ السلام اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے۔ پانی پینے کے لئے ایک دن اس کے لئے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لئے تو ان تمام نے اس کا اقرار کر لیا۔ اونٹنی کے لئے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس میں وہ پانی پیا کرتی تھی دو پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام سے دونوں پہاڑ بہت تنگ تھے اس نہر پر اونٹنی کا نشان قیامت تک باقی رہے گا پانی پینے کے بعد وہ اونٹنی واپس آتی اور ان کے لئے ٹھہری رہتی حتیٰ کہ وہ دودھ دوہ لیتے اور انہیں خوب سیراب کرتی اور جس دن وہ پانی پینے کے لئے آتے تو وہ نہ آتی......الخ۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:316 مطبوعہ کراچی)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ

ایک دن ثمود اپنی مجلس میں جمع ہوئے وہاں حضرت صالح علیہ السلام بھی آ گئے حضرت صالح علیہ السلام نے حسب معمول ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی ان کو وعظ و نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

ثمود نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اگر آپ علیہ السلام اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ جن دے تو ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ اونٹنی نکلنے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے پھر حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کر دے تب اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی جوان کی طلب کردہ صفات کے مطابق تھی جب انہوں نے یہ عظیم الشان معجزہ دیکھا تو ان میں سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے لیکن اکثر اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر کھانے دو اور وہ جہاں چاہتی چرتی تھی ایک دن وہ پانی پینے جاتی اور ایک دن قوم ثمود جاتی اور جس دن وہ پانی پینے جاتی تو کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔ ثمود اپنی باری پر اگلے دن کی ضروریات کے لئے پانی جمع کر کے رکھتے تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
اس دن وہ سب لوگ اس اونٹنی کا دودھ پی لیتے تھے......الخ۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ثمود نے کہا: اے صالح علیہ السلام! اگر آپ علیہ السلام سچے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں؟
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: زمین کے کسی پہاڑ کی طرف نکلو تو وہ پہاڑ پھٹ پڑا اور اس کے شگاف سے اونٹنی اس طرح نکل آئی جس طرح کہ حاملہ کے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے۔
حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چھوڑ دو تا کہ کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ارادے سے نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اس کے لئے پینے کی باری ہے اور تمہارے لیے پینے کی باری کا ایک دن مقرر ہے۔ (تفسیر عبدالرزاق: رقم الحدیث: 911)
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ
انہوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس چٹان سے ایک دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور فوراً وہ ایک بچہ جن دے۔ حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر ان کے اس مطالبہ پر غور کرنے لگے۔
تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔
آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے دعا کیجئے کہ وہ اس پتھر سے اونٹنی نکال دے تو اس چٹان سے ایک اونٹنی نکلی اور ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور فوراً اس سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر: ج:8، ص:525 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے ہوئے تھے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں پہنچ کر ارشاد فرمایا:
اے لوگو! اپنے نبی سے دلائل اور معجزات کا مطالبہ نہ کرو یہ قوم صالح ہے جس نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی نشانی بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیج دی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15866)
مزید روایت فرماتے ہیں: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا۔
اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت) پر کوئی نشانی لاؤ۔
تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: تم اس پہاڑ کی طرف جاؤ تو وہ پہاڑ اچانک حاملہ عورت کی طرح پھول گیا پھر وہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے اوسط سے اونٹنی نکلی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15866)

مزید روایت فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیجی وہ اپنی باری پر ان کے راستے سے اپنا پانی پیتی تھی اور جتنا وہ لوگ اس کے ناغہ کے دن پانی پیتے تھے اس سے اس دن اتنا دودھ دوہ لیتے تھے پھر وہ لوٹ جاتی تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15868)

مزید روایت فرماتے ہیں: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو اونٹنی بہ طور نشانی نکالی تھی وہ قوم ثمود کی زمین میں درختوں کو چرتی تھی اور پانی پیتی تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا: یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نشانی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تم پر بڑے دن کا عذاب آئے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15875)

یہ وہ روایات ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ پر دلالت کرتی ہیں اور ان روایات کو گزشتہ واقعات میں ترتیب سے بھی عرض کیا تھا مگر یہاں معجزہ کے ثبوت کے لئے دوبارہ نقل کر دی ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا ذریعہ معاش تجارت تھا

حضرت صالح علیہ السلام کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے: سب سے اول کپڑا بننے کا کام حضرت آدم علیہ السلام نے کیا اور بعد میں کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا تھا۔

حضرت ادریس رضی اللہ عنہ درزی گری۔

حضرت صالح علیہ السلام تجارت۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ مدت بکریاں چرائیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے بادشاہ ہو کر درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنبیلیں وغیرہ بنا کر گزر کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی پیشہ اختیار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سیر فرماتے تھے۔

اور فرماتے تھے کہ

جس نے مجھے ناشتہ دیا ہے وہی شام کا کھانا بھی دے گا۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:304 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام عرب کے نبی

حضرت صالح علیہ السلام عرب کے نبی تھے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کتنے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
ایک لاکھ چوبیس ہزار۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول کتنے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
تین سوتیرہ جم غفیر ہیں۔
میں نے کہا: بہت اچھے ہیں۔
میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا نبی کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: حضرت آدم علیہ السلام!
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیاوہ نبی مرسل ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدافرمایا اپنے ہاتھ سے اور اپنی پسندیدہ روح پھونکی پھر ان کواپنے سامنے بنایا۔
پھرارشادفرمایا: چار نبی سریانی ہیں۔
1-حضرت آدم علیہ السلام
2-حضرت شیث علیہ السلام
3-اورخنوخ یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔
جنہوں نے قلم سے خط کھینچا۔
4-اورنوح علیہ السلام
اور چار نبی عرب سے ہیں۔
1-حضرت ھود علیہ السلام
2-حضرت صالح علیہ السلام

3-حضرت شعیب علیہ السلام

4-اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم !اے ابو ذر! (رضی اللہ عنہ)!

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟

ارشاد فرمایا:

سو صحیفے اور چار کتابیں، شیث پر پچاس صحیفے، خنوخ پر تیس، ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے اور یونس علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کئے گئے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:1، ص:67 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کی کل عمر دوسو اسی (280) سال ہوئی

حضرت صالح علیہ السلام کی کل عمر دوسو اسی سال ہوئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت صالح علیہ السلام کی عمر کل دوسو اسی (280) سال ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:190 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام دوسو بیس سال حیات رہے

حضرت صالح علیہ السلام دوسو بیس سال حیات رہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام پر بالغ ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی اور ان کو حضرت ھود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد مبعوث کیا گیا تھا اور وہ دوسو بیس سال زندہ رہے۔ (روح البیان: ج:6، ص:385 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت صالح علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا

حضرت صالح علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے نجات حاصل کر لی۔

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اے میری قوم! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اس کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب ہوا ہے لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حرم اور امن کے ساتھ جا ملو (یعنی سرزمین حرم میں قیام کرو) پس انہی ساعتوں میں انہوں نے حج کا چاند دیکھا

اور چل پڑے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اور پھر یہیں مقیم رہے حتیٰ کہ اس مقدس شہر میں فوت ہوئے اور ان کی قبور مکہ مکرمہ کے مغرب میں واقع ہیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:317 مطبوعہ کراچی)

تفسیر نعیمی میں ہے:

حق یہ ہے کہ

حضرت صالح علیہ السلام مکہ معظمہ میں رہے وہاں ہی آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:561 مطبوعہ لاہور)

حضرت صالح علیہ السلام کا مزار شریف مطاف شریف میں ہے

حضرت صالح علیہ السلام کا مزار شریف مطاف شریف میں ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

مطاف شریف میں آپ علیہ السلام کی قبر ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:561 مطبوعہ لاہور)

اَلصَّلوٰ ةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلوٰ ةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی ہیں آپ علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اہل مدین' اصحاب الایکہ اور اصحاب الراس کی طرف مبعوث فرمایا تا کہ ان کو شرک جیسے کبیرہ گناہ سے منع فرمائیں اور میری عبادت کرنے کا حکم فرمائیں مگر افسوس کہ انہوں نے ایک مقدس نبی کو جھٹلایا جس کے سبب عذاب میں گرفتار ہوئے اور ہمیشہ کے لئے مستحق نار ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا نام ونسب مبارکہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے نام مبارکہ میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں۔

حافظ علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کا نام مبارکہ یوں ہے۔

شعیب بن یوبب بن عنقاء بن مدین۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:25،ص:48 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کا نام مبارکہ

شعیب بن عینا بن ندیب بن مدین بن ابراہیم۔

اکثر مورخین نے اسی طرح لکھا ہے۔ (المنتظم: ج:1،ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ایک یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا نام مبارکہ یہ ہے۔

شعیب یثرون بن ضیعون بن عنقا بن نابت بن مدین بن ابراہیم۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام کا نام مبارکہ یوں ہے۔

شعیب بن مکیل

اور وہ مدین کی اولاد سے ہیں۔ (الکامل فی التاریخ: ج:1، ص:88 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن زیاد بن سمعان رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کتاب پڑھنے والے سے یہ خبر دی ہے کہ تورات کو ماننے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ تورات کو ماننے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ تورات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام میکائیل ہے۔ سریانی زبان میں آپ علیہ السلام کا اسم گرامی جزی بن یشخر ہے۔

اور عبرانی زبان میں آپ علیہ السلام کا اسم گرامی شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے۔

(تفسیر در منثور: ج:3، ص:326 مطبوعہ کراچی)

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

اہل تورات کے نزدیک ان کا نام تورات میں میکائیل ہے۔

اور سریانی میں ان کا نام حری بن یسحر ہے۔

اور عبرانیہ میں ان کا نام شعیب ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:10، ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

شجرہ نسب اس طرح ہے۔

شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:249 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کن کے بیٹے ہیں

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام "بویب بن مدین بن ابراہیم" کے بیٹے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ شعیب بن صیحون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ سحر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے بیٹے ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:10، ص:307 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کن کی اولاد سے ہیں

حافظ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام یہ ہے۔

شعیب بن عینا بن ندیب بن مدین بن ابراہیم۔

اکثر مورخین نے اسی طرح لکھا ہے۔

اور بعض نے یہ کہا ہے کہ

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ یہ ان بعض لوگوں میں سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (المنتظم: ج:1،ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

عجمہ اور علم کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے نسب شریف میں بہت اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ آپ علیہ السلام مدین ابن ابراہیم کی اولاد سے ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام ویعقوب علیہ السلام کے سلسلہ سے نہیں لہٰذا آپ علیہ السلام بنی اسرائیل سے نہیں ہیں آپ علیہ السلام ''شعیب ابن یکیل ابن یشجر ابن مدین ابن ابراہیم علیہ السلام'' ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:8،ص:578 مطبوعہ لاہور)

لفظ شعیب کی تحقیق

شعیب کی تحقیق یہ ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

شعیب کے متعلق گفتگو ہے یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔

بعض کے خیال میں یہ لفظ عربی ہے بنا ہے شعب سے۔

یہ اس کی تصغیر ہے شعب کہتے ہیں پہاڑی راستہ کو۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:578 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے۔

حافظ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے اس لیے آپ علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔

(المنتظم: ج:1،ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آپ علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو ارشاد فرماتے:

آپ علیہ السلام تو خطیب الانبیاء تھے اس لیے کہ جب آپ علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت حق دیتے تو قوم کی طرف رجوع انداز انتہائی حسین اور دلکش ہوتا اور جب وہ آپ علیہ السلام کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو جھٹلا دیتے اور آپ علیہ السلام کو رجم اور شہر سے باہر نکال دینے کی دھمکی دیتے تو ایسی حالت میں بھی آپ علیہ السلام کا انداز انتہائی شستہ اور پروقار ہوتا۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص: 327 مطبوعہ کراچی)

مزید راقم ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص: 337 مطبوعہ کراچی)

مزید راقم ہیں:

حضرت ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

میرے سامنے یعقوب بن ابی سلمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو ارشاد فرماتے:

وہ تو خطیب الانبیاء تھے کیونکہ آپ علیہ السلام کا انداز قوم کی طرف انہیں دعوت حق دینے کی صورت میں اور پھر ان جانب سے انکار کی صورت میں انتہائی حسین اور دلکش تھا۔ الخ۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص: 331 مطبوعہ کراچی)

مزید راقم ہیں۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص: 1060 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے تھے

حضرت شعیب علیہ السلام ایک قول کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے تھے۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا نام شعیب یثرون بن ضیعون بن عنقا بن نابت بن مدین بن ابراہیم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام شعیب بن میکیل ہے اور وہ مدین کی اولاد سے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں ہیں وہ ان بعض لوگوں کی اولاد سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی لیکن وہ حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ (الکامل فی التاریخ: ج:1،ص:88 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

مدین نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی جناب ریتا سے نکاح کیا جس سے یشجر پیدا ہوئے لہٰذا آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:578 مطبوعہ لاہور)

حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام شعیب بن عینا بن ندیب بن مدین بن ابراہیم ہے۔

اکثر مورخین نے اسی طرح لکھا ہے۔

اور بعض نے لکھا ہے کہ

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ یہ ان بعض لوگوں میں سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے لیکن یہ حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ (المنتظم: ج:1،ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

مدین نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی جناب ریتا سے نکاح کیا جس سے یشجر پیدا ہوئے لہٰذا آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:8،ص:578 مطبوعہ لاہور)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی حضرت شعیب علیہ السلام کی نانی تھیں

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی حضرت شعیب علیہ السلام کی نانی تھیں۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی حضرت شعیب علیہ السلام کی نانی تھیں۔

(الکامل فی التاریخ: ج:1،ص:88 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قبیلہ

حضرت شعیب علیہ السلام اس قبیلہ سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس دن ایمان لائے تھے جس دن آپ علیہ

السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ گلزار ہوگئی تھی اور انہوں نے شام کی طرف ہجرت کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں سے ان دونوں کا نکاح کر دیا تھا۔

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام اور بلعم اس قبیلہ سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس دن ایمان لایا تھا جس دن ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادیوں سے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:10، ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کس نسل سے ہیں

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہیں۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے حضرت شعیب علیہ السلام بھی اس نسل سے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:190 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام علم الانساب کے ماہر جید عالم

حضرت شعیب علیہ السلام علم الانساب کے ماہر جید عالم تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: شرقی بن القطامی سے روایت ہے کہ

اور یہ (حضرت شعیب علیہ السلام) علم الانساب کے ماہر جید عالم تھے۔

انہوں نے کہا: عبرانی زبان میں آپ علیہ السلام کا اسم گرامی شیروب ہے۔

اور عربی زبان میں شعیب ابن عیفا بن یوبب بن ابراہیم علیہ السلام ہے۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:326 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم تھے

حضرت شعیب علیہ السلام حلیم تھے۔

امام ابو جعفر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔

(جامع البیان: ج:8، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام صادق تھے

حضرت شعیب علیہ السلام صادق تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔

(جامع البیان: ج:8،ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام انتہائی باوقار تھے

حضرت شعیب علیہ السلام انتہائی باوقار تھے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت شعیب علیہ السلام بڑے حلیم، صادق اور انتہائی باوقار تھے۔

(جامع البیان: ج:8،ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کردہ کتاب کی تلاوت فرماتے تھے

حضرت شعیب علیہ السلام اس کتاب کی تلاوت فرماتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی تھی۔
حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت شعیب علیہ السلام اس کتاب کی تلاوت فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج:23،ص:78 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے تھے

حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے تھے۔
امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت احنف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے تھے۔

(تفسیر در منثور: ج:3،ص:1055 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز و روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے تھے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز و روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نصف شب تک سوتے تھے پھر تہائی رات کو اٹھ کر نماز میں قیام کرتے تھے پھر رات کے چھٹے حصہ تک آرام کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1131)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا عالم

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی رات کو جاگ جاگ کر بہت کثرت کے ساتھ عبادت فرماتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل فرمادیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ (مزمل: 1تا3)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور ان کی طرف یہ وحی فرمائی: اے شعیب (علیہ السلام)!

تم کس وجہ سے روتے ہو؟ آیا جنت کے اشتیاق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے!

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: اے میرے معبود اور میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ میں جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے! لیکن میں نے اپنے دل میں تیری محبت کو باندھ لیا ہے پس جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو کیا کر رہا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے شعیب (علیہ السلام)! اگر یہ برحق ہے تو اے شعیب علیہ السلام! تم کو میری ملاقات مبارک ہو اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 5262)

حضرت شعیب علیہ السلام کے اصحاب کا عالم

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر حضرت لوط علیہ السلام کے لئے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے اصحاب کی مثل ہوتے تو وہ یقیناً ان کی معاونت سے اپنی قوم سے جہاد فرماتے۔ (سنن سعید بن منصور: ج: 5، ص: 360 مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

حضرت شعیب علیہ السلام بہت امیر تھے

حضرت شعیب علیہ السلام بہت امیر بزرگ تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے: روایت سے ثابت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام بہت امیر آدمی تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:266 مطبوعہ لاہور)

چھ انبیاء کرام علیہم السلام بہت مالدار گزرے

چھ انبیاء کرام علیہم السلام بہت مالدار گزرے ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے: چھ پیغمبران کرام بہت مالدار گزرے۔

1-حضرت ابراہیم علیہ السلام　2-حضرت شعیب علیہ السلام　3-حضرت داؤد علیہ السلام
4-حضرت ایوب علیہ السلام　5-حضرت سلیمان علیہ السلام
6-حضرت ذی القرنین علیہ السلام ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:266 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر ہیں

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے: حضرت شعیب علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے خسر ہیں کہ آپ علیہ السلام کی بیٹی صفورا حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے نکاح میں آئیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کیسے بنے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں سے جب تشریف لے گئے تو مدین کے ایک کنویں پر تشریف لے گئے وہاں لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو شہزادیاں کنویں کے دور کھڑی اپنی بکریوں کو پانی پلانے سے روک رہی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلا رہی انہوں نے کہا ہم ہجوم میں پانی نہیں پلا سکتیں اگر ہمارے والد صاحب ضعیف نہ ہوتے تو وہ خود آ کر پلا جاتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر بکریوں کو کنویں سے پانی پلا دیا پھر ان دونوں شہزادیوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا کر سارا ماجرا سنایا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ان کو میرے پاس بلا کر لے آئیں چنانچہ دونوں شہزادیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معاوضہ دینے کے لئے بلا لائیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جا کر حضرت شعیب علیہ السلام کو سارا ماجرا سنایا تو دونوں شہزادیوں نے عرض کیا اے ابا جان ان کو اجرت پر رکھ لیں کیونکہ یہ طاقت ور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کس طرح معلوم ہے کہ یہ طاقتور ہیں تو انہوں نے کہا جس کنویں سے انہوں نے پانی پلایا اس پر ایک پتھر اس قدر بھاری رکھا ہوا تھا کہ اس کو دس آدمی اٹھاتے تھے مگر انہوں نے اکیلے ہی اٹھا لیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ان دونوں

صاحبزادیوں میں سے ایک کا آپ علیہ السلام کے ساتھ نکاح کردوں اس شرط پر کہ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت صفورا رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے: حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں سے خوفزدہ ہو کر اچانک مدین کی طرف چل پڑے تھے پہلے سے ان کا کوئی منصوبہ نہ تھا ان کے پاس سواری تھی نہ راستہ میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ راستہ میں درختوں کے پتے کھا کر سفر کر رہے تھے۔ فرعون نے ان کی تلاش میں اپنے کارندے دوڑا دیئے تھے۔

اس نے کہا: ان کو راستہ کی گھاٹیوں سے پکڑ کر لاؤ ان کو مدین کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو گھوڑے سوار کی صورت میں بھیجا۔

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ علیہ السلام میرے ساتھ چلیں یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ عنقریب مجھے میرا رب سیدھا راستہ دکھا دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کنویں پر پہنچے وہاں پر بہت لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی ہوئی تھیں جو اپنی بکریوں کو کنویں کی جانب سے روک رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو؟ اور کیوں اپنی بکریوں کو روک رہی ہو۔

انہوں نے بتایا کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں اور اتنے رش میں اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد محترم بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں اگر وہ طاقت ور ہوتے تو خود آ کر جانور کو پانی پلا دیتے اس لیے جب تک کہ سب چرواہے اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا کر نہ چلے جائیں وہ پانی نہیں پلا سکتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا پھر آ کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 64، ص 25 تا 26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نام لیا اور دوسری کا نام صفورا تھا۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ

ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام تھے علامہ قرطبی کی رائے بھی یہی ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ

ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے یثرون تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہونے کے بعد فوت ہو گئے تھے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ابو عبید کا بھی یہی مختار ہے۔

لیکن زیادہ تر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ
ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔
علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:13 ص:249 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے ساتھ جو ایثار اور احسان کیا تھا انہوں نے گھر جا کر اس کا ذکر اپنے بوڑے باپ سے کیا جس سے انہوں نے بھی اس احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینا چاہا اور ان کو اپنے گھر بلایا۔

(پھر ان دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا بے شک میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ جو آپ نے ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا ہے اس کی جزا دیں۔ القصص:26)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے ان کو کھانا پیش کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں کھانا نہیں کھاؤں گا میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے اور اگر تمام روئے زمین کو سونا بنا دیا جائے تو میں اس کے عوض بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیے ہوئے کام کو فروخت نہیں کروں گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ علیہ السلام کے پانی پلانے کا معاوضہ نہیں ہے لیکن مسافروں کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھالیا۔

ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا: اے ابا جان آپ علیہ السلام ان کو اجرت پر رکھ لیجئے بے شک آپ علیہ السلام جس کو اجرت پر رکھیں ان میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایماندار ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقت ور اور ایماندار ہیں؟

اس پر انہوں نے کہا: جس کنویں سے انہوں نے پانی پلایا تھا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوتا ہے کہ دس آدمی مل کر اس پتھر کو اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھالیا تھا یہ ان کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے اور ان کے ایمان دار اور متقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راستہ بتانے کے لئے میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی ہوا سے بار بار میری چادر اڑ جاتی تھی۔

تو انہوں نے کہا: تم پیچھے پیچھے چلو میں آگے آگے چلتا ہوں تا کہ میری نظر تمہارے جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑے اور راستہ کی نشاندہی کے لئے پیچھے سے کوئی پتھر یا کنکری مار دیا کرو۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:4 ص:28 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پھر بات قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے۔

ارشاد فرمایا گیا: انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں گے اور اگر دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا آپ انشاء اللہ! مجھے نیک لوگوں میں پائیں گے۔ موسیٰ نے

کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔ (القصص: 27 تا 28)

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ

کسی معین لڑکی (صفورا) کے ساتھ ایک معین مہر کے عوض یہ نکاح کر دیا گیا اور وہ مہر اس مذکورہ آٹھ سال اجرت پر کام کرنے کے علاوہ تھا اور اس اجرت کا ذکر باہمی معاہدہ کے طور پر کیا گیا ہے نہ کہ اس نکاح کو منعقد کرنے کے طریقہ پر گویا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں فرمایا کہ

میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا مہر معین کے عوض تمہارے ساتھ نکاح کر دوں جبکہ تم اجرت مقررہ کے عوض آٹھ سال میرے پاس کام کرو اب بتاؤ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک معین لڑکی (صفورا) کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (روح المعانی: ج:20، ص:103 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی الحنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ

جب یہ عقد منعقد ہو گیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ

آپ علیہ السلام گھر میں جائیں وہاں پر لاٹھیاں رکھی ہیں آپ علیہ السلام ان سے کوئی لاٹھی لے لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام کی لاٹھیاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی اٹھالی جو حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی تھی جس کو وہ جنت سے لائے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہو چکے تھے انہوں نے اس لاٹھی کو چھو کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی ہے۔

انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ علیہ السلام کوئی اور لاٹھی لے لیں لیکن ہر بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یہی لاٹھی آئی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی عام شخص نہیں ہیں۔

(تفسیر ابوالسعود: ج:5، ص:121 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے چشمہ پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پایا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے جب وہ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو کنویں پر پتھر رکھ دیا اسے دس آدمی ہی اٹھا سکتے تھے جبکہ وہ صرف دو عورتیں تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟

دونوں نے (مسئلہ) بتایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پاس پہنچے اور اکیلے ہی اس کو اٹھا دیا پھر جانوروں کو پانی پلایا۔ آپ علیہ السلام نے صرف ایک ڈول نکالا تھا کہ تمام ریوڑ کو پانی پلایا۔ دونوں عورتیں اپنے والد محترم کے پاس آئیں ان سے گفتگو کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سایہ کی طرف چل دیئے اور یوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر

ایک بچی حیا کا پیکر بن کر آئی اپنا کپڑا چہرے پر ڈالی ہوئی تھی وہ ان جری خواتین کی طرح نہ تھی جو مردوں کے پاس بے باک چلی جاتی ہیں۔

عورت نے کہا: میرے والد محترم آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ جو تو نے ریوڑ کو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں اجر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا: میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ہوا تیرے کپڑے کو لگے اور تیرے جسم کی حالت کو بیان کردے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے والد کے پاس پہنچے تو سب واقعہ سنایا۔

تو ان میں سے ایک نے کہا: اے والد محترم! ان کو اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ جس کو آپ علیہ السلام اجرت پر رکھ رہے ہیں وہ طاقتور اور امین ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا: اے بیٹی اس کی امانت کے بارے میں تجھے کس نے بتایا؟

بچی نے کہا: اس کی قوت تو یہ ہے کہ اس نے پتھر اٹھالیا جسے دس آدمی مل کر اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی امانت کا تعلق ہے۔

تو اس نے کہا: میرے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی جاؤ کیونکہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کو ہوا لگے اور تیرے جسم کی ساخت کو بیان کردے۔

اس چیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کی رغبت میں اضافہ کردیا۔

اور ارشاد فرمایا: میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں انشاء اللہ تو مجھے صالح لوگوں میں سے پائے گا یعنی جو میں نے بات کہی ہے اچھی سنگت والا اور وعدہ پورا کرنے والا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں جو مدت بھی پوری کروں تو اس کے بعد مجھ پر کوئی زیادتی نہ کی جائے گی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

کہا: ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی آپ علیہ السلام سے کردی اور اپنے پاس ٹھہرالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی خدمت کے لئے کافی ہوگئے بکریاں چرانے کی ان کی خدمت کرتے اور دوسرا کوئی کام ہوتا تو وہ بجالاتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت صفورا رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ السلام کی شادی کردی ان کی بہن کا نام شرفا تھا یہی پہلے دونوں ریوڑ چراتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:6، ص:334 مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ)

عقبہ بن منذر سلمی سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طٰہٰ پڑھی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ تک پہنچے۔

اور ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال اپنی پاکدامنی اور کھانے پر مزدوری کی جب مدت پوری کردی۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے کون سی مدت پوری کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوان میں سے زیادہ قسم کی پوری کرنے والے اور کامل تھی۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علیحدہ ہونے کا ارادہ کیا۔

تو اپنی بیوی سے کہا کہ

وہ اپنے والد محترم سے سوال کرے کہ وہ اپنے ریوڑ میں سے کچھ اس کو دے دے جن کے ساتھ وہ زندگی گزار سکیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو وہ بکریاں عطا فرما دیں جنہوں نے اسی سال بدلے رنگوں والے بچے جنے تھے آپ علیہ السلام کا ریوڑ سیاہ رنگ کا حسین تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کی طرف گئے اس کی ایک طرف کو بلند فرمایا پھر اس کو حوض کی پست جگہ پر رکھ دیا پھر ریوڑ کو لے آئے اور انہیں پانی پلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حوض کے سامنے کھڑے ہو گئے اس سے کوئی بکری واپس نہ جاتی مگر اس کے پہلو میں ایک ایک بکری کھڑی کرتے انہوں نے نشوونما پائی اور تین گنا ہو گئیں ان سب نے بدلے رنگوں والے بچے جنے یعنی اپنی ماں کے رنگ پر نہ تھے مگر ایک بکری یا دو بکریوں نے۔ ان میں سے کوئی بکری ایسی نہ تھی جس کا دودھ دوہے بغیر ہی بہت رہتا ہو۔ ان میں سے کوئی بکری ایسی نہ تھی جس کے تھن کا سوراخ تنگ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی جس کا دودھ کم ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی جس کا تھن زائد ہو اور نہ ہی کوئی ایسی بکری تھی جس کے تھن چھوٹے ہوں جسے ہتھیلی گرفت میں نہ لے سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم شام کے ملک میں جاؤ تو ان بکریوں میں سے باقی ماندہ بکریاں دیکھو گے یہی سامریہ ہیں۔

حضرت ابن الہیعہ نے کہا: خشوش سے مراد وہ بکری ہے جس کے تھن کا سوراخ کھلا ہو اس کا دودھ خود بہتا رہتا ہو۔

ضبوب سے مراد وہ بکری ہے جس کی کھیری لمبی ہو اور سوراخ تنگ ہو۔

غزور سے مراد وہ بکری ہے جس کی کھیری چھوٹی ہو۔

اور ثقول یا ثعول سے مراد جس کی کھیری پستان کی دو بھٹنیوں کی طرح اور کیشمہ سے مراد وہ بکری ہے جس کی کھیری اتنی چھوٹی ہو کہ ہاتھ اسے نہ پہنچ سکے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو اس مدت کی طرف متوجہ کیا جو ان دونوں کے درمیان طے ہوئی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی نے کہا: ہر بکری جو اپنے رنگ پر بچہ جنے گی تو تیرے لیے اس رنگ کی بکریاں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصد کیا اور پانی پر ایک ڈھانچہ سا لگا دیا جب بکریوں نے وہ ڈھانچہ دیکھا تو یکبارگی پھر تو سب نے چتکبرے بچے جنے سوائے ایک بکری کے وہ سال ان سب کے رنگ لے گیا۔

(جامع البیان: ج:20، ص:82 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا

حضرت شعیب علیہ السلام سے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا۔

علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ العمادی حنفی متوفی 982ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ

جب یہ عقد منعقد ہو گیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

آپ گھر میں جائیں وہاں پر جو لاٹھیاں رکھی ہیں آپ علیہ السلام ان میں سے کوئی لاٹھی لے لیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام کی لاٹھیاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی اٹھالی جو حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی تھی جس کو وہ جنت سے لائے تھے حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہو چکے تھے انہوں نے اس لاٹھی کو چھو کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی لاٹھی ہے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: آپ کوئی اور لاٹھی لے لیں۔

لیکن ہر بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یہی لاٹھی آئی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی عام شخص نہیں ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود: ج:5، ص:121 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے: آپ (حضرت شعیب علیہ السلام) ہی کے ہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں بھی چرائیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے: آپ (حضرت شعیب علیہ السلام) ہی کی بکریاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چرائیں۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کا حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی ملاقات کی بشارت عطا فرمانا

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹادی اور ان کی طرف یہ وحی فرمائی! اے شعیب (علیہ السلام)!

تم کس وجہ سے روتے ہو؟ آیا جنت کے اشتیاق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے؟

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: اے میرے معبود! اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ میں نہ جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے! لیکن میں نے اپنے دل میں تیری محبت کو باندھ لیا ہے پس جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو کیا کہہ رہا ہے!

پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ!

اے شعیب (علیہ السلام)! اگر یہ برحق ہے تو اے شعیب (علیہ السلام)! تم کو میری ملاقات مبارک ہو۔ اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 5262)

حضرت شعیب علیہ السلام کا معجزہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ جس پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تو وہ جھک جاتا اور آپ علیہ السلام آسانی کے ساتھ چڑھ جاتے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ

آپ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ جب آپ علیہ السلام اونچے پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے تو وہ پہاڑ خود جھک جاتا اور آپ علیہ السلام بہ آسانی اس پر چڑھ جاتے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:579 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام عرب سے نبی

حضرت شعیب علیہ السلام عرب سے نبی تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انبیاء کرام علیہم السلام کتنے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلا نبی کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی

پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! چار نبی سریانی ہیں۔
1- حضرت آدم علیہ السلام 2- حضرت شیث علیہ السلام
3- اور خنوخ علیہ السلام یہ ادریس علیہ السلام ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا۔
4- اور حضرت نوح علیہ السلام
اور چار نبی عرب کے ہیں:
1- حضرت ھود علیہ السلام 2- حضرت صالح علیہ السلام 3- حضرت شعیب علیہ السلام
4- اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)!
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے کتابیں کتنی نازل فرمائیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں۔
حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے۔
حضرت خنوخ علیہ السلام پر تیس صحیفے نازل کیے گئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کیے گئے۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے قبل دس صحیفے نازل کیے گئے۔
اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 1، ص: 167 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)
اور صحیح ابن حبان میں یہ حدیث بھی درج ہے کہ
اے ابوذر رضی اللہ عنہ! چار نبی عرب سے ہیں۔
1- حضرت ھود علیہ السلام
2- حضرت صالح علیہ السلام
3- حضرت شعیب علیہ السلام
4- اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 361)

اللہ تعالیٰ کا حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدمت کی بشارت دینا

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر روئے کہ نابینا ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور ان کی طرف وحی فرمائی کہ
اے شعیب (علیہ السلام)! تم کس وجہ سے روتے ہو؟ آیا جنت کے اشتیاق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے؟

حضرت شعیب علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے معبود اور اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ میں نہ جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے! لیکن میں نے اپنے دل میں تیری محبت کو باندھ لیا ہے پس جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ

اے شعیب (علیہ السلام)! اگر یہ برحق ہے تو اے شعیب (علیہ السلام) تم کو میری ملاقات مبارک ہو اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 5262)

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے۔

امام جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے۔

(جامع البیان: ج:8، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کی اہل مدین کی طرف بعثت

حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ (الاعراف:85)

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے ہم قبیلہ بھائی شعیب کو بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ (ھود:84)

اور (ہم نے) مدین والوں کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ (العنکبوت:36)

اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے ہم قبیلہ شعیب کو بھیجا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین اور اصحاب الایکہ والوں کی طرف مبعوث فرمایا

حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین اور اصحاب الایکہ والوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

حافظ علی بن حسین بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:10 ،ص:309 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 16072)

دونوں بستیاں عام گزرگاہ پر آباد تھیں

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور مدین دونوں عام گزرگاہ پر آباد تھیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الحجر: 79)

اور قوم لوط اور مدین بڑی شاہراہ پر آباد تھیں۔

مدین کس قوم کا نام ہے

مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1 ،ص:190 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مدین کا علاقہ سرسبز تھا

قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی وہ سبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا۔

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1 ،ص:190 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اہل مدین کی رہائش گاہ

اہل مدین، مدین نام کے اس شہر میں رہتے تھے جو حجاز کی اس جانب آباد تھا جہاں اس کی سرحد شام سے جاملتی ہے اس کے قریب بحیرہ قوم لوط تھا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین، مدین نام کے اس شہر میں رہتے تھے جو حجاز کے اس جانب آباد تھا جہاں اس کی سرحد شام سے جاملتی ہے اس کے قریب بحیرہ قوم لوط تھا۔

(یہ شہر خلیج عقبہ کے شرقی اور غربی ساحلوں پر آباد تھا اور یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا اور اس علاقے کے مرکزی شہر کا نام بھی مدین تھا اس شہر میں جو قبیلہ تھا اس کا نام بھی مدین تھا) (البدایہ والنہایہ: ج:1 ،ص:266 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بعض متاخرین نے لکھا ہے: مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے

کنارے پر واقع تھا مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانہ میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کے کنارے یمن سے مکہ مکرمہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقع تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے مصر اور شام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان سے گزرتے تھے۔

مدین پہلے آدمی کا نام تھا پھر قوم کا نام بن گیا پھر بستی کا نام ہو گیا

مدین ایک شخص کا نام تھا پھر یہ قوم کا نام بن گیا اس کے بعد یہ بستی کا نام ہو گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے: مدین اولاً ایک آدمی کا نام تھا پھر قوم کا پھر بستی کا نام ہوا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:247 مطبوعہ لاہور)

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پوتا یا بیٹا تھا

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے کا نام یا بیٹے کا نام ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: مدین ایک بزرگ آدمی کا نام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پوتا تھا یا بیٹا پھر اس کی نسل کا نام اسی کے نام پر چلا اور قبیلہ مدین بن گیا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:249 مطبوعہ لاہور)

قوم مدین نے اپنے علاقے کا نام مدین رکھا

قوم مدین نے اپنے علاقے کا نام مدین رکھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے: مدین ایک بزرگ آدمی کا نام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پوتا تھا یا بیٹا پھر اس کی نسل کا نام اسی کے نام پر چلا اور قبیلہ مدین بن گیا اسی قوم مدین نے اپنے علاقے کا نام بھی مدین رکھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:249 مطبوعہ لاہور)

مدین حجاز اور شام کے درمیان ہے

مدین کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان میں ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: یہ علاقہ حجاز اور شام کے درمیان ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:249 مطبوعہ لاہور)

مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا تیسرا دادا ہے

مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا تیسرا دادا ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: مدین آپ علیہ السلام (حضرت شعیب علیہ السلام) کا تیسرا دادا ہے۔

شجرہ نسب اس طرح ہے۔

شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین۔ (تفسیر نعیمی: ج:12،ص:249 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام مدین بستی کے نبی تھے

حضرت شعیب علیہ السلام مدین بستی کے نبی تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے: مدین کے متعلق بہت گفتگو ہے حق یہ ہے کہ
مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے پھر ایک قبیلہ کا نام مدین ہوا جو مدین ابن ابراہیم کی اولاد تھا پھر ایک بستی کا نام ہو گیا جہاں یہ قبیلہ آباد تھا۔
بعض مفسرین نے کہا کہ
بستی کا نام ہے۔
بعض نے کہا: قبیلہ کا نام ہے۔
وہ سب ہی ٹھیک کہتے ہیں اس بستی اور اس قبیلہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

مدین شہر مصر سے آٹھ منزل پر یعنی افریقہ میں واقع تھا

مدین شہر مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر یعنی افریقہ میں واقع تھا۔
تفسیر نعیمی میں ہے: مدین شہر مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر یعنی افریقہ میں واقع تھا۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

قوم مدین کی تعداد چار لاکھ تھی

قوم مدین کی تعداد چار لاکھ تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے: ایک غیر معروف روایت ہے کہ
قوم مدین کی تعداد بھی چار لاکھ تھی اور قوم لوط کی تعداد بھی اتنی ہی تھی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:268 مطبوعہ لاہور)

اہل مدین کفار تھے

اہل مدین کفار تھے۔
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے۔
(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:266 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اہل مدین راستے میں ڈاکہ ڈالتے تھے

اہل مدین مسافروں پر ڈاکہ ڈالتے تھے اور ان کو لوٹ لیتے تھے۔
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے۔
(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:266 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ڈاکہ کی تعریف و معنیٰ

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: حرب کا معنیٰ ہے جنگ، صلح کی ضد اور حرب کا معنیٰ ہے۔

کسی انسان کا سارا مال لوٹ لینا اور اس کو بالکل تہی دست چھوڑ دینا۔ (تاج العروس: ج:3، ص:396 مطبوعہ مطبعۃ الخیریہ مصر)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: باغیوں اور محاربین میں فرق یہ ہے کہ

باغی کسی تاویل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی تاویل کے قتل اور غارت گری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے ڈاکہ کی تعریف کو سرقہ کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے کیونکہ خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے، چور محافظ، امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو اعلانیہ مار دھاڑ کر کے لوٹتا ہے اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ اور مامون ہو اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں اس طریقہ سے مال کو لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:6، ص128 تا 129)

ڈاکہ کا رکن

ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی 592ھ لکھتے ہیں: ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ

کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مال لوٹنے کے لئے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے خواہ ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت جبکہ ڈاکو کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ پتھر ہوں کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معاون ہوں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکو اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جس کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لئے مشکل ہو اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مال لوٹنے کا قصد کریں۔ (بدائع الصنائع: ج:7، ص:90 مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی)

ڈاکہ ڈالنے والے کی سزا

شمس الائمہ سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں نہ قتل کریں اور نہ لوٹیں تو ان کو تعزیر لگانے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے قول "او ... من الارض" سے بھی یہی مراد ہے یعنی ان کو قید کر لیا جائے۔ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی نے پہلے یہ بیان ... ہے کہ جس شخص نے قتل کیا نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھمکایا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا، ہاتھ پیر کاٹنا انتہائی سزا

ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔

(مبسوط: ج:9، ص:195)

اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے بہتر ہے۔ یعنی ان کو طلب کرنا تا کہ ان کو ہر جگہ سے بھگا دیا جائے کیونکہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے اور جس چیز کی شریعت میں نظیر ہو اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ (المبسوط: ج:9، ص:199 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کردے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولی دے دے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے یونہی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ (بدائع الصنائع: ج:7، ص:93 مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

ڈاکو کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایک جرم ہے اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے جیسا کہ حد سرقہ، حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ

ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے اور چونکہ ڈاکہ کا جرم زیادہ ہے اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے کیونکہ جو ڈاکو لوگوں کو قتل کرتا ہے اور ان کا مال لوٹتا ہے وہ امن میں خلل ڈالتا ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ میں ہاتھ اور پیر دونوں کاٹنا ایک حد ہے جبکہ چوری میں دونوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو حد رجم اور حد سرقہ کی مثال دی ہے وہاں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

سولی میں اختیار نہیں ہے اس کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شہرت دی جائے تا کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ

اصل شہرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھانے میں مبالغہ ہے لہٰذا اس میں اختیار دیا جائے گا۔

(ہدایہ اولین: ص:536 مطبوعہ شرکت علمیہ)

اہل مدین گزرنے والوں کوخوف زدہ کرتے تھے

اہل مدین کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ گزرنے والوں کوخوف زدہ کرتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کوخوفزدہ کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:267 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل مدین ایکہ درخت کی عبادت کرتے تھے

اہل مدین کا سب سے بڑا شرک یہ تھا کہ وہ ایکہ درخت کی عبادت کرتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کوخوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:267 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل مدین لوگوں کے ساتھ بدمعاملہ کرتے تھے

اہل مدین کی بری خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ لوگوں کے ساتھ بدمعاملہ کرتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کوخوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بدمعاملہ تھے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:267 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل مدین ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے

اہل مدین کی ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کوخوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بدمعاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:267 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل مدین کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے اگر دینا ہوتا تو کم دیتے

اہل مدین کی بری خصلتوں میں سے یہ بھی بری خصلت تھی کہ اگر انہوں نے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے اور اگر کسی کو کچھ دینا ہوتا تو کم دیا کرتے تھے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کوخوف زدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے

اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بد معاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اہل مدین کو اصحاب الایکہ کیوں کہا گیا

اہل مدین کو اصحاب الایکہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ایکہ درخت کی پرستش کرتے تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس علاقہ میں رہتے تھے وہ علاقہ سرسبز جھاڑیوں والا تھا اس کو اصحاب الایکہ کہا گیا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا اس لیے اس کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

اس علاقہ میں ایکہ نام کا ایک درخت تھا اور مدین اس درخت کی پرستش کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:190 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مدین اور اصحاب الایکہ ایک قوم ہے یا الگ الگ قوم ہے

مدین اور اصحاب الایکہ ایک قوم ہے یا الگ الگ قوم اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قوم کا نام ہے مگر بعض اقوال سے پتہ چلتا ہے یہ الگ الگ قومیں ہیں۔

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: عکرمہ نے کہا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پھر اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب فرمایا ہے اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ ان دونوں سے مراد ایک قوم ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:10،ص:309 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ کی تحقیق یہ ہے کہ

اصحاب الایکہ اور مدین دونوں سے مراد ایک ہی قوم ہے۔

فرماتے ہیں کہ مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی نسل سے تھے اور قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا اس لیے اس کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

اس علاقہ میں ایکہ نام کا ایک درخت تھا اور مدین اس درخت کی پرستش کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔

بہرحال مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ

یہ الگ الگ قومیں ہیں یا یہ دونوں ایک قوم ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:190 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کے وقت عمر مبارک

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کے وقت عمر مبارک (20) بیس سال تھی۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

(المنتظم: ج:1، ص:209 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف مبعوث کیے جانے کے اقوال

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف مبعوث کیے جانے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں۔

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا۔

ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پھر اس قوم کی نافرمانی پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:10، ص:309 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: (حضرت شعیب علیہ السلام) ان کو دو امتوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

1- اہل مدین　　　2- اور اصحاب الایکہ

مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کا گھر تھا اور ایکہ کا علاقہ مدین کے پیچھے تھا۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

جیسا کہ روایت میں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب ایکہ سے مراد خیفہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کر دیا۔

تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا: میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو۔ الخ۔ (تفسیر در منثور: ج: 5، ص: 269 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ کا حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوف زدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بد معاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کا حکم فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حکم فرمایا کہ اے میری قوم تم صرف اللہ تعالیٰ کو معبود مانو اس کے علاوہ کسی کو معبود نہ مانو۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوف زدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بد معاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانو۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو شرک سے منع فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حکم ارشاد فرمایا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کو معبود مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوف زدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بدمعاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت دی

قوم چونکہ ایکہ درخت کی عبادت کرتی تھی اسی لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی۔
حافظ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بیس سال کی عمر میں مدین کی طرف مبعوث فرمایا یہ قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی تھی حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ (المنتظم: ج:1، ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ایکہ درخت کی پرستش کرتی تھی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (ھود:84)
شعیب نے کہا! اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الاعراف:85)
شعیب نے کہا! اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (العنکبوت:36)
شعیب نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں کمی کرتی تھی تو آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس قبیح فعل سے منع فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ (ھود:84)

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کی عمر بیس سال تھی یہ لوگ ناپ اور تول میں کمی کیا کرتے تھے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو کمی کرنے سے منع فرمایا۔

(المنتظم: ج:1، ص:209 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بد معاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ان کو ان کے برے کاموں سے منع فرمایا۔

اور ان سے ارشاد فرمایا کہ

لوگوں کے مالوں میں کمی کرنا چھوڑ دو۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص266 تا 267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے شدید عذاب

ناپ تول میں کمی کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور اس کے لئے ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(المطففین: 1 تا 6)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے شدید عذاب ہے وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور

جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں کیا ان لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھایا جائے گا بہت بڑے دن میں جب سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ خبیث تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۝

پھر وہ عمدہ طریقہ سے ناپ تول کرنے لگے۔ (صحیح ابن عباس: رقم الحدیث: 4919)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطہ کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا جب وہ خیبر کی طرف گئے تو انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۝

تو میں نے کہا: فلاں شخص ہو گیا اس کے پاس ایک صاع ہے جس سے وہ ناپ کر دیتا ہے اور ایک دوسرا صاع ہے جس سے وہ ناپ کر لیتا ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 2281)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک شخص کسی ناپ تول کرنے والے کو ملازم رکھے اور اس کو علم ہو کہ یہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو اس کا گناہ اس کے اوپر ہوگا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 3907)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

اے مہاجرین کے گروہ! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو۔

1- جس قوم میں بھی بے حیائی ظاہر ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ برسرِ عام بے حیائی کے کام کریں تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ بیماریاں جو ان کے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

2- اور جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط آ جاتا ہے اور افلاس چھا جاتا ہے اور ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔

3- اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتے وہ آسمان کی بارش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں اور اگر حیوانات نہ ہوتے تو ان پر بالکل بارش نہ ہوتی۔

4- اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں ان کے اوپر ان کے مخالف دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے

ان کے ہاتھوں سے مال چھین لیتا ہے۔

5- اور جو آئمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کو ترجیح نہیں دیتے اللہ تعالیٰ ان میں ایک دوسرے کا خوف پیدا کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4019)

حضرت سوید بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اور مخرمہ ہجر سے ایک بزاز کے پاس آئے ہم نے شلوار کی قیمت لگائی اور میرے پاس ایک شخص تھا جو اجرت پر وزن کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:

وزن کرو اور جھکتا ہوا دو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3336)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو پورا پورا ناپ اور تول کرنے کا حکم

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حکم ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم پورا پورا ناپ اور تول کرو اور لوگوں کو کم تول کر ان کی چیزیں نہ دیا کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف: 85)

پس تم پورا پورا ناپ اور تول کرو اور لوگوں کو کم تول کر ان کی چیزیں نہ دو اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ کرو اگر تم ایمان لانے والے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (ھود: 85)

اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (الشعراء: 181 تا 183)

پیمانہ پورا بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤ اور صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو۔

قسطاس کا معنیٰ

اس آیت کریمہ میں قسطاس کا لفظ آیا ہے اس لیے یہاں پر قسطاس کا معنیٰ و چند احادیث مبارکہ عرض کی جاتی ہیں۔
علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:
قسطاس کا معنیٰ میزان اور ترازو ہے اور اس کو عدالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
(المفردات: ج:2، ص:522 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)
اور قسط کا معنیٰ ہے عدل اور انصاف کے ساتھ کسی چیز کا حصہ قرآن مجید میں ہے:
لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ (یونس:4)
کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ اجر دے۔
جب انسان کسی کا حصہ دوسرے کو دے دے تو اس کو بھی قسط کہتے ہیں۔
اور یہ ظلم کے معنیٰ میں ہے۔
اور قاسطون کا معنیٰ ہے۔
ظلم کرنے والے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ أَمَّا الْقٰسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○ (الجن:15)
رہے ظلم کرنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ (المفردات: ج:2، ص 521 تا 522 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)
علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے۔
المقسط، یعنی عادل، قسط یقسط۔
ضرب یضرب کے باب سے ہو تو اس کا معنیٰ ظلم کرنا۔
اور جب یہ باب افعال سے ہو تو اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اور اس کا معنیٰ ظلم کو دور کرنا اور عدل کرنا ہے۔
حدیث مبارکہ میں ہے۔
اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے وہ قسط یعنی میزان کو جھکاتا ہے اور اس کو اوپر اٹھاتا ہے بندوں کے جو اعمال اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے نیک اعمال کے پلڑے کو وہ جھکاتا ہے اور برے اعمال پلڑے کو وہ اوپر اٹھاتا ہے۔
اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ
وہ میزان میں بندے کے رزق کو زیادہ کر کے اس کے پلڑے کو جھکا دیتا ہے اور ان کے رزق کے پلڑے کو رزق میں

کے اوپر اٹھا دیتا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
مجھے ناکثین اور قاسطین اور مارقین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
ناکثین کا معنیٰ ہے۔
عہد شکنی کرنے والے، اس سے مراد اہل جمل ہیں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر والے، کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خلاف ورزی کی۔
اور قاسطون کا معنیٰ ہے۔
ظلم کرنے والے ہیں اس سے مراد اہل صفین ہیں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان کے خلاف بغاوت کی۔
اور مارقون کا معنیٰ ہے۔
خارج ہونے والے اور اس سے مراد خوارج ہیں کیونکہ وہ دین سے اس طرح نکل گئے تھے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اقسط فی حکمه کا معنیٰ ہے۔
فلاں شخص نے عدل سے فیصلہ کیا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الحجرات:9)
اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اور قسط کا معنیٰ ہے۔
ظلم کرنا۔
اور قاسطون کا معنیٰ ہے۔
ظلم کرنے والے اور حق سے تجاوز کرنے والے۔ (لسان العرب: ج:7، ص:378 مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران)
علامہ مناوی متوفی 1003ھ نے فرمایا ہے کہ
قسط کا معنیٰ ہے۔
عدل سے کسی چیز کا حصہ کرنا۔ (التوقیف علی مہمات التعریف: ص: 271)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے وہ عدل و انصاف کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال و دولت کو اتنا تقسیم کریں گے پھر اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4282)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بوڑھے مسلمان اور جو شخص حامل قرآن ہو اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس کے ساتھ جفا نہ کرتا ہو اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالانے کے حکم میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4843)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر دنیا کی بقا میں صرف ایک دن رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو ضرور طویل کر دے گا حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اس دن بھیجے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور جس کے والد کا نام میرے نام کے موافق ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح زمین پہلے ظلم اور بے انصاف سے بھری ہوئی تھی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2231)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے میرے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنی اتنی چیزیں ہبہ کر دی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے جتنی چیزیں نعمان کو دی ہیں کیا اپنے باقی بیٹوں کو بھی اتنی چیزیں دی ہیں۔

انہوں نے کہا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم کو اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ تمہارے تمام بیٹے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں؟

انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم بھی ان کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ کو گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2650)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے جس میں قریش کی ایک جماعت تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر کے دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا:
کیا اس گھر میں صرف قریشی ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اس میں فلاں شخص ہمارا بھانجا بھی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی قوم کا بھانجا بھی اسی کی قوم میں شمار ہوتا ہے؟
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ خلافت اس وقت تک قریش میں رہے گی جب تک ان سے رحم طلب کیا جائے تو یہ رحم کرتے ہیں اور جب تک یہ انصاف سے فیصلے کرتے رہیں اور یہ عدل سے تقسیم کرتے رہیں اور ان میں سے جو شخص اس طرح نہیں کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند احمد: ج:4، ص:396)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مقسطین (عدل کرنے والے) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر رحمٰن کی دائیں جانب بیٹھے ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں جو لوگ اپنے گھر والوں اور جن پر ان کو حاکم بنایا گیا ان میں عدل سے فیصلے کریں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1827)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ فرماتے ہیں: بندہ کا عدل میں حصہ بالکل ظاہر ہوا ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے عدل کے لئے اس کے نفس کی صفات میں سے اس کے لئے جو پہلی چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ اس کی شہوت اور اس کا غضب اس کی عقل اور اس کے دین کے تابع ہوں کیونکہ اگر اس نے اپنی عقل کو اپنی شہوت اور اپنے غضب کے تابع کر دیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور عدل کے لئے دوسری چیز یہ واجب ہے کہ وہ تمام معاملات میں حدود شرع کی رعایت کرے اور ہر عضو میں اس کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے ہر عضو کو شریعت کے اذن کے مطابق استعمال کرے اور اپنے اہل وعیال میں اس کا عدل یہ ہے کہ ان کے جائز حقوق کو ادا کرے اور اگر وہ حکومت کے کسی منصب پر فائز ہے تو اس کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام فرائض کو دیانت داری سے ادا کرے۔ (المقصد الاسنی فی شرح معانی اسماء اللہ الحسنیٰ: ص98 تا 101 مطبوعہ قبرص)

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: خرشہ بن الحر نے کہا ہے کہ
ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس شہادت دی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو نہیں پہچانتا اور اگر میں تم کو نہیں پہچانتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے تم اس شخص کو لے کر آؤ جو تم کو پہچانتا ہو۔
قوم میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کو پہچانتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کس وجہ سے اس کو پہچانتے ہو؟
اس نے کہا: عدل اور فضل سے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا وہ تمہارا اقریب ترین پڑوسی ہے تم جس کو دن رات دیکھتے ہو اور اس کے گھر سے نکلتے اور گھر میں داخل ہونے سے واقف ہو؟
اس نے کہا: نہیں!
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تمہارا کبھی اس سے پیسوں کا لین دین ہوا ہے جس سے معاملات میں اس کی خدا خوفی پر استدلال کیا جا سکے؟
اس نے کہا: نہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہ شخص کبھی سفر میں تمہارا رفیق رہا ہے جس سے اس کے مکارم اخلاق پر استدلال کیا جا سکے؟
اس نے کہا: نہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تم اس شخص کو نہیں پہچانتے!
پھر گواہی دینے والے شخص سے فرمایا: تم اس شخص کو لے کر آؤ جو تمہیں پہچانتا ہو۔
(سنن کبریٰ للبیہقی: ج:10، ص:145 مطبوعہ نشر السنہ ملتان)
امام مالک بن انس اصبحی متوفی 179ھ روایت کرتے ہیں۔
ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ
عراق والوں میں سے کوئی شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔
اور اس نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے کام کے لئے آیا ہوں جس کا سر ہے نہ کوئی دم ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟
اس نے کہا: ہمارے علاقے میں جھوٹی گواہیاں دینے کا بہت رواج ہو گیا ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟
اس نے کہا: ہاں!
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! عدل کے بغیر اسلام میں کوئی شخص خوشحال نہیں ہو سکتا۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 1465)
حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور تمہارے لیے ایک قول کو حاصل کیا اس کو اس سے نفع پہنچانا چاہیے بے شک عدل کی کچھ علامتیں

اور عدل کی کچھ خوشخبریاں ہیں۔ عدل کی علامتیں یہ ہیں حیاء، سخاوت، آسانی اور نرمی اور عدل کے لئے خوشخبری رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک دروازہ بنایا اور ہر دروازے میں ایک چابی بنائی ہے پس عدل کا دروازہ اعتبار ہے اور اس کی چابی زہد ہے اور اس کا اعتبار مال بھیج کر موت کو یاد کرنا اور اس کی تیاری کرنا ہے اور زہد ہر اس شخص سے حق وصول کرتا ہے جس پر کسی کا حق ہو اور جس شخص کو بہ قدر ضرورت چیزیں مل جائیں ان پر قناعت کرتا ہے اور اگر اس کو بہ قدر ضرورت چیزیں کافی نہ ہوں تو اس کو کوئی چیز مستغنی نہیں کر سکتی۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 7، ص: 37 مطبوعہ دار الریان القاہرہ)

اہل مدین کے پاس دو قسم کے ترازو

اہل مدین نے دو قسم کے پیمانے بنائے ہوئے تھے چھوٹے دینے کے لئے اور بڑے لینے کے لئے بنائے ہوئے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے: قوم مدین والوں نے دو قسم کے پیمانے بنائے ہوئے تھے چھوٹے دینے کے لئے اور بڑے لینے کے لئے۔ (تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 249 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو راستے پر بیٹھنے سے منع فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم راستے پر بیٹھتی اور اہل ایمان کو ڈراتی تھی کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تک نہ پہنچ سکیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اس قبیح فعل سے منع فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ (الاعراف: 86)

اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ ایمان والوں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے سے روکو اور اس (سیدھے) کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بد معاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ان کو ان کے برے کاموں سے منع کیا۔

اور ان سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے مالوں میں کمی کرنا چھوڑ دو، راستے سے گزرنے والوں کو پریشان نہ کرو، ڈاکے نہ ڈالو۔ (البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 266 تا 267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اہل مدین راستے پر اس لیے بیٹھتے تاکہ لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکیں

اہل مدین کا فسق اتنا انتہاء کو پہنچ چکا تھا کہ ایک تو خود ایمان نہ لاتے دوسرا حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے والوں

کو بھی روکتے۔

حضرت ابن عباس، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

وہ ان راستوں پر بیٹھ جاتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جاتے تھے اور جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جانا چاہتے تھے ان کو روکتے تھے۔

اور کہتے تھے کہ ان کے پاس نہ جاؤ وہ کذاب ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو تعداد میں کم ہونے کا یاد دلانا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کم تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد کو بڑھا دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ (الاعراف:86)

اور یاد کرو جب تم تعداد میں کم تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو مفسدوں کا انجام یاد دلانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ پچھلی قوموں نے فتنہ وفساد کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانیاں کیں جس کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا اور وہ ہلاک ہو گئے لہٰذا ان مفسدوں کا انجام ذرا اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ اور تفکر کرو۔

قرآن مجید میں ہے: وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (الاعراف:86)

اور غور سے دیکھ لو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پر ایمان لے آئی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو پھر تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ کیونکہ وہی سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○ (الاعراف:87)

اگر تمہاری ایک جماعت اس (دین) پر ایمان لائی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قوم کے متکبر سرداروں کا حضرت شعیب علیہ السلام اور مومنین کو بستی سے نکال دینے کا کہنا

قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) ہم آپ (علیہ السلام) کو اور جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ (الاعراف:88)

ان (شعیب) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب! ہم آپ کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کو بستی میں رہنے کے لئے ہمارے دین میں داخل ہونے کا کہنا

بد بخت قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے یہ کہہ دیا کہ ہم آپ کو اور جو آپ پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا اگر تم ہماری بستی میں رہنا چاہتے ہو یا اپنے فعل سے باز آنا چاہتے ہو تو پھر ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔

قرآن مجید میں ہے: اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ (الاعراف:88)

یا پھر تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو منہ توڑ جواب دینا

جب قوم نے کہا تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا ہم تو اس کو ناپسند کرنے والے ہیں اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو گئے تو پھر تو ہم نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہم کو نجات دے چکا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ○ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ (الاعراف:88 تا 89)

شعیب نے جواب دیا خواہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہیں۔ بے شک ہم نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ دیا اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو گئے سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے اور فیصلہ کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو جواب دینے کے بعد ارشاد فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا ہے اور کہا اے

ہمارے رب ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے کیونکہ تو ہی سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ○ (الاعراف:89)

ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا ہے اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

قوم کے سرداروں کا لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کرنے میں نقصان اٹھانے کا کہنا

قوم کے کافر سرداروں نے لوگوں کو کہا اے لوگو اگر تم نے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کی اتباع کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف:90)

اور اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا (اے لوگو) اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

قوم کا کہنا کہ آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دیں، جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے

قوم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی اور ایمان لانے کے بجائے یہ کہہ دیا کہ اے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) آپ (علیہ السلام) کی نماز آپ (علیہ السلام) کو صرف اتنا حکم دیتی ہے کہ ہم ان کی پرستش کرنا چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے تھے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق کیا صرف کرنا چھوڑ دیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ (ھود:87)

قوم نے کہا! اے شعیب! کیا آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق صرف کرنا چھوڑ دیں۔

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کو بردبار اور راست باز کہنا

قوم جب یہ کہہ چکی کہ آپ کی نماز آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے اور ہم اپنے مالوں کو اپنی خواہش کے مطابق صرف کرنا چھوڑ دیں بے شک آپ تو بہت بردبار اور راست باز ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ○ (ھود:87)

بے شک آپ تو بہت بردبار اور راست باز ہیں۔

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو راست باز اور بردبار از روئے تمسخر کہا

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو راست باز اور بردبار بطور تمسخر کہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ علیہ السلام کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے کہ تو نہ بردبار ہے اور نہ راست باز ہے تو وہ از روئے تمسخر آپ علیہ السلام کو کہا کرتے تھے۔

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ○

بس تم ہی ایک بردبار اور راست باز رہ گئے ہو۔ (تفسیر درمنثور: ج:3، ص:1055 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کروں

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رزق بھی عمدہ عطا کیا ہو تو میں اس کا حکم کس طرح نہ مانوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں میں خود اس کے خلاف کروں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ (ھود:88)

شعیب نے کہا! اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہو تو (میں اس کا حکم کیسے نہ مانوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے میں تم کو منع کرتا ہوں میں خود اس کے خلاف کروں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ (ھود:88)

میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمانا کہ میری توفیق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ میں تو صرف اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں اور میری توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے میں نے اسی پر ہی توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ (ھود:88)

اور میری توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی مخالفت کرنے پر قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم لوط کا عذاب یاد دلانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم میرا بغض اور مجھ سے عداوت اور میری مخالفت دین سے نفرت تمہیں اس پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے اور توبہ اور استغفار کو ترک کرنے پر جمع رہو اور ڈٹے رہو حتیٰ کہ تم پر بھی ایسا عذاب آ جائے جو تمہیں جڑ سے اکھاڑ کر ملیامیٹ کر دے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان سے غرق کرنے کا عذاب آیا اور حضرت ھود علیہ السلام کی قوم پر ایک سخت اور زبردست آندھی کا عذاب آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر ایک چنگھاڑ اور زلزلہ کا عذاب آیا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر آگ برسانے کا عذاب آیا لہٰذا تم ان قوموں سے عبرت حاصل کرو اور سبق سیکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے خود کو بچاؤ ورنہ تم پر بھی پچھلی قوموں کی طرح عذاب آ جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ (ھود:89)

اور اے میری قوم! میری مخالفت تم کو ان کاموں پر نہ ابھارے جن کاموں کی وجہ سے تم پر ایسا عذاب آ جائے جیسا عذاب قوم نوح پر یا قوم ھود پر یا قوم صالح پر آیا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمانا کہ قوم لوط کوئی تم سے زیادہ دور تو نہیں ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے نازل ہونے کا یاد کروایا کہ ان پر کچھ عرصہ پہلے ہی عذاب دیا گیا ہے اسی سے ہی عبرت پکڑ لو اور میری اطاعت کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡكُمۡ بِبَعِيۡدٍ○ (ھود:89)

اور قوم لوط تم سے زیادہ دور تو نہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا قَوۡمُ لُوۡطٍ مِّنۡكُمۡ بِبَعِيۡدٍ○ کے تحت فرمایا:

بے شک قوم نوح اور قوم ثمود کے بعد قوم لوط کا زمانہ میری گفتگو کے زیادہ قریب ہے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:126 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو استغفار اور توبہ کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں استغفار کرو پھر اس کی بارگاہ مقدسہ میں توبہ کرو۔ بے شک وہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ رَبِّىۡ رَحِيۡمٌ وَّدُوۡدٌ○ (ھود:90)

اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرا رب رحم فرمانے والا محبت کرنے والا ہے۔

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کو کہنا تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں

جب حضرت شعیب علیہ السلام ان کو وعظ و نصیحت فرما چکے تو قوم نے کہا اے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ مَا نَفۡقَهُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ (ھود:91)

کافروں نے کہا اے شعیب! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

اعتراض

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی زبان میں گفتگو فرمائی تھی پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے کہا تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں؟

جواب

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے گئے ہیں۔

1- چونکہ وہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام سے بہت سخت متنفر تھے اس لیے وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو غور سے نہیں سنتے تھے اسی وجہ سے وہ ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں

کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ‌ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ (الانعام:25)

اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ (آپ کے کلام کو) نہ سمجھیں۔

2- وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو سمجھتے تھے لیکن وہ آپ علیہ السلام کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور توہین اور تحقیر کی نیت سے کہتے تھے ہم آپ کی باتوں کو نہیں سمجھتے۔

3- ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ علیہ السلام نے توحید، رسالت، بعثت، ناپ تول میں کمی کرنے اور دیگر گناہوں کو ترک کرنے کے متعلق جو دلائل ذکر کیے ہیں وہ ان کے نزدیک نا کافی ہیں اور وہ ان سے مطمئن نہیں ہیں۔

تفسیر نعیمی میں یہ جواب بھی ملتا ہے کہ

بولے وہ سرکردہ قوم والے آپ کی مشفقانہ مخلصانہ تبلیغ کا تردیدی جواب دیتے ہوئے یا شعیب نہیں سمجھتے ہم یعنی نہیں پہچانتے ہم تمہاری ان بہت سی باتوں کو جو تم کہتے رہتے ہو یا یہ جواب اس لیے ہے کہ ہم تمہاری باتوں کو سنتے ہیں مگر ہمیں تمہاری باتوں سے باوجود سننے کے مقصد کا پتہ نہیں چلتا کہ تمہارے ارادے کیا ہیں یا یہ جواب اس لیے ہے ہماری سمجھ سے ماوراء باتیں کر رہے ہو۔ یہ فطری امر ہے کہ جب کسی کی قسمت میں سچا دین نہیں ہوتا تو اس کی عقل اوندھی ہو جاتی ہے صحیح صاف سیدھی باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔

خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔

یا یہ جواب از راہ مذاق ہے کہ تم اے شعیب (علیہ السلام) انوکھی ہی عقل لے کر آئے ہو ہمارے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

یا یہ جواب بطور بے پرواہی ہے کہ کرتے رہو باتیں ہم کچھ نہ سمجھیں گے ہمیں کوئی ہمت والا ہی سمجھا سکے گا تم میں بھلا کیا طاقت جو ہم کو بتوں کی عبادت اور ناپ تول کی کمی سے روک سکو حالانکہ بے شک ہم تم کو اپنے علاقے میں یا اپنے گروہ میں یا اپنے مقابلے میں انتہائی کمزور سمجھتے ہیں یا عقل میں کمزور یا جسم میں کہ تم وہ سیاست کاروباری نہیں جانتے جو ہم جانتے ہیں یا تم کو کوئی پوچھتا نہیں اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے ہم خاندانی اور پارٹی والے آدمی ہیں تم اکیلے ہو تمہاری کوئی بات سننا پسند ہی نہیں کرتا اگر تم عقل کی باتیں کرتے تو لوگ تمہاری باتیں سنتے سناتے یا تم ویسے ہی اکیل مار ہو تمہارے ساتھ کون لگے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص275 تا 276 مطبوعہ لاہور)

قوم کا کہنا کہ بلاشبہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ہم میں ضعیف ہو

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ اے شعیب (علیہ السلام) بلاشبہ ہم آپ کو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہم میں ضعیف ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا (ھود:91)

اور بلاشبہ ہم سمجھتے ہیں کہ تم ہم میں ضعیف ہو۔

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ضعیف کیوں کہا؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کو ضعیف اس لیے کہا کہ آپ علیہ السلام نابینا تھے اور آپ علیہ السلام کی بینائی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کثرت سے رونے کی وجہ سے جاتی رہی۔

(جامع البیان: ج:12، ص:126 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آیت میں ضعیفا سے مراد یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام کی بصارت کمزور ہے۔ (تاریخ ابن عساکر: ج:23، ص:73 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی بینائی لوٹا دی۔

اور ان کی طرف یہ وحی فرمائی کہ

اے شعیب (علیہ السلام)! تم کس وجہ سے روتے ہو؟ آیا جنت کے اشتیاق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے؟

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:

اے میرے معبود اور میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ میں جنت کے شوق میں روتا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے! لیکن میں نے اپنے دل میں تیری محبت کو باندھ لیا ہے پس جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو کیا کر رہا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ

اے شعیب (علیہ السلام)! اگر یہ برحق ہے تو اے شعیب (علیہ السلام) تم کو میری ملاقات مبارک ہو اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث:5262)

اعتراض

مفسرین حضرات ضعیفا کے معنیٰ اندھا ہونا لکھتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے اس لیے ان کو ضعیفا کہا گیا ہے کیونکہ اندھا آدمی ضعیف ہوتا ہے حالانکہ مذہب اہل سنت ہے کہ کوئی پیدائشی نابینا نہ ہوئے نہ ہی کسی معیوب بیماری میں مبتلا ہوئے تو یہ مطابقت کیونکر ہو۔

جواب

مطابقت کی کوئی ضرورت نہیں ان مفسرین کا قول بالکل غلط ہے جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نابینا لکھا ہے مسلک اہلسنت برحق ہے یہ حقیقت ہے کہ کوئی نبی اللہ نابینا نہ ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں رونے کی کثرت سے چٹا موتیا اتر آیا تھا۔ رواجی و اصطلاحی طور پر بھی اس کو نابینا نہیں کہا جاتا۔ کتب تفاسیر میں ایک حدیث غیر مشہورہ بروایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام عشق الٰہی عزوجل میں بہت روئے تو رونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی روشنی جاتی رہی مگر کچھ دن بعد فضل الٰہی عزوجل سے عود ہوئی۔

یہاں ضعیف سے مراد اندھا ہونا نہیں بلکہ جسمانی یا انفرادی کمزوری ہے جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں چند احتمال بیان کئے گئے ہیں (بعض مفسروں نے ضعیف کا معنیٰ نابینا کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مگر یہ سب کچھ غلط اور روایت ضعیف ہے مستدرک حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے لیکن تفسیر کبیر نے فرمایا حاکم کا کسی روایت کو صحیح قرار دینا محدثین کے نزدیک معتبر نہیں مذہب اہلسنت یہ ہے کہ کوئی نبی پیدائشی یا دائمی نابینا نہیں ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کا آنکھوں پر سفید موتیا آجانا عارضی چیز تھی جو قمیض یوسفی سے جاتی رہی۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:276 مطبوعہ لاہور)

کیونکہ لفظ فینا بتا رہا ہے کہ یہاں کمزوری مراد ہے اگر اندھے ہوتے تو فینا نہ کہا جاتا کہ جو نابینا ہوتا ہے وہ ہر جگہ نابینا ہوتا ہے نہ کہ فینا اُمی ہونا کسی ملک قوم کسی جگہ کسی وقت سے خاص نہیں ہوتا۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:278 مطبوعہ لاہور)

قوم کا کہنا کہ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ کہا کہ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کوئی بھاری نہیں ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ (ھود:91)

اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر چکے ہوتے اور تم ہم پر کوئی بھاری نہیں ہو۔

قوم نے پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کا کیوں کہا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا:

یعنی تم کو قتل کر دیتے یا تم کو گالیاں دیتے۔ (جامع البیان، ج:7، 12، ص:138 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

حضرت شعیب علیہ السلام کو اس لیے ضعیف سمجھ رہے تھے کہ وہ اکیلے یا بوڑھے تھے بجائے احترام کے کس دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تم کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتے یا تم کو سخت گالیاں دیتے لیکن یہ ہم لحاظ کیوں کر رہے ہیں؟ صرف اس لیے کہ تمہارے خاندان کے دس بارہ آدمی ہم میں سردار ہیں یا تمہاری برادری والے ہمارے دینی بھائی بنے ہوئے ہیں یا تمہارا خاندان پرانا اور اونچا خاندان ہے ہم تم سے یا تمہارے خاندان سے نہیں ڈرتے صرف قومی عزت واحترام ہے اور فقط تم ہم پر غالب نہیں ہو یا تم ہم کو بالکل پیارے نہیں ہو کہ تمہارا خیال یا تمہاری عزت یا تمہارا رعب ہم کو ہمارے ان اعمال سے روک دے یا تمہارے رجم و قتل سے ہم کو روک دے ہم تو صرف اپنے ان دینی بھائیوں کی وجہ سے تمہارا لحاظ رکھتے ہیں جو تمہارے خاندان کے اونچی عزت والے ہیں۔ (تفسیر نعیمی، ج:12، ص:276 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمانا کہ اے میری قوم! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقت ور ہے

جب قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے اور قتل کرنے کی دھمکی دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا کہ تم نے میرے قبیلہ کی رعایت کر کے مجھے چھوڑ دیا اور مجھے قتل کرنے سے باز رہے جبکہ میرے قبیلہ کی رعایت کی بجائے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رعایت کرنی چاہئے تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقت ور ہے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں میرا قبیلہ کیا چیز ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ (ھود:92)

شعیب نے کہا! اے میری قوم! کیا تمہارے نزدیک میرا قبیلہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقت ور ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے بے شک میرا رب عزوجل تمہارے کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرنا

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو برابر وعظ فرماتے رہے اور قوم آپ علیہ السلام کو الٹے جواب دیتی رہی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَكَذَّبُوْهُ (العنکبوت:37)

پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو عذاب کے انتظار کا فرمانا

جب قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک نہ مانی تو آپ علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں تم جلد ہی جان لوگے کہ کس کے پاس عذاب آئے گا جو اس کو رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ٥ (ھود:93)

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کرنے والا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ کس کے پاس عذاب آئے گا جو اس کو رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے تم (بھی) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

ہولناک آواز کا عذاب

جب قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ہولناک آواز کا عذاب بھیجا جس نے ان کو پکڑ لیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (الاعراف:91)

سو ان کو ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ (ھود:94)

اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (العنکبوت:37)

پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا۔

اہل مدین پر گرج دار آواز کا عذاب آیا تھا

اہل مدین نے جب حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر گرج دار آواز کا عذاب نازل کیا۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اہل مدین کو ایک زبردست گرج دار آواز کا عذاب آیا تھا۔ (المنتظم: ج:1، ص:210 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اہل مدین پر خوفناک عذاب بھیجا گیا

اللہ تعالیٰ نے اہل مدین پر خوفناک عذاب بھیجا۔

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اہل مدین کفار تھے راستوں میں ڈاکہ ڈالتے تھے اور گزرنے والوں کو خوفزدہ کرتے تھے اور الایکہ کی عبادت کرتے تھے اور ایکہ ایک درخت تھا اس کے گرد بہت گھنے جنگل تھے اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت بدمعاملہ تھے ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ لیتے تھے اور دینا ہوتا تھا تو کم دیتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کو معبود مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ان کو ان کے برے کاموں سے منع کیا۔

اور ان سے ارشاد فرمایا کہ

لوگوں کے مالوں میں کمی کرنا چھوڑ دو، راستے سے گزرنے والوں کو پریشان نہ کرو، ڈاکے نہ ڈالو۔ ان میں سے بعض حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور اکثر نے کفر کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خوف ناک عذاب بھیجا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:266 تا 267 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رات کے وقت اہل مدین کی طرف عذاب دینے کے لئے بھیجنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تاکہ ان کو اہل وعیال و مال کے ساتھ الٹا کر دیں۔

حافظ عمادالدین علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت مبلۃ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تاکہ انہیں ان کے مال واسباب سمیت الٹا کریں۔ الخ۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:23، ص:78 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت جبریل علیہ السلام کا تشریف لانا اور ایک شخص کو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے پا کر واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں پلٹ جانا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اہل مدین پر عذاب دینے کے لئے بھیجا تو ایک شخص کتاب اللہ کی تلاوت

کررہا تھا آپ علیہ السلام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ اس کو کس طرح ہلاک کروں حالانکہ یہ کتاب اللہ کی تلاوت کررہا ہے اسی وجہ سے آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں واپس پلٹ گئے۔

حافظ عماد الدین علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تاکہ انہیں ان کے مال واسباب سمیت الٹا کریں تو آپ علیہ السلام کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کررہا تھا آپ علیہ السلام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اس کو بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کردیں پھر آپ علیہ السلام بلندیوں کی جانب لوٹ کر گئے۔(تاریخ مدینہ دمشق:ج:23،ص:78 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عذاب نہ دینے کی وجہ بتانا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس پلٹ گئے تو عرض کیا اے اللہ تیری ذات سراپا حمد وخوبی والی ہے تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا تاکہ ان کی بستیوں کو الٹا کردوں تو میں نے ایک شخص کو پایا جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کررہا ہے۔

حافظ عماد الدین علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تاکہ انہیں ان کے مال واسباب سمیت الٹا کریں تو آپ علیہ السلام کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کررہا تھا آپ علیہ السلام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اس کو بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کردیں پھر آپ علیہ السلام بلندیوں کی جانب لوٹ کر گئے۔

اور عرض کیا۔

اے اللہ عزوجل! تیری ذات سراپا حمد وخوبی والی ہے اور تیری ذات پاک ہے تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کی بستیوں کو الٹا کردوں تو میں نے ایک شخص کو پایا وہ کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کررہا ہے۔

(تاریخ مدینہ دمشق:ج:23،ص:78 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمانا کہ پہلے کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے سے عذاب کا آغاز کرو

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں عذاب نہ دینے کی وجہ بیان کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ فلاں بن فلاں ہے اس نے مجھے نہیں پہچانا لہٰذا اسی سے عذاب کا آغاز کرو۔ کیونکہ اس نے میرے محارم کا دفاع نہیں کیا مگر صلح اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے۔

حافظ عماد الدین علی بن حسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تا کہ انہیں ان کے مال و اسباب سمیت الٹا کریں تو آپ علیہ السلام کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا تھا آپ علیہ السلام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اس کو بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کر دیں پھر آپ علیہ السلام بلندیوں کی جانب لوٹ کر گئے۔

اور عرض کیا۔

اے اللہ عزوجل! تیری ذات سراپا حمد و خوبی والی ہے اور تیری ذات پاک ہے تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا ہے تا کہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دوں تو میں نے ایک شخص کو پایا وہ کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

وہ فلاں بن فلاں ہے اس نے مجھے نہیں پہچانا لہٰذا اسی سے (عذاب کا) آغاز کرو کیونکہ اس نے میرے محارم کا دفاع نہیں کیا مگر صلح اور حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:23، ص:78 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایک سخت چیخ لگانا جس سے پہاڑ و زمین کا کانپ اٹھنا

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب قوم مدین میں تشریف لائے تو ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ و زمین کانپ اٹھی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی قوم کے طاقت ور لوگ کمزور لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہتے اگر تم شعیب (علیہ السلام) کی پیروی کرنے لگے تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

اس کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام انہیں دعوت حق دینے سے نہیں رکے پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اختیار کی تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا وہ اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے پاس آ کر ٹھہرے پھر ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ اور زمین کانپ اٹھی۔ (جامع البیان: ج:8، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سخت چیخ سے قوم مدین کی ارواح کا جسموں سے نکل جانا

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک سخت چیخ لگائی تو قوم مدین کی ارواح ان کے جسموں سے نکل گئیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کی قوم کے طاقت ور لوگ کمزور لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہتے اگر تم شعیب (علیہ السلام) کی پیروی کرنے لگے تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

اس کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام انہیں دعوت حق دینے سے نہیں رکے پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اختیار کی تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا وہ اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے پاس آ کر ٹھہرے

پھر ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ اور زمین کانپ اٹھی اور اس چیخ کے ساتھ ان کی ارواح ان کے جسموں سے نکل گئیں۔

اور اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں فرمایا:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ

وہ اس طرح کہ جب انہوں نے چیخ سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سبب سخت گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو گئے اور اسی دوران زمین لرز اٹھی اور اسی زلزلے نے انہیں مردہ حالت میں زمین پر پھینک دیا۔

(جامع البیان: ج:8،ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قوم مدین کا چنگھاڑ سے اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے منہ پڑے رہنا

قوم مدین کو جب چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ۝ (ھود:94)

اور ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ۝ (الاعراف:91)

سو ان کو ایک ہولناک آواز (زلزلہ) نے پکڑ لیا اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ مردہ پڑے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ۝ (العنکبوت:37)

پس انہوں نے شعیب کی تکذیب کی تو انہیں ایک زلزلے نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں گھٹنے کے بل پڑے رہ گئے۔

عذاب کو نازل ہوتے وقت دیکھ کر عمرو بن حلہا کا شعر کہنا

جب عمرو بن حلہا نے عذاب نازل ہوتے دیکھا تو اس نے حسب ذیل شعر کہا۔

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے یعقوب بن ابی سلمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

وہ تو خطیب الانبیاء تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قوم کی طرف رجوع انہیں دعوت حق کی صورت میں اور پھر ان کی

جانب سے انکار کی صورت انتہائی حسین اور دلکش تھا پس جب انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ علیہ السلام کو رجم کرنے اور شہر سے نکال دینے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اور تکبر اختیار کیا تو یوم الظلۃ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ

اہل مدین میں سے آدمی جس کو عمرو بن حلہا کہا جاتا تھا جب اس نے عذاب دیکھا۔

تو اس نے کہا:

یا قوم ان شعیب مرسل فذروا
عنکم سمیرا و عمران بن شداد
انی ارای عینہ یا قوم قد طلعت
تدعو بصوت علی ضمانہ الواد
وانہ لا یروی فیہ ضحی غد
الا الرقیم یحشی بین انجاد

یعنی

1-اے قوم بلاشبہ حضرت شعیب علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں پس تم سمیر اور عمران بن شداد کو چھوڑ دو۔

2-اے قوم بلاشبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عذاب ظاہر ہو چکا ہے جو وادی کی بقاء کے خلاف آواز دے رہا ہے۔

3-کل دن کے وقت اس میں کوئی سیراب نہیں ہوگا سوائے کتے کے جو ساز و سامان کے درمیان گھوم پھر رہا ہوگا۔

سمیر اور عمران بن شداد دونوں ان کے کاہن تھے اور رقیم ان کا کتا تھا۔ (مستدرک: ج:2، ص:620 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اہل مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب سے اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹ گئے گویا کہ کبھی ان کے گھر آباد نہ تھے

جن اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹ گئے گویا کہ وہ کبھی آباد ہی نہ تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ (الاعراف:92)

جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی (وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹ گئے) گویا کہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ط (ھود:95)
گویا وہ ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے نقصان اٹھانے والوں میں تھے

جن قوم مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔
قرآن مجید میں ہے:
اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَo (الاعراف:92)
جن لوگوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔

دھتکار ہو اہل مدین کے لئے جیسے پھٹکار تھی ثمود کے لئے

جس طرح قوم ثمود رحمت سے دور کر دیئے گئے تھے اسی طرح اہل مدین کو بھی رحمت سے دور کر دیا گیا۔
قرآن مجید میں ہے:
اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُo (ھود:95)
سنو! دھتکار ہو اہل مدین کے لئے جیسے پھٹکار تھی ثمود کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حضرت شعیب علیہ السلام اور مومنین کو نجات

جو حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ج (ھود:94)
اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے شعیب کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو (بھی) جو ان پر ایمان لائے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا مقام مدین سے کنارہ کش ہو جانا

جب قوم مدین تباہ ہوگئی تو حضرت شعیب علیہ السلام ان سے یا ان کی جگہوں سے کنارہ کش ہو گئے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ (الاعراف:93)
پھر شعیب ان سے کنارہ کش ہو گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا کنارہ کش ہوتے وقت اہل مدین پر افسوس نہ کرنے کا فرمانا

جب حضرت شعیب علیہ السلام ان سے کنارہ کش ہو گئے تو ارشاد فرمایا:

میں نے تم لوگوں تک اپنے رب عزوجل کے احکام پہنچادیئے تھے اور میں نے تو تم لوگوں کی خیر خواہی چاہی تھی تو اب میں کافروں کے عذاب پر کیوں کر افسوس کروں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ (الاعراف:93)

پھر شعیب ان سے کنارہ کش ہو گئے اور کہا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی تو اب میں کافروں (کے عذاب) پر کیوں کر افسوس کروں۔

حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین کی ہلاکت کے بعد اصحاب الایکہ والوں کے نبی بنے

حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین کی ہلاکت کے بعد اصحاب الایکہ والوں کے نبی بنے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

آپ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام یکے بعد دیگرے چند قوموں کے نبی ہوئے پہلے قوم مدین کے ان کی ہلاکت کے بعد اصحاب الایکہ کے (نبی بنے) (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

اشکال

مدین اور اصحاب الایکہ دونوں ایک قوم کا نام ہے یا الگ الگ قومیں ہیں بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قوم کا نام ہے اور بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ قومیں ہیں راجح قول کون سا ہے۔

جواب

راجح قول یہ ہے کہ دونوں الگ الگ قومیں ہیں کیونکہ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس صادق آتا ہے اور علماء کرام کے کثیر اقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور انہوں نے اس بارے میں الگ الگ عذاب کے نزول کا ذکر کیا ہے کہ اہل مدین پر زبردست چنگھاڑ آئی اور اصحاب الایکہ پر مسلسل سات دن گرمی مسلط کی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے آگ بھیجی جس نے ان کو کھالیا اور یہی یوم الظلہ کا عذاب تھا۔

اس پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پر اس قوم کی

نافرمانی پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری باران کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا:

مدین اور اصحاب الایکہ الگ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اصحاب الرس فرمایا ہے۔

اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔

(یہ تیسری قوم ہے جو اصحاب الرس سے مشہور ہے جس کی دلیل اصحاب الایکہ کے حالات کے بعد ذکر کی جائے گی)

(مختصر تاریخ دمشق: ج:10، ص308 تا 309 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے باقی عمر اصحاب الایکہ میں گزاری اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے مگر ان کی سرکشی دن بدن بڑھتی رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی مسلط کی اور ان پر بھی وہی عذاب آیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اہل مدین پر ایک زبردست گرج دار عذاب آیا تھا اور اصحاب الایکہ پر مسلسل سات دن گرمی مسلط کی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے آگ بھیجی جس نے ان کو کھا لیا اور یہی یوم الظلہ کا عذاب تھا۔ (المنتظم: ج:1، ص208 تا 211 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ اور سدی سے منقول ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو بار نہیں بھیجا۔ ایک بار مدین کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے سخت چیخ اور زلزلہ کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کو گرفت میں لے لیا اور دوسری بار اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یوم الظلہ کے عذاب کے ساتھ پکڑ لیا۔ (تفسیر در منثور: ج:3، ص:328 مطبوعہ کراچی)

اور رہا حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا جواب تو انہوں نے خود یہ فرمایا ہے کہ بہر حال مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ الگ الگ قومیں ہیں یہ دونوں ایک قوم ہے یعنی انہوں نے کوئی راجح قول بیان نہیں فرمایا بس اتنا فرما دیا کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ الگ الگ قومیں ہیں یا یہ دونوں ایک قوم ہے۔

جیسا کہ حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

مدین اس قوم کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی

نسل سے تھے اور قوم مدین جس علاقہ میں آباد تھی وہ سرسبز جھاڑیوں پر مشتمل تھا اس لیے اس کو اصحاب الایکہ بھی کہا گیا ہے۔

ایک یہ بھی ہے کہ

اس علاقہ میں ایکہ نام کا ایک درخت تھا اور مدین اس درخت کی پرستش کرتے تھے اس لیے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔

بہرحال مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ الگ الگ قومیں یا یہ دونوں ایک قوم ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 1، ص: 190 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کی ہلاکت کے بعد اصحاب الایکہ چلے جانا

جب اہل مدین ہلاک ہو گئے تو حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ چلے گئے اور باقی زندگی وہاں گزاری۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے باقی عمر اصحاب الایکہ میں گزاری۔

(المنتظم: ج: 1، ص: 210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اصحاب الایکہ کو اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی دعوت دینا

جب حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ کے پاس چلے گئے تو ان کو یہ دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں اور اس کی اطاعت کریں۔

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے باقی عمر اصحاب الایکہ میں گزاری اور انہیں اللہ سبحانہ کی طرف دعوت دیتے رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے۔

(المنتظم: ج: 1، ص: 210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث کیا گیا

حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین اور اصحاب الایکہ دونوں کی طرف مبعوث کیا گیا جب اہل مدین نے نافرمانی کی ہلاک کر دیئے گئے ان کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ چلے گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے واحد ماننے کی دعوت دیتے رہے۔

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دو مرتبہ نہیں بھیجا گیا ان کو ایک مرتبہ مدین کی طرف بھیجا گیا پھر اس قوم

نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا اور دوسری دفعہ ان کو اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا:

مدین اور اصحاب الایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:10 ،ص:308 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو امتوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

1-اہل مدین کی طرف

2-اور اصحاب الایکہ کی طرف۔(الکامل فی التاریخ: ج:1 ،ص:88 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اصحاب الایکہ کا تکذیب کرنا

حضرت شعیب علیہ السلام کی اصحاب الایکہ نے تکذیب کی۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَo (الشعراء:176)

اصحاب الایکہ نے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو ڈرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَo (الشعراء:177)

جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم نہیں ڈرتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمانا کہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں

حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب الایکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌo (الشعراء:178)

بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

اصحاب الایکہ کہاں تک رہائش پذیر تھے

اصحاب الایکہ ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کا شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کرنا

اصحاب الایکہ ایک تو اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے تھے۔

دوسرا وہ ناپ تول کی کمی بھی کرنے لگ گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب الایکہ سے مراد غیضہ ہے جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب الایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا اصحاب الایکہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب الایکہ کو حکم فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ (الشعراء:179)

سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اصحاب الایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

حضرت شعیب علیہ السلام کا اصحاب الایکہ کو تبلیغ دین پر اجرت طلب نہ کرنے کا فرمانا اور اجر صرف رب العٰلمین پر کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب الایکہ کو اللہ تعالیٰ کے واحد ماننے اور اپنے رسول ہونے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے بعد ارشاد فرمایا میں جو تمہیں تبلیغ کر رہا ہوں اس کی تم سے اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العٰلمین کے پاس ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعراء:180)

اور میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العٰلمین پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب الایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔ اصحاب الایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں ارشاد فرمایا:

میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں جو تم لوگوں کو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے۔

(تفسیر درمنثور، ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

پیمانہ پورا بھر کر دینے اور کم تولنے سے منع فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب الایکہ کو فرمایا کہ پیمانہ پورا بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ○ (الشعراء:181)

پیمانہ پورا بھر کر دو اور کم تولنے والوں میں سے نہ بن جاؤ۔

حضرت شعیب علیہ السلام قوم کو کفر اور ناپ اور تول میں کمی کرنے سے ڈراتے تھے

حضرت شعیب علیہ السلام قوم کو کفر سے اور ناپ اور تول میں کمی کرنے سے ڈراتے تھے۔

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم کو کفر سے اور ناپ اور تول میں کمی کرنے سے ڈراتے تھے۔

(الکامل فی التاریخ، ج:1، ص:881 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا ترازو سے تول کر دینے کا حکم

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو حکم ارشاد فرمایا کہ صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ○ (الشعراء:182)

اور صحیح ترازو سے تول کر دیا کرو۔

لوگوں کی چیزیں کم کرنے سے منع فرمانا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرنے کا فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ (الشعراء:183)

اور لوگوں کی چیزیں کم نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے حد سے تجاوز نہ کرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمانا کہ اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو پیدا کیا ہے

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کہ اس ذات باری تعالیٰ سے ڈرو جس نے تم لوگوں کو پیدا فرمایا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو پیدا کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء:184)

اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو پیدا کیا ہے۔

جبلت کا معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء:184)

اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو پیدا کیا۔

یعنی کافروں کے جو اوصاف ہیں وہ فطری اور جبلی ہیں تکبر، عناد اور ہٹ دھرمی ان کی سرشت میں ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ (الاسراء:84)
ہر شخص اپنی فطرت اور سرشت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ (المفردات: ج:1 ص:113 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

جبلت کے متعلق احادیث مبارکہ

جبلت کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر چند عرض کی جاتی ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ابن آدم کی چار چیزوں سے فراغت ہو چکی ہے۔
1-خَلق
2-اور خُلق
3-اور رزق
4-اور اجل سے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:15830)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
چار چیزوں سے فراغت ہو چکی ہے۔
1-خَلق
2-خُلق
3-رزق سے
4-اور مدت حیات سے
اور کوئی شخص کسی سے زیادہ کسب کرنے والا نہیں ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:8953)
ایک اور روایت میں ہے:
عبداللہ بن ربیعہ سے روایت ہے کہ
ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے ایک شخص کے خُلق (جبلت) کا ذکر کیا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
یہ بتاؤ کہ اگر تم کسی شخص کا سر کاٹ دو تو پھر کیا اس کو جوڑ سکتے ہو۔
لوگوں نے کہا:
نہیں۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا:

اگر تم اس کا ہاتھ کاٹ دو تو؟
لوگوں نے کہا:
نہیں!
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
اور اگر تم اس کا پیر کاٹ دو تو؟
لوگوں نے کہا:
نہیں۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
بے شک تم کسی شخص سے خُلق (جبلت) کو اس وقت تک نہیں بدل سکتے جب تک کہ تم اس کے خَلق (اعضاء اور شکل و صورت) کو نہ بدل دو۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کو سنایا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8884)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل کی باتیں کر رہے تھے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کرنا اور جب تم یہ سنو کسی شخص کا خُلق (جبلت) بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 27372)

حضرت شعیب علیہ السلام کا ہلاک کرنے والے اعمال سے منع فرمانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ارشاد فرمایا کہ اس ذات باری تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔ اصحاب الایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:
میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا

جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کردیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔ الخ۔

(تفسیر درمنثور، ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

قوم کا کہنا کہ تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے

حضرت شعیب علیہ السلام جب قوم کو تبلیغ کر کے فارغ ہوئے تو قوم نے ایمان لانے کے بجائے یہ کہہ دیا کہ تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ (الشعراء:185)

قوم نے کہا! تم صرف ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کیا گیا ہے۔

قوم کا ہماری طرح بشر کہنا

قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا کہ تم ہماری طرح بشر ہو کیونکہ رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرشتہ ہو اور جبکہ تم فرشتہ نہیں ہو تو تمہارا رسالت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعراء:186)

اور تم صرف ہماری مثل بشر ہو۔

قوم کا کہنا کہ ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں

حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم نے کہا ہم تمہیں ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ (الشعراء:186)

اور بے شک ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔

قوم کا کہنا کہ تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو

حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم نے کہا کہ اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ ہمارے اوپر عذاب لے آؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (الشعراء:187)

اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو فرمانا کہ میرا رب عزوجل خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو

قوم کفر کرتی تھی اور ناپ اور تول میں کمی کرتی تھی جس کی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا میرا رب عزوجل خوب جانتا ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ (الشعراء:188)

میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تھا

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تھا۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حد کو معطل کر دیا تھا۔ (الکامل فی التاریخ: ج: 1 ص؛89 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا قوم کے رزق میں توسیع کرنا

جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کر دی۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کر دی۔ (الکامل فی التاریخ: ج: 1 ص: 89 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قوم کا پھر حد کو معطل کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے رزق میں توسیع کر دی تو قوم نے پھر حد کو معطل کر دیا۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کر دی انہوں نے پھر حد کو معطل کر دیا۔

(الکامل فی التاریخ: ج: 1 ص: 89 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے پھران کے رزق میں توسیع کردی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے جب دوبارہ اللہ تعالیٰ کی حد کو معطل کردیا تو اللہ تعالیٰ نے پھران کے رزق میں توسیع فرمادی۔

امام ابوالحسن علی ابن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کردیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع فرمادی انہوں نے پھر حد کو معطل کردیا اللہ تعالیٰ نے پھران کے رزق میں توسیع فرمادی۔

(الکامل فی التاریخ: ج:1 ص:89 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

قوم کو حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی بناء پر سائبان والے دن کے عذاب کا پکڑنا

جب قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑلیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (الشعراء:189)

سوانہوں نے شعیب کی تکذیب کردی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑلیا بے شک وہ بہت دن کا عذاب تھا۔

اصحاب الایکہ کا بار بار اللہ تعالیٰ کی حد کو معطل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر گرمی کو مسلط کرنا

جب قوم نے بار بار اللہ تعالیٰ کی حد کو معطل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی گرمی مسلط کردی جو ان کی برداشت سے باہر تھی۔

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حد کو معطل کردیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کردی انہوں نے پھر حد کو معطل کردیا اللہ تعالیٰ نے پھران کے رزق میں توسیع کردی پھر یونہی بار بار ہوتا رہا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر ایسی گرمی مسلط کردی جو ان کی برداشت سے باہر تھی۔

(الکامل فی التاریخ: ج:1 ص:89 مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ نے جہنم سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر بادسموم بھیجی

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جہنم سے بادسموم بھیجی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

باد سموم سات دن چلتی رہی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر باد سموم سات دن چلتی رہی۔

امام جلال الدین متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔

(تفسیر در منثور: ج:269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کے بادسموم کی وجہ سے گھر گرم ہو گئے

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر سات دن بادسموم چلنے کی وجہ سے ان کے گھر گرم ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر بادسموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ (تفسیر درمنثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے

بادسموم کی وجہ سے اصحاب الایکہ کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔
کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔
(تفسیر درمنثور: ج: 1، ص: 269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی

اصحاب الایکہ پر جب گرمی کی شدت ہوئی تو وہ گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے اور باد سموم بھی ان کے ساتھ تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:
میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔
انہوں نے کہا:
تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔
کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔
وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی۔ (تفسیر درمنثور: ج: 5، ص: 269 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے اوپر سے سورج کو مسلط کر دیا

جب اصحاب الایکہ گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکلے ایک تو ان کے ساتھ باد سموم تھی دوسرا اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

سورج سے کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں

اللہ تعالیٰ نے جب اصحاب الایکہ پر سورج کو مسلط کیا تو سورج نے ان کو ڈھانپ لیا جس کی وجہ سے ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک

ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ اس (سورج) نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔ (تفسیر درمنثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی پیدا فرمادی جن سے اصحاب الایکہ کے پاؤں کے گوشت گر گئے

اللہ تعالیٰ اس قوم پر اس قدر ناراض ہوا کہ ان کو ہر ہر طرح سے عذاب دیا گیا اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں کے گوشت گر گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلة سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ اس (سورج) نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں کے گوشت گر گئے۔ (تفسیر درمنثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کے لئے سیاہ بادل جیسا سایہ پیدا کرنا

اللہ تعالیٰ نے اصحاب الایکہ کے لئے سیاہ بادل جیسا سایہ پیدا فرمادیا تاکہ یہ سائے کی طرف بھاگ کر جائیں اور اس کی پناہ لیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر باد سموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ باد سموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ اس (سورج) نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں کے گوشت گر گئے۔ پھر ان کے لئے سایہ پیدا کیا گیا جو سیاہ بادل جیسا تھا۔

(تفسیر درمنثور: ج:5،ص:269 مطبوعہ کراچی)

سایہ کو دیکھ کر بھاگنا اور اس کے نیچے سب کا اکٹھا ہونا

جب اصحاب الایکہ نے سایہ کو دیکھا تو اس کی طرف بھاگ پڑے۔

حتیٰ کہ سب اس کے نیچے جمع ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر بادسموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ بادسموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ اس (سورج) نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں کے گوشت گر گئے۔ پھر ان کے لئے سایہ پیدا کیا گیا جو سیاہ بادل جیسا تھا۔ جب انہوں نے اس سایہ کو دیکھا تو اس سے سایہ حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنے لگے حتیٰ کہ سب اس کے نیچے اکٹھے ہو گئے۔

(تفسیر درمنثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

بادل کا اصحاب الایکہ پر گرنا اور سب کا ہلاک ہونا

جب اصحاب الایکہ تمام کے تمام بادل کے نیچے اکٹھے ہو گئے تو بادل ان پر گرا دیا گیا جس کی وجہ سے سب ہلاک ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اصحاب ایکہ سے مراد غیضہ ہیں جو ساحل سمندر سے مدین تک رہائش پذیر تھے وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اصحاب ایکہ نے شرک کرنے کے ساتھ اصحاب مدین والا کام شروع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تمہیں جو دعوت دیتا ہوں اس پر دنیا میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو رب العلمین کے ذمہ کرم پر ہے اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو پیدا کیا جو نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دیئے گئے اور ان جیسے اعمال کر کے تم ہلاک نہ ہو۔

انہوں نے کہا:

تو بھی بوسیدہ ہونے والوں میں سے ہے۔

کسفا کا معنیٰ ہے ٹکڑا اور عذاب یوم الظلۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ان پر بادسموم بھیجی۔ وہ سات دن تک ان پر چلتی رہی حتیٰ کہ گرم ہوا نے انہیں پکا دیا۔ ان کے گھر گرم ہو گئے۔ ان کے پانی کنوؤں اور چشموں میں جوش مارنے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور محلوں سے بھاگتے ہوئے نکل پڑے جبکہ بادسموم ان کے ساتھ تھی۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر سورج کو مسلط کر دیا۔ اس (سورج) نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ ان کی کھوپڑیاں حرکت کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیچے سے سخت گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں کے گوشت گر گئے۔ پھر ان کے لئے سایہ پیدا کیا گیا جو سیاہ بادل جیسا تھا۔ جب انہوں نے اس

سایہ کو دیکھا تو اس سے سایہ حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنے لگے حتیٰ کہ سب اس کے نیچے اکٹھے ہو گئے۔ وہ ان پر آپڑا اور سب ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ تہہ خانوں میں داخل ہوتے تو عذاب تہہ خانوں میں داخل ہو جاتا

اللہ تعالیٰ کی اصحاب الایکہ پر اس قدر ناراضگی ہوئی کہ ان کو قدم قدم پر عذاب دیا گیا حتیٰ کہ وہ لوگ تہہ خانوں میں داخل ہوتے تو ان کو تہہ خانوں میں عذاب دیا جاتا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ "فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ان پر رات کی گرمی اور سخت حرارت کو بھیجا اس نے ان کی سانسوں کو گرفت میں لے لیا وہ گھروں کے تہہ خانوں میں داخل ہو گئے تو یہ عذاب ان کے گھروں کے تہہ خانوں میں داخل ہو گیا۔ عذاب نے ان کی سانوں کو گرفت میں لے لیا وہ گھروں سے بھاگ کر میدان کی طرف نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کو بھیجا جس نے انہیں سورج کی تپش سے سایہ دیا انہوں نے اس سایہ کی ٹھنڈک اور لذت پائی تو انہوں نے ایک دوسرے کو بلایا حتیٰ کہ جب وہ اس کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ گرادی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ کا یہی مفہوم ہے۔

(جامع البیان: ج:19، ص:127 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادل میں چیخ ماری گئی

اصحاب الایکہ پر بادل میں چیخ ماری گئی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جو تمہیں یہ بتائے کہ عذاب یوم الظلۃ کیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

انہیں شدید گرمی نے آلیا اور انہیں گھروں سے پریشانی کے عالم میں باہر نکال دیا تو ان کے لئے بادل تیار کیا گیا تو سارے لوگ اس بادل کے پاس گئے اس میں چیخ ماری گئی۔ (جامع البیان: ج:19، ص:127 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اصحاب الایکہ کو کوئی چیز سایہ نہ دیتی نہ نفع دیتی تھی

اصحاب الایکہ پر جب عذاب آیا تو ان کو کوئی چیز نہ سایہ دیتی تھی اور نہ ہی نفع دیتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ

ہمارے سامنے یہ کہا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی کو سات دن تک مسلط کیا انہیں نہ کوئی سایہ دیتا اور نہ ہی انہیں کوئی چیز نفع دیتی اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل بھیجا تو وہ اس کے سایہ میں سکون چاہنے کے لئے آئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے لئے عذاب بنا دیا جس نے ان کو جلا دیا ان پر آگ بھیجی گئی وہ بھڑک اٹھی جو انہیں کھا گئی۔ یہی عذاب یوم الظلۃ ہے۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:270 مطبوعہ کراچی)

عذاب سے کوئی بھی نہ بچا

جب اصحاب الایکہ پر عذاب نازل کیا گیا تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہیں شدید گرمی نے آلیا حتیٰ کہ اس نے ان کو پریشان کر دیا تو وہ باہر نکل گئے ان کے لئے بادل اٹھایا گیا وہ اس کی طرف چل دیے جب وہ اس کا سایہ لینے لگے تو ان پر عذاب بھیجا گیا تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص:271 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کو گھر کا سایہ اور پانی کی ٹھنڈک کوئی فائدہ نہ دیتی تھی

اصحاب الایکہ پر گرمی اس قدر شدت کی مسلط کر دی گئی کہ ان کو گھر کا سایہ اور پانی کی ٹھنڈک کوئی فائدہ نہ دیتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر سات دن اور رات گرمی کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ گھر کے سایہ اور پانی کی ٹھنڈک سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے پھر کھلے میدان میں ان کے لئے ایک بادل بلند کیا گیا تو انہوں نے اس سایہ کے نیچے آرام پایا تو وہ ایک دوسرے کو بلانے لگے حتیٰ کہ جب وہ سب اس کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو بھڑکا دیا۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص:270 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ یوں جل گئے جیسے مکڑی دیگچی میں جل جاتی ہے

اصحاب الایکہ یوں جل گئے جیسے مکڑی دیگچی میں جل جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام ان کو دراہم کاٹنے سے منع فرماتے تھے تو انہیں سایہ والے عذاب نے آلیا جب جمع ہو گئے تو اللہ

تعالیٰ نے ان سے سایہ کو دور کر دیا اور سورج کو ان پر گرم کر دیا گیا تو سب یوں جل گئے جیسے مکڑی دیگچی میں جل جاتی ہے۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص: 271 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ کو عذاب نے ہر طرف سے گھیر لیا

اصحاب الایکہ جس طرف جاتے وہیں عذاب نازل ہو جاتا۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا۔ ایکہ سے مراد جنگل ہے تو اس قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور انہیں یوم الظلہ کے عذاب نے پکڑ لیا۔

فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا تو ان پر ایسی گرمی چھا گئی جس کی وہ طاقت نہ رکھتے تھے انہوں نے پانی اور دوسری چیزوں سے ٹھنڈک حاصل کی جن پر قدرت رکھتے تھے وہ اس حالت میں تھے کہ ان کے لئے ایک بادل اٹھایا گیا جس میں ٹھنڈی پاکیزہ ہوا تھی جب انہوں نے اس کی ٹھنڈک کو پایا تو اس سایہ کی طرف چل پڑے وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اس سایہ کے پاس آئے وہ پہلے جس چیز میں تھے سب اس سے نکل پڑے جب وہ سارے کے سارے اس کے نیچے جمع ہوئے تو عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ سے یہی مراد ہے۔ (تفسیر در منثور: ج:5، ص:270 مطبوعہ کراچی)

اصحاب الایکہ پر آگ کا برساؤ

جب اصحاب الایکہ بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بھر دیا پھر آگ ان پر برسنے لگی۔

امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی ابن الاثیر الجزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں توسیع کر دی انہوں نے پھر حد کو معطل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کے رزق میں توسیع کر دی پھر یونہی بار بار ہوتا رہا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر ایسی گرمی مسلط کر دی جو ان کی برداشت سے باہر تھی ان کو کہیں سایہ میسر نہ تھا نہ ٹھنڈا پانی مہیا تھا۔

پھر ان میں سے کسی نے آ کر کہا۔

اس نے ایک جگہ بادل کا سایہ دیکھا ہے وہ سب اس کے ساتھ جا کر وہاں جمع ہو گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے

بھر دیا اور ان پر آگ برسنے لگی اور یہی یوم الظلۃ کا عذاب ہے۔ (الکامل فی التاریخ: ج: 1، ص: 89 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

سرکشی اور گمراہی کی وجہ سے گرمی کا عذاب مسلط کر دیا گیا

اصحاب الایکہ نے سرکشی اور گمراہی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر گرمی کا عذاب مسلط کر دیا۔

حافظ علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بیس سال کی عمر میں مدین کی طرف مبعوث فرمایا یہ قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی اور ان کو ناپ اور تول میں کمی کرنے سے منع کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہترین جواب دیتے تھے اس لیے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ جب اہل مدین کی سرکشی بہت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی کا عذاب بھیجا وہ گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ایک بادل بھیجا جس نے سورج سے ان کے اوپر سایہ کر لیا اس سے ان کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوئی۔ پھر ان میں سے بعض نے بعض کو بلایا حتیٰ کہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اوپر ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا ڈالا اور یہی یوم الظلہ کا عذاب ہے۔

پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے باقی عمر اصحاب الایکہ کے ساتھ گزاری اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے رہے اور ان کو اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے رہے لیکن ان کی دعوت کا اثر ان پر برعکس ہوا۔ ان کی سرکشی اور گمراہی بڑھتی رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی گرمی مسلط کر دی۔

اور یہ ہو سکتا ہے کہ

دو امتوں پر ایک جیسا عذاب آیا ہو۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ

اہل مدین کو ایک چنگھاڑ نے ہلاک کر دیا تھا اور اصحاب الایکہ پر سات دن تک مسلسل سخت گرمی مسلط کی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جو ان کو کھا گئی اور یہی یوم الظلۃ کا عذاب ہے۔ (المنتظم: ج: 1، ص: 210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ میں سے کتنے ایمان لائے

اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ میں سے ایمان لانے والوں کی تعداد میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

اکثر اصحاب الایکہ ایمان لانے والے نہ تھے بلکہ کل اصحاب الایکہ ایمان لانے والے نہ تھے کیونکہ ان میں سے کسی شخص

کا بھی ایمان لانا منقول نہیں ہے اس کے برخلاف اصحاب مدین میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی تھی۔

(روح البیان: ج:6، ص:392 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

دونوں امتوں میں سے نوسو (900) نفر حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:13، ص:127 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ اہل مدین کے ایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

ان میں سے بعض حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:267 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے:

مومنین ڈیڑھ لاکھ یا ایک لاکھ ایک ہی بستی میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قریب ہی رہائش رکھتے تھے کچھ ابتداء نقل مکانی کر گئے تاکہ اطمینان سے سایۂ نبی میں عبادت کر سکیں۔ (تفسیر نعیمی: ج:12، ص:285 مطبوعہ لاہور)

حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ کی ہلاکت کے بعد اصحاب الرس کے نبی بنے

حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب الایکہ کی ہلاکت کے بعد اصحاب الرس کے نبی بنے۔

تفسیر نعیمی میں ہے:

آپ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام یکے بعد دیگرے چند قوموں کے نبی ہوئے پہلے قوم مدین کے ان کی ہلاکت کے بعد ایکہ والوں کے ان کی ہلاکت کے بعد اصحاب الرس کے۔ (تفسیر نعیمی: ج:8، ص:578 مطبوعہ لاہور)

اصحاب الرس بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی

اصحاب الرس بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ!

اصحاب الرس سے مراد کنویں والے ہیں یہ بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھے۔

(تفسیر در منثور: ج:5، ص:269 مطبوعہ کراچی)

اس قوم ثمود کی ایک بستی تھی

اس قوم ثمود کی ایک بستی تھی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اس قوم ثمود کی ایک بستی تھی۔ (جامع البیان: ج:19، ص:19 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اصحاب الرس سے مراد یمامہ میں اہل فلج ہیں

اصحاب الرس سے مراد یمامہ میں اہل فلج ہیں اور وہ کنویں جن پر وہ رہائش پذیر تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں بتایا گیا ہے کہ

اصحاب الرس سے مراد یمامہ میں اہل فلج ہیں اور وہ کنویں جن پر وہ رہائش پذیر تھے۔

(جامع البیان: ج:19، ص:19 مطبوعہ دار احیاء التراب العربی بیروت)

اصحاب الرس کنویں پر آباد تھی

اصحاب الرس کنویں پر آباد تھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس سے مراد کنواں ہے جس پر ایک قوم آباد تھی جس کو اصحاب الرس کہتے ہیں۔

(جامع البیان: ج:19، ص:19 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اصحاب الرس نے اپنے نبی کو کنویں میں دفن کر دیا تھا

اصحاب الرس نے اپنے نبی کو کنویں میں دفن کر دیا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اصحاب الرس نے اپنے نبی کو کنویں میں دفن کر دیا تھا۔ (جامع البیان: ج:19، ص:20 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

لوگوں نے اپنے نبی کو اس میں دھنسا دیا تھا اس لیے اس کنویں کو الرس کہتے ہیں۔

(زاد المسیر: ج:6، ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس درخت کی پوجا کرتی تھی

اصحاب الرس ایک درخت کی پوجا کرتی تھی۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اصحاب الرس ایک قوم ہے جو درخت کی پوجا کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے یہوذا ابن یعقوب کی اولاد سے ان کی طرف ایک نبی بھیجا انہوں نے کنواں کھود کر اس نبی کو اس کنویں میں گرادیا اس کی پاداش میں ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔

(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس نے کس نبی کو قتل کیا تھا

اصحاب الرس نے حضرت حنظلہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ وہ قوم ہے جس کے نبی کا نام حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام تھا انہوں نے اپنے نبی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا۔(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس کہاں آباد تھے

اصحاب الرس ایک قوم کے پاس رہتے تھے یہ لوگ اس کنویں سے پانی پیتے اوران کے مویشی بھی تھے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

وہب بن منبہ نے کہا:

یہ قوم ایک کنویں کے پاس رہتی تھی یہ لوگ کنویں سے پانی پیتے تھے اوران کے مویشی بھی تھے۔

(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

الرس کنواں کہاں واقع ہے

اس بارے میں تین قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ کنواں یمامہ میں ہے ایک قول یہ ہے یہ کنواں انطاکیہ میں ہے ایک قول یہ ہے کہ آذربائیجان میں ہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

یہ کنواں آذربائیجان میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ کنواں یمامہ میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ
یہ کنواں انطاکیہ میں ہے۔(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس بتوں کی پوجا کرتے تھے

اصحاب الرس بتوں کی پوجا کرتے تھے۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
حضرت وہب بن منبہ نے کہا:
یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کا مبعوث ہونا

اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
حضرت وہب بن منبہ نے کہا:
اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس کی سرکشی کی وجہ سے کنواں منہدم ہو گیا

اصحاب الرس نے جب حضرت شعیب علیہ السلام کی کسی بات کو نہ مانا تو یہ کنواں منہدم ہو گیا۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: حضرت وہب بن منبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی کی وجہ سے باز نہ آئے تو یہ کنواں منہدم ہو گیا۔
(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اصحاب الرس اور ان کے گھروں کو کنویں میں دھنسا دیا گیا

جب اصحاب الرس نے حضرت شعیب علیہ السلام سے روگردانی اختیار کی تو ان کو اور ان کے گھروں کو کنویں میں دھنسا دیا گیا۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: حضرت وہب بن منبہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو یہ کنواں منہدم ہو گیا اور ان لوگوں کو اور ان کے گھروں کو اس کنویں میں دھنسا دیا گیا۔(زادالمسیر :ج:6،ص:90 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی شہزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دینے کے بعد مکہ مکرمہ چلا جانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شہزادی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا تو پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: ابوالمنذر نے کہا ہے: پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے

اپنی شہزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا پھر آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔
(المنتظم: ج: 1، ص: 211 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال

جب حضرت شعیب علیہ السلام مکہ مکرمہ چلے گئے تو وہیں پر ہی اپنی زندگی کے باقی ایام گزارے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے پاس بلالیا۔

یاد رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے وصال کے متعلق دو قول ملتے ہیں اور راجح قول مکہ مکرمہ والا ہے۔

شیخ محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں: حضرموت میں ایک قبر ہے جو زیارت گاہ عوام وخواص ہے وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام کی قبر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے اور یہیں پر ان کی وفات ہوئی حضرموت کے مشہور ''شون'' کے مغربی جانب ایک مقام ہے جس کو شبام کہتے ہیں اس جگہ اگر کوئی مسافر وادی ابن علی کی راہ ہوتا ہوا شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ قبر ہے یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں ہے اور جو بھی شخص یہاں آتا ہے صرف زیارت کے لئے ہی آتا ہے۔

(قصص القرآن: ج: 1، ص: 354 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: ابوالمنذر نے کہا: پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شہزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا پھر آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں پر وصال فرمایا۔
(المنتظم: ج: 1، ص: 211 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ علی بن حسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں: حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ مومنین کی ایک جماعت بھی تھی ان تمام کے مزارات کعبہ معظمہ کی مغرب جانب ہیں اور وہ دار الندوہ اور باب السہم کے درمیان واقع ہیں۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ج: 23، ص: 88 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارک حجر اسود کے سامنے مسجد حرام میں ہے

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارک حجر اسود کے سامنے مسجد حرام میں ہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: ابوالمنذر نے کہا: پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا پھر آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں پر ہی وصال فرمایا اور آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو چالیس سال تھی اور آپ علیہ السلام کو حجر اسود کے سامنے مسجد حرام میں دفن کر دیا گیا۔

(المنتظم: ج: 1، ص: 211 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مسجد حرام میں حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مزار مبارکہ کے علاوہ کوئی قبر نہیں ہے

حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مزار مبارکہ کے علاوہ مسجد حرام میں کسی کی قبر نہیں ہے۔
حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
مسجد حرام میں صرف دو مزار مبارکہ ہیں ان کے سوا اور کوئی قبر نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار مبارکہ ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:25، ص:54 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارک حطیم میں ہے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارک حطیم میں ہے۔
حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
مسجد حرام میں صرف دو مزار مبارکہ ہیں ان کے سوا اور کوئی قبر نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار مبارکہ ہیں۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارکہ حطیم میں ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:25، ص:54 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارکہ حجر اسود کے بالمقابل ہے

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارکہ حجر اسود کے بالمقابل ہے۔
حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
مسجد حرام میں صرف دو مزار مبارکہ ہیں ان کے سوا اور کوئی قبر نہیں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار مبارکہ ہیں۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارکہ حطیم میں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارکہ حجر اسود کے بالمقابل ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:25، ص:54 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت شعیب علیہ السلام کی عمر مبارکہ ایک سو چالیس سال تھی

حضرت شعیب علیہ السلام کی عمر مبارکہ ایک سو چالیس سال تھی۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: ابوالمنذر نے کہا: پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی شہزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا پھر آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں پر ہی وصال فرمایا اور

آپ علیہ السلام کی عمر مبارکہ ایک سو چالیس سال (140) تھی اور آپ علیہ السلام کو حجر اسود کے سامنے مسجد حرام میں دفن کیا گیا۔
(المنتظم: ج:1، ص:211 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

آخری التجاء

الحمد للہ عزوجل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال سے موسوم کتاب کی تیسری جلد مکمل ہوئی جس میں چار انبیاء کرام علیہم السلام 1- حضرت لوط علیہ السلام، 2- حضرت ھود علیہ السلام، 3- حضرت صالح علیہ السلام، 4- اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوموں کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔ پہلی جلد میں بھی چار انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال ذکر کیے گئے تھے اور دوسری میں بھی چار انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال ذکر کیے گئے تھے اب تیسری میں بھی چار انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر مجھ سے کہیں بتقاضائے بشریت غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے۔ میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب، اساتذہ کرام اور پوری امت مسلمہ کی پیر و مرشد کے صدقے مغفرت فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حشر میں شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت الفردوس میں رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

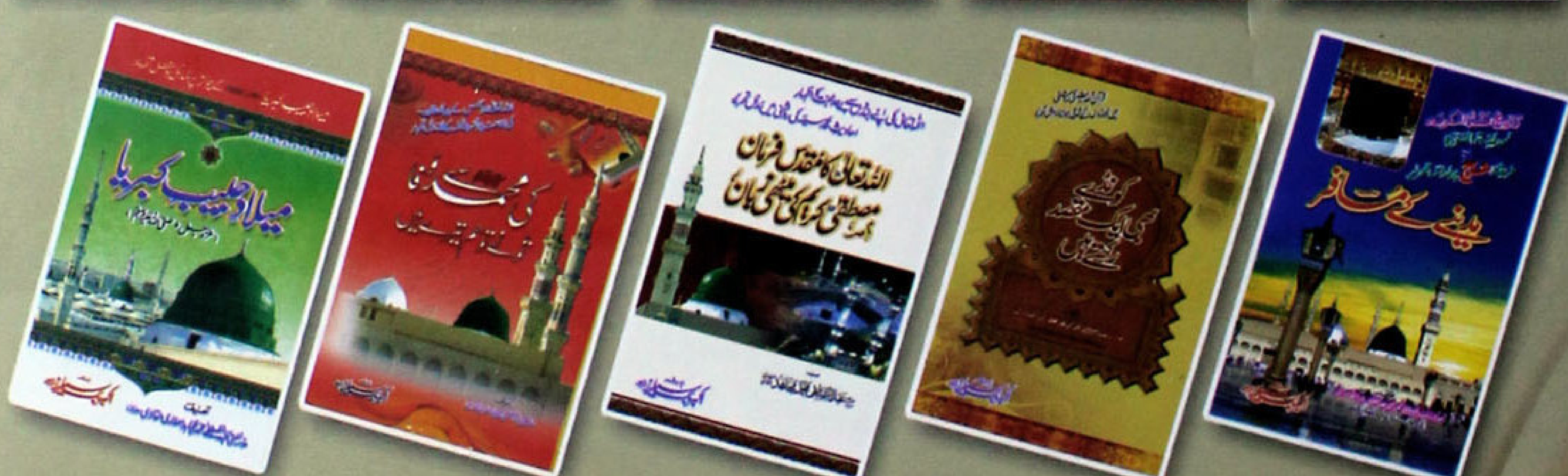
اختتام کتاب!

بروز سوموار پچیس رمضان المبارک 1435ھ بمطابق 24 جولائی 2014ء

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف
کی دیگر تصانیف و تراجم







ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph: 37352022